دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ
فتاویٰ عثمانیہ
مفتی غلام الرحمن
رئیس دارالافتاء
زیر نگرانی
مفتی نجم الرحمن
کتاب
الطلاق، الظہار، الخلع، العدۃ
العصر اکیڈمی
AL-ASR ACADMY

دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور
سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ
فتاویٰ عثمانیہ
مفتی غلام الرحمٰن
رئیس دارالافتاء
زیرنگرانی
مفتی نجم الرحمٰن
نائب رئیس دارالافتاء
جلد ششم
الطلاق، الظهار، الخلع، العدة
العصر اکیڈمی پشاور

فتاویٰ عثمانیہ

جلد ششم

علمی افادات: شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہ
مہتمم ورئیس دار الافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

زیر نگرانی: حضرت مولانا مفتی نجم الرحمٰن مدظلہ
اُستاد الحدیث ونائب رئیس دار الافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

تحقیق وتبویب: شرکائے شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

باہتمام: احسان الرحمٰن عثمانی

سنِ طباعت اشاعت ہفتم:
ذی الحجہ 1442ھ / جولائی 2021ء
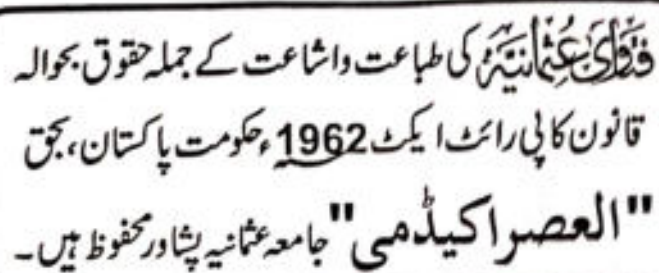
سنِ طباعت اشاعت اوّل:
جمادی الثانیہ 1437ھ / مارچ 2016ء
سنِ طباعت اشاعت دوم:
جمادی الاولیٰ 1438ھ / فروری 2017ء
سنِ طباعت اشاعت سوم:
رجب المرجب 1439ھ / اپریل 2018ء
سنِ طباعت اشاعت چہارم:
ربیع الثانی 1440ھ / دسمبر 2018ء
سنِ طباعت اشاعت پنجم:
ربیع الاول 1441ھ / نومبر 2019ء
سنِ طباعت اشاعت ششم:
رجب المرجب 1442ھ / دسمبر 2020ء

Ihsan.usmani@gmail.com
+92 333-9273561 / +92 321-9273561
+92 312-0203561 / +92 315-4499203

ملنے کا پتہ
مکتبہ العصر
احاطہ جامعہ عثمانیہ پشاور
عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور کینٹ
صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان
رابطہ: 0314 9061952 / 0348 0191692

1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست جلد٦

کتاب الطلاق

(مسائل)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

❁❁❁

باب الطلاق بالکتابۃ

(مباحث ابتدائیہ)

❁❁❁

باب تعلیق الطلاق

(مسائل)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

❁❁❁

باب الخلع

(مباحث ابتدائیہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب الخلع	
	(مسائل)	
327	اسلام میں خلع کا تصور	285
328	خلع کے ارکان وشرائط	286
329	خلع طلاق ہے یا فسخِ نکاح	286
330	بدل خلع ادا نہ ہونے کی صورت میں وقوعِ طلاق	287
331	مباراۃ کی حقیقت	288
332	مہر سے زیادہ رقم پر خلع کرنا	289
333	مال کے بدلے نکاح ختم کرنا	290
334	گونگے شخص سے شادی کے بعد خلع کرنا	291
335	مہر اور شادی کے خرچہ کے بدلے میں خلع کرنا	292
336	شریعت کی طرف سے عورت کو خلع کا حق	293
337	اختیارِ خلع مجلس کے اختتام تک	294
338	بیوی کے والد سے بدلِ خلع کا مطالبہ کرنا	295
339	خاوند کی رضامندی کے بغیر خلع کرنا	296
340	ناچاقی عورت کی طرف سے ہو تو خلع کا حکم	297
341	عورت کو ابدی اختیارِ خلع دینا	298
342	اسٹامپ پیپر پر خلع کی دستاویز تیار کرکے دستخط کرنا	299
343	خلع میں مہر سے زیادہ کا مطالبہ کرنا	301
	❁❁❁	
	باب تنسیخِ نکاح	
	(مباحث ابتدائیہ)	
344	تعارف اور حکمتِ مشروعیت	302

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

باب تنسیخِ نکاح

(مسائل)

❁❁❁

باب التحلیل

(مباحث ابتدائیہ)

باب الظھار

(مسائل)

❀❀❀

باب ثبوت النسب

(مباحث ابتدائیہ)

کتاب النفقات

(مسائل)

کتاب الطلاق

(مباحثِ ابتدائیه)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''أبغض الحلال إلى الله تعالى الطلاق''(١) حلال وجائز کاموں میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کام طلاق ہے۔

اسی وجہ سے فقہائے امت فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے طلاق ممنوع ومحظور ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر اس کو جائز ومباح کردیا گیا ہے۔(٢)

یعنی اگر اصل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو طلاق دو خاندانوں میں جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے کئی قسم کے معاشرتی مفاسد جنم لیتے ہیں، لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر میاں بیوی کا باہمی تعلق ناخوشگوار ہو جائے اور دونوں حقوق زوجیت کی ادائیگی میں ناکام ثابت ہوں تو پھر یہی ناپسندیدہ فعل فقہا کے اس قاعدے ''يختار أهون الشرين، و الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف''. کے تحت ایک ضرورت کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔(٣)

علامہ ابن عابدینؒ طلاق کے بعض محاسن کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طلاق سے میاں بیوی کے مابین بہت سے دینی اور دنیاوی مکروہات اور مفسدات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور دونوں اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں نئے سرے سے سوچنے کے لیے آزاد ہو جاتے ہیں، چونکہ عورت میں فطری طور پر قوتِ فیصلہ کی کمی پائی جاتی ہے اور وہ حالات سے بہت جلد متاثر ہوتی ہے، جب کہ دوسری طرف مرد نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تمام ذمہ داریوں کا مسئول اور جواب دہندہ بن جاتا ہے اور فطری طور پر مختلف حالات سے جلد متاثر ہوئے بغیر نسبتاً صحیح فیصلہ کرنے کی غیر معمولی قوت اس کو ودیعت کی گئی ہے، اس لیے معاہدہ نکاح کو ختم کرنے کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے، لیکن عورت کو بھی بالکل مرد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا گیا ہے، بلکہ مرد کی جانب سے ظلم وتشدد کے پیشِ نظر اس کو بھی مخصوص حالات میں خلع یا تنسیخِ نکاح کا حق دیا گیا ہے۔

---

(١) سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق : ٣١٤/١

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الأول :٣٤٨/١

(٣)سليم رستم باز،شرح المجلة، مادة ٢٧،٢٩، ص : ٣٢،٣١

نظامِ طلاق کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ شریعت نے تین طلاقوں کی اجازت دی ہے، ممکن ہے ایک طلاق دیتے وقت شوہر مخصوص حالات کی وجہ سے صحیح فیصلہ نہ کر پایا ہو، اس لیے ایک طلاق دینے کے بعد اُسے پھر سے ازدواجی زندگی استوار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ غرض یہ ہے کہ طلاق جیسا حکیمانہ قانون اور اس کے ٹھوس اصول صرف اسلام کا خاصہ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب اور معاشرہ افراط و تفریط سے پاک ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہے جس کا مشاہدہ ہم جدید دور میں آسانی سے کر سکتے ہیں۔ (۱)

طلاق دینے سے پہلے میاں بیوی کے لیے قرآن وحدیث کے بنیادی اصول:

قرآنی تعلیم کی رُو سے طلاق ازدواجی زندگی کی ناخوشگواریوں کا ابتدائی حل نہیں، بلکہ اصلاحِ حال کا آخری مرحلہ ہے۔ اگر بیوی واقعی نافرمان ہو تو اولاً وعظ و تذکیر اور پند و نصیحت سے کام لینا چاہیے، اس کے باوجود اصلاح نہ ہو سکے تو گھر سے نکالے بغیر چند دن خواب گاہ علیحدہ کر لے اور ترکِ تعلق کر لے، تاکہ بیوی کو اپنی غلطی پر ندامت ہو جائے، اگر ترکِ تعلق بھی کام نہ آئے تو کسی قدر سرزنش کی بھی اجازت ہے، مگر وہ بھی ایسی ہو کہ اس میں عورت کی لطافت و نزاکت کا پاس رہے۔ حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں تکلیف دہ مار نہ ہو۔ (۲)

ان سب امور کا اصلاحِ حال کے لیے ناکافی ہونا، اس بات کا ثبوت ہے کہ اب زوجین خود اپنے مسائل حل کرنے سے قاصر ہیں، اس لیے خاندان کے ذی شعور و تجربہ کار بزرگوں کا سہارا لیں اور ان کو حَکم بنائیں، جو اختلافات کو دور کرنے کی سعی کریں، پھر جب تمام مساعی کارگر نہ ہوں تو پھر آخری چارہ کار طلاق ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ایک طلاق ایسی پاکی کی حالت میں دی جائے جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو، تاکہ حیض کی گندگی اور صحبت سے سیری طلاق کا سبب نہ بن جائے۔ مذکورہ طریقے سے طلاق دینا طلاقِ احسن اور طلاقِ رجعی ہے، اس کے بعد عدت گزرنے تک زوجین کے لیے سوچنے اور غور و فکر کا موقع مل جاتا ہے جس میں وہ باہمی ہم آہنگی کا ازسرِ نو عزم کر سکتے ہیں۔ (۳)

طلاق کا لغوی معنیٰ:

طلاق کا لغوی معنیٰ کھولنا، قید اُٹھانا، تخلیہ اور چھوڑ دینا ہے، البتہ اصطلاح میں یہ لفظ خاص طور پر بیوی کو چھوڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: طُلِقَتِ المرءۃ کا معنیٰ ہے عورت کو طلاق دی گئی جب کہ بیوی کے علاوہ کسی

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق: ٤/ ٤٢٩، الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ٩/ ٢٩-١١

(۲) سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب حق المرأة على الزوج ص: ١٣٤

(۳) خلاصه تفسير سورة النساء: ٤٣ از قاموس الفقه، مادة طلاق: ٦/ ٣٣٦

اور چیز کے لیے''اطلاق'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، مثلاً: ''اطلق الأسیر'' یعنی قیدی کو چھوڑ دیا گیا۔(۱)

طلاق کا اصطلاحی معنیٰ:

(رفع قید النکاح في الحال) بالبائن (أو المآل) بالرجعي (بلفظٍ مخصوصٍ) هو ماالشتمل علی الطلاق.(۲)

شریعت میں (طلاق) لفظِ مخصوص کے ساتھ قیدِ نکاح کو ختم کرنا ہے، فوری طور پر طلاق بائن کے ساتھ یا انجام کے طور پر طلاق رجعی کے ساتھ۔ لفظِ مخصوص وہ ہے جو طلاق پر مشتمل ہو۔

باب سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) طلاق......مخصوص الفاظ کے ذریعے فوراً یا تاخیر کے ساتھ قیدِ نکاح کو ختم کرنا طلاق کہلاتا ہے۔

(۲) مطلّق......شوہر، طلاق دینے والا۔

(۳) طالقہ، مطلقہ، طالق......وہ عورت جس کو طلاق دی جائے۔(۳)

طلاق سے ملتی جلتی دیگر فقہی اصطلاحات:

(۱) متارکہ......: نکاحِ فاسد میں قبل الدخول یا بعد الدخول عورت کو چھوڑ دینا متارکہ کہلاتا ہے، البتہ بعد الدخول چھوڑنے کے لیے باقاعدہ تکلم اور قول بھی ضروری ہے۔

(۲) خلع......: بیوی کی طرف سے مال یا مہر دے کر شوہر کی رضامندی سے نکاح ختم کرنا خلع کہلاتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں خلع بھی طلاق کے حکم میں ہے۔

(۳) تفریق......: زوجین میں سے کسی ایک کے مطالبے پر قاضی کا ان کے درمیان جدائی کرنا تفریق کہلاتا ہے۔

(۴) فسخ......: فسخ کا معنیٰ ہے کسی شے کو مکمل طور پر ختم کرنا جس سے اس کے احکام اور آثار ختم ہو جائیں۔ جب کہ طلاق سے نکاح بالکلیہ ختم نہیں ہوتا۔

(۵) ایلاء......: شوہر کا یہ قسم کھانا کہ میں مخصوص مدت تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ حنفیہ کے ہاں چار ماہ کے بعد بیوی خود مطلقہ بائنہ ہو جاتی ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ٤/ ٤٢٣_٤٢٤، الموسوعة الفقهية، ماده طلاق: ٢٩/ ٥

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق: ٤/ ٤٢٤_٤٢٦

(۳) الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ٢٩/ ٥_١٩

(۶) لعان......: شوہر اور بیوی کا آپس میں تہمت زنی کی وجہ سے قاضی کے سامنے مخصوص قسمیں کھانا لعان کہلاتا ہے۔ لعان کے بعد زوجین ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ تاہم جدائی کے لیے طلاق یا قاضی کی تفریق ضروری ہے۔

(۷) ظہار......: اپنی بیوی کی تشبیہ دائمی محرمات کے ساتھ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ اس میں کفارہ لازم آتا ہے۔(۱)

طلاق کی مشروعیت:

طلاق کی مشروعیت قرآن وحدیث اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿الطلاق مرتان﴾(۲)

طلاق (زیادہ سے زیادہ) دوبار ہونی چاہیے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن﴾(۳)

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں۔

اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"ما أحلّ الله شيئاً أبغض اليه من الطلاق".(٤)

حلال وجائز کاموں میں طلاق سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں۔

اسی طرح طلاق کی مشروعیت پر دور نبوی ﷺ سے لے کر اب تک پوری امت کا اجماع واتفاق ہے۔(۵)

مختلف حالات میں طلاق کا الگ الگ حکم:

طلاق اگرچہ شرعاً ایک ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے، لیکن حالات اور مواقع کے لحاظ سے اس کا حکم الگ الگ ہو سکتا ہے، فقہائے کرام نے اس کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) واجب......: اگر شوہر کو یقین ہو کہ وہ عورت کے ساتھ رہ کر امساک بالمعروف پر عمل نہیں کر سکے گا، یعنی اس کے ازدواجی حقوق اور نان نفقہ سے معذور ہے تو بیوی کو طلاق دینا واجب ہے۔

---

(١) الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ٢٩/٥-٨

(٢) البقرة: ٢٢٩ (٣) البقرة: ٢٣٢

(٤) أبو داؤد، كتاب الطلاق: ١/٣١٤ (٥) المغني، كتاب الطلاق: ٨/٢٣٤

(۲) مستحب ومندوب......: اگر عورت انتہائی حد تک نافرمان اور تکلیف دینے والی ہو یا شرعی احکامات کی بجا آوری میں غفلت کی مرتکب ہو۔ (مثلاً نماز بالکل نہیں پڑھتی ہو اور نہ روزہ رکھتی ہو) تو ایسی صورت میں طلاق دینا مستحب ہے۔

(۳) مباح......: اگر عورت کی بدمزاجی اور بداخلاقی زیادہ ہو تو طلاق دینا مباح ہے۔

(۴) مکروہ......: طلاق کا کوئی شرعی سبب موجود ہوئے بغیر بیوی کو طلاق دینا مکروہ ہے۔ بعض نے اس صورت کو حرام بھی کہا ہے، جب کہ بعض نے مباح کہا ہے (دراصل یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ اصل طلاق میں اباحت ہے یا ممانعت)۔

(۵) حرام......: حیض میں طلاق دینا یا اس طہر میں طلاق دینا جس میں جماع کیا گیا ہو، حرام ہے۔ (۱)

طلاق کا رکن:

طلاق کا رکن وہ مخصوص الفاظ ہیں، جن سے صراحتاً یا کنایۃً طلاق واقع ہو جائے، تاہم ان الفاظ سے طلاق واقع ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔

(۱) طلاق کے الفاظ پر تکلم اور بولنے پر قادر شخص باقاعدہ تلفظ کرے گا۔ محض اشارے سے یا نیت سے یا زیر لب بڑبڑانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، مثلاً بیوی سے جھگڑتے وقت کچھ بولے بغیر طلاق کی نیت کرتے ہوئے تین پتھر اٹھا کر اس کو دے دیے تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ گونگے شخص کے لیے واضح اور معروف اشارہ تکلم کے قائم مقام ہے، تاہم یہ تب ہوگا جب وہ کتابت سے عاجز ہو، اگر کتابت کر سکتا ہو تو راجح قول کے مطابق محض اشارے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس طرح واضح خط جو پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو اور لکھنے والا معلوم ہو، اس کے ذریعے بھی طلاق ہوگی۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ طلاق کے الفاظ استثنا سے خالی ہوں جیسے إن شاء اللّٰہ یا إلا أن یشاء اللّٰہ کے الفاظ اس کے ساتھ نہ ہوں۔ (۲)

(۳) طلاق کے الفاظ سے کسی واقعہ یا قول کی حکایت کرنا مقصود نہ ہو اور نہ ہی اس سے تعلیم وتعلم مقصود ہو، بلکہ انشائے طلاق مقصود ہو، لہٰذا حکایتِ طلاق اور تعلیم وتعلم کے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۳)

---

(۱) المغني مع الشرح الكبير، كتاب الطلاق، مسئلة نمبر: ٥٨١٤، ٨/٣٦-٢٣٥، الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق: ٤/٢٨-٤٢٩

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق: ٤/٤٤٨، ٤/٤٣١

(۳) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، فصل في من يقع طلاقه: ١/٣٥٢، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحرأن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النسبة: ٤/٤٦١

(۴) طلاق کے لیے جو صیغہ استعمال کیا جائے، وہ ماضی یا حال کا ہونا چاہیے، یعنی اگر یوں کہے کہ ''میں طلاق دوں گا'' تو یہ طلاق دینے کی دھمکی اور اس کا وعدہ ہے اور محض وعدہ وعید سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر مضارع کا استعمال کسی عرف میں حال کے معنی میں غالب ہو تو پھر اس سے بھی طلاق واقع ہوگی۔(۱)

طلاق کی شرائط:

طلاق واقع ہونے کے لیے بنیادی طور پر دو باتیں ضروری ہیں:

(۱) طلاق دینے والا مرد طلاق دینے کا اہل ہو، طلاق کا اہل بننے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

(الف) طلاق دینے والا خود شوہر یا اس کا وکیل بالطلاق ہو۔ کوئی اجنبی (اگرچہ آقا یا باپ کیوں نہ ہو) دوسرے شخص کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا۔

(ب) طلاق دینے والا عاقل ہو، مجنون، معتوہ (فاتر العقل) مدہوش اور بے ہوش نہ ہو، البتہ معصیت پر مبنی نشہ کی حالت میں طلاق واقع ہوگی۔

(ج) طلاق دینے والا بالغ ہو، بچہ یا مراہق نہ ہو۔

(د) طلاق دینے والا نیند کی حالت میں نہ ہو۔

مذکورہ شرائط کے علاوہ اہلیت کے لیے اور کوئی شرط نہیں، کافر، غلام، کسی حرام شے کی وجہ سے نشے میں مست شخص، مریض، مکرہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) ہازل (ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے) اور مخطی (بغیر ارادے کے اپنی بیوی کو طلاق دینے والے) کی طلاق حنفیہ کے ہاں واقع ہوگی۔

(۲) عورت طلاق کے لیے محل بن سکتی ہو، یعنی یا تو نکاحِ صحیح میں ہو یا شوہر سے طلاقِ رجعی یا طلاقِ بائن (سوائے طلاقِ ثلاثہ) کی عدت گزار رہی ہو یا زوجین میں سے کسی ایک کا نکاح قبولِ اسلام سے انکار یا ارتداد کی وجہ سے فسخ کیا گیا ہو اور عورت اس سے عدت گزار رہی ہو، علامہ ابن نجیمؒ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔(۲)

حالتِ اکراہ، حالتِ ہزل، حالتِ سکر (نشہ) اور خطا کی وضاحت:

حنفیہ کے ہاں اکراہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، بشرطیکہ طلاق زبانی دی گئی ہو یا زبانی کسی کو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ٤/٤٥٩، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ٣/٤٣٩

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ٤/٤٢٨، ٤٣١، البحر الرائق، کتاب الطلاق: ٣/٤١٥_٤١٤، ٣/٤٢٦، الفتاوی الهندية، کتاب الطلاق، فصل في من يقع طلاقه و في من لا يقع طلاقه: ١/٣٥٤_٣٥٣

وکیل بنادیا گیا ہو، اگر اکراہ کے ذریعے طلاق لکھوائی گئی، لیکن زبان سے طلاق کے الفاظ ادا نہیں کیے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر جبراً طلاق کا اقرار کرالیا گیا تو یہ اقرار بھی نافذ نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے ہنسی مذاق میں یا جھوٹ کہہ کر طلاق کا اقرار کیا تو اس سے اگرچہ دیانۃً (قائل اور اللہ کے مابین) طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن قاضی اس پر طلاق ہی کا فیصلہ کرے گا، بشرطیکہ معاملہ اس تک پہنچ جائے۔ جب کہ مفتی دیانت کا حکم لکھ کر ساتھ یہ بھی لکھے کہ قضاءً اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ تاکہ کوئی قاضی فتویٰ دیکھ کر دیانت پر فیصلہ نہ کردے۔(۱)

اگر کسی نے ازراہِ علاج شراب یا کوئی دوسری نشہ آور چیز پی لی یا اکراہ کی وجہ سے پی لی یا کوئی ایسی چیز پی لی جو عام طور پر غذا کے لیے استعمال ہوتی ہو اور اتفاقاً پینے والے پر نشہ چڑھ گیا تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۲)

خطا سے متعلق وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی اور لفظ بولنا چاہتا تھا اور طلاق کا لفظ منہ پر آگیا اور حالات و قرائن بھی اس کے خطا پر شاہد ہوں تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی، تاہم قضاءً (مفتی یا قاضی کے سامنے) واقع ہوگی۔(۳)

حالتِ غضب کی وضاحت:

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ غضب کی تین حالتیں ہیں جن میں سے ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے

(۱) پہلی حالت......: غضب غصہ کے آثار ظاہر ہوں، لیکن عقل وحواس پر کوئی اثر نہ ہو، بلکہ اپنے کہے ہوئے الفاظ سے اچھی طرح واقف ہو تو اس کی طلاق بلاشبہ واقع ہوگی۔

(۲) دوسری حالت......: غیض وغضب کی وجہ سے اتنا مدہوش ہوجائے کہ عقل وحواس کام کرنا چھوڑ دے اور اپنے کہے ہوئے الفاظ سے بے خبر ہو تو بلاشبہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳) تیسری حالت......: اگر غیض وغضب اس درجے کی ہو کہ عقل وحواس بالکل معطل نہ ہوں تو یہ صورت محلِ نظر ہے۔ علامہ شامیؒ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کے اقوال وافعال پر ہذیان اور خلل اتنا غالب ہو جائے کہ اس کے اکثر اقوال وافعال اس کی عام عادات کے مخالف ہوجائیں تو طلاق واقع نہ ہوگی، بصورتِ دیگر طلاق واقع ہوگی۔ یہی حکم ضعیف العمر، مریض اور مصیبت زدہ شخص کا بھی ہے، یعنی جب تک اس کے عقل اور اقوال وافعال

---

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق : ۳/ ۴۲۸-۴۲۹، رد المحتار، الحظر والإباحة، فرع: یکره إعطاء سائل المسجد...

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، فصل في من یقع طلاقه و في من لا یقع : ۱/ ۳۵۳

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب في قول البحرانّ الصریح...: ۴/ ۴۶۱

میں خلل اور فساد ہو، اس کے اقوال معتبر نہیں ہوں گے۔ (۱)

ناواقف کو الفاظ طلاق کی تلقین:

اگر کسی شخص نے تلبیس اور دھوکے سے کام لیتے ہوئے ایسے شخص سے کلمہ طلاق کہلوایا جو طلاق کے معنیٰ اور اس کے اثرات سے واقف نہیں تھا تو اس سلسلے میں ہمارے فقہا کا عام رجحان تو یہی ہے کہ قضاءً یہ طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن مشائخ اوزجند کا فتویٰ اس صورت میں طلاق واقع نہ ہونے کا ہے، تاکہ لوگوں کو تلبیس اور دھوکے سے بچایا جا سکے۔ (۲)

طلاق بذریعہ وکیل وقاصد و تفویض:

طلاق دینے کا اصل مجاز تو شوہر ہی ہے، لیکن شوہر اپنے اس اختیار میں دوسرے کو بھی نائب بنا سکتا ہے، اس نیابت کی تین صورتیں ہیں: وکالت، رسالۃ اور تفویض۔ (۳)

(۱) وکالت:

وکالت سے مراد یہ ہے کہ شوہر کسی اور شخص کو حکم دے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے۔ ایسی صورت میں وکیل اس مجلس میں بھی طلاق دے سکتا ہے اور بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ البتہ شوہر وکیل کی تعمیل حکم سے پہلے پہلے وکالت سے رجوع کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وکیل اس کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا اور اگر دے دے تو وہ بے اثر ہو گی۔ (۴)

(۲) قاصد:

رسالۃ سے مراد یہ ہے کہ شوہر بیوی کے پاس اپنا قاصد بھیجے کہ وہ اسے طلاق دے رہا ہے، گویا وکیل خود انشائے طلاق کرتا ہے اور قاصد صرف اس کے کلام کو بیوی تک پہنچاتا ہے۔ (۵)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش ٤/ ٤٥٢_٤٥٣

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر أن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية: ٤/ ٤٦١

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق: ٤/ ٥٥١_٥٥٢

(٤) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث في تفويض الطلاق، الفصل الثالث في المشيئة: ١/ ٤٠٧

(٥) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق: ٤/ ٥٥١_٥٥٢

(۳) تفویض:

تفویض کے معنیٰ طلاق کا مالک بنانے کے ہیں، اس لیے تفویض طلاق کی صورت میں جتنی مدت تک اختیار دیا گیا ہو، اتنی مدت تک شوہر اس سے دیا ہوا حق طلاق واپس نہیں لے سکتا۔ تفویض وتوکیل کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے کہ تفویض میں طلاق کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اختیار سے اس کا استعمال کرتا ہے اور توکیل میں وکیل طلاق کا مالک نہیں بنتا، بلکہ وہ مؤکل کے حکم کا پابند ہوتا ہے، تاہم ان تینوں صورتوں میں نیابت کے باوجود شوہر کا حقِ طلاق باقی رہتا ہے، اس کا اختیار ختم نہیں ہوتا۔(۱)

تفویض الطلاق سے متعلق بنیادی اصول:

تفویض الطلاق سے متعلق عربی زبان میں تین مختلف تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں۔تخییر (تجھے طلاق کا اختیار ہے) امر بالید (طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) اور مشیئۃ (تو اپنی مرضی یا ارادے سے طلاق دے)۔ مذکورہ الفاظ سے متعلق چند بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ ''اگر تم چاہو تو اپنے آپ پر طلاق واقع کرو۔'' تو جس مجلس میں بیوی سے بات کہی ہو یا شوہر کے قاصد نے جس مجلس میں اس کی اطلاع دی ہو، خاص اسی مجلس میں بیوی کو طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی تیسرے شخص سے کہا کہ تم چاہو تو میری بیوی کو طلاق دے دو تو یہ توکیل نہیں، بلکہ تفویض ہوگی اور وہ شخص اسی مجلس کے اندر ہی طلاق واقع کرنے کا مجاز ہوگا۔ تاہم شوہر اس صورت میں اپنے قول سے رجوع نہیں کر سکتا، اس لیے کہ تفویض میں رجوع نہیں کیا جا سکتا۔(۲)

(۲) بیوی سے کہا: ''تم اپنے آپ پر طلاق واقع کرلو'' اور اس کی چاہت (اگر تم چاہو) کا ذکر نہیں کیا (پہلی صورت کے برعکس) تو مذکورہ تفویض طلاق بھی صرف مجلس تک محدود رہے گی۔ البتہ اگر اسی عبارت سے (اگر تم چاہو کے الفاظ کے بغیر) کسی اور شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق دیا تو یہ توکیل ہوگی۔طلاق دینے کا اختیار مجلس کے بعد بھی باقی رہے گا، لیکن شوہر اگر چاہے تو اختیار واپس لے سکتا ہے۔ (۳)

---

(۱) ملخص از قاموس الفقہ، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق: ۵۴/۴۔۵۵۶، الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في تفويض الطلاق الفصل الثالث في المشيئة: ۴۰۲/۱۔

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث في تفويض الطلاق، الفصل الثالث في المشيئة: ۴۰۲/۱

(۳) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث في تفويض الطلاق، الفصل الثالث في المشيئة: ۴۰۲/۱

(۳) بیوی کو تفویض الطلاق دیتے وقت اس طرح کہے کہ: ''تو جب چاہے اپنے آپ پر طلاق واقع کرلے۔'' (متی، متی ما، اذا ما کے الفاظ کے ساتھ) تو یہ تفویض مجلس تک محدود نہیں رہے گی، بلکہ وہ عورت جب چاہے اپنے آپ پر طلاق واقع کر سکتی ہے، لیکن اس تفویض سے وہ عورت صرف ایک مرتبہ فائدہ اُٹھا سکے گی تاہم اگر وہ یہ الفاظ استعمال کرے: ''تو جب بھی (کلما) چاہے اپنے آپ پر طلاق واقع کرلے'' تو اس صورت میں عورت ہمیشہ کے لیے طلاق کی مالک بن گئی، جب تک تین طلاق واقع نہ کرلے۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں بھی شوہر کو تفویض سے رجوع کا حق نہیں۔ (۱)

(۴) تفویض الطلاق کے وقت اگر شوہر نے طلاقوں کی تعداد کی بھی تصریح کردی تو تفویض اسی تعداد تک منحصر ہوگی اور اگر تعداد کی تصریح نہیں کی ہو تو پھر تعداد میں اس (شوہر) کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(۵) اگر تفویض کے وقت یہ کہے کہ: ''تو جس طرح (کیف) چاہے طلاق واقع کرلے'' تو عورت کو رجعی، بائن، ایک، دو یا تین، تمام قسم طلاقوں کا حق حاصل ہوگا۔ (۲)

(۶) تفویض کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنے کی گنجائش شرعاً موجود ہے، مثلاً: اگر کوئی یہ کہے کہ ''اگر میں تم کو چھوڑ کر اتنے دنوں تک غائب رہوں تو تم کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا'' وغیرہ تو مذکورہ شرط پائی جانے کی صورت میں عورت کو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا۔ مذکورہ تفویض میں بھی عورت اور اجنبی شخص کا حکم برابر ہے، جب اس کو اختیار دیا ہو۔ (۳)

صفت کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

صفت، یعنی طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: طلاقِ سنت و طلاقِ بدعت۔ اس کو ہم طلاقِ مسنون اور طلاقِ مکروہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) طلاق سنت:

اس کی بھی دو صورتیں ہیں: سنت باعتبار وقت اور سنت باعتبار عدد، یعنی جماع سے خالی طہر میں طلاق دینا سنت باعتبار وقت ہے اور مذکورہ وقت میں ایک طلاق دینا سنت باعتبارِ عدد ہے۔ پھر ان دونوں صورتوں کی الگ دو قسمیں ہیں: طلاقِ احسن اور طلاقِ حسن۔ ہر ایک کا جدا جدا حکم ملاحظہ ہو۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث في تفويض الطلاق، الفصل الثالث في المشيئة: ۱/۴۰۳

(۲) أيضاً

(۳) ملخص قاموس الفقه، ۴/۳۲۹

(۲)طلاقِ مسنون احسن:

حیض والی عورتوں میں احسن طلاق یہ ہے کہ ان کو ایسی طہر میں طلاق دی جائے جس میں اس سے پہلے طلاق نہیں دی گئی ہو اور نہ ہی جماع کیا گیا ہو۔ پھر طلاق دینے کے بعد اس کو تین حیض گزرنے تک چھوڑ دیا جائے۔ یہ طلاق کا سب سے احسن اور بہترین طریقہ ہے، اس لیے کہ اس میں عدت گزرنے تک بیوی سے نکاح جدید کے بغیر رجوع کا حق ہوتا ہے۔ نیز اس صورت میں حمل کا اندیشہ نہ ہونے کی وجہ سے عورت کی عدت بھی طویل نہیں ہوتی، یہ وقت اور عدد دونوں اعتبار سے احسن ہے، البتہ غیر مدخول بہا عورت کو حیض میں ایک طلاق دینا بھی احسن ہے، تاہم وہ طلاقِ بائن شمار ہوگی۔ اسی طرح صغیرہ، حاملہ اور آئسہ عورتوں میں بھی طلاقِ احسن کا یہی طریقہ ہے، ان تین قسم عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کے بعد اسی طہر میں ایک طلاق دینا بھی احسن ہے، اس لیے کہ مذکورہ تین قسم کی عورتوں میں حمل ٹھہرنے کا اندیشہ نہیں۔(۱)

طلاقِ مسنون حسن:

طلاقِ حسن یہ ہے کہ مدخول بہا حائضہ عورت کو تین الگ الگ طہروں میں (جو جماع سے خالی ہوں) تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں۔ نابالغہ، عمر رسیدہ (آئسہ) اور حاملہ کو صحبت کے بعد بھی طلاقِ حسن دی جاسکتی ہے۔ یہ بیک وقت تین طلاق دینے سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں شوہر کو پہلی اور دوسری طلاق کے بعد مزید غور وفکر کا موقع مل جاتا ہے اور رجعت کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ یہ طلاق بھی اپنی اصل کے اعتبار سے خلافِ سنت اور بدعت ہی ہے، کیونکہ ایک سے زیادہ طلاق دینا بلا حاجت ہے، تاہم بیک وقت تین طلاق دینے سے بہتر ہونے کی بناپر اس کو طلاقِ حسن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۲)

طلاقِ بدعی:

اس کی بھی دو صورتیں ہیں: طلاقِ بدعی باعتبارِ عدد اور طلاقِ بدعی باعتبارِ وقت۔ طلاق بدعی باعتبارِ وقت یہ ہے کہ حیض میں طلاق دی جائے یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع کر چکا ہو۔ یہ انتہائی سخت گناہ ہے، اس صورت میں رجوع واجب ہے۔ رجوع کے بعد یا تو بیوی کو دوبارہ اپنے ساتھ رکھے یا دوسری طلاق خالص طہر میں دے۔

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق: ۱۸۶/۴-۱۸۷، الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳۱/۴-۴۳۳

(۲) بدائع، کتاب الطلاق: ۱۸۷/۴، الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳۳/۴-۴۳۴

طلاق بدعی باعتبار عدد یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق دے دے، چاہے ایک کلمے سے ہوں یا جدا جدا کلمات سے یا ایک ہی طہر میں دو طلاق دے دے، ایک ہی کلمے سے ہوں یا متعدد کلمات سے۔ مذکورہ تمام صورتیں اگرچہ معصیت اور گناہ پر مبنی ہیں، لیکن تینوں یا دونوں طلاقوں کے وقوع میں جمہور فقہا کے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔(۱)

تعلیق وعدمِ تعلیق کے اعتبار سے طلاق کی اقسام:

صیغہ طلاق کو کسی شرط یا وقت کے ساتھ معلق ومشروط کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں: طلاقِ منجز (فوری طلاق) طلاقِ معلّق (مشروط) طلاقِ مضاف (مستقبل کی طرف منسوب طلاق)۔

(۱) طلاقِ منجز:

اس سے فوری اور فی الحال طلاق مراد ہے، جیسے کہے کہ: ''تم کو طلاق ہے'' ایسی حالت میں فوراً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) طلاقِ معلّق:

اس سے مراد یہ ہے کہ طلاق کو کسی ممکن الوقوع واقعہ کے ساتھ مشروط کیا جائے، مثلاً: اگر تو میکہ چلی گئی تو تجھ کو طلاق ہو''۔ ایسی صورت میں شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔

(۳) طلاقِ مضاف:

اس سے مراد یہ ہے کہ مستقبل کے کسی متعین وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی جائے، جیسا کہ: ''فلاں مہینہ کی پہلی تاریخ کو تجھے طلاق ہوگی''۔ اب جوں ہی وہ تاریخ شروع ہوگی، یہ مشروط طلاق واقع ہو جائے گی۔ ان احکام کے متعلق تقریباً تمام مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے۔(۲)

بیوی کی طرف رجوع وعدم رجوع کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

یعنی حکم واثر کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: رجعی اور بائن۔ پھر بائن کی الگ دو قسمیں ہیں: بائنِ صغریٰ

(۱) بدائع الصنائع، فصل في طلاق البدعة، كتاب الطلاق: ٤/٢٠١، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ١/٣٤٩، الدر المختار مع المحتار، كتاب الطلاق: ٤/٣٤-٤٣٥

(۲) الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الثاني، الفصل الأول الطلاق، المبحث الخامس، الطلاق وحكم كل نوع، تقسيم الطلاق إلى منجز ومعلق ومضاف: ٩/٦٩٦٦-٦٩٦٨، الموسوعة الفقهية مادة طلاق: ٢٩/٣٦-٣٧

اور بائن کبریٰ۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)طلاقِ رجعی:

لفظ صریح (طلاق) یا ایسے الفاظِ کنایہ جو کثرتِ استعمال کی وجہ سے صریح کے درجہ میں آگئے ہوں (جیسے: تو عدت شمار کر، اپنا رحم خالی کر، تو ایک ہے) ان الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے، بشرطیہ کہ شوہر اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ اس طلاق میں شوہر اپنی بیوی کو عدت کے اندر اندر نکاح کیے بغیر لوٹ سکتا ہے۔ عدت گزرنے کے بعد بھی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر کے گھر بسانے کا اختیار حاصل ہے، البتہ اگر ایک طلاقِ رجعی دے دی ہو تو شوہر کو آئندہ دو طلاق کا حق باقی رہے گا اور دو طلاقیں دی ہوں تو ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔

طلاق بائن صغریٰ:

طلاقِ بائن کے بعد عورت فوراً شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ عدت کے دوران بھی اس سے رجوع کی گنجائش نہیں، البتہ اگر میاں بیوی نکاحِ جدید اور مہر جدید کے ذریعے دوبارہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہیں تو اجازت ہے۔ درج ذیل صورتوں میں طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے:

(۱) صحبت اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے بیوی کو طلاق دی جائے۔

(۲) طلاقِ صریح ہو، لیکن اس کے ساتھ شدت اور سختی کا کوئی ایسا لفظ موجود ہو جس سے بینونت کا معنیٰ مفہوم ہو۔

(۳) طلاق کسی عوض کے بدلے دی جائے یا خلع کی صورت میں طلاق دی جائے۔

(۴) قاضی میاں بیوی میں تفریق کر دے۔

(۵) کنائی الفاظ سے طلاق دی جائے اور نیت طلاق دینے کی ہو۔

(٦) شوہر بیوی کے ساتھ ایلا کر دے۔

طلاقِ بائن کبریٰ، یعنی طلاقِ مغلظہ:

تین طلاق دینے کو طلاقِ مغلظہ کہتے ہیں۔ یہ اگرچہ سخت گناہ ہے، لیکن اس کے وقوع میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تین مجلسوں میں الگ الگ طلاق دے، تب تو بہر حال تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اگر تین کے عدد کی صراحت کے ساتھ ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دے، تب بھی تین طلاق پڑ جائیں گی، البتہ اگر ایک ہی مجلس میں تین بار صیغہ طلاق کا تلفظ کرے اور تین کی صراحت نہ کرے، جیسے یوں کہے: ''میں نے

طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی'' تو اس صورت میں اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میرا مقصود ایک ہی طلاق دینا ہے، دوسری بار یہ جملہ میں نے محض تاکید کے لیے کہا تھا تو قاضی اور مفتی کے سامنے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور تین طلاق واقع ہو جائیں گی، البتہ دیانۃً اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔(۱)

ائمہ مذاہب تین طلاق بیک دفعہ کے وقوع کے قائل ہیں، البتہ لامذہب لوگوں کے نزدیک تین طلاق بیک لفظ واقع نہیں ہوتیں، لیکن لامذہب لوگوں کی رائے کو اعتبار نہیں دیا جا سکتا۔

دورانِ عدت دی گئی طلاق کا پہلی طلاق کے ساتھ الحاق اور عدمِ الحاق کی تفصیل

طلاق کے باب میں یہ انتہائی اہم قاعدہ ہے، لہٰذا ہر ایک شق کو علیٰحدہ ذکر کیا جاتا ہے، تاہم یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ ان شقوں کو سمجھنے کے لیے اولاً طلاقِ صریح اور طلاقِ کنائی کی جملہ قسموں کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

(۱) صریح طلاق کا صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہونا

یعنی اگر عدت کے دوران طلاقِ صریح دی اور پہلے سے بھی طلاقِ صریح دی گئی تھی تو دونوں واقع ہو کر عورت دو طلاقِ رجعی کے ساتھ مطلقہ ہو جائے گی، جیسے پہلے کہا تھا ''تو طلاق ہے''۔ پھر اسی عدت میں دوبارہ کہا: ''تو طلاق ہے'' تو دو طلاقِ رجعی واقع ہوں گی۔

(۲) صریح کا بائن طلاق کے ساتھ ملحق ہونا

یعنی پہلے طلاقِ بائن دی تھی، پھر اسی عدت میں طلاقِ صریح دی تو دونوں واقع ہوں گی، مثلاً: اولاً ''تو مجھ سے جدا ہے'' یا خلع کے ذریعے طلاق بائن دی، پھر عدت کے دوران ''تجھے طلاق ہے'' سے طلاقِ صریح دے دی۔ مذکورہ صورت میں طلاقِ صریح بھی بائن بن جائے گی، اس لیے کہ بائن کے بعد ملحق ہونے والا صریح بھی حکم کے اعتبار سے بائن ہی ہوتا ہے۔

---

(۱) ملخص أز الفقه الاسلامي وأدلته، الباب الثاني، إنحلال الزواج وآثاره، الفصل الأول الطلاق، المبحث الخامس، تقسيم الطلاق إلى رجعي وبائن: ۹/ ۶۹۵۵-۶۹۶۰

(۳) بائن کا صریح کے ساتھ ملحق ہونا

یعنی اولاً ''تو طلاق ہے'' کے ساتھ طلاقِ صریح رجعی دی، اس کے بعد ''تو جدا ہے'' وغیرہ کے ساتھ طلاق بائن دی۔ یہاں پر صریح سے خاص طور پر صریح رجعی مراد ہے، یعنی صرف صریح رجعی کے ساتھ بائن ملحق ہوگی، صریح بائن کے ساتھ نہیں۔ البتہ بائن عام ہے، صریح بائن ہو یا بائن بالکنایات، دونوں قسمیں صریح رجعی کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہیں، لہٰذا یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔

طلاقِ صریح بائن...... طلاقِ صریح رجعی کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

اور طلاق بائن بالکنایات...... بھی طلاق صریح رجعی کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

(۴) طلاق بائن کا طلاق بائن کے ساتھ ملحق نہ ہونا

شوہر کی طرف سے دی جانے والی پہلی طلاق عام ہے، چاہے صریح بائن ہو یا بائن بالکنایات، لیکن اس کے بعد عدت میں دی جانے والی طلاقِ بائن سے یہاں مراد صرف بائن بالکنایات ہے۔ یعنی طلاق بائن بالکنایات پہلے سے دی جانے والی طلاقِ بائن (صریح بائن ہو یا بائن بالکنایات) کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک صریح بائن کی بات ہے تو وہ ہر قسم بائن کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے، گویا:

طلاقِ بائن بالکنایات...... طلاق صریح بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔

طلاق بائن بالکنایات...... طلاقِ بائن بالکنایات کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔

یہاں پر یہی دو صورتیں مراد ہیں۔ درج ذیل دو صورتوں میں ملحق ہو سکتی ہے۔

طلاق صریح بائن...... طلاقِ صریح بائن کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

طلاق صریح بائن...... طلاقِ بائن بالکنایات کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

(۵) پانچویں صورت:

ہر وہ تفریق جو حرمتِ مصاہرت اور حرمتِ رضاعت کی وجہ سے حرمتِ مؤبدہ کو ثابت کرے تو اس کے بعد قاضی یا خود شوہر تفریق کے الفاظ کہہ کر جدائی واقع کر سکتا ہے۔ طلاق اس کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔(۱)

---

(۱) ملخص أ زالدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن: ٤/ ٥٤٠_٥٤٣، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الخامس في الكنايات: ١/ ٣٧٧، ٣٧٨، البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ٣/ ٥٣١_٥٣٥

ملاحظہ:

لفظ حرام اور اس جیسے دوسرے کنائی الفاظ جو صرف طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہوں، وہ بھی صریح الفاظ کی طرح اگرچہ نیت کے محتاج نہیں، لیکن ان الفاظ سے طلاقِ بائن ہی واقع ہوگی۔ نیت کا محتاج نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو ہر جگہ صریح کا حکم دیا جائے، بلکہ جس طرح ان الفاظ سے طلاقِ بائن واقع ہوگی، بالکل اسی طرح مذکورہ اصول میں اس جیسے الفاظ، الفاظِ کنائی کی طرح شمار ہوں گے، لہٰذا جہاں طلاقِ بائن بالکنایات ملحق نہیں ہوسکتی، وہاں یہ بھی ملحق نہیں ہوں گے، اس لیے کہ یہ الفاظ اصل وضع میں صریح نہیں، بلکہ ایک عارض، یعنی عرف کی وجہ سے صریح کے حکم (طلاق واقع ہونے میں نیت کا محتاج نہ ہونے) میں شامل کیے گئے ہیں۔(۱)

بیوی کی طرف سے دعوائے طلاق، گواہی اور شوہر کی طرف سے مخالفت اور انکار کا حکم:

اگر میاں بیوی کے مابین طلاق کے وقوع یا عدمِ وقوع یا طلاق کی تعداد وغیرہ میں اختلاف پایا جائے اور عورت طلاق کا دعویٰ کر رہی ہو، جب کہ شوہر اس کے دعوے کا منکر ہو تو ایسی صورت میں عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے۔ اگر عورت کے پاس مذکورہ نصاب کے مطابق گواہ نہ ہوں تو انکار کرنے والے خاوند کو قسم دی جائے گی۔ قسم کھانے کے بعد طلاق کے وقوع و عدمِ وقوع یا تعدادِ طلاق کی تعیین میں شوہر ہی کا قول معتبر ہوگا، تاہم اگر وہ قسم کھانے سے انکار کردے تو بیوی کا دعویٰ ثابت ہوجائے گا۔(۲)

یہ بات یاد رہے کہ ثبوتِ طلاق کے لیے قضاءً دو عادل گواہ شرط ہیں۔(۳)

دیانۃً ثبوت کے لیے ایک عادل گواہ، بلکہ خود عورت کا سننا بھی کافی ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ طلاق کے معاملے میں عورت کی مثال قاضی کی سی ہے، لہٰذا اگر کہیں میاں بیوی کا اختلاف طلاقِ ثلاثہ یا طلاقِ بائن کے وقوع و عدمِ وقوع میں ہو اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں لیکن عورت نے خود شوہر سے تین طلاق کے الفاظ سنے ہوں یا ایک عادل گواہ عورت کا اس کی خبر دے دے تو ایسی صورت میں اگر شوہر کے قسم کھالینے کی وجہ سے قاضی شوہر کے حق میں فیصلہ دے تو بھی عورت کے لیے جائز نہیں کہ اس مرد کو اپنے

---

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق البائن والصریح: ۴/ ۵۴۰

(۲) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط: ۴/ ۶۰۹

(۳) الدرالمختار، کتاب الشہادات: ۱۱/ ۹۶، ۹۷ مکتبہ بیروت

اوپر قدرت دے۔(۱)

ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ اوّل تو شوہر کو اس غلط بیانی پر اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔اگر اس سے بات نہ بنے تو مہر کی معافی یا کچھ رقم دے کر اس سے جان چھڑائے یا ماں باپ کے گھر بیٹھ جائے۔غرض ہر ممکن تدبیر سے اس سے علیحدہ رہے اور اگر کوئی بھی صورت کارگر یا ممکن نہ ہو تو پھر چونکہ شوہر کے حلف سے کی وجہ سے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور عورت کے پاس جان چھڑانے کا کوئی طریقہ ممکن یا کارگر نہیں رہا تو اب سارا گناہ مرد پر ہوگا اور عورت معذور سمجھی جائے گی۔ایسی صورت میں چونکہ نہ تو شوہر طلاق کا اقرار کر رہا ہے اور نہ عورت گواہوں کے ذریعے طلاق ثابت کرسکتی ہے، اس لیے قضاءً عورت اسی شوہر کے ہاں مقیم رہے گی، اس کے لیے کسی اور شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔(۲)

موجودہ دور میں بسا اوقات عائلی قوانین کی رُو سے عورت کو آزادی مل جاتی ہے، جب کہ شرعاً اس کی خلاصی مشکل رہتی ہے۔ایسی صورت میں عائلی قوانین کے تحت جس عورت کو آزادی ملے اسے شرعی قواعد کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔جہاں کہیں تعنت ہو تو مجبور عورت کی دادرسی پر کورٹ کے فیصلہ کی تائید کی جاسکتی ہے، لیکن جہاں کہیں خاوند بیوی کے حقوق کی ادائیگی کا پابند ہو تو کسی کذب بیانی سے قانونی سہارا لے کر آزادی مشکل ہے۔ہاں ایسی صورت میں خاوند سے باقاعدہ طلاق یا خلع لینے کے بعد آزادی ممکن ہے۔

البتہ مذکورہ بالا صورت میں جب کہ دیانۃً طلاق ہو چکی ہو اور عورت کو اس کا یقین ہو تو عورت عدالتی فسخ کے ذریعے خاوند سے جان چھڑانے کی تدبیر اختیار کرسکتی ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵٤/۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۵۵، ۵٦

کتاب الطلاق

(مسائل الطلاق)

(طلاق سے متعلقہ مسائل کا بیان)

ایک، دو، تین تو مجھ پر تین پتھر طلاق ہے

سوال نمبر(1):

میں نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں کہا کہ: ''ایک، دو، تین تو مجھ پر تین پتھر طلاق ہے'' وضاحت فرمائیں کہ ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے یا تین طلاق؟ اب اس کے ساتھ دوبارہ گھر بسانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے تین پتھر کے لفظ سے مقصود عدد کی وضاحت اور تاکید ہے اور اپنی بیوی کو تین طلاق اکٹھی یا متفرق طور پر دی جائیں تو اس پر تینوں طلاق واقع ہو کر وہ مطلقہ مغلظہ ہو جاتی ہے۔ اب آپ کا اس کے ساتھ گھر بسانا صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ آپ سے عدت گزار کر کسی اور جگہ شادی کرے اور پھر اس دوسرے شوہر سے ہم بستری کے بعد خدانخواستہ وہ مرجائے یا اس کو اپنی مرضی سے طلاق دے تو اس دوسرے خاوند سے عدت گزارنے کے بعد آپ کے لیے حلال ہو سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

لو قرنه بالعدد ابتداء فقال:أنت طالق ثنتين، أوقال ثلاثاً يقع لماسيأتي في الباب الآتي أنه متى قرن بالعدد كان الوقوع به.(١)

ترجمہ: اگر شوہر طلاق کے ساتھ شروع ہی سے کوئی عدد لگا کر کہے کہ: ''تجھے دو طلاق'' یا کہے کہ: ''تین طلاق'' تو (اتنی ہی) واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ آنے والے باب میں یہ بات آرہی ہے کہ جب طلاق کو عدد کے ساتھ پیوست کیا جائے تو طلاق کا وقوع اسی عدد کے ساتھ ہوتا ہے۔

(١)رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب :الصريح نوعان: ٤/ ٤٦١

ایک، دو، تین مجھ پر میری بیوی طلاق ہے

سوال نمبر(2):

ایک شخص گھر آکر اپنی والدہ کے پاس بیٹھا رہا، اسی دوران اس کو غصہ آیا اور والدہ سے کہنے لگا کہ:''تجھے میری بیوی پسند ہے یا نہیں''؟ والدہ نے کہا کہ:''نہیں'' تو اس نے کہا کہ:''ایک، دو، تین مجھ پر میری بیوی طلاق ہے''۔ کیا اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

ایک، دو، تین حقیقتاً اعداد ہیں اور اعداد کسی چیز کی کمیت اور مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، لہٰذا ان کو طلاق کی تعبیر واظہار قرار دینا مشکل ہے، تاہم بسااوقات معاشرتی ارتقا اور عرف فقہی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ معاشرتی حالات میں کبھی ایک، دو، تین کے عدد کو طلاق کا قائم مقام سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ پس جہاں طلاق کا قرینہ پایا جائے وہاں اعداد سے طلاق واقع ہوگی اور جہاں قرینہ نہ ہو وہاں طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے کہا ہو کہ:''ایک، دو، تین مجھ پر میری بیوی طلاق ہے'' تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہونے کا احتمال زیادہ ہے، کیونکہ اس نے تین عدد کے ساتھ طلاق کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، اس لیے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اب مذکورہ شخص کے لیے اس کی بیوی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز نہیں ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترابكي وتراسه" أوقال "تو يكي وتوسه" قال أبوالقاسم الصفّارؒ :لايقع شيئ، قال الصدر الشهيد :يقع إذانوى، قال وبه يفتىٰ. قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل: إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أوفي حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لايقع إلابالنية.(١)

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ:''تجھے ایک اور تین'' یا تو ایک، تو تین تو ابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ:''کچھ واقع نہیں ہوا''۔ اور صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ:''نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی'' اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ

(١) خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق، الفصل الثاني في الكنايات: ٢/٩٨

فرماتے ہیں کہ: ''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذاکرۂ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی''۔

❁❁❁

بیوی کو ایک، دو کہنے سے طلاق کا وقوع

سوال نمبر (3):

ایک شخص بیوی کو لڑائی کے دوران ایک، دو کہا اور اس کے ساتھ تین کہنے والا تھا کہ نائب ناظم نے اس کا منہ بند کیا اور وہ تین نہ کہہ سکا اور اس نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ اب اس کی بیوی کو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

ایک، دو، تین کہنے سے اگر طلاق کی نیت ہو یا مذاکرۂ طلاق ہو یا غصہ کی حالت ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ اگر ان میں سے ایک حالت بھی نہ ہو تو پھر طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی خاوند نے ،ایک، دو کہا ہو اور طلاق کا لفظ ادا نہیں کیا جیسا کہ مذکور ہے تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرۂ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نہ مذاکرۂ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت تو پھر نیت کو اعتبار ہوگا، اگر طلاق کی نیت تھی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس صورت میں رجوع کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور خاوند کے لیے آئندہ مزید ایک طلاق کا اختیار باقی رہے گا اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترایکی وتراسه" أوقال "تو یکی و توسه "قال أبو القاسم الصفّارؒ:لایقع شيء، قال الصدر الشهيد :يقع إذانوى، قال وبه يفتىٰ. قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل: إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أوفي حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لايقع إلابالنية.(١)

---

(١)خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق،الفصل الثاني في الكنايات:٢/٩٨

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ:"تجھے ایک اور تین" یا "تو ایک، تو تین" تو ابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ:"کچھ واقع نہیں ہوا اور صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی" اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ:"جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذاکرۂ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی"۔

❁❁❁

لفظِ طلاق پر تلفظ اور اس جملہ کی حکایت نقل کرنا

سوال نمبر (4):

ایک شخص نے دوسرے آدمی کو سمجھانے کے لیے کہا اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ:"تجھے طلاق ہے" ان الفاظ کے کہتے ہوئے اس کے تصور میں اپنی بیوی تھی، لیکن وہ یہ الفاظ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی غرض سے نہیں کہہ رہا تھا۔ اسی طرح جب مذکورہ شخص تلاوت کرتا ہے یا سبق پڑھاتا ہے اور اس میں طلاق کا لفظ آئے تو یہی صورت پیش آتی ہے۔ ایسی صورت میں طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر چہ صریح طلاق ان امور میں سے ہے جو قصداً اور بلا قصد اپنی بیوی کو کہہ دینے سے واقع ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص طلاق کے مسائل بیان کرتے وقت ایسے جملے استعمال کرے جس طرح کوئی شخص بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس شخص کی غرض صرف مسئلہ اور صورتِ مسئلہ بیان کرنا ہو تو اس طرح طلاق کے الفاظ اور جملے متکلم کے نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

صورتِ مسئولہ میں طلاق کے الفاظ اور جملے محض حکایت ہیں، ان سے مذکورہ شخص کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔ یہ محض اس شخص کا وسوسہ ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدّلیل علی ذلك:

حکی بمین رجل، فلما بلغ إلی ذکر الطلاق خطر بباله امرأته إن نوی عند ذکر الطلاق عدم الحکایة، واستئناف الطلاق، وکان موصوله بحیث یصلح للإیقاع علی امرأته یقع؛لأنه أوقع، وإن لم

ینو شیئاًلایقع،لأنه محمول علی الحکایة. (۱)

ترجمہ:

کوئی شخص دوسرے کے قسم کی حکایت نقل کرے، جب طلاق کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اپنی بیوی کا خیال آئے، اگر طلاق کے ذکر کرتے وقت حکایت کی نیت نہیں کی اور ایک نئی طلاق واقع کرنے کی نیت کی اور اس کا یہ کلام اس طور پر ملا ہوا ہو کہ اس کی اپنی بیوی پر واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس نے خود طلاق واقع کی ہے۔اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت یہ حکایت پر محمول ہوگا۔

❁❁❁

شکی مزاج شخص کی طلاق

سوال نمبر(5):

ایک شخص کو طلاق کا وسوسہ ہوتا ہے، وہ بار بار وضو کرتا ہے اور ہر دفعہ یہ ذہن میں آتا ہے کہ اگر دوبارہ وضو کیا تو میری بیوی طلاق ہوگی۔اس طرح کے بہت سے وسوسے اس کے دل میں آتے ہیں۔اور یہ شخص وسوسہ کا بیمار بھی ہے تو کیا اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگی؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نفسِ شک وشبہ کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ وقوعِ طلاق کے لیے یقین مؤثر ہوتا ہے۔نیز طلاق کے مسئلہ میں محض وسوسہ آنا بھی طلاق کے وقوع کے لیے کافی نہیں۔

صورتِ مسؤلہ میں سائل چونکہ وسوسہ کی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اس کو مختلف قسم کے وسوسے آتے رہتے ہیں، اس لیے ایسے شخص کو اگر طلاق کا وسوسہ بھی آجائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جب تک صاف طور پر زبان سے کہا نہ ہو۔ایسی صورتِ حال میں لفظِ طلاق کو زبان پر لانے سے گریز کیا جائے۔

والدّلیل علی ذلك:

قال عقبة بن عامر:لایجوزطلاق الموسوس.قال المحشي:لأن الوسوسة حدیث النفس،

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الأول،فصل فیمن یقع طلاقه...... ۱/ ۳۵۳

ولامؤاخذة به.(۱)

ترجمہ: وسواسی آدمی کی طلاق درست نہیں (یعنی واقع نہیں ہوتی)۔ کیونکہ وسوسہ نفسیاتی تصور ہے جو قابل مواخذہ نہیں۔

اليقين لايزول بالشك. (۲)

ترجمہ: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

❁❁❁

دھمکی کی غرض سے تین دفعہ لفظ ''تلاق'' کہنا

سوال نمبر(6):

ایک شخص اپنی بیوی کو محض ڈرانے کے لیے یہ کہتا ہے کہ: ''تجھے تلاق ہو'' یہ الفاظ اس نے تین دفعہ کہے ہوں۔ اور اس میں اس کی نیت طلاق کی نہ ہو، بلکہ محض ڈرانے اور دھمکی دینے کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ہوں تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بيّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق لفظِ تلاق بالتاء کا قضاءً وہی حکم ہے جو لفظِ طلاق بالطاء کا ہے، لہٰذا اگر کسی نے بیوی کو لفظِ تلاق تین بار کہا تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جب کہ نیت اور ارادہ کا اعتبار دیانۃً ہو سکتا ہے لہٰذا صورتِ مذکورہ میں جب خاوند نے محض دھمکانے کی غرض سے تین مرتبہ تلاق کہا ہو تو اس سے قضاءً تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مغلظہ ہو جائے گی اور خاوند کے لیے عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے جگہ با قاعدہ نکاح کر کے حقوق زوجیت کی تکمیل کے بعد چھٹکارا ملے تو جواز ممکن ہے۔ اگر اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی تو دیانۃً واقع نہ ہوگی۔

والدّليل على ذلك:

ههنا خمسة ألفاظ :تلاق، وتلاغ، وطلاغ، وطلاك، وتلاك. عن الشيخ الإمام الجليل أبي بكر

---

(۱)صحيح البخاري، كتاب الطلاق،باب الطلاق في الإغلاق والكره:۲/۷۹۳

(۲)سليم رستم باز،شرح المجلة،(المادة:٤):ص:۲۰

:أنه يقع وإن تعمد وقصد أن لايقع، ولايصدق قضاء ويصدق ديانة ......وعليه الفتوى.(١)

ترجمہ: یہاں پانچ الفاظ ہیں: تلاق، تلاغ، طلاغ، طلاک، تلاک، شیخ امام جلیل ابوبکرؒ سے مروی ہے کہ طلاق واقع ہوگی، اگرچہ وہ اس کا قصد بھی کرے کہ طلاق واقع نہ ہو۔ قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور دیانۃً کی جائے گی۔

❀❀❀

جبری طلاق

سوال نمبر(7):

ایک شخص کا نکاح ہوا اور رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکی کے رشتہ داروں میں سے ایک آدمی نے اُٹھ کر اس لڑکے پر بندوق اٹھایا اور کہا کہ تم اس لڑکی کو طلاق دے دو، ورنہ گولی ماردوں گا تو اس آدمی نے بیوی کو الگ الگ الفاظ سے تین طلاقیں دیں تو کیا ایسی حالت میں طلاق واقع ہوگی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کسی سے جبراً لفظی طلاق لی جائے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی خاوند پر جبر کر کے طلاق لی گئی ہو اور اس کی بیوی غیر مدخول بہا ہو اور خاوند نے اس کو تین طلاقیں الگ الگ دی ہوں تو اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہو کر بیوی مطلقہ رہے گی اور اس کی ایک طلاق واقع ہو کر بیوی کے غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے بقیہ طلاقیں لغو شمار ہوں گی، لہٰذا اگر وہ چاہے تو تجدیدِ نکاح کے ذریعے مذکورہ عورت کو اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(ويقع طلاق كل زوج بالغ، عاقل ولو عبدا،أو مكرها) فإن طلاقه أي المكره صحيح.(٢)

ترجمہ: اور ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ غلام ہو یا مکرہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) ہو اس لیے کہ اس کی طلاق صحیح ہے۔

وإذا قال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة طلقت

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني:١/٣٥٧

(٢)الدرالمختارعلى صدرردالمحتار، كتاب الطلاق:٤/٤٣٨

ثلاثا،وإن كانت غير مدخولة طلقت واحدة.(١)

ترجمہ: اور جب شوہراپنی بیوی سے کہے:''تم کوطلاق ہےاور طلاق ہےاور طلاق ہے''اور طلاق کوشرط کے ساتھ معلق نہ کرے۔اگر بیوی مدخول بہا ہوتواس کوتین طلاقیں واقع ہوجائیں گی،ورنہ ایک طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

طلاق کے ارادہ کا اظہار کرنا

سوال نمبر(8):

ایک شخص کی والدہ اور بیوی کی لڑائی ہورہی تھی۔شوہر نے باہر سے آکر بیوی کو مارا پیٹا اور پھراس سے کہا خاموش ہوجاؤ،ورنہ میں تمہیں طلاق دوں گا۔بیوی نے کہا کہ طلاق دے دو،خاوند نے جواب میں کہا کہ جب تمہارا بھائی آئے گا تو میں تمہیں طلاق دوں گا۔جب اس کا بھائی آیا تو شوہر نے طلاق نہیں دی اور وہ اپنی بہن کو گھر لے گیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

کسی شخص کا بیوی کو یہ کہنا کہ:''میں تجھے طلاق دوں گا'' گویا شوہران الفاظ سے فی الحال طلاق نہیں دے رہا، بلکہ ارادہ طلاق کا اظہار کر رہا ہے،اس لیےان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شوہراس کو مستقبل میں طلاق دینے کا کہہ رہا ہے،کیونکہ ان الفاظ کے بعد عورت کے مطالبہ طلاق پر شوہر کا یہ کہنا کہ جب تمہارا بھائی آجائے،تب طلاق دوں گا،اس سے اسی رائے کوتقویت ملتی ہے،لہٰذا اگر شوہر کی نیت بھی یہی ہوتوان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔اسی طرح اگراس کے بھائی کے آنے کے بعد بھی شوہر نے طلاق نہیں دی تو محض اس تعلیق سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور عورت تاحال شوہر کی بیوی رہے گی۔

والدّليل على ذلك:

صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلاإذاغلب في الحال.(٢)

(١)الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٥٥

(٢)تنقيح الحامدية،كتاب الطلاق:١/٣٨

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

❁❁❁

مجبور شخص کی طلاق کی ایک صورت

سوال نمبر (9):

میری بیوی کے چچانے مجھے مارا، پیٹا اور پھر مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ بیوی کو طلاق دے دو تو میں نے اپنی سزا اور خوف کی وجہ سے غیر ارادی طور پر منہ سے دو دفعہ طلاق کے الفاظ کہے۔ پھر انہوں نے مجھے پتھر پھینکنے پر مجبور کردیا، میں نے پتھر بھی پھینکے۔ کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟ کیونکہ نہ میری بیوی کا مجھ سے طلاق لینے کا ارادہ ہے اور نہ میرا طلاق دینے کا ارادہ تھا۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہی رُو سے طلاق کے الفاظ ادا کرنے کے ساتھ طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ طلاق کے الفاظ جبر کی حالت میں کہے ہوں یا مذاق میں کہے ہوں۔

صورتِ مسئولہ میں جبر کی حالت میں طلاق کہہ دینے سے طلاق واقع ہوئی ہے۔ دو دفعہ طلاق کہنے سے دو طلاقیں واقع ہوچکی ہیں۔ اب رجوع کرسکتا ہے، لیکن آئندہ صرف ایک طلاق کا اختیار باقی ہوگا اور پتھر پھینکنے کے ساتھ طلاق کے الفاظ نہ ہوں تو محض پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، خاص کر جب نیت بھی نہ ہو۔ شرعی طور پر تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ رجوع کافی ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

(ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل، ولو عبداأومکرها) فإن طلاقه أي المکره صحیح.(١)

ترجمہ: ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگرچہ غلام ہو یا مکرہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) ہو اس لیے کہ اس کی طلاق صحیح ہے۔

---

(١) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق: ٤/ ٤٣٨

وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته، فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق، ولم يذكر لفظا صريحا، ولا كناية، لايقع عليه. (١)

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جھگڑا کرے اور اسے طلاق کی نیت سے تین پتھر دے دے اور کوئی لفظ صریحی یا کنائی طور پر ذکر نہ کرے، تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

❁❁❁

دل میں طلاق کا خیال آنا

سوال نمبر (10):

اگر کوئی شخص ایک عالمِ دین سے مسئلہ پوچھنے کی نیت سے یوں کہے کہ: ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے'' یا ایک کاغذ پر لکھے ہوئے طلاق کے الفاظ پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر طلاق کے یہ الفاظ صرف دل میں دہرائے گئے ہوں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

انسان کے ذہن میں اختیاری اور غیر اختیاری طور پر مختلف قسم کے خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں۔ان پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا اور طلاق کے وقوع کے لیے تو زبانی تلفظ ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ جملہ کسی عالم دین کو سنانے کی نیت سے منہ سے بولا ہو اور اس وقت طلاق دینے کا ارادہ بھی نہ ہو تو یہ حکایتِ طلاق ہے اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح نیت نہ ہو تو کاغذ پر لکھے ہوئے طلاق کے الفاظ صرف پڑھ لینے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یونہی صرف دل میں دہرانے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدّلیل علی ذلک:

حكى يمين رجل، فلما بلغ إلى ذكر الطلاق خطر بباله امرأته إن نوى عند ذكر الطلاق عدم الحكاية، واستئناف الطلاق، وكان موصوله بحيث يصلح للإيقاع على امرأته يقع؛لأنه أوقع، وإن لم

---

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق،مطلب:طلاق الدور: ٤/ ٤٣١

ہو شیئاً لا یقع الا انہ محمول علی الحکایۃ. (۱)

ترجمہ: کوئی شخص دوسرے کے قسم کی حکایت نقل کرے، جب طلاق کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اپنی بیوی کا خیال آئے، اگر طلاق کے ذکر کرتے وقت حکایت کی نیت نہیں کی اور ایک نئی طلاق واقع کرنے کی نیت کی اور اس کا یہ کلام اس طور پر ملا ہوا ہو کہ اس کی اپنی بیوی پر واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس نے خود طلاق واقع کی ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت یہ حکایت پر محمول ہوگا۔

❁❁❁

ایک، دو، تین سے طلاق کا وقوع

سوال نمبر(11):

ایک شخص کی اپنی بھابھی سے تلخ کلامی ہوئی جس کے دوران اس نے کہا کہ چپ ہو جاؤ ورنہ تمہارا شوہر آکر تمہیں مارے گا۔ وہ چپ نہیں ہوئی اور اس کا خاوند آ گیا، خاوند نے اُسے مارا اور بھائی کے ذریعے دھمکی دی کہ اس سے کہو ٹھیک ہو جاؤ، ورنہ میں اسے چھوڑ دوں گا۔ بھائیوں نے کہا چھوڑ دو۔ اس نے غصہ میں کہا ایک، دو، تین۔ کیا شوہر کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ایک، دو، تین اعداد ہیں اور عدد کسی چیز کی کمیت اور مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، لہٰذا ان الفاظ کو طلاق کی تعبیر اور اظہار قرار دینا مشکل ہے۔ لیکن بسا اوقات معاشرتی ارتقا اور عرف فقہی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے جہاں کہیں عرف میں ایک، دو، تین کا عدد طلاق کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو وہاں یہ الفاظِ طلاق شمار ہوں گے۔ اور جہاں طلاق کا قرینہ نہ ہو، وہاں نیت کا اعتبار ہوگا۔ صورتِ مسئولہ میں شوہر نے تنبیہ دیتے ہوئے کہا: ''اس کو کہو ٹھیک ہو جاؤ ورنہ میں اس کو چھوڑ دوں گا'' اور بھائیوں نے کہا: ''چھوڑ دو'' جس کے جواب میں شوہر نے ایک، دو، تین کہا۔ چونکہ یہاں طلاق کا قرینہ پایا جاتا ہے اور وہ بھائیوں کے جملے ''چھوڑ دو'' کے جواب میں شوہر کا ایک، دو، تین کہنا ہے، اس لیے صورت مسئولہ میں تین طلاق کے وقوع کی جانب راجح ہے، اس لیے تین طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقه...... ۳۵۳/۱

والدّلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته "ترایکی وتراسه"أوقال "تو یکی وتوسه "قال أبوالقاسم الصفارؒ:لایقع شيء، قال الصدر الشهید:یقع إذانوی،قال وبه یفتیٰ.قال القاضي وینبغي أن یکون الجواب علی التفصیل:إن کان ذلك في حال مذاکرة الطلاق، أوفي الغضب حال یقع الطلاق، وإن لم یکن لایقع إلابالنیة.(١)

ترجمہ: اگرایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ:''تجھے ایک اور تین'' یاتوایک،توتین توابوالقاسم الصفارؒفرماتے ہیں کہ:''کچھ واقع نہیں ہوا''۔اورصدرالشہیدؒفرماتے ہیں کہ:''نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی''،اوراسی پرفتویٰ ہے۔قاضیؒ فرماتے ہیں کہ:''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یاغصے کی حالت میں ہو،توطلاق واقع ہوگی،اوراگر یہ نہ ہو(نہ مذاکرۂ طلاق ہواورنہ ہی غصہ کی حالت)تونیت کے بغیرواقع نہ ہوگی''۔

❁❁❁

طلاقِ حکائی کانکاح پراثر

سوال نمبر(12):

اگرزیدایک آدمی کو''کلما''طلاق سمجھاتے ہوئے یوں کہے کہ:''فرض کیاکہ ایک آدمی ایساکہے کہ مجھ پراپنی بیوی کلماطلاق سے طلاق ہے تواس کانکاح کبھی بھی نہ ہوگا''بعدمیں زیدکے دِل میں یہ شبہ پیداہواکہ شاید یہ مسئلہ سمجھاتے وقت میرے دِل میں طلاق کی نیت تھی۔کیااس حالت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیّنواتؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

انسان کے ذہن میں اختیاری اورغیراختیاری طورپرمختلف قسم کے خیالات اوروسوسے آتے رہتے ہیں۔ان پرکوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا۔صرف دل میں طلاق کاخیال آنایاکلمالفظ کے تصورسے نکاح پراثرنہیں پڑتا،جب تک زبان سے اس پرتلفظ نہ کرے۔دوسرے کوسمجھانے کے لیےمثال کے طورپرکلماطلاق کہنے سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔کیونکہ اس سے مرادصرف تفہیم ہے،نہ کہ ایقاعِ طلاق۔لہٰذاصرف تصوریامثال کوسمجھانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ یہ حکایتِ طلاق ہے۔

(١)خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق،الفصل الثاني في الکنایات:٩٨/٢

والدّليل على ذلك:

حكى بيمين رجل، فلمابلغ إلى ذكر الطلاق خطر بباله امرأته إن نوى عند ذكر الطلاق عدم الحكاية، واستئناف الطلاق، وكان موصوله بحيث يصلح للإيقاع على امرأته يقع؛لأنه أوقع، وإن لم ينو شيئاًلايقع؛لأنه محمول على الحكاية. (١)

ترجمہ:

کوئی شخص دوسرے کے قسم کی حکایت نقل کرے، جب طلاق کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اپنی بیوی کا خیال آئے، اگر طلاق کے ذکر کرتے وقت حکایت کی نیت نہیں کی اور ایک نئی طلاق واقع کرنے کی نیت کی اور اس کا یہ کلام اس طور پر ملا ہوا ہو کہ اس کی اپنی بیوی پر واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس نے خود طلاق واقع کی ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت یہ حکایت پر محمول ہوگا۔

❁❁❁

تجھے طلاق ہے الفاظ کے ساتھ تین پتھر پھینکنا

سوال نمبر(13):

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں کہے: ''تجھے طلاق ہے'' اور ساتھ تین پتھر بھی پھینک دے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیّنواتوجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص صریح الفاظ سے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دے تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی، خواہ اس کی نیت ایک کی ہو یا زیادہ کی ہو، نیز اگر اس کے ساتھ تین پتھر بھی پھینکے لیکن عدد پر تلفظ نہ کرے یا پتھروں کی عدد کے ساتھ تشبیہ نہ دے تو صرف ایک ہی طلاقِ رجعی واقع ہوگی، محض تین پتھر پھینکنے سے طلاقیں تین نہیں ہو جائیں گی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا ہو کہ: ''تجھے طلاق ہے'' اور اس کے ساتھ تین پتھر بھی پھینکے ہوں لیکن عدد ذکر نہ کیا ہو تو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی، تین نہیں۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه......١/٣٥٣

والدّلیل علی ذلك:

قوله:(ولم لم یقل هکذا) أی بان قال: أنت طالق وأشار بثلاث أصابع ونوى الثلاث ولم یذکر بلسانه فإنها تطلق واحدة. خانیة (قوله: لفقد التشبیه) أی بالعدد قال القهستاني لأنه کما لایتحقق الطلاق بدون اللفظ لا یتحقق عدده بدونه. (١)

ترجمہ: اگرھکذ(اس طرح)نہ کہے۔یعنی ایسا کہے: تمہیں طلاق ہے اور تین انگلیوں سے اشارہ کرے،اور تین کی نیت بھی کرے لیکن زبان سے تین کا عدد ذکر نہ کرے،تو ایک طلاق واقع ہوگی۔کیونکہ اس میں عدد کے ساتھ تشبیہ نہیں پائی جاتی۔قہستانی کہتے ہیں: جیسے لفظ کے بغیر طلاق متحقق نہیں ہوتی ایسا ہی طلاق کا عدد بھی لفظ کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔

فلایقع بإلقاء ثلاثة أحجار إلیها أو بأمرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقا کما قدمناه؛لأن رکن الطلاق اللفظ، أو مایقوم مقامه مما ذکر کمامرّ.(٢)

ترجمہ: پس بیوی کی طرف تین پتھر پھینکنے سے یا اس کو بال منڈانے کا حکم دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی،اگر چہ وہ پتھر پھینکنے اور سر منڈوانے کو طلاق سمجھتا ہو۔جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔کیونکہ طلاق کا رُکن لفظ ہے یا ماقبل مذکور اشیا میں سے جو لفظ کے قائم مقام ہو،جیسا کہ گزر گیا۔

❀❀❀

محض پتھر پھینکنے سے طلاق کا وقوع

سوال نمبر(14):

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں بیوی سے کہا کہ:''تم آزاد ہونا چاہتی ہو''،اس نے اقرار کیا۔خاوند نے تین پتھر لانے کے لیے کہا اور پوچھا کہ آزاد کردوں؟ تو عورت خاموش رہی،بعد میں خاوند کا غصہ ختم ہوا اور پتھر نہیں پھینکے، بلکہ کسی اور جگہ رکھ دیے،آیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

---

(١)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، مطلب الانقلاب والاقتصار:٤/٤٨٨

(٢)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق:٤/٤٥٧

الجواب وباللہ التوفیق:

خاوند کے مذکورہ الفاظ میں طلاق کے وقوع کا تذکرہ نہیں اور نہ خاوند کا اپنی منکوحہ کو طلاق کا اختیار دینے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ خاوند کا بیوی سے محض طلاق کے بارے پوچھنا طلاق نہیں۔ نیز پتھر پھینکنے یا کسی طرف رکھنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک اس کے ساتھ باقاعدہ طلاق کے الفاظ ذکر نہ ہوں۔

والدلیل علی ذلک:

قوله :(وركنه لفظ مخصوص) ...... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته، فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق، ولم يذكر لفظاصريحا ولا كناية، لايقع عليه.(۱)

ترجمہ:

اور طلاق کا رکن مخصوص لفظ ہے۔۔۔۔ اس سے پتہ چلا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جھگڑا کرے اور اسے طلاق کی نیت سے تین پتھر دے دے اور کوئی لفظ صریحی یا کنائی طور پر ذکر نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

❁❁❁

طلاق کے الفاظ اور نیت کے بغیر تین پتھر پھینکنا

سوال نمبر(15):

اگر ایک شخص غصہ کی حالت میں اپنی منکوحہ (جس کی رخصتی نہیں ہوئی) کے بارے میں ماں کے سامنے ایک، دو، تین، چار پتھر پھینکے، لیکن اس کے ساتھ طلاق کے الفاظ نہ کہے اور نہ ہی طلاق کی نیت تھی اور ماں سے کہا کہ تو جانے اور تیری بہو۔ آیا اس کے ساتھ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا حکم واضح فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے وقوع کا ایک رکن یہ ہے کہ طلاق دینے والا یا تو طلاق دیتے وقت صریحی الفاظ استعمال کرے اور یا طلاق کی نیت یا مذاکرہ طلاق کے دوران ایسا لفظ استعمال کرے جو کہ معنی کے لحاظ سے طلاق پر دلالت کرتا ہو۔ اگر طلاق دینے والے نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہوں جن میں نہ صراحتاً طلاق پائی جاتی ہو اور نہ وہ الفاظ معنی کے لحاظ سے طلاق

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق: ۴/ ۴۳۱

پردلالت کرتے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے حالتِ غصہ میں اپنی ماں کے سامنے چار پتھر پھینکے، تو محض پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ پتھر پھینکنا نہ تو صراحتاً لفظِ طلاق پر دلالت کرتا ہے اور نہ ان میں طلاق کا معنی پایا جاتا ہے، اس لیے خاوند کے پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

فلا یقع بالقاء ثلاثة أحجار إلیها أو بأمرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقا کما قدمناه؛ لأن رکن الطلاق اللفظ، أو مایقوم مقامه مما ذکر کمامرّ.(۱)

ترجمہ: پس بیوی کی طرف تین پتھر پھینکنے سے یا اس کو بال منڈانے کا حکم دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگر چہ وہ پتھر پھینکنے اور سر منڈوانے کو طلاق سمجھتا ہو۔ جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ کیونکہ طلاق کا رُکن لفظ ہے یا ماقبل مذکور اشیا میں سے جو لفظ کے قائم مقام ہو، جیسا کہ گزر گیا۔

❁❁❁

ایک مجلس میں چھ بار لفظِ طلاق کہنا

سوال نمبر (16):

ایک شخص نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو چھ بار کہا کہ: ''تجھے طلاق ہے''۔ تو کیا ایسی صورت میں طلاقِ ثلاثہ واقع ہو جاتی ہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین یا اس سے زیادہ مرتبہ طلاق دے دے تو اس سے جمہور صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ کے مذہب کے موافق تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین بار یا اس سے زیادہ طلاقیں دی ہوں تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، لہٰذا عورت شوہر کے لیے حرام ہو چکی ہے اور دونوں کا میل ملاپ اور

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق: ٤/٤٥٧

میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنا حرام رہے گا۔

والدّليل على ذلك:

قال الليث حدثني نافع قال: كان ابن عمرؓ إذاسئل عمن طلق ثلاثا قال: لو طلقت مرة أو مرتين فإن النبي ﷺ أمرني بهذا، فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيرك.(١)

ترجمہ: حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپؓ فرماتے: ''اگر تو ایک یا دو طلاق دیتا (تو تجھے رجوع کا حق حاصل ہوتا) کیونکہ نبی کریم ﷺ نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کا حکم فرمایا تھا'' اور اگر تین طلاقیں دی ہوں تو حرام ہوگئی، یہاں تک کہ وہ تمہارے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔

❁❁❁

صیغہ مضارع سے طلاق اور اس میں زوجین کا اختلاف

سوال نمبر (17):

میرے بھائی نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر اس دفعہ تو باپ کے گھر گئی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا''، یعنی پشتو میں یوں کہا ''طلاقہ بہ دے کڑم'' اس کے بعد اس کی بیوی باپ کے گھر چلی گئی اور کہتی ہے کہ خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے، حالانکہ اس نے صرف دھمکی کے طور پر ڈرانے کے لیے کہا تھا۔ آیا اس سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور زوجین کے مابین اختلاف کی صورت میں کس کے قول کا اعتبار ہوگا؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

خاوند کے مذکورہ الفاظ ''طلاقہ بہ دے کڑم'' طلاق کی دھمکی یا مستقبل میں ارادۂ طلاق کا اظہار ہے، ان الفاظ سے فی الحال طلاق واقع نہیں ہوئی اور بیوی تا حال خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

اگر زوجین کا آپس میں طلاق کے وقوع میں اختلاف ہو تو بیوی چونکہ صورتِ مذکورہ میں طلاق کے وقوع کا دعوی کرتی ہے، اس لیے دو عادل گواہ پیش کرنا اس کے ذمے ہے اور اگر عورت کے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو خاوند کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

---

(١) صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت عليّ حرام: ٢/٧٩٢

والدّلیل علی ذلک:

صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال، كما صرح به ابن الهمام. (۱)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

وإن اختلفا في وجود الشرط، فالقول له إلا إذا برهنت. (۲)

ترجمہ: اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔

❁❁❁

بیوی کو بیک وقت دو طلاق دینا

سوال نمبر (18):

ایک شخص کی بیوی نے سسرال والوں سے لڑائی کی، بیوی کی ضد یہ تھی کہ خاوند یہ الفاظ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' دو دفعہ کہہ کر اسے طلاق دے دے، خاوند نے اس کو بعینہٖ یہ الفاظ دو دفعہ کہے اور کہا کہ: ''تم یہ چاہتی تھی، تمہیں طلاق مل گئی ہے، اب دفع ہو جاؤ''، حالانکہ خاوند کا طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا تو کیا اس طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کیا خاوند کے ان الفاظ سے کہ ''تمہیں طلاق مل گئی ہے'' طلاق واقع ہوتی ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں حسبِ بیان اگر واقعی خاوند نے اپنی منکوحہ کو دو دفعہ یوں کہا ہو کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' اور پھر اس کے بعد خاوند نے بیوی سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ: ''تم یہ چاہتی تھی، تمہیں طلاق مل گئی ہے، اب دفع ہو جاؤ'' تو ایسی صورت میں پہلی دو طلاق واقع ہو گئی ہیں، البتہ تیسری دفعہ طلاق کے استعمال میں انشا کی حقیقت کی نشان دہی نہیں ہو رہی، بلکہ منکوحہ کو یہ کہنے: ''تم یہ چاہتی تھی'' کے قرینہ سے گزشتہ طلاق دہرائی جا رہی ہے۔ اگر واقعی یوں ہے تو پھر دو طلاق واقع ہوں گی، اگر عورت کو پہلے طلاق نہیں دی گئی ہو تو منکوحہ سے عدت کے اندر رجوع کر کے نکاح برقرار رکھا جا سکتا ہے تاہم خاوند آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا۔

---

(۱) تنقيح الحامدية، كتاب الطلاق: ۱/ ۳۸

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ۱/ ٤۲۲

والدّلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها.(١)

ترجمہ: اور جب مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے دے تو مرد کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت سے مراجعت کر لے۔

❁❁❁

ذہنی مریض کی طلاق

سوال نمبر (19):

اگر ایک شخص ذہنی مریض ہو اور ڈاکٹر کے زیرِ علاج ہو۔ایک بار سسر سے کہتا ہے کہ: ''میں نے اپنی بیوی کو چھ بار طلاق دی ہے'' اور بعد میں میاں بیوی دونوں طلاق کا انکار کریں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص ذہنی مریض ہو، یعنی جنون، وہم یا وسوسے کا شکار ہو تو طلاق کے الفاظ استعمال کرنے سے اس کی طلاق کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بشرطیہ کہ اس کی بیماری متعارف ہو یا ڈاکٹر اس کی تصدیق کرے۔

صورتِ مسؤلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص ذہنی مریض ہو اور اس حالت میں سسر کو کہہ چکا ہو کہ: ''میں نے بیوی کو چھ بار طلاق دی ہے''، لیکن بعد میں طلاق دینے سے انکار کر رہا ہو اور اس کی بیوی کا بیان بھی اس کے موافق ہو کہ اس نے مجھے طلاق نہیں دی اور مذکورہ بیان کے مطابق ماہر ڈاکٹر نے اس کے ذہنی مریض ہونے کی تصدیق بھی کی ہو اور اب بھی اس کے ساتھ زیرِ علاج ہو تو شرعاً اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدّلیل علی ذلک:

لوزال عقله بالصداع أو بمباح لم يقع. (٢)

ترجمہ: جس کی عقل دردِسر (بیماری) یا کسی مباح چیز سے زائل ہوئی ہو تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

---

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٢/٤٠٥

(٢) الدرالمختار على صدرالمحتار، كتاب الطلاق: ٤/٤٤٧

الجنون اختلال القوة المميزة بين الأمور الحسنة والقبيحة المدركة للعواقب،بأن لاتظهر آثارها.(١)

ترجمہ: اچھے اور برے کاموں کے درمیان تمیز اور نتائج وانجام کا ادراک کرنے والے قوت کا اس طرح بگڑ جانا کہ اس کے اثار ظاہر نہ ہوں،جنون کہلاتا ہے۔

❁❁❁

مجنون کی طلاق

سوال نمبر(20):

ایک شخص پاگل ہے اور ڈاکٹر نے بھی اس کے پاگل پن کی تصدیق کی ہے۔اس نے دوسری جگہ سے فون پر گفتگو کے دوران دومرتبہ یہ الفاظ کہے کہ:''زما خزہ پہ ما باندے پہ درے کانڑو طلاقہ دہ''اس کے علاوہ ایک دفعہ گھر میں بھی تین آدمیوں کے سامنے دورہ پڑنے کی حالت میں مذکورہ الفاظ دہرائے ہیں۔کیا ایسی صورت میں اس پاگل شخص کی طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مذکورہ شخص کی حالت سے ہم ناواقف ہیں،اس لیے ہم موصوف کی دیوانگی کا حکم نہیں لگا سکتے،البتہ شریعت کی رُو سے طلاق دینے والے کے ہوش وحواس کی بقا ضروری ہے،اگر کہیں ہوش وحواس درست نہ ہوں اور جنون کی حالت میں طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایک پاگل شخص اگر بار بار طلاق کے الفاظ دہرائے تو پھر بھی اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی،بلکہ اگر ایسی صورت میں طلاق کی ضرورت پڑے تو عدالت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

لايقع طلاق المولى...... والمجنون،والصبي،والمعتوه.(٢)

ترجمہ: آقا کا (غلام کی بیوی کو دی ہوئی طلاق)۔۔۔۔۔مجنون،بچے اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(١)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق،مطلب في الحشيشة والأفيون:٤٥٠/٤

(٢)تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الطلاق:٤٤٩/٤۔٤٥١

نافرمان بیوی کو طلاق دینا

سوال نمبر(21):

ایک آدمی کی شادی کو کئی سال ہوئے جس کے بچے بھی ہیں، لیکن شادی کے بعد کئی دفعہ بیوی سے لڑائی جھگڑا ہوا، کیونکہ بیوی شوہر کی نافرمان ہے اور وہ بے دینی، بے راہ روی اور بے پردگی جیسے امور کا ارتکاب کرتی ہے، اس کے منفی اثرات بچوں پر بھی پڑتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بھی باپ کی کسی دینی پابندی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، شوہر کے سسر نے اس کے پنشن سے دس مرلہ کا پلاٹ خرید کر بیٹی کی سازش سے مختلف حربوں کو استعمال کرتے ہوئے اس پر مکان بنا کر قبضہ کر لیا ہے اور خاوند چند مہینوں تک گھر سے باہر رہا۔ حاصل یہ کہ شوہر بیوی سے اپنی زندگی، عزت، دین، مال اور ہر لحاظ سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔ اس صورت میں بیوی کو چھوڑنا خاوند کے لیے جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز جو مکان شوہر کے خون پسینے کی کمائی سے تعمیر کیا گیا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

زوجین کے مابین جب گھریلو اختلافات اور ناراضگی پیدا ہو کر بیوی خاوند کی فرمان بردار نہ رہے تو قرآن میں اصلاح کے تین طریقے بتلائے گئے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ اگر عورت سے نافرمانی کا صدور یا اس کا اندیشہ ہو تو نرمی سے اس کو سمجھاؤ اور اگر وہ محض سمجھانے سے باز نہ آئے تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کا بستر علیحدہ کر دو، تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے فعل پر نادم ہو جائے۔ اگر اس سے بھی متاثر نہ ہو تو پھر اس کو معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے، جس سے اس کے بدن پر اثر نہ پڑے۔ اگر ان تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ کارآمد ہوا تو ٹھیک، ورنہ پھر تفریق کا راستہ اختیار کر کے خاوند کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔

اگر خاوند نے مکان عورت کی ملکیت میں دیا ہو تو پھر مکان اس کی ملکیت ہوگی، ورنہ دوسری صورت میں عورت کے قبضے کا کوئی اعتبار نہیں، مکان خاوند ہی کو واپس دیا جائے گا۔ بچے اگر نابالغ ہوں تو ان کا خرچہ تفریق کی صورت میں بلوغ تک باپ برداشت کرے گا، لڑکا سات سال تک اور لڑکی بلوغ تک ماں کے پاس رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾(١)

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہوتو (پہلے) اُنہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) اُنہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو۔ (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) اِنہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر سب سے بڑا ہے۔

❁❁❁

طلاق کے عدد میں شک

سوال نمبر(22):

ایک شخص کی ایک جگہ شادی ہوئی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی بیوی ذہنی معذور ہے، خاوند نے بھائی سے مجبور ہو کر کہا کہ میں نے اپنا نام بیوی کے نام سے جدا کر دیا ہے، یعنی اس سے بھائی کو تو طلاق کا تصور دلانا تھا، جب کہ خاوند کا ارادہ طلاق دینے کا نہیں تھا، پھر دوسری جگہ شادی ہوئی، اس پر یشانی میں تھا کہ پہلی بیوی کو طلاق ہوئی تھی یا نہیں؟ تو اس کو طلاق دینے کے لیے اس نے یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے، لیکن یہ یاد نہیں کہ ایک دفعہ کہا ہے یا دو دفعہ؟ دوسری بیوی کے یہ پوچھنے پر کہ: ''تم نے اس کو چھوڑا ہے یا نہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں''۔ اب خاوند دوبارہ پہلی بیوی کو نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا پہلی بیوی کو طلاق ہو چکی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کے بعد شوہر اس خاتون کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی شخص بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ وہ غصہ کی حالت میں ہو یا مذاق کی حالت میں، دونوں صورتوں میں بیوی مطلقہ رہے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق تو دی ہو، لیکن یہ یاد نہ ہو کہ دو طلاق دی ہیں یا ایک طلاق اور دونوں جانب برابر ہوں، کسی ایک جانب غالب گمان نہ ہو تو ایسی صورت میں چونکہ ایک طلاق یقینی ہے، اس لیے ایک طلاق واقع ہو جائے گی جس کے بعد عدت کے اندر خاوند کو رجوع بالفعل یا بالقول کا حق ہے، عدت گزرنے کے بعد

(١) النسآء: ٣٤

تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔ اگر شوہر کا غالب گمان کسی ایک جانب ہو تو پھر اس پر عمل کیا جائے گا، اگر دو طلاقوں کا غالب گمان ہو تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق کا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی، البتہ شوہر نے بیوی کے پوچھنے پر جو یہ کہا ہے کہ: "ہاں"، چونکہ یہ پہلی طلاق کی تصدیق ہے، اس لیے اس سے مزید طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلك:

الیقین لا یزول بالشك.(١)

ترجمہ: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

في نوادر ابن سماعة عن محمدؒ :إذاشك في أنه طلق واحدة أو ثلاثا، فهي واحدة، حتى يستيقن أو يكون أكبر ظنه على خلافه.(٢)

ترجمہ:

نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جب شک ہو کہ ایک طلاق دی ہے یا تین تو یہ ایک طلاق ہے، یہاں تک کہ یقین ہو جائے یا غالب گمان ایک طلاق کے خلاف قائم ہو جائے۔

❁❁❁

بیوی کو دو طلاق کے بعد "طلاقی کی بیٹی" کہنا

سوال نمبر(23):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کی اور اسی دوران اس نے بیوی کو کہا: "تہ طلاقہ ئے (تجھے طلاق ہے)، تہ طلاقہ ئے" اور اس کے بعد فوراً کہا "دطلاقی لورے (طلاقی کی بیٹی)" اور اس سے خاوند کا ارادہ دو طلاق دینے کا تھا، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔ کیا خاوند اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر ایک عاقل بالغ شخص صریح الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(١) شرح المجلة سليم رستم باز:(المادة:٤):ص:٢٠

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٦٣

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی خاوند نے بیوی کو یہ کہا ہو کہ: ''تہ طلاق ئے، تہ طلاق ئے، وطلاق لورے'' تو ان الفاظ سے دو طلاق رجعی واقع ہوں گی اور جہاں تک ''وطلاق لورے'' کا جملہ ہے تو اس میں طلاق کی نسبت بیوی کی باپ کی طرف ہے بیوی کی طرف نہیں، اس لیے تیسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ طلاق رجعی میں خاوند کو عدت کے اندر بغیر تجدید نکاح کے رجوع کا حق حاصل ہے، اور اگر عدت میں رجوع نہ کیا تو عدت کے بعد اس عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی استوار کرنے کے لیے از سرِ نو نکاح ضروری ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها.(١)

ترجمہ: اور جب مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دیں تو مرد کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کرے۔

ولو قال لهاأنت طالق، ثم قال لها يامطلقه لاتقع أخرىٰ.(٢)

ترجمہ: اور اگر کہا کہ تجھے طلاق ہے، پھر اس کو کہا اے مطلقہ تو دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔

❁❁❁

غصہ کی حالت میں طلاق

سوال نمبر(24):

ایک شخص نے بیوی کو ماموں زاد بھائی کے گھر جانے کے لیے تیار ہونے کو کہا بیوی نے انکار کیا تو خاوند نے غصہ ہو کر بیوی کو طلاق دی تو کیا اس شخص کا غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ آج کل عام لوگ غصہ کی وجہ سے طلاق دیتے ہیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ

---

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٢/ ٤٠٥

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/ ٣٥٦

طلاقِ صریح کے وقوع میں نیت اور ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ طلاق عموماً غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے، غصہ طلاق کے وقوع میں مانع نہیں، البتہ حضرات فقہائے کرام اس صورت میں عدمِ طلاق کا حکم صادر فرماتے ہیں جہاں غصہ کی کیفیت اس حد تک پہنچے کہ خاوند کلام سمجھنے کی طاقت نہ رکھے، ایسی حالت میں مدہوش ہونے کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوتی

والدّلیل علی ذلک:

قال العلامة ابن عابدینؒ: والذي يظهر لي أن كلام المدهوش والغضبان لايلزم فيه أن يكون بحيث لايعلم مايقول، بل يكتفي فيه بغلبة الهذيان واختلاط الجد بالهزل، كما هو المفتیٰ به في السكران. (١)

ترجمہ: علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ مدہوش اور غصہ والے کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ جو کہے، اسے نہ سمجھے، بلکہ ہذیان (بکواس) کا غلبہ ہی کافی ہے اور سنجیدہ اور بے معنی کلام خلط ملط ہو، جس طرح نشہ آور کے بارے میں فتویٰ دیا گیا ہے۔ ❁❁❁

والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا

سوال نمبر(25):

کیا والدین کے کہنے پر بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، جب کہ عورت حق بجانب ہو اور کوئی شرعی قباحت اس میں موجود نہ ہو، ایسی صورت میں خاوند کا بیوی کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

والدین کے اپنے بچوں پر بے پناہ احسانات ہوتے ہیں، اس لیے ہر انسان کو والدین کی اطاعت گزاری اور فرمان برداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، تاہم جہاں کسی دوسرے انسان پر ظلم یا باری تعالیٰ کی معصیت لازم آنے کا خطرہ ہو تو ایسے امور میں والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرکے اولاد کے مستقبل کے بارے میں سوچیں۔

صورتِ مسئولہ میں والدین کی خوشنودی کے لیے بیوی کو قربان کرنا اگرچہ بیٹے کی فرمان برداری کا اعلیٰ مظہر

---

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش: ٤/٤٥٢

ہے، لیکن اگر بہو کا کوئی شرعی یا اخلاقی ناقابل برداشت جرم نہ ہو تو اس عورت کو طلاق دینا اس کی زندگی سے کھیلنے اور اس کو کھائی میں دھکیلنے کے علاوہ اپنے آپ کو بھی اس ناقابل برداشت بوجھ کے نیچے دبانا ہے جو کسی بڑے امتحان سے کم نہیں خصوصاً جب زوجین باہمی طور پر ہم آہنگ ہوں تو ایسی صورت میں والدین کا حکم ماننا ضروری نہیں کہ یہ کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے، تاہم اگر عورت کا کوئی ایسا ناقابل معافی اخلاقی جرم ہو تو اس میں والدین کا حکم مان کر بیوی کو طلاق دینا جائز ہے۔

والدّليل على ذلك:

وعن ابن عمرؓ قال: كانت تحتي امرأة أحبها، وكان عمر يكرهها. فقال لي: طلقها. قال الملاعلي القاري: أمر ندب أو وجوب إن كان هناك باعث آخر.(١)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میری بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے تھے، پس آپؓ نے مجھے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: "یہ امر (کہ طلاق دو) [illegible] اگر دوسرا سبب موجود ہو پھر حکم وجوبی ہے"۔

عن معاذ رضي الله عنه قال: أوصاني رسول الله ﷺ بعشر كلمات، قال لاتشر[illegible] وإن قتلت أو حرقت، ولاتعقنّ والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك...الخ." قال الملاعلي القاريؒ: قال ابن حجر: شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضا ....أما باعتبار أصل الجواز، فلا يلزمه طلاق زوجة امرأة بفراقها. (٢)

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ: "آپ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت (نصیحت) فرمائی، فرمایا: "کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بناؤ، چاہے تمہیں قتل کیا جائے یا جلا دیا جائے۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی ہرگز مت کرو، چاہے وہ تمہیں تمہاری بیوی اور مال چھوڑنے کا حکم دیں.... الخ" ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ: "ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ: "یہ شرط مبالغہ باعتبار کمال کے ہے۔۔۔ اصل جواز کے لحاظ سے اس پر عورت کو طلاق دینا لازم نہیں"۔

❁❁❁

---

(١) مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، رقم الحديث (٤٩٤٠): ٨/٦٧٧

(٢) مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، رقم الحديث (٦١): ١/٢٣٥

مستقبل میں طلاق کی دھمکی

سوال نمبر(26):

ایک شخص نے لڑائی کے دوران بیوی سے کہا کہ: ''ٹھیک ہوجاؤ، ورنہ میں تمہیں طلاق دوں گا'' اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی صرف اُس کو دھمکی دینا چاہتا تھا۔ پھر اسی رات اس نے بیوی سے ہم بستری بھی کی، اب پوچھنا یہ ہے کہ اِن الفاظ طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق ماضی یا حال پر دلالت کرنے والے الفاظ کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔ جن الفاظ میں مستقبل میں طلاق دینے کی صرف دھمکی ہو یا مستقبل میں طلاق دینے کے عزم کا اظہار ہو اُن سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے بیوی کو یہ الفاظ کہے ہوں: ''ٹھیک ہوجاؤ، ورنہ میں تمہیں طلاق دوں گا'' یہ الفاظ چونکہ اردو میں صرف مستقبل کے لیے استعمال ہوتے ہیں، حال کے لیے نہیں، اس لیے اِن سے صرف ارادۂ طلاق کا اظہار ہوتا ہے لہٰذا اِن سے طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ اس کی بیوی بدستور نکاح میں ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلاإذاغلب في الحال . (۱)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

(والطلاق يقع بعدد قرن به لا به) نفسه عندذكر العدد، وعندعدمه الوقوع بالصيغة.(۲)

ترجمہ:

اور طلاق کے ساتھ جو عدد متصل آئے تو اُس عدد سے طلاق واقع ہوتی ہے، خود لفظِ طلاق سے نہیں، اور جب

---

(۱) تنقيح الحامدية، كتاب الطلاق: ۱/۳۸

(۲) الدرالمختار على صدرردالمحتار، مطلب الطلاق يقع بعدد قرن به: ٤/٥١٣

عدد ساتھ ذکر نہ ہوتو پھر لفظِ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے۔

❁❁❁

مدہوش شخص کی طلاق

سوال نمبر (27):

ایک شخص کا دماغی توازن درست نہیں، غصہ کی حالت میں اس پر جنونی اثرات ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ اس نے بیوی کو طلاق دے دی، بعد میں کہنے لگا کہ:''مجھے تو کچھ پتہ نہیں کہ میں نے کتنی طلاقیں دی ہیں اور میں تو بیوی کو طلاق نہیں دیتا، کیونکہ اس کے ساتھ میرا اچھا تعلق ہے''۔ غصہ کی حالت میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا، گالی دینا اور قسم اٹھانا وغیرہ، لیکن جب ٹھیک ہو جاتا ہے تو بعد میں ان باتوں کا احساس تک یاد نہیں رہتا۔ اب اس حالت میں طلاق دینے سے اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق جائز امور میں سب سے ناپسندیدہ عمل ہے اور حتی الامکان طلاق دینے یا اس پر حلف اُٹھانے سے اجتناب وگریز کرنا چاہیے، تاکہ بعد میں پشیمانی نہ ہو، تاہم طلاق کے وقوع کے لیے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص کا دماغی توازن درست نہ ہو اور حالتِ غضب میں جنونی کیفیت کے اثرات ظاہر ہوتے ہوں جن سے اس کو اپنے اقوال وافعال کا بالکل احساس نہ ہوتا ہو، اور بعد میں اطلاع دینے سے وہ انکار کرتا ہو تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ تاہم اگر غصہ کی حالت ایسی ہو کہ اس میں اقوال وافعال کا احساس و اندازہ ہوتا ہو تو پھر طلاق واقع ہوگی۔

والدّليل على ذلك:

للحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيها: أنه على ثلاثة أقسام: أحدها: أن يحصل له مبادي الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده، وهذا لااشكال فيه، الثاني: أن يبلغ النهاية فلا يعلم مايقول ولايريده، فهذالاريب أنه لاينفذ شئ من أقواله، الثالث :من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصر كالمجنون، فهذا محل النظر، والأدلة تدل على عدم نفوذ أقواله......وسئل نظما

فيمن طلق زوجته ثلاثا في مجلس القاضي وهو مغتاظ مدهوش، فأجاب نظما أيضابأن الدهش من أقسام الجنون، فلايقع. (۱)

ترجمہ:

حافظ ابن قیم حنبلیؒ کا ''غصہ شخص کی طلاق'' کے بارے میں ایک رسالہ ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی یہ کہ طلاق دینے والے کو غصہ کی ابتدائی حالت پیش آئے بایں طور کہ اس کی عقل متغیر نہ ہوئی ہو اور جو کہہ رہا ہو وہ سمجھتا ہو اور اس کا قصد بھی کر رہا ہو تو اس کے وقوع میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ وہ غصہ کی انتہا تک پہنچ جائے، اس طرح کہ جو کہہ رہا ہو وہ بالکل نہ سمجھے اور نہ اس کا ارادہ کرے۔ اس کے واقع نہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تیسری یہ کہ جو شخص ان دونوں مراتب کے درمیان ہو، البتہ جنون تک نہ پہنچے، پس یہ محل نظر ہے اور دلائل اس کے اقوال کے عدم نفاذ کی مؤید ہیں۔ ۔۔۔۔ اور حافظ ابن قیم سے مجلس قاضی میں عورت کو بے ہوشی اور غضب میں تین طلاقیں دینے کے بارے میں منظوم سوال کیا گیا تو آپ نے منظوم جواب دیا کہ مدہوش ہونا جنون کے اقسام میں سے ہے لہٰذا اس سے کچھ واقع نہ ہوگا۔

❁❁❁

بغیر نیت کے تین دفعہ لفظِ طلاق کہنا

سوال نمبر(28):

ایک شخص کو اس کے بھائی نے نصیحت کے طور پر کہا کہ: ''بیوی کو ڈرانے کے لیے کہو کہ: ''اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے''، خاوند نے انکار کیا تو بھائی نے کہا کہ: ''میں کہہ دیتا ہوں تم میرے بعد دہراؤ''، بھائی نے عورت کو مخاطب ہو کر کہا کہ: ''اگر تو فلاں کے گھر گئی'' پھر اس کے بعد خاوند کو کہا کہ تم تین بار کہو: ''طلاق'' تو خاوند نے تین دفعہ کہا: ''طلاق، طلاق، طلاق''۔ اس کے ساتھ نہ کوئی شرط ذکر کی ہے اور نہ بیوی مراد لی ہے۔ اب اس صورت میں اگر بیوی مذکورہ گھر چلی گئی تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

بینوا توجروا

---

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش: ٤/٤٥٢

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق کے الفاظ کے ساتھ اگر صراحتاً یا دلالتاً بیوی کی طرف نسبت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے واقعی اپنے بھائی کے ساتھ مکالمہ کے دوران بھائی کے کہنے پر بیوی کی طرف نسبت کیے بغیر تین دفعہ صرف ''طلاق'' کا لفظ کہا ہو اور وہ یہ کہتا ہو کہ میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی، تاہم اگر بیوی مراد ہو یا بھائی کے پوچھنے پر اس کے کلام کی تائید کی ہو تو مذکورہ گھر میں عورت کے چلے جانے کی صورت میں طلاقِ مغلظ واقع ہو جائے گی اور عورت خاوند کے لیے حرام رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (١)

ترجمہ: جب طلاق کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے واقع ہونے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔

ويؤيده مافي البحر: لوقال امرأة طالق أوقال طلقت امرأة ثلاثاً، وقال لم أعن امرأتي يصدق.

ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك تطلق امرأته. (٢)

ترجمہ: اس کی تائید بحر کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ اگر کہے: ''عورت طلاق ہے'' یا کہے: ''میں نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں'' اور کہے کہ: ''میری مراد اپنی بیوی نہ تھی'' تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ یہ نہ کہے (کہ اس سے میری بیوی مراد نہیں) تو اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔

❁❁❁

بیوی سے کہا: ''اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کافر کی بیوی ہوگی''

سوال نمبر (29):

ایک شخص نے غصہ ہو کر بیوی کو یوں کہا کہ: ''اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کافر کی بیوی ہوگی'' کیا ایسے الفاظ کہنے سے بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بینوا توجروا

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٢٠/١

(٢) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح: ٤٥٨/٤

الجواب وباللہ التوفیق :

آدمی کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: ''تو میری بیوی نہیں'' کنائی الفاظ میں سے ہے اور کنائی الفاظ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر خاوند کی نیت طلاق کی ہو تو اِن الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی خاوند نے اپنی بیوی سے یہ کہا ہو کہ: ''اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کافر کی بیوی ہوگی'' اور اس میں طلاق کی نیت بھی کی ہو تو شرط پوری ہونے کی صورت میں اس سے طلاقِ رجعی کی بجائے طلاق بائن واقع ہو جائے گی کیونکہ اس میں ''کافر کی بیوی ہوگی'' کے الفاظ کا اضافہ ہے جو تشدید پر دلالت کرتے ہیں۔لہٰذا خاوند کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہوگا اور اگر نیت طلاق کی نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن آئندہ کے لیے ایسے کہنے سے اجتناب کرے۔

والدّلیل علی ذلك:

إذا اضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق.(۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

ولوقال لامرأته لست لي بامرأة، أوقال لهاماأنا بزوجك، أو سئل، فقيل هل لك امرأة ؟فقال :لا، فإن قال أردت به الكذب يصدق في الرضا والغضب جميعاً،ولايقع الطلاق، وإن قال نويت الطلاق يقع الطلاق في قول أبي حنيفةؒ.(۲)

ترجمہ: اور اگر اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تو میری بیوی نہیں ہے'' یا اس کو کہے کہ: ''میں تیرا شوہر نہیں ہوں'' یا اس سے پوچھا گیا، پس اس سے کہا گیا کہ: ''کیا تیری بیوی ہے؟'' تو وہ کہے: ''نہیں''۔پس اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو حالت رضا اور غصہ دونوں میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کہے کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تو امام صاحب کے نزدیک طلاق واقع ہوگی۔

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط،الفصل الثالث في تعليق الطلاق:۱/ ۴۲۰

(۲)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق،الفصل الخامس في الكنايات:۱/ ۳۷۵

نشہ کی حالت میں طلاق

سوال نمبر(30):

ایک شخص نشہ کی حالت میں گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے اس کو ٹوکا کہ اس نے دوبارہ نشہ کیا ہے۔ جس پر دونوں کی لڑائی ہوئی تو خاوند نے تین دفعہ کہا: ''تجھے طلاق ہے'' کیا اس طرح نشہ کی حالت میں تین طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

نشہ کی حالت میں اگر چہ انسان حواس کھو بیٹھتا ہے، لیکن نشہ بذاتِ خود غیر مشروع ہے۔ نشہ کی حالت میں طلاق کا عدم وقوع نشہ آور اشیا کے استعمال کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے، اس لیے اس میں دی ہوئی طلاق زجراً واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر نے اگر حرام نشہ کیا ہو اور اسی حالت میں اس نے بیوی کو یہ الفاظ ''تجھے طلاق ہے'' تین دفعہ کہے ہوں تو اس کی یہ طلاق واقع ہوگئی ہے اور اس کی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند کے لیے حرام ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا اومکرها......أو سکران) ولو بنبیذ أو حشیش أوافیون أوبنج زجرا به یفتیٰ. وفي ردالمحتار تحت قوله :(ولو بنبیذ) أي سواء کان سکره من الخمر أو الأشربة الأربعة المحرمة أوغیرها من الأشربة المتخذة من الحبوب والعسل عند محمد، قال في الفتح: وبقوله یفتیٰ؛لأن السکر من کل شراب محرم.(١)

ترجمہ:

اور ہر عاقل، بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر چہ غلام ہو یا مکرہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) یا نشہ میں ہو، اگر چہ نبیذ سے ہو یا حشیش (چرس)، افیون اور بھنگ سے، اس پر زجراً طلاق واقع ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور

---

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، مطلب في تعریف السکران وحکمه: ٤/ ٤٣٨ـ ٤٤٦

ردالمحتار میں ’’ولو بنبیذ ‘‘ کے تحت لکھا ہے کہ چاہے اس کا یہ نشہ شراب کی وجہ سے ہو یا دیگر چار حرام شرابوں سے ہو، یا چاہے اس کے علاوہ اناج یا شہد سے بنے ہوئے شراب کی وجہ سے ہو۔ یہ امام محمدؒ کا قول ہے۔ فتح میں کہا ہے کہ انہی کے قول پر فتویٰ ہے کیونکہ ہر مشروب سے نشہ حرام ہے۔ ❁❁❁

’’دطلاقی بچیه‘‘ (طلاق کے بچے) کہنے سے طلاق

سوال نمبر (31):

ایک آدمی نے بیٹے کو غصہ میں اس طرح کے الفاظ کہے: دطلاقی بچیه (طلاق کے بچے) کیا اس کے ساتھ بیٹے کی ماں، یعنی شوہر کی بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

کسی بچے کو دطلاقی بچیه (طلاق کے بچے) یعنی طلاق دینے والے کے بیٹے کے نام سے پکارنا عرف میں گالی گلوچ میں شمار ہوتا ہے، اس میں نہ تو بیوی کو لفظِ طلاق سے خطاب ہے اور نہ بیوی کی طلاق کا تذکرہ ہے، تاہم اس میں بچے کے والد کو طلاق دہندہ کی صفت سے یاد کیا جاتا ہے، اس لیے اگر کسی اجنبی بچے کو یوں کہا جائے تو یہ صرف الفاظ سب وشتم ہیں، لیکن خود اپنے بچے کو ’’طلاق کے بچے‘‘ سے پکارنا محلِ نظر ہے۔

اس سے خود قائل کا اپنے آپ کو طلاق دہندہ کے وصف سے یاد کرنے کی نشان دہی ہوتی ہے، اب اگر یہ شخص پہلے اپنی کسی بیوی کو طلاق دے چکا ہو تو ان الفاظ سے مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اُس طلاق کی وجہ سے یہ ’طلاق‘ ہے اور اس کا بیٹا طلاق کا بیٹا۔ اور اگر پہلے کسی بیوی کو طلاق نہ دے چکا ہو لیکن یہ الفاظ صرف سبّ وشتم کے طور پر استعمال کیے ہوں جیسا کہ اکثر پٹھانوں کے عرف میں اسی نیت سے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو بھی اس سے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ الفاظ خبر کے ہیں انشاء کے نہیں۔ اور اگر سب وشتم کی بجائے اس سے اپنی طلاق کی خبر دینا مقصود ہو تو پھر قضاءً ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ دیانتاً اگر یہ پہلے طلاق نہ دے چکا ہو تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

لو أقر بالطلاق کاذباً، أو هازلا وقع قضاءً لا دیانة. (۱)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراہ علی التوکیل بالطلاق ٤/٤٤٠

ترجمہ: اگر کوئی شخص طلاق کا جھوٹا یا مذاق میں اقرار کرے تو وہ قضاءً واقع ہوتی ہے۔ دیانتاً واقع نہیں ہوتی (یعنی فیما بینہ وبین اللہ طلاق نہیں ہوتی)

من الصریح : یا طالق أو یا مطلقة بالتشدید ولو قال : أردت الشتم لم یصدق قضاء ودین خلاصة ولو کان لها زوج طلقها قبل فقال : أردت ذلك الطلاق صدق دیانة باتفاق الروایات وقضاء فی روایة أبی سلیمان وهو حسن کما فی الفتح وهو الصحیح کما فی الخانیة. (۱)

ترجمہ: صریح الفاظ میں سے ''اے طالقہ'' یا ''اے مطلقہ'' کے الفاظ بھی ہیں۔ اگر (یہ الفاظ بولنے والا) کہے کہ میرا ارادہ ان الفاظ سے گالی دینے کا تھا تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی البتہ دیانتاً تصدیق ہوگی۔ اور اگر اس عورت کا اس شوہر سے پہلے دوسرا شوہر تھا جس نے اس کو طلاق دیا تھا، اور (یہ الفاظ بولنے والا) کہے کہ میرا مقصود وہ پچھلا طلاق تھا، تو روایات کا اتفاق ہے کہ دیانتاً اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اور ابوسلیمان کی روایت میں قضاء بھی اس کی تصدیق کی جائے گی۔ یہ روایت اچھا ہے۔ جیسا کہ فتح میں ہے۔ اور یہ روایت صحیح ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے۔

❁❁❁

مجنون کی طلاق کی ایک صورت

سوال نمبر (32):

ایک شخص کی شادی کے ایک مہینہ بعد اس کے ذہن نے کام چھوڑ دیا، لیکن علاج کے بعد دوبارہ صحت یاب ہوا اور اس کے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ پھر وہ دماغی مریض ہوا اور گھر والوں اور بیوی کو غصہ کیا کرتا تھا اور باپ کو گالیاں دیتا تھا، رمضان کے مہینہ میں ایک دن بیوی کو کہا کہ: ''افطاری کے بعد تمہیں طلاق دوں گا''، افطاری کے بعد کمرے میں داخل ہوا اور بیوی کو طلاق دیتے ہوئے تین دفعہ کہا کہ: ''تو میرے اوپر اپنی ماں، بہن اور بھائی کی بیوی ہے'' اور گھر سے بھاگ کر چلا گیا، اس کو واپس لا کر ہم ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ یہ تین سال سے ذہنی مریض ہے، بہر حال پھر علاج کیا گیا جس سے اس کا کچھ افاقہ ہوا ہے۔ اب وہ بیوی اور بچوں کو رکھنے کے لیے راضی ہے تو کیا ایسی صورت میں اس کی ماقبل طلاق واقع ہوئی ہے؟ اور بیوی بچوں کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توٴجروا

(۱) رد المحتار علی الدر المحتار، کتاب الطلاق، ۴/۴۶۲

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے وقوع میں طلاق دہندہ کے لیے اہلیت کا ہونا شرط ہے کہ وہ شخص عاقل اور بالغ ہو۔ چنانچہ جہاں کہیں جنون کی کیفیت سے اہلیت متاثر ہوتو طلاق کے وقوع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص ذہنی مریض ہو اور ڈاکٹروں نے اس کے ذہنی مریض ہونے کی تصدیق کی ہو اور اس پر ایسی جنونی کیفیت طاری ہوتی ہو جس سے اس کو اپنے افعال واقوال کا احساس تک نہ ہو تو ایسی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور عورت اس کی بیوی رہے گی۔

والدّلیل علی ذلك:

فمنها أن يكون عاقلاً حقيقة أو تقديراً، فلا يقع طلاق المجنون والصبي الذي لايعقل؛لأن العقل شرط أهلية التصرف؛لأن به يعرف كون التصرف مصلحة، وهذه التصرفات ماشرعت إلالمصالح العباد.(۱)

ترجمہ: ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ حقیقتاً یا تقدیراً عاقل ہو، پس مجنون اور غیر عاقل بچے کی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اہلیتِ تصرف کے لیے عقل شرط ہے، کیونکہ تصرف کی مصلحت عقل سے پہچانی جاتی ہے اور یہ تصرفات صرف لوگوں کے مصالح کے لیے جائز کیے گئے ہیں۔

بدحواس کی طلاق

سوال نمبر(33):

ایک شخص پانچ دنوں سے ایسا بدحواس ہے کہ اس کا ذہن وعقل متاثر ہے، اسی حال میں وہ اس طرح کہہ رہا تھا کہ: ''مجھ پر میری بیوی طلاق ہے''، پھر کہتا ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، دوبارہ طلاق کے یہی الفاظ کہتا ہے اور یہ الفاظ اس نے سینکڑوں دفعہ کہے ہیں، اس کے بعد اس کا باقاعدہ علاج کیا گیا جس کی بنا پر وہ مکمل صحت یاب ہوگیا۔ اب وہ نادم ہے، اس طرح بدحواسی کی حالت میں طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

(۱)بدائع الصنائع، كتاب الطلاق،فصل في شرائط الركن:۴/۲۱۳

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق کے وقوع کے لیے ضروری ہے کہ آدمی عاقل بالغ ہو، اگر کسی کا دماغی توازن برقرار نہ ہو تو اس شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح حواس باختہ شخص کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، تاہم اگر حواس باختگی سے غصہ کی حالت مراد ہو تو اس میں طلاق واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مدہوشی سے مراد غصہ کی حالت ہو اور جان بچانے کی کوشش ہو تو یہ مفید نہیں اور غصہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی، اگرچہ خاوند کا طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو۔ جہاں تک مدہوش کی طلاق کے عدم وقوع کے بارے میں فقہائے کرام کا قول ہے تو اس سے مراد وہ مدہوش ہے جس میں انسان کو اپنی قوی پر کنٹرول نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

ولا یقع طلاق الصبي، وإن کان یعقل، والمجنون، والنائم، والمبرسم، والمغمی علیه و المدهوش.(١)

ترجمہ: بچے اگرچہ سمجھ دار ہو اور مجنون، اور سوئے ہوئے شخص، اور سرسام کے مریض، اور بے ہوش اور مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

دل میں طلاق معلق کا خیال آنا

سوال نمبر(34):

ایک شخص اپنے بھائیوں سے جدا ہونا چاہتا تھا اور اس نے ارادہ کرلیا تو اس نے دل میں سوچا کہ اگر کسی نے بھائیوں کی جدائی سے منع کیا تو وہ اس سے کہے گا کہ اب میں ضرور جدا ہوں گا، کیونکہ میں نے طلاق کی قسم اٹھائی ہے کہ جدا ہوں گا، یہ تصور صرف دل میں تھا، زبان سے کسی کے سامنے اس کا اظہار بھی نہیں کیا تھا، اب ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الأول: ١/٣٥٣

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق کے وقوع کے لیے زبان سے تلفظ کرنا ضروری ہے۔ طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی، جب تک زبان سے لفظِ طلاق پر تلفظ نہ ہو یا نیت کر کے تحریری طور پر طلاق نہ دی جائے، خواہ طلاقِ منجز (فوری طلاق) ہو یا طلاقِ معلق (وہ طلاق جو کسی شرط پر موقوف کی جائے) بہر صورت صرف دل میں طلاق کی نیت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب صرف دل میں یہ آیا ہے کہ "میں لوگوں سے یہ کہوں گا کہ میں نے طلاق کی قسم اٹھائی ہے، اس لیے میں جدا ہوتا ہوں" دوسرے لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا ہے تو دل میں صرف اس طرح کا خیال آنا طلاق کی قسم نہیں، لہٰذا بھائیوں سے جدا ہونے کے بعد یا جدا نہ ہونے پر بیوی کو کسی قسم کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

شرعاً: (رفع قيد النكاح في الحال) بالبائن (أو المآل) بالرجعي (بلفظ مخصوص). (۱)

ترجمہ:

شریعت میں (طلاق) لفظِ مخصوص کے ساتھ قیدِ نکاح کو ختم کرنا ہے، فوری طور پر طلاق بائن کے ساتھ یا انجام کے طور پر طلاق رجعی کے ساتھ۔

❁❁❁

مجبور شخص کا حالتِ نشہ میں طلاق دینا

سوال نمبر(35):

ایک شخص کے سسر نے اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر داماد سے نشہ کی حالت میں بیٹی کے لیے جبراً طلاق لی، نشہ کی حالت میں جبراً طلاق کا کیا حکم ہے؟ اور اگر ایک طلاق لی ہو یا دو طلاق صریحی لی ہوں یا تین طلاقیں لی ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ کیا حکم ہوگا؟ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

مکرہ کی طلاق، یعنی اس شخص کی طلاق جس سے زبردستی اور جبراً طلاق دلوائی گئی ہو واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق: ۴/ ۴۲۳-۴۲۶

جو شخص شریعت کی حدود کو پائے مال کرتے ہوئے کوئی نشہ آور چیز استعمال کرے اور اس کی وجہ سے نشہ میں آکر بیوی کو طلاق دے تو زجر و توبیخ کے لیے شریعت نے اس کی طلاق کو بھی اعتبار دیا ہے۔

اس لیے صورتِ مسئولہ میں شوہر اگر نشہ کر کے حرام کا مرتکب ہوا ہو اور پھر اسی حالت میں اس سے جبراً طلاق لی گئی ہو تو اس کی یہ طلاق شرعاً واقع ہو جائے گی۔

ایک یا دو طلاق رجعی دینے کی صورت میں رجوع کرنا خاوند کے لیے جائز ہے، البتہ تین طلاق دینے کی صورت میں تجدیدِ نکاح یا رجوع مؤثر نہیں رہتا، بلکہ یہ عورت اب اس شوہر پر حرام ہو چکی ہے۔

والدّليل على ذلك:

(ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبدا أو مكرها...... أو سكران) ولو بنبيذ أو حشيش أو افيون أو بنج زجرا به يفتىٰ. وفي ردالمحتار تحت قوله :(ولو بنبيذ) أي سواء كان سكره من الخمر، أو الأشربة الأربعة المحرمة أو غيرها من الأشربة المتخذة من الحبوب، والعسل عند محمد قال في الفتح: وبقوله يفتىٰ؛لأن السكر من كل شراب محرم.(١)

ترجمہ:

اور ہر عاقل، بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ غلام ہو یا مکرہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) یا نشہ میں ہو، اگرچہ نبیذ سے ہو یا حشیش (چرس)، افیون اور بھنگ سے، اس پر زجراً طلاق واقع ہوگی، اسی پر فتوی ہے۔ اور ردالمحتار میں ''ولو بنبيذ'' کے تحت لکھا ہے کہ چاہے اس کا یہ نشہ شراب کی وجہ سے ہو یا دیگر چار حرام شرابوں سے ہو، یا چاہے اس کے علاوہ اناج یا شہد سے بنے ہوئے شراب کی وجہ سے ہو۔ یہ امام محمدؒ کا قول ہے۔ فتح میں کہا ہے کہ انہی کے قول پر فتوی ہے کیونکہ ہر مشروب سے نشہ حرام ہے۔

نیند کی حالت میں طلاق دینا

سوال نمبر (36):

مجھے بیوی نے بتلایا کہ پچھلی رات جب میں سویا ہوا تھا تو نیند میں بیوی سے میں مخاطب ہوا اور اس کو کہہ دیا کہ: ''تو

(١) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، مطلب في تعريف السكران وحكمه: ٤/ ٤٣٨ـ ٤٤٦

مجھ پر طلاق ہے، کیا ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق ہر اس حالت میں واقع نہیں ہوتی، جس میں متکلم کو اپنے کہے جانے والے الفاظ کی کچھ تمیز نہ ہوتی ہو، جیسا کہ جنون، مدہوشی یا سونے کی حالت۔

اگر واقعی آپ نے نیند میں باتیں کرتے ہوئے بیوی کو مذکورہ الفاظ کہے ہیں تو آپ کی بیوی پر ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

ولایقع طلاق الصبي، وإن كان يعقل، والمجنون، والنائم، والمبرسم، والمغمى عليه والمدهوش.(۱)

ترجمہ: بچے اگرچہ سمجھ دار ہو اور مجنون، اور سوئے ہوئے شخص، اور سرسام کے مریض، اور بے ہوش اور مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

طلاق کی جھوٹی خبر دینا

سوال نمبر (37):

ایک شخص نے دوستوں کو کسی بات میں جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، حالانکہ حقیقت میں اس نے طلاق نہیں دی تو کیا اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی ہے؟ یہ شخص قسم کھاتا ہے کہ اس نے حقیقت میں بیوی کو طلاق نہیں دی، بلکہ دوستوں کو محض جھوٹ کہا ہے۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

کوئی شخص اگر طلاق کی جھوٹی خبر دے تو اس جھوٹی خبر کے دینے سے قضاءً طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ تاہم اللہ اور اس کا معاملہ الگ ہے۔ اگر واقعی طلاق دی ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ واقع نہ ہوگی۔

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/ ۳۵۳

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اور دوستوں کو جھوٹ کہا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو اس جھوٹی خبر سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ دیانتاً واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

لو أقر بالطلاق کاذباً، أو هازلا وقع قضاءً لا دیانة.(١)

ترجمہ: اگر کوئی شخص طلاق کا جھوٹا یا مذاق میں اقرار کرے تو وہ قضاءً واقع ہوتی ہے، نہ کہ دیانۃً (فیما بینہ و بین اللہ طلاق نہیں ہوئی)۔

لو أراد به الخبر عن الماضي کذباً لا یقع دیانةً، وإن أشهد قبل ذلك لا یقع قضاءً أیضاً.(٢)

ترجمہ:

اگر اس کا ارادہ اس سے ماضی کے بارے میں جھوٹی خبر دینے کا ہو تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اس نے (اس بات پر) خبر دینے سے پہلے گواہ قائم کیے ہوں تو قضاءً بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

❁❁❁

بیوی سے بدفعلی کرنے سے طلاق

سوال نمبر (38):

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ بیوی سے پچھلے شرم گاہ میں خواہش پوری کرنے سے طلاق ہو جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کا رکن طلاق کے صریحی یا کنائی الفاظ پر تلفظ کرنا ہے، جب تک ان الفاظ پر تلفظ نہ ہو، طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بیوی سے بدفعلی کرنا ایک حرام فعل ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس پر بڑی سخت وعیدیں وارد ہیں اور ایسے شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، البتہ ایسا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

---

(١) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب في الاکراه علی التوکیل بالطلاق ٤/٤٤٠

(٢) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراه ٤/٤٤٣

والدّلیل علی ذلک:

قال رسول الله ﷺ :ملعون من أتیٰ امرأة في دبرها.(۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی شرم گاہ سے آئے۔

وألفاظه :صریح، وملحق به،وکنایة...... ورکنه لفظ مخصوص خال عن الاستثناء.(۲)

ترجمہ: اور طلاق کے الفاظ صریحی یا اس کے ملحق الفاظ ہیں اور کنائی ہیں ۔۔۔۔۔ اور طلاق کا رکن وہ خاص لفظ ہے، جو استثنیٰ سے خالی ہو۔

حالتِ نفاس میں طلاق دینا

سوال نمبر(39):

جھگڑے کے دوران میری بیوی نے مجھے ماں کی گالی دی جس کی وجہ سے مجھے غصہ آیا اور میں نے بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، لیکن میری بیوی حالتِ نفاس میں تھی، کیا بیوی پر حالتِ نفاس میں طلاق واقع ہوتی ہے؟ اگر واقع ہوتی ہے تو کیا وہ مزید تین حیض بطورِ عدت گزارے گی؟ یا اس نفاس سے پاکی پر اس کی عدت ختم ہو جائے گی؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق دیتے وقت بیوی کا حالتِ نفاس میں یا حالتِ حیض میں ہونا طلاق واقع ہونے سے مانع نہیں، آپ کی بیوی پر تینوں طلاق واقع ہو چکی ہیں اور نفاس سے پاکی کے بعد اس پر تین حیض بطورِ عدت گزارنا لازم ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(و البدعي)من حیث الوقت:أن یطلق المدخول بها،وهي من ذوات الأقراء في حالة الحیض أوفي طهر جامعها فیه، وکان الطلاق واقعاً.(۳)

(۱)سنن أبي داؤد، کتاب النکاح،باب في جامع النکاح:۱/۳۱۱

(۲)الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق:۴/۴۳۱

(۳)الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الأول:۱/۳۴۹

ترجمہ:

طلاق بدعی وقت کے اعتبار سے یہ ہے کہ شوہر مدخول بہا بیوی کو حیض کی حالت میں یا ایسے طہر میں جس میں جماع کیا ہو طلاق دیدے، یہ طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

بیوی کو حکایتِ طلاق سے طلاق ہونا

سوال نمبر(40):

ایک شخص نے بیوی سے پچھلی شرم گاہ میں خواہش پوری کی۔ محلے کے مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے، لہٰذا اس سے جدائی اختیار کرو، چنانچہ وہ گھر آگیا اور بیوی سے کہا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے اس فعل سے تجھے طلاق ہو چکی ہے، لیکن پھر ایک دوسرے مولوی صاحب سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بات درست نہیں، آپ سے یہ دریافت کرنا مقصود ہے کہ کیا اس آدمی کا اپنی بیوی کو یہ کہنے سے کہ ''مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تجھے طلاق ہو چکی ہے''، طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ جب کہ اس شخص کا خیال بیوی کو طلاق دینا نہیں تھا، صرف مولوی صاحب کا خیال بیان کرنا تھا۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی سے پچھلی شرم گاہ میں خواہش پوری کرنا حرام ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں ایسے شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کا بیوی سے یہ کہنا کہ ''مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تجھے طلاق ہوگئی ہے،'' ایک حکایت کے درجہ میں ہے جس سے بغیر قصد وارادہ کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حکایت میں طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے، جب طلاق کا ارادہ اور قصد پایا جائے۔

والدّلیل علی ذلک:

قال رسول اللہ ﷺ :ملعون من أتیٰ امرأۃ في دبرھا.(۱)

(۱)سنن أبي داؤد،کتاب النکاح،باب في جامع النکاح:۱/۳۱۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی شرم گاہ سے آئے''۔

كتب ناقلاً من كتاب امرأتي طالق مع التلفظ، أو حكىٰ يمين غيره، فإنه لايقع أصلاً مالم يقصد زوجته. (۱)

ترجمہ:

کوئی شخص کسی کتاب سے نقل کرتے ہوئے یہ لکھے کہ: ''میری بیوی طلاق ہے'' اور (ان الفاظ پر) تلفظ بھی کرلے یا کسی اور شخص کی یمین کی حکایت کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک یہ شخص اپنی بیوی کا قصد و ارادہ نہ کرے۔

❁❁❁

اربابِ حکومت کا عورت کو طلاق کا اختیار دینا

سوال نمبر (41):

حکومتِ امریکہ نے عورت کو بھی طلاق دینے کا اختیار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہاں مسلمان مرد و عورت نکاح کرلیں تو کیا وہاں بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے کر دوسری شادی کرسکتی ہے؟ اگر وہ طلاق دے سکتی ہو تو عدت کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر نہیں دے سکتی تو کیا یہ ظلم نہیں کہ خاوند اس کا گھر بھی نہ بساتا ہو اور اس کو کوئی اختیار بھی حاصل نہ ہو۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

قرآنِ کریم، احادیث مبارکہ اور فقہائے امت کی تصریحات کے مطابق طلاق دینے کا اختیار صرف اور صرف شوہر کو حاصل ہے۔ عورت اپنی سادگی، جلد بازی، حالات کا صحیح ادراک نہ کرسکنے اور بہت جلد جذبات کی رو میں بہہ جانے کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ اس کو طلاق کا اختیار سونپا جائے، ہاں اگر خاوند اپنا یہ اختیار بیوی کو بھی دے دے کہ وہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے تو ایسی صورت میں عورت بھی اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے، چونکہ نہ صرف اسلام، بلکہ تمام ادیان سماویہ میں طلاق دینا صرف اور صرف شوہر کے دائرہ اختیار میں آتا ہے، لہٰذا کسی ملک کے اربابِ اقتدار کا عورت کو یہ حق دینا صحیح نہیں۔ کسی حکومت کا عورت کو یہ اختیار دینے کے باوجود مسلمان عورت اپنے آپ یا اپنے شوہر کو طلاق دینے کی قطعاً مجاز نہیں، عورت کا اس اختیار کو استعمال کرکے طلاق دے کر دوسری جگہ نکاح کرنا،

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب في قول البحر......: ۴/۴۶۱

نکاح باطل اور حرام ہے، البتہ عورت کو کوئی یقینی شرعی عذر ہو تو وہ خلع کے ذریعے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے اور اگر شوہر خلع کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور واقعی بیوی پر ظلم کر کے اس کے شرعی حقوق کی بھی ادائیگی نہیں کرتا اور نہ ہی طلاق دیتا ہو تو ایسی صورت میں بیوی عدالت میں مقدمہ دائر کر سکتی ہے اور مسلم عدالت تحقیق کے بعد بیوی کا دعویٰ صحیح ثابت ہونے پر تنسیخ نکاح کی جوڈگری عورت کو دے، اُس سے عورت علیحدہ ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ حکومت کا عورت کو طلاق کا اختیار مطلقاً دینا قطعاً درست نہیں اور اس اختیار کی بنا پر عورت طلاق واقع نہیں کر سکتی۔

والدّليل على ذلك:

عن عطاء الخراساني :أن علياً وابن عباسؓ سئلا عن رجل تزوج امرأة، وشرطت عليه أن بيدها الفرقة، والجماع، وعليها الصداق، فقالا:عميت عن السنة، ووليت الأمر غيرأهله عليك الصداق، و بيدك الفراق، والجماع. (١)

ترجمہ:

حضرت عطاء خراسانیؒ سے روایت ہے کہ:''حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس عورت نے اس پر یہ شرط عائد کی کہ جدائی اور ہم بستری کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا اور مہر بھی عورت پر لازم ہوگا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ:''سنت طریقے سے اندھا ہو گیا (بہک گیا ہے) اور غیر اہل کو کام سونپ دیا، مہر دینا تجھ ہی پر لازم ہے اور جدائی وہم بستری کا اختیار بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے''۔

❁❁❁

شراب کے نشہ میں بیوی کو طلاق دینا

سوال نمبر(42):

میں نے رات کو شراب کے تین گلاس پیے اور اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تجھے والدین کے گھر ایک رات گزارنے کی اجازت دی تھی تو نے وہاں دو راتیں کیوں گزاریں؟ اور اسی نشے کی حالت میں، میں نے اس کو تین دفعہ کہا کہ:''تو مجھ پر طلاق ہے''لیکن مجھے یہ سارے الفاظ یاد نہیں۔ میری بیوی کہتی ہے کہ تو نے یہ الفاظ

(١)إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب أن النكاح لايفسد......:١١/٧٦

استعمال کیے ہیں، کیا ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے بعض احکامات ایسے ہیں جو کہ ہر حالت میں واقع ہوتے ہیں، جب تک انسان عاقل بالغ ہو، ان میں سے ایک طلاق بھی ہے۔ اگر چہ نشہ کی حالت میں عقل فتور کا شکار ہو جاتی ہے، لیکن پھر بھی زجراً اس کی طلاق واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوئی ہے، لہٰذا آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں، اب آپ اس کے ساتھ دوبارہ ازدواجی تعلقات صرف اسی صورت میں ہی قائم کر سکتے ہیں کہ وہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور جگہ نکاح کرلے اور نکاح کے بعد دوسرے خاوند سے ہم بستری ہونے کے بعد خدانخواستہ اس کو طلاق ہو جائے یا خاوند فوت ہو جائے تو ایسی صورت میں عدت گزارنے کے بعد آپ کا اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرھاً أو ھازلاً و سفیھاً أو سکران).(۱)

ترجمہ:

ہر عاقل، بالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے اگر چہ وہ غلام ہو یا اس پر زبردستی کی گئی ہو یا بیوقوف ہو یا مزاح کر رہا ہو یا نشہ کی حالت میں ہو۔

❁❁❁

اندھیرے میں ایک غیر متعین بیوی کو طلاق کی صورت

سوال نمبر(43):

میری دو بیویاں ہیں۔ ایک رات ہم تینوں کمرے میں سوئے ہوئے تھے، مجھے نیند میں شدید پیاس لگی تو میں نے اٹھ کر آواز دی کہ کوئی پانی پلا دے، ان میں سے ایک بیوی نے اٹھ کر مجھے خالی برتن تھما دیا جس کی وجہ سے مجھے سخت

(۱) تنویر الابصار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۴/ ۴۳۸۔۴۴۴

غصہ آیا اور میں نے اس کو تین طلاقیں دے دیں، لیکن اندھیرے میں یہ پہچان نہ ہو سکی کہ یہ کون سی بیوی ہے؟ جب صبح ہوئی تو ہر ایک رات کے اس واقعہ سے لاعلمی کا اظہار کرنے لگی، ایسی صورت میں کون سی بیوی پر طلاق واقع ہوئی ہے؟ سوچ بچار سے بھی کسی ایک کی تعیین نہیں ہو پا رہی۔

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اتنی بات تو یقینی ہے کہ آپ نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، لیکن نہ آپ کو یقینی طور پر وہ بیوی معلوم ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی حقیقت کا اظہار کرتی ہے تو ایسی صورت میں فی الحال آپ کے لیے دونوں بیویوں کے پاس جانا جائز نہیں۔ اس معاملہ میں تحری اور سوچ سے کام لینا جائز نہیں، جب تک کسی ایک بیوی کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ اسی کو طلاق دی گئی ہے، اس وقت تک ان دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کے بھی قریب جانا جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو طلق إحدیٰ نسائه الأربع ثلاثاً، ثم اشتبهت، وأنكرت كل واحدة أن تكون هي المطلقة، لايقرب واحدة منهن؛لأنه حرمت عليه إحداهن، ويجوز أن تكون كل واحدة. وقدقال أصحابنا: كل مالايباح عندالضرورة، لايجوز التحري فيه، والفروج من هذاالباب. (١)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص اپنی چار بیویوں میں سے ایک کو تین طلاق دے دے، پھر وہ (مطلقہ) مشتبہ ہو جائے اور ہر بیوی اس بات سے انکار کرے کہ اس کو طلاق دی گئی ہے تو یہ شخص ان میں سے کسی کے قریب نہیں جائے گا، کیونکہ ان میں سے ایک عورت اس پر حرام ہو چکی ہے اور وہ ان میں سے ہر ایک کا ہونا ممکن ہے۔ اور ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ ہر وہ کام جو ضرورت کے وقت مباح نہیں ہوتا، اس میں سوچ اور تحری کرنا جائز نہیں اور شرم گاہ اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔

❁❁❁

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/٣٦٤

ذہنی طور پر متاثر شخص کی طلاق کی ایک صورت

سوال نمبر (44):

ایک شخص بہت عرصہ سے چرس کا نشہ کرتا ہے۔ اب اس کی شادی ہوئی ہے، لیکن معمولی بات پر غصہ ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ماں باپ کو بھی مارتا ہے، کبھی بیوی کو مارتا ہے اور خود الماریوں سے ٹکر مار کر لہولہان ہو جاتا ہے، جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تجھے پتہ چلتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کبھی کسی کو گھر میں دیکھتا ہے تو ماں سے کہتا ہے کہ یہ تمہارا جاسوس ہے۔ باپ نے اپنی رقم سے اس کے لیے دکان کھولی تو اس کو آگ لگائی۔ ایک مرتبہ اپنی بیوی کو دو مرتبہ صرف ''طلاق، طلاق'' کا لفظ کہا۔ جس کا خود اقرار کرتا ہے کہ دو دفعہ زبان سے طلاق کا لفظ نکلا ہے۔ مذکورہ شخص تاحال علاقہ کے مشہور ماہر دماغی ڈاکٹر کے پاس زیر علاج ہے اور ڈاکٹر نے اس کے ذہنی مریض ہونے کی تصدیق بھی کی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے طلاق کے الفاظ کہنے سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی اصول کی روشنی میں نکاح اور طلاق کا تعلق ان اُمور سے ہے جن کے لیے بلوغ کے ساتھ ساتھ صحیح عقل کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے جو شخص ذہنی توازن کھو بیٹھا ہو اور یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ شخص مجنونوں میں شمار ہوتا ہے تو پھر اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص کی حرکات وسکنات میں غور وفکر کرنے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مذکورہ شخص کا ذہنی توازن درست نہیں ہے، اگرچہ ابتداءً چرس کے نشہ کی وجہ سے اس کا دماغ متاثر ہوا ہے اور جو شخص کوئی حرام نشہ کرے اور اس کی وجہ سے ذہنی توازن بگڑ جائے اور نشہ کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لیکن مذکورہ شخص کی یہ بیماری مستقل شکل اختیار کر چکی ہے اور ہمیشگی کے ساتھ ذہنی مرض میں مبتلا ہو چکا ہے، جب کہ دماغی امراض کے ماہر ڈاکٹر نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے اور باقاعدہ علاج بھی کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کے ظاہری حالات اور ماہر ڈاکٹر کی تصدیق کو بنیاد بنا کر اس شخص پر مجنون کا حکم لگایا جا سکتا ہے اور جب یہ شخص مجنونوں کے زمرہ میں شمار ہوگا، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی، لہٰذا اس شخص نے طلاق کے جو الفاظ بیوی کو مخاطب کر کے استعمال کیے ہیں، ان سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

ویقع طلاق کل زوج إذا کان عاقلاً بالغاً، ولا یقع طلاق الصبي، والمجنون، والنائم لقوله علیه السلام: کل طلاق جائز إلا طلاق الصبي، والمجنون؛ ولأن الأهلية بالعقل المميز، وهما عديما العقل. (۱)

ترجمہ:

اور ہر شوہر کی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب کہ وہ عاقل، بالغ ہو اور بچے اور دیوانے اور سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر طلاق نافذ ہے، مگر بچے اور دیوانے کی طلاق نافذ نہیں، اس لیے کہ اہلیت عقل ممیز سے ہے اور وہ دونوں عدیم العقل ہیں۔

❁❁❁

بیٹے کی جگہ باپ کا طلاق دینا

سوال نمبر (45):

ایک شخص کے باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح کروایا۔ دونوں زوجین ابھی چھوٹے تھے۔ بعد میں اختلافات کی بنا پر باپ نے بیٹے کی طرف سے لڑکی کو طلاق دی۔ آیا اس صورت میں باپ کی یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

باپ کی انتہائی شفقت اور محبت کی وجہ سے شریعت نے نابالغ بچوں کی شادی کرانے کا حق باپ کو دے رکھا ہے، لیکن طلاق کی صورت میں شریعت اس کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے طلاق دے۔ بلکہ اگر نابالغ بیٹے نے اس کو وکیل بنادیا تو ایسی صورت میں بھی باپ کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ نابالغ بچہ کسی کو اپنا وکیل نہیں بنا سکتا۔

صورتِ مسئولہ میں گھریلو اختلافات وتنازعات کی صورت میں اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق دی ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی، اگرچہ نابالغ بیٹے نے اس کو وکیل بنادیا ہو، لہٰذا وہ لڑکی اب بھی اس بچے کے نکاح میں رہے گی۔

---

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، فصل: ۲/ ۳۷۶، ۳۷۷

والدّليل على ذلك:

عَن عَمرِو بنِ شُعَيبٍ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ إِلَّا فِيمَا تَملِكُ وَلَا عِتقَ إِلَّا فِيمَا تَملِكُ وَلَا بَيعَ إِلَّا فِيمَا تَملِكُ. (۱)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طلاق درست نہیں مگر اُس کو جس کا تو مالک ہو (یعنی منکوحہ)، اور آزاد کرنا درست نہیں مگر اُس کو جس کا تو مالک ہو، اور بیچنا درست نہیں مگر اُس کا جس کا تو مالک ہو۔

فلایصح توکیل مجنون، وصبي لایعقل مطلقاً. (۱)

ترجمہ:

مجنون اور ناسمجھ چھوٹے بچے کا کسی کو وکیل بنانا مطلقاً صحیح نہیں۔

❁❁❁

طلاق کی تعداد میں زوجین کا اختلاف

سوال نمبر (46):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران غصہ میں آکر کہا: ''تجھے طلاق دیتا ہوں'' یہ لفظ اس نے دو مرتبہ کہا اور ساتھ ہی ایک عورت نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور تیسری بار کہنے سے رک گیا۔ اب عورت یہ کہتی ہے کہ خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں، حالانکہ شوہر تین طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، یہاں تک کہ قسم اٹھانے کے لیے بھی تیار ہے۔ کیا شرعاً اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص بیوی سے یوں کہے کہ ''تجھے طلاق دیتا ہوں'' یہ الفاظِ صریح ہیں۔ اس سے طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ جہاں تک تعدادِ طلاق میں اختلاف کا مسئلہ ہے تو اس میں شوہر کا قول معتبر ہوگا، البتہ اگر عورت زیادہ طلاق کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس گواہ موجود ہوں تو اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، کتاب الطّلاق، باب في الطلاق قبل النکاح ۲۹۸/۱

(۲) تنویرالأبصار مع الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الوکالة:۲۴۲/۸

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے غصہ میں بیوی کو یہ الفاظ دومرتبہ کہے ہیں تو اس سے دوطلاق رجعی واقع ہوگئی ہیں اور شوہر کو عدت کے دوران رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اب اگر شوہر دومرتبہ کہنے کا اقرار کرتا ہے اور تین مرتبہ کہنے سے انکاری ہے اور عورت تین مرتبہ کہنے کا دعوی کرتی ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کے لیے گواہ پیش کرنے ہوں گے، دومرد یا ایک مرد اور دوعورتیں۔ اگر گواہ پیش نہ کرسکی تو پھر شوہر کو قسم دی جائے گی۔ اگر وہ قسم اٹھائے تو دوطلاق ثابت ہوکر عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے، تاہم اگر اس عورت کو تین طلاق کا یقین ہو، لیکن وہ اس کو ثابت کرنے سے قاصر ہے تو ایسی حالت میں عورت حسبِ استطاعت شوہر کو اپنے نفس پر قادر ہونے کا موقع نہ دے۔ اور کسی طرح اُس سے علیحدگی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

والدّلیل علی ذلك:

الطلاق علی ضربین :صریح و کنایة. فالصریح :قوله أنت طالق، و مطلقة، و طلقتك، فهذا یقع به الطلاق الرجعي؛لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولاتستعمل في غیره. (۱)

ترجمہ: طلاق دوقسم پر ہے: صریح اور کنائی۔ پس شوہر کا یہ کہنا صریح ہے: تجھے طلاق ہے تو مطلقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ طلاق میں استعمال ہوتے ہیں اور غیر طلاق میں استعمال نہیں ہوتے۔

(و)نصابها (لغیرهامن الحقوق سواء کان) الحق (مالاً، أوغیره کنکاح وطلاق......) (رجلان أورجل وامرأتان.)(۲)

ترجمہ: اور اس (شہادت) کا نصاب دیگر حقوق کے لیے بھی، چاہے وہ حق مال ہو یا غیر مال، جیسے نکاح اور طلاق۔ ۔۔۔۔دوآدمی یا ایک آدمی اور دوعورتیں ہے۔

❁❁❁

---

(۱)الهدایة، کتاب الطلاق،باب إیقاع الطلاق:۲/۳۷۸

(۲)الدرالمختارعلی صدرردالمحتار، کتاب الشهادات:۱۱/۹۶،۹۷

عورت کا دعوائے طلاق

سوال نمبر(47):

ایک عورت یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ خاوند نے مجھے فون کیا اور کہا کہ: ''اگر تم فلاں جگہ نہیں پہنچی تو تم مجھ پر طلاق ہو'' اور یہ الفاظ اس نے تین دفعہ دہرائے اور فون بند کر دیا، جب کہ خاوند کہتا ہے کہ میرے الفاظ یہ ہیں کہ ''اگر تو فلاں جگہ نہیں پہنچی تو میں انسان کا بچہ نہیں ہوں گا'' اور میں نے بیوی کو طلاق نہیں دی ہے۔ اب اس صورت میں جب عورت وہاں نہیں پہنچی تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جب کہ عورت تین طلاق کا دعویٰ کر رہی ہے اور خاوند اس سے منکر ہے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب زوجین کے مابین طلاق میں اختلاف پایا جائے اور عورت طلاق کا دعویٰ کرے تو اس کے لیے دو گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے، اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور خاوند انکار کرے تو اس کو قسم دی جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں جب بیوی خاوند کے بارے میں طلاق کا دعویٰ کرتی ہے تو اگر عورت اپنے دعوائے طلاق پر دو گواہ پیش کر دے یا خاوند طلاق کا اقرار کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ اگر خاوند اس سے انکاری ہو اور بیوی کے پاس طلاق دینے کے گواہ بھی نہ ہوں تو صرف عورت کے دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور نہ اس کے کہنے سے طلاق واقع ہوتی ہے، لہٰذا جب خاوند قسم اٹھا کر ہر قسم کی تسلی کے لیے تیار ہو تو اس صورت میں بیوی کا نکاح قائم رہے گا اور عورت خاوند کی بیوی رہے گی۔ تاہم اگر اس عورت کو تین طلاق کا یقین ہو، لیکن وہ اس کو ثابت کرنے سے قاصر ہے تو ایسی حالت میں عورت حسبِ استطاعت شوہر کو اپنے نفس پر قادر ہونے کا موقع نہ دے اور کسی طرح اُس سے علیحدگی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

والدّلیل علی ذلك:

وإن اختلفا في وجود الشرط، فالقول له إلا إذا برهنت.(١)

ترجمہ: اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔

---

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث: ٤٢٢/١

عورت کا دعوائے طلاق کے باوجود ازدواجی تعلقات برقرار رکھنا

سوال نمبر (48):

اگر ایک عورت بغیر کسی گواہ کے یہ دعوی کرے کہ مجھے کچھ عرصہ، یعنی سال، دو سال پہلے خاوند نے تین طلاق دی ہے، جب کہ اس عرصہ کے دوران گھریلو معاملات بالکل درست رہے اور اس سے میری اولاد بھی ہوئی ہے جب کہ شوہر اس سے انکاری ہے تو شریعت کی روشنی میں اس دعویٰ کی حیثیت کیا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب عورت یہ کہے کہ مجھے میرے خاوند نے طلاق دی ہے تو یہ ایک دعوی ہے اور مدعی کا دعوی تب ثابت ہوتا ہے، جب وہ دو گواہ پیش کرلے یا مدعی علیہ اقرار کرلے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت اپنے دعوی پر دو گواہ پیش کردے یا اس کا خاوند طلاق کا اقرار کرلے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ واقع نہیں ہوگی۔ لیکن اگر بیوی کو یقین ہو کہ شوہر نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں مگر وہ ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہو تو خاوند کو حتی الوسع اپنے نزدیک ہونے کا موقع نہ دے، بلکہ ہر ممکن طریقے سے شوہر سے جان چھڑانے کی کوشش کرے۔ پہلے اُسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔ اگر اس سے شوہر نہ مانے تو مہر یا کچھ رقم دے کر۔ اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو ماں باپ کے گھر بیٹھ جائے۔ اور اگر کسی طرح بھی جان چھڑا نہ سکے تو پھر وہ عنداللہ معذور ہوگی۔ سارا گناہ شوہر پر ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

وكذلك إن سمعت أنه طلقها ثلاثا وجحد الزوج ذلك وحلف فردها عليه القاضي لم يسعها المقام معه وينبغي لها أن تفتدي بمالها أو تهرب منه. (۱)

ترجمہ: اِسی طرح اگر عورت نے یہ سنا ہو کہ شوہر نے اُسے تین طلاقیں دی ہیں اور شوہر اس کا انکار کرے، اور اس پر قسم کھائے جس کی بنیاد پر قاضی عورت کو شوہر کے پاس لوٹا دے۔ تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ اُس کے ساتھ ٹھہرے۔ اُسے چاہیے کہ اُسے کچھ مال دے کر اپنے آپ کو چھڑائے یا پھر اُس سے بھاگ جائے۔

وقال الأوزجندي ترفع الأمر للقاضي، فإن حلف ولا بيّنة فالإثم عليه. (۲)

ترجمہ: اوزجندی کہتے ہیں کہ قاضی کے پاس معاملہ لے جائے۔ اگر شوہر قسم کھائے اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو گناہ شوہر پر ہوگا۔

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الفصل السابع ۳۸۳/۱

(۲) ردالمحتار، كتاب الطلاق، ۵۵/۵، ۵۶

دعوائے طلاق میں ناقص گواہ

سوال نمبر (49):

ایک شخص معمولی تکرار پر اپنی بیوی کو بار بار طلاق دیتا ہے، جب عورت اپنے بھائیوں سے کہتی ہے تو شوہر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، لیکن جب بیوی کو واپس گھر لے جاتا ہے تو پھر طلاق دیتا ہے اور ساتھ ہی موت کی دھمکیاں بھی دیتا ہے۔ اس عورت کے پاس سوائے ایک عورت کے اور کوئی گواہ نہیں اور وہ بھی عدالت جانے کے لیے تیار نہیں، بلکہ کہتی ہے کہ میں یہاں شہادت دوں گی۔ تو اس صورت میں بیوی کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کہیں میاں بیوی کا آپس میں اختلاف ہو جائے بایں طور کہ عورت کہتی ہے کہ شوہر نے مجھے طلاق دی ہے اور شوہر انکاری ہو تو اس صورت میں عورت گواہ (دومرد یا ایک مرد اور دو عورتیں) پیش کرے گی، جو یہ گواہی دیں کہ واقعی شوہر نے عورت کو طلاق دی ہے، ایسی صورت میں پھر شوہر کے انکار کو اعتبار نہیں دیا جائے گا، لیکن اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا، بشرطیکہ وہ قسم اٹھائے، تاہم اگر عورت اپنے دعوی میں صادق ہو، لیکن اس کے پاس شرعی گواہ نہ ہوں اور شوہر نے جھوٹی قسم اٹھائی ہو تو شوہر کو چاہیے کہ جھوٹ سے باز آکر توبہ کرے، تاکہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو اور اس صورت میں حقیقتِ حال چونکہ عورت کو معلوم ہے کہ واقعی شوہر نے طلاق دی ہے، اس لیے وہ شوہر کو حتی الوسع اپنے آپ پر قدرت نہ دے، اور کسی طرح اُس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، البتہ اگر شوہر زبردستی کرتا ہو تو سارا گناہ اور وبال شوہر کے ذمہ ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن اختلفا في الشرط، فالقول قول الزوج إلاأن تقيم المرأة البينة؛لأنه متمسك بالأصل وهو عدم الشرط؛ولأنه منكر وقوع الطلاق، وزوال الملك، والمرأة تدعيه.(١)

ترجمہ:اگر دونوں شرط کے وقوع میں اختلاف کریں تو خاوند کا قول معتبر ہے، مگر یہ کہ عورت گواہ قائم کردے، کیونکہ شوہر اصل سے دلیل پیش کرنے والا ہے جو عدمِ شرط ہے اور اس لیے کہ شوہر وقوعِ طلاق اور زوالِ ملک کا منکر ہے اور خاتون ملک کے زوال کا دعوی کرتی ہے۔

---

(١)الهداية، كتاب الطلاق،باب الأيمان في الطلاق:٢/٣٩٩

باب الطلاق الصریح

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف:

پہلے گزر چکا ہے کہ طلاق کے وقوع کے لیے الفاظِ طلاق پر تلفظ اور تکلم ضروری ہے، لہٰذا تلفظ اور تکلم کے بغیر طلاق واقع نہ ہوگی۔ پھر لفظ اور تعبیر کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: صریحی اور کنائی۔ کنائی کی بحث باب الکنایات میں آئے گی، مذکورہ باب میں صرف طلاقِ صریحی کے الفاظ کا تذکرہ کیا جائے گا۔

صریح کا لغوی معنی:

صریح لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو خالص ہو، جس کے ساتھ کسی اور شے کا تعلق نہ ہو اور وہ کسی تفسیر اور تاویل کا محتاج نہ ہو۔ اس کا ایک اور معنی اظہار بھی ہے۔(۱)

اصطلاحی معنی:

فقہا کی اصطلاح میں صریح سے مراد وہ الفاظ ہیں، جو طلاق ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

"صریحه مالم یستعمل إلاّ فیه".

بعض فقہا نے صریح کی تعریف یہ کی ہے:

"ما یثبت حکمه الشرعي بلانیة".

صریح وہ لفظ ہے، جس کا حکم شرعی نیت کے بغیر ہی ثابت ہو جائے۔(۲)

طلاقِ صریح کے الفاظ:

حنفیہ کے ہاں طلاق اور طلاق سے مشتق الفاظ صریح سمجھے جاتے ہیں، جیسے تجھے طلاق ہے، تو طلاق ہے، تو مطلقہ ہے، تو طالقہ ہے، میں آپ کو طلاق دیتا ہوں وغیرہ کے الفاظ ہمارے عرف میں طلاقِ صریحی کے الفاظ ہیں۔(۳)

---

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۴۳۷/۳

(۲) البحر الرائق حوالہ بالا، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴۵۷/۴

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴۵۸،۴۵۷/۴

اسی طرح حنفیہ کے ہاں مصحفہ، یعنی وہ الفاظ جن پر تلفظ کرتے وقت ان کی ہیئت بدل گئی ہو (جیسے، طلاغ، تلاغ طلاک، تلاک، تلاق یا ''ط ل ق'') لیکن عرف میں لوگ اس کو طلاق کے لیے ہی بولتے ہوں تو ان الفاظِ مصحفہ سے بھی طلاق واقع ہوگی اور یہ بھی طلاقِ صریحی کے الفاظ سمجھے جائیں گے۔

علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے طلاق واقع ہونے میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں، بلکہ ان الفاظ میں دوسرے صریح الفاظ کی طرح بلانیت ہی طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں ان الفاظ سے محض اپنی بیوی کو ڈرا رہا تھا اور میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو قضاءً اُس کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی، البتہ اگر طلاق دینے سے پہلے اس نے کسی کو اس بات پر گواہ بنایا تھا کہ میں اپنی بیوی کو سدھارنے کے لیے ان الفاظ سے ڈرانا چاہتا ہوں اور طلاق نہیں دینا چاہتا تو اس صورت میں ''الفاظ مصحفہ'' سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔(١)

صریح الفاظ کا حکم:

حنفیہ کے ہاں طلاقِ صریحی کے تین احکام ہیں جن میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(١) پہلا حکم......: طلاقِ صریحی سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اگرچہ شوہر نے ان الفاظ سے طلاقِ بائن کی نیت کی ہو، تاہم یہ حکم تب ہے، جب صریح الفاظ کسی دوسرے عارض سے خالی ہوں۔ اگر کوئی دوسرا عارض موجود ہو تو اس وقت اس صریح لفظ سے بھی طلاقِ بائن واقع ہوگی۔ گویا طلاقِ صریحی کی دو قسمیں ہیں۔

(١) صریحی رجعی (٢) صریحی بائن

(١)......: صریحی رجعی وہ طلاق ہے جو مدخول بہا عورت کو دی جائے بشرطیکہ کوئی ایسا عارض موجود نہ ہو جو بائن واقع ہونے کا تقاضا کرے۔

(٢)......: صریحی بائن وہ صریح طلاق ہے جو عورت کو دی جائے لیکن کوئی ایسا عارض ہو جو اس بائن واقع ہونے کا متقاضی ہو مثلاً جس عورت کو طلاق کے صریح الفاظ کہے ہوں وہ غیر مدخول بہا ہو یا اس کو اس طلاقِ صریحی سے پہلے طلاقِ بائن دی ہو یا صریح لفظ کے ساتھ ثلاث کا لفظ ذکر کیا جائے یا اشارے اور کتابت سے تین کا عدد ظاہر کردے یا کوئی ایسا وصف اس کے ساتھ ذکر کرے جو اس کے معنی میں سختی اور بینونت پیدا کردے۔(٢)

---

(١) ردالمختار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ٤/٤٥٩، ٤٦٠، البحرالرئق، کتاب الطلاق: ٣/٤٣٧-٤٣٩

(٢) البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق ٣/٤٤٥، ٤٤٦، الدرالمختار مع ردالمختار کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب الصریح نوعان رجعي وبائن: ٤/٤٦٠، ٤٦١

طلاقِ صریح رجعی کا حکم:

طلاقِ صریح رجعی کا پہلا حکم یہ ہے کہ: اس میں شوہر کو عدت کے اندر اندر اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، یعنی طلاقِ رجعی سے جماع اور دواعیٔ جماع حرام نہیں ہوتے، بلکہ یہ افعال دوبارہ رجوع کے لیے دلیل سمجھے جاتے ہیں اور اگر رجوع کیے بغیر بیوی کی عدت ختم ہو جائے تو طلاقِ بائن بن جاتی ہے، البتہ طرفین کی رضامندی سے صرف تجدیدِ نکاح کر لینے سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں۔(۱)

حنفیہ کے ہاں رجوع قول سے بھی ہوسکتا ہے، مثلاً: یہ کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کرلیا (سنت یہ ہے کہ قول کے ذریعے رجوع کیا جائے اور اس پر گواہ بنادیے جائیں) یا تو میری بیوی ہے یا تو میرے ساتھ ہی رہو وغیرہ کے الفاظ سے رجوع کرنا سنت ہے۔ فعل یعنی وطی، بوس وکنار وغیرہ سے بھی رجوع کرنا درست ہے۔(۲)

(۲) دوسرا حکم......: حنفیہ کے ہاں طلاقِ صریح رجعی سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، دو یا تین کی نیت کرنا طلاقِ صریح رجعی میں درست نہیں۔(۳)

(۳) تیسرا حکم......: فقہائے کرام کے ہاں بالا جماع طلاقِ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں، بلکہ بلا نیت بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جس لفظ میں طلاق کے علاوہ کسی دوسرے معنی کا احتمال ہی نہ ہو، اُس سے طلاق واقع ہونے میں نیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ دیانۃً وقضاءً دونوں اعتبار سے طلاق کے وقوع کے لیے ضروری ہے کہ طلاق کی نسبت عورت کی طرف ہو اور خارجی قرائن کی بنا پر کسی دوسرے معنی کا یقین نہ ہو، بلکہ اس سے انشائے طلاق ہی مقصود ہو۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام کے ہاں طلاق صریح الفاظ بولنے کے باوجود بعض صورتیں ایسی ہیں، جہاں پر مذکورہ شرط کی عدم موجودگی کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، مثلاً: بیوی کے ساتھ تعلیم وتعلم کرتے وقت یا کسی کی حکایت نقل کرتے وقت ''انت طالق'' وغیرہ کے الفاظ کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اسی طرح کسی کے ساتھ تلبیس اور دھوکہ دہی میں اس سے الفاظ طلاق کہلوانے سے (بشرطیکہ وہ ان الفاظ کے معانی اور اثرات سے ناواقف ہو) بھی طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ مذکورہ صورتوں میں وہ اپنی بیوی کی طرف طلاق کی نسبت نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی اس کی مراد انشائے عقد ہے۔

ان صورتوں کے علاوہ دوسری جتنی بھی صورتیں ہیں، وہاں اگر شوہر یہ کہہ دے کہ اِن الفاظ سے میرا مقصد

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة فصل في تحل به المطلقه: ۱/۴۷۲،۴۷۳

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۶۸،۴۶۹

(۳) البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۴۶

طلاق نہیں تھا تو قضاءً اُس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور قاضی ومفتی اس کے الفاظ کو دیکھ کر طلاق کا فیصلہ دیں گے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ عورت بھی قاضی کی طرح ہے، اگر وہ طلاق کے الفاظ خود سن لے یا کوئی عادل شخص اس کو خبر دے تو طلاقِ بائن کی صورت میں وہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت دینے سے منع کرے۔ اگر شوہر پھر بھی اس سے دست درازی کرتا ہے تو وہ مال دے کر خود کو چھڑا لے یا کوئی باعزت طریقہ اختیار کرے۔(۱)

عرف کی وجہ سے کنائی الفاظ کا صریح بننا:

طلاق کے الفاظ چونکہ ہر عرف میں طلاق کے لیے متعین ہیں، اس لیے طلاق کے الفاظ کے علاوہ بقیہ الفاظ میں عرف کو بھی مدِ نظر رکھا جائے گا۔ اگر کوئی لفظ طلاق کے لیے کنائی ہو، لیکن کسی خاص عرف میں اس کا استعمال طلاق کے لیے اس کثرت سے ہونے لگے کہ اس لفظ سے طلاق ہی کی طرف ذہن جاتا ہو تو اس کو لفظِ صریح کا درجہ حاصل ہوگا، لہٰذا اگر شوہر یہ کہے کہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ لفظِ حرام اگرچہ طلاق کے لیے لفظِ کنائی ہے، لیکن طلاق کے لیے کثرتِ استعمال کی وجہ سے فقہانے اس سے بلانیت طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

البتہ اس سے طلاقِ بائن واقع ہوگی یا رجعی تو اس بارے میں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگرچہ لفظِ حرام سے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے، اس لیے کہ صریح الفاظ سے بھی کبھی طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے۔ (صریح بائن کی صورت میں) لیکن اس سے طلاقِ بائن واقع ہونے میں کچھ بحث ہے۔(۲)

گویا علامہ شامیؒ اس موقف سے مکمل طور پر مطمئن نہیں، اس لیے باب الکنایات میں آگے جا کر اُنہوں نے طلاقِ رجعی واقع ہونے پر کافی دلائل بھی دیے ہیں۔ تاہم بحث کے آخر میں لفظِ حرام سے بائن واقع ہونے کے قول کی توجیہ اور دلیل بیان کی ہے۔(۳)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب في قول البحر أن الصریح یحتاج في وقوعه دیانةً إلی النیة :٤/٤٦١_٤٦٣

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح:٤/٤٦٤

(۳) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات:٤/٥٢٩_٥٣١

علامہ حصکفیؒ کی رائے:

علامہ حصکفیؒ نے غلبہ عرف کی وجہ سے اس پر طلاقِ بائن کا حکم لگا دیا ہے، اگرچہ طلاق کی نیت بھی نہ ہو:

"قال لأمرأته أنتِ عليّ حرام......ويفتىٰ بأنه طلاق بائن وإن لم ينوه لغلبة العرف".(١)

کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''تو مجھ پر حرام ہے''۔۔۔۔تو عرف کے غلبہ کی وجہ سے فتویٰ دیا جائے گا کہ یہ طلاقِ بائن ہے، اگرچہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔

راجح قول:

چونکہ متون کی عبارت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور اکثر متون میں اس کا قول طلاق بائن کا ہے، اس لیے احتیاط بھی اسی میں ہے کہ اس سے بلانیت طلاقِ بائن واقع ہو جائے اور میاں بیوی نکاحِ جدید اور عقدِ جدید کے ذریعے دوبارہ رجوع کرلیں۔

لفظ"اعتدی، استبرء ی رحمك اور أنتِ واحدة"کا حکم:

مذکورہ تین الفاظ (تو عدت گزارے، تو اپنا رحم پاک کر، تو ایک ہے) اگرچہ کنائی الفاظ ہیں، لیکن ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی، بشرط یہ کہ طلاق کی نیت کی ہو یا دلالتِ حال (غضب وغصہ اور مذاکرہ طلاق) سے طلاق کی نیت معلوم ہو۔(٢)

❁❁❁❁❁

---

(١) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مطلب في قولهم "أنتِ عليّ حرامٌ": ٥/٧٤-٧٦

(٢) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٤/٥٣٤

مسائل الطلاق الصریح

غصہ میں تین بار کہنا ''تجھے طلاق دیتا ہوں''

سوال نمبر(50):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بغیر نیت کے غصہ کی حالت میں دو دفعہ کہا کہ: ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' کچھ عرصہ بعد بیوی کو یہی مذکورہ الفاظ دوبارہ کہے۔ یہ شخص مذکورہ خاتون کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے یا اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہوگئی ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کا وقوع جن الفاظ سے ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کے الفاظ ''الفاظِ صریحی'' ہیں۔ صریحی کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال طلاق ہی کے معنی میں ہوتا ہو اور ان صریحی الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم کے الفاظ ''الفاظِ کنائی'' ہیں جو کہ طلاق کے معنی کے علاوہ دیگر معنی میں بھی مستعمل ہوتے ہوں، لیکن مذکورہ الفاظ ''تجھے طلاق دیتا ہوں'' طلاق کے معنی میں صریح ہیں۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں دو دفعہ الفاظِ مذکورہ کہنے سے بیوی کو دو طلاق واقع ہوئی ہیں، اور کچھ عرصہ بعد تیسری مرتبہ یہ الفاظ کہنے سے تیسری طلاق واقع ہو کر یہ عورت مطلقہ مغلظہ ہوگئی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(صریحہ مالم یستعمل إلافیه) ولو بالفارسية. قال ابن عابدين: فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق فهو صريح يقع بلانية. (١)

ترجمہ: صریحی الفاظ وہ ہیں جو صرف طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں، اگرچہ فارسی میں ہوں۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو صرف طلاق کے لیے استعمال ہوں تو ان سے بلانیت طلاق واقع ہو جاتی ہے''۔

(ويقع بها) أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح. قال ابن عابدين: أي مثل ما سيذكره من نحو: كوني طالقا، وأطلقي ويامطلقة بالتشديد، وكذا المضارع إذا غلب في الحال مثل أطلقك. (٢)

---

(١) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ٤/٤٥٧

(٢) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ٤/٤٥٨

ترجمہ: اوران الفاظ اوران کے ہم معنی صریحی الفاظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ہم معنی صریحی الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو عنقریب مصنف ذکر کریں گے جیسے: تو مطلقہ ہو جاؤ،اے مطلقہ اوراسی طرح وہ مضارع کے الفاظ جن کا اکثر استعمال حال کے لیے ہو، جیسے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔

❁❁❁

تو مجھ پر طلاق ہے

سوال نمبر(51):

ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میرے لیے صبح دفتر جانے کے لیے نئے کپڑے استری کردو۔ بیوی نے سستی کی وجہ سے کپڑے تیار نہیں کیے،جس کی وجہ سے خاوند نے غصہ ہوکر بیوی کے ساتھ تکرار کرتے ہوئے کہا: ''تو مجھ پر طلاق ہے'' ایسی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند بیوی کو مخاطب کر کے طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی،لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے عورت سے یوں کہا ہو کہ: ''تو مجھ پر طلاق ہے'' تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے،شوہر کو عدت کے گزرنے سے پہلے رجوع کا حق حاصل ہے۔ دوبارہ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں،تاہم عدت گزرنے کے بعد باہمی رضامندی سے تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وعلى هذا لو قال أنت طلاق يقع الطلاق به أيضا،ولا يحتاج فيه إلى النية، ويكون رجعيا لما بينا أنه صريح الطلاق لغلبة الاستعمال فيه. (١)

ترجمہ: اسی بنیاد پر اگر تو طلاق ہے کہا تو اس کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس میں نیت کا محتاج نہیں ہوگا اور طلاقِ رجعی ہوگی،اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ (طلاق کے معنی میں) اکثر استعمال کی وجہ سے یہ صریح طلاق ہے۔

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ٢/ ٣٧٩

بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق کہنا

سوال نمبر (52):

ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا۔ لڑائی کے دوران اس کی بیوی نے کہا کہ: ''مجھے فارغ کرو''۔ اس نے جواب میں کہا کہ: ''طلاق، طلاق، طلاق، طلاق'' اس وقت نہ طلاق کا ارادہ تھا اور نہ اس نے بیوی کا نام پکارا تھا اور نہ ہی خاوند کو معلوم تھا کہ اتنی دفعہ کہنے سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ کیا ایسے حالات میں طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق ہر حالت میں واقع ہو جاتی ہے، چاہے کوئی شخص برضا و رغبت دے یا غصہ کی حالت میں، ہر صورت میں وقوع کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں عورت کے مطالبہ پر خاوند کا جواب میں: ''طلاق، طلاق، طلاق، طلاق'' کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذاقال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق،ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً.(۱)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے: ''تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

بیوی کو ''طلاقہ دی وی'' تین بار کہنا

سوال نمبر (53):

ایک شخص بھائیوں اور سسر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ گھریلو معاملات میں کسی معاملہ پر بات بڑھ گئی یہاں تک کہ

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۵

سسرے الجھ گئے اور سسر نے غصہ میں کہا کہ اگر میری بیٹی کو نہیں رکھ سکتے تو طلاق دے دو اور چھوڑ دو، خاوند بھی غصہ میں تھا اور بھائیوں نے بھی کہا کہ طلاق دے دو تو اس نے تین دفعہ کہا: ''طلاقہ دی وی''۔ کیا خاوند ان الفاظ کے کہنے کے بعد بیوی کو دوبارہ رکھ سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

انتہائی ضرورت کی بنا پر اگرچہ خاوند کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے، لیکن پھر بھی طلاق دینے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے اور شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بوقتِ ضرورت ایک طلاق دینی چاہیے، تاکہ ندامت کے وقت پھر رجوع ممکن ہو۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کا سسر کے ان الفاظ کہ: ''اگر میری بیٹی کو نہیں رکھ سکتے تو طلاق دے دو اور چھوڑ دو'' کے جواب میں تین دفعہ ''طلاقہ دی وی'' (طلاق ہو) کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ ہو چکی ہے اور خاوند کے نکاح سے مکمل طور پر آزاد ہوگئی ہے، لہٰذا جب تک وہ عدت کے بعد کسی دوسرے کے نکاح میں نہ آئے اور اس سے ہمبستری کے بعد طلاق لے کر دوبارہ عدت نہ گزارے، تب تک پہلے شوہر کے لیے عورت حلال نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

(والبدعی ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولى...... وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (١)

ترجمہ: اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاقِ بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے...... جمہور صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

❁❁❁

''تو مجھ پر طلاق ہے'' تین بار سے زیادہ کہنا

سوال نمبر (54):

ایک شخص کی بیوی کے ساتھ ہر وقت لڑائی اور بحث و مباحثہ رہتا ہے جس کی وجہ سے شوہر نے بیوی کو ایک

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ٤/٤٣٤

سال میں تین دفعہ سے زائد ''تو مجھ پر طلاق ہے'' کہا ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہونے کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کے صریح الفاظ کہے تو یہ طلاق ہر حال میں واقع ہو جاتی ہے، چاہے اس نے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے بیوی سے یوں کہا ہو کہ: ''تو مجھ پر طلاق ہے'' تو اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے۔ اگر تین یا تین سے زائد مرتبہ اس طرح کہا ہو اور ہر بار کہنے سے نئی طلاق مراد لی ہو تو اس کی بیوی کو طلاقِ مغلظ واقع ہو کر شوہر کے لیے حرام ہو چکی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق، ولم یعلقه بالشرط إن کانت مدخولة طلقت ثلاثاً.(١)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے: ''تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق کہنا

سوال نمبر (55):

ایک آدمی نے گھر میں بیوی سے لڑائی کی اور اس کو مارا پیٹا۔ اس کے بعد بھائی نے اسے باہر نکالا تو بھائی سے کہا کہ میں اس کو طلاق دوں گا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب وہ گھر آیا تو بیوی کو کہا ''طلاق دیتا ہوں اور پھر کہا طلاق طلاق، طلاق''۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إیقاع الطلاق: ١/٣٥٥

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

جب صریح الفاظ کے ساتھ کوئی آدمی بیوی کو طلاق دے دے تو بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے واقعی طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے اور بیوی کو کہا ہے ''طلاق دیتا ہوں طلاق، طلاق، طلاق'' تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر اس کے نکاح سے نکل چکی ہے۔اب اس سے کسی قسم کا تعلق باقی رکھنا شرعاً جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذاقال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق،ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً.(١)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے ''تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

''تو مجھ پر طلاق ہے'' الفاظ کہنے کا حکم

سوال نمبر(56):

ایک شخص کی بیوی نے خاوند کے لیے انڈے ابالے، جب وہ شوہر کے پاس انڈے لا رہی تھی تو اس وقت ایک بچہ بھی موجود تھا اور انڈے بیوی کے ہاتھ میں تھے، جب خاوند نے یہ دیکھا تو بیوی سے کہا کہ ''تمہارا مقصد یہ تھا کہ یہ انڈے بچہ دیکھ کر کھالے، لہٰذا تو مجھ پر طلاق ہے'' جب کہ بیوی اس سے انکار کر رہی ہے کہ میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا۔ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق کے الفاظ کہتا ہے تو اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، چاہے برضا ورغبت طلاق دے یا

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٥٥

بغیر نیتِ طلاق کے یا غصہ کی حالت میں تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند نے جوالفاظ استعمال کیے ہیں اِن میں تعلیق کا معنی نہیں پایا جاتا اِس لیے چاہے عورت کا مقصد بچے کو انڈہ دکھانا ہو یا نہ ہو بہر حال ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے، خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنے کا اختیار ہے، البتہ عدت گزرنے کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہوگا اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلك:

الطلاق الصريح:وهو كانت طالق، ومطلقة، وطلقتك، وتقع واحدة رجعية وإن نوى الأكثر.(۱)

ترجمہ: طلاقِ صریح یہ ہے کہ طالق، مطلقہ اور طلقتك وغیرہ الفاظ کے ساتھ ہو۔ان سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی، اگرچہ زیادہ کی نیت کرے۔

متعدد جملوں سے طلاق دینا

سوال نمبر(57):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج سے سنو"میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" اور آج سے تم میری ماں، بہن اور خالہ ہو، آج سے تیرا میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے، میری طرف سے تم آزاد ہو، میری طرف سے تم آزاد ہو، میرا تیرا آج سے کوئی رشتہ نہیں' ان الفاظ کے کہنے سے خاوند کی نیت طلاق کی تھی، اب ان الفاظ کا شرعی حکم کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صریح طلاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، طلاقِ صریح بلا نیت وارادہ واقع ہوجاتی ہے، جب کہ طلاقِ کنائی میں نیت معتبر ہوتی ہے، ان دونوں میں قاعدہ ہے کہ طلاقِ بائن کے بعد طلاقِ صریح اور صریحی کے بعد صریحی اور بائن واقع ہوں گی، لیکن بائن کے بعد بائن واقع نہ ہوگی۔

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۵٤

پس صورتِ مسئولہ میں کل چھ طلاقیں مذکور ہیں، ان میں سے بعض کنائی ہیں اور بعض صریح ہیں:

(۱) میں تمہیں طلاق دیتا ہوں صریح ہے۔

(۲) آج سے تم میری ماں، بہن اور خالہ ہو، نیت یا عرف کی صورت میں بائن طلاق شمار ہوگی۔

(۳) آج سے تیرا میرا کوئی تعلق نہیں، نیت کی صورت میں طلاقِ بائن شمار ہوگی۔

(۴) میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے طلاقِ صریحی ہے۔

(۵) میری طرف سے تم آزاد ہو، طلاقِ صریحی ہے۔

(۶) میرا تیرا آج سے کوئی رشتہ نہیں، اس میں بھی اگر نیت ہو تو طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

مذکورہ بالا قاعدے کی بنیاد پر پہلی طلاقِ رجعی ہوگی، دوسری طلاق بشرطِ نیت بائن ہوگی، تیسری طلاق بائن ہے جو لحق نہ ہونے کی وجہ سے لغو ہو جائے گی۔ چوتھی طلاقِ صریحی ہے اس کے ساتھ تین طلاقیں پوری ہو جائیں گی اور اگر ماحول طلاق کا ہو تو کنائی بھی صریحی شمار ہوگی، لہٰذا خاوند کے بیان کے مطابق کہ اس کی نیت طلاق کی تھی تو ایسی صورت میں تین طلاق کا وقوع ثابت ہو کر بیوی طلاق مغلظ کے ساتھ مطلقہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

لم يبق بيني وبينك عمل ونوى يقع...... ولو قال لها اذهبي أي طريق شئت، لايقع بدون النية. (۱)

ترجمہ: (مرد نے کہا) میرے اور تمہارے درمیان کوئی تعلق باقی نہیں رہا اور اس میں طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی۔۔۔ اور اگر عورت سے کہا: ''جس راستے پر جانا چاہو، اس پر چلی جاؤ'' تو بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی۔

فإذا قال "رها كردم" أي سرحتك يقع به الرجعي. (۲)

ترجمہ: پس جب کہے سرحتك یعنی میں نے رہا کر دیا تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہو جاتی ہے۔

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي برا، أو ظهارا أو طلاق صحت نيته)...... لأنه كناية. (۳)

ترجمہ: اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی بزرگی یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۷۶

(۲) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۴/۵۳۰

(۳) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار: ۵/۱۳۱

(الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن) کما لو قال لہا أنت بائن، أو خالعہا علی مال ...... وإذا لحق الصریح البائن کان بائنا؛لأن البینونة السابقة علیه تمنع الرجعة. (١)

ترجمہ: صریح صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملحق ہوتی ہے، جیسا کہ اگر کہے تو بائنہ ہے یا اس سے مال پر خلع کرلے۔۔۔۔۔اور جب صریح بائن کے ساتھ ملے تو وہ بھی بائن ہوگی، کیونکہ سابقہ بینونت کی وجہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے۔

❁❁❁

بیوی پر جنات ہوں اور اس کو طلاق دے دی جائے

سوال نمبر (58):

میری شادی کو پچیس سال ہو چکے ہیں اور میرے دس بچے ہیں، کل میری بیوی پر حسب معمول جنات آئے اور مجھے کہا کہ: ''ہم کو آزاد کردو'' میں نے جواب میں کہا کہ: ''میں تم جنات کو طلاق دیتا ہوں، نہ کہ زرسانگہ بنت فلاں کو'' اس نے کہا: ''میں وہی زرسانگہ بنت فلاں ہوں، طلاق دو'' میں نے ڈر کے مارے کہا کہ اسے بھی طلاق ہے، اس وقت میرے دل میں جنات ہی کا خیال تھا، کیا میری بیوی کو طلاق ہوئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی شخص طلاق کے الفاظ کی اضافت بیوی کی طرف کرے، خواہ یہ اضافت لفظاً ہو یا معناً تو طلاق واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں آپ کا یہ کہنا تو لغو ہے کہ میں تم جنات کو طلاق دیتا ہوں، نہ کہ زرسانگہ بنت فلاں کو، البتہ جب اس نے کہا کہ میں وہی زرسانگہ بنت فلاں ہوں اور آپ نے بیوی کا نام سن کر کہا کہ اسے بھی طلاق ہے تو آپ کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی، اب یہ کہنا کہ میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہیں تھی، بے معنی ہے، چونکہ ایک طلاق دی گئی ہے، لہٰذا عدت کے اندر آپ کو تجدیدِ نکاح کے بغیر رجوع کا حق حاصل ہے اور آئندہ کے لیے آپ کے پاس دو طلاق کا اختیار باقی رہے گا۔

---

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب:الصریح یلحق الصریح والبائن: ٤/ ٥٤٠

والدّلیل علی ذلك:

(وإذاأضاف الطلاق إليها) كأنت طالق قال العلامة ابن عابدينؒ:قوله :(كأنت طالق)وكذالوأتى بالضمير الغائب، أواسم الإشارة العائد إليها،أوباسمها العلمي، ونحوذلك. ......(وقع).(١)

ترجمہ: جب شوہر طلاق کی نسبت بیوی کی طرف کرے جیسے کہے کہ تجھے طلاق ہے۔۔۔۔۔علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: ''تجھے طلاق ہے'' کی طرح اگر شوہر غائب کی ضمیر یا ایسا اسم اشارہ ذکر کرے جو بیوی کی طرف عائد ہو یا اس کا نام ذکر کرے (تو طلاق واقع ہو جائے گی)۔

❁❁❁

غیر مدخول بہا کو خلوتِ صحیحہ کے بعد تین متفرق طلاق دینا

سوال نمبر (59):

میرا نکاح ایک عورت سے ہوا ہے،لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی۔ہم دونوں نکاح کے بعد کئی مرتبہ تنہائی میں گھنٹوں تک بیٹھتے رہے ہیں،بعض دفعہ میں نے ہم بستری بھی کرنی چاہی،لیکن اس کے انکار کی وجہ سے نوبت نہیں آئی، پچھلے دنوں میں نے غلطی سے اس کو کہا کہ: ''تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے'' کیا اس پر ایک طلاق واقع ہوئی ہے یا تینوں واقع ہو چکی ہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح ہو جانے کے بعد بیوی سے ایسی جگہ تنہائی میں ملاقات ہونا، جہاں اس کے ساتھ ہم بستری کرنے سے کوئی حسی یا شرعی امر مانع نہ ہو،خلوتِ صحیحہ کہلاتا ہے،اگر خلوتِ صحیحہ ہونے کے بعد غیر مدخول بہا عورت (جس سے ہم بستری نہیں ہوئی) کو تین متفرق طلاق دی جائیں تو تینوں طلاق اس پر واقع ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ بیان کے مطابق آپ کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔نیز اس پر عدت اور آپ پر مکمل مہر کی ادائیگی لازم ہے۔

(١)رد المحتار ، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قوله :عليّ الطلاق من ذراعي: ٤/٤٦٩_٤٧١

والدلیل علی ذلك:

(وإن فرق بانت بالأولی)لا إلی عدة (و)لذا(لم تقع الثانية)بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل.

وقال العلامة ابن عابدينؒ:قوله:(بخلاف الموطوءة)أي ولو حكما كالمختلی بها،فإنها كالموطوءة في لزوم العدة، وكذافي وقوع طلاق بائن آخرفي عدتها.(١)

ترجمہ:

اوراگرشوہرنے(غیرمدخول بہابیوی کو)تین متفرق طلاقیں دے دیں تو بیوی عدت کے لازم ہونے کے بغیر ہی پہلی طلاق سے جدا ہوجائے گی اوراسی(عدت کے لازم نہ ہونے کی)وجہ سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی،بخلاف مدخول بہا بیوی کے(یعنی جس سے ہم بستری کی گئی ہو)کہ اس پر تینوں طلاق واقع ہوتی ہیں۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:''ماتن کے قول "بخلاف الموطوءة"کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بیوی حکماً موطوءۃ ہو،جیسے وہ بیوی جس سے خلوتِ صحیحہ کی گئی ہو تو وہ بھی عدت کے لازم ہونے اورعدت میں دوسری طلاقِ بائن کے واقع ہونے میں عینِ موطوءۃ کی طرح ہے''۔

❀❀❀

لفظ''طلاق مال''بہ طورِتکیہ کلام

سوال نمبر(60):

ایک آدمی کی عادت ہے کہ وہ ہرایک کے ساتھ اپنی گفتگو میں''طلاق مال''کا لفظ استعمال کرتا رہتا ہے،حتی کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بھی یہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے؟بالخصوص جب کہ بیوی سے ہم کلام ہوتے وقت یہ الفاظ کہے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

لفظِ طلاق سے طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے،جب شوہر لفظاً یا معناً اس کی نسبت بیوی کی طرف کرے،ورنہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔

بعض پٹھانوں عرف میں''طلاق مال''کا لفظ بعض لوگوں کا تکیہ کلام بن چکا ہے۔مشاہدہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا اس

(١)ردالمحتار علی الدرالمختار،كتاب الطلاق،باب طلاق غيرالمدخول بها:٤/٥١١،٥١٢

لفظ سے طلاق واقع کرنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور اس لفظ کے استعمال کے وقت نہ تو وہ اس کی نسبت لفظی طور پر بیوی کی طرف کرتے ہیں اور نہ ہی معنوی طور پر، لہٰذا عام حالات میں طلاق مال بطور تکیہ کلام استعمال کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ہاں اگر کوئی اس لفظ کی نسبت بیوی کی طرف کرتے ہوئے طلاق کی نیت سے استعمال کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ ایک مسلمان کو ایسے بے ہودہ، بے معنی اور لغو الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

والدّليل على ذلك:

إن الصريح لايحتاج إلى النية، ولكن لابد في وقوعه قضاءً وديانةً من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالما بمعناه، ولم يصرفه إلىٰ ما يحتمله.(١)

ترجمہ:

صریح لفظ (وقوع طلاق کے سلسلے میں) نیت کا محتاج نہیں ہوتا، لیکن قضاءً و دیانۃً وقوع طلاق کے لیے لفظ طلاق کی (لفظی یا معنوی) نسبت بیوی کی طرف کرنا ضروری ہے، درآں حال یہ کہ یہ شخص اس کے معنی کو بھی جانتا ہو اور اس کو کسی دوسرے محتمل معنی کی طرف بھی نہ پھیرے۔

❁❁❁

محض ڈرانے کی نیت سے طلاق دینا

سوال نمبر(61):

آج سے کوئی دو ماہ پہلے کسی تنازعہ کے دوران میں نے اپنی بیوی کو صرف اور صرف ڈرانے دھمکانے کے لیے کہا ''زہ تاتہ طلاق درکوم، زہ تاتہ طلاق درکوم'' (میں تجھے طلاق دیتا ہوں، میں تجھے طلاق دیتا ہوں) جس سے وہ ڈر گئی اور جھگڑا ختم ہو گیا، کیا ڈرانے کی نیت سے کہے گئے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

بيّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ چاہے بیوی کو ڈرانے ہی کی نیت سے کہے جائیں، تب بھی ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

---

(١) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر......: ٤/ ٤٦١

مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی کو دو طلاق رجعی ہوگئی ہیں، عدت کے دوران آپ کو بغیر نکاح کیے اس سے رجوع کرنے کا حق ہے اور آئندہ کے لیے آپ کے پاس صرف ایک طلاق کا اختیار ہوگا، عدت کے دوران رجوع نہ کرنے کی صورت میں باہمی رضامندی سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے مہر جدید کے ساتھ تجدیدِ نکاح ضروری ہے، تاہم پھر بھی آپ کو صرف ایک ہی طلاق کا اختیار حاصل ہوگا۔

والدّليل على ذلك:

فالصريح قوله:أنت طالق، ومطلقة، وطلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعي؛لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولاتستعمل في غيره، فكان صريحاً، وإنه يعقب الرجعة بالنص، ولايفتقر إلى النية؛ لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال.(١)

ترجمہ:

صریح الفاظ کسی کا (بیوی کو) یہ کہنا ہے کہ: ''تو طلاق ہے تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی ہے'' پس ان الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہ الفاظ (عرف میں) طلاق کے لیے ہی استعمال کیے جاتے ہیں اور طلاق کے علاوہ کسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کیے جاتے، پس یہ صریح ہوا اور اس کے بعد رجوع کرنا از روئے نص صحیح ہے اور ان الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں، کیونکہ غلبہ استعمال کی وجہ سے یہ طلاق کے سلسلہ میں صریح ہیں۔

''ایک، دو، تین'' سے وقوعِ طلاق کا مسئلہ

سوال نمبر(62):

میں نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے فون پر کہا کہ میرے پاس تین پتھر موجود ہیں، بیوی نے تین مرتبہ کہا ڈال دو، میں نے کہہ دیا ''ایک، دو، تین'' کیا میری بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی ہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

''ایک، دو، تین'' دراصل طلاق کے لیے وضع نہیں، بلکہ گنتی کے لیے موضوع ہیں جس سے طلاق کی گنتی بھی

(١)الهداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق:٢/٣٧٨

مراد لی جاسکتی ہے اور کسی اور چیز کی بھی، عادۃً اس کا معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے، لیکن کبھی کبھی قرینہ مقام کے پیش نظر صرف عدد کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے اور معدود کو مخاطب سمجھ جاتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ یہ الفاظ بذاتِ خود طلاق کے نہیں، پھر بھی غصہ اور مذاکرۂ طلاق کے وقت اگر ان الفاظ پر تلفظ ہو تو اس سے طلاق مراد لی جاسکتی ہے اور معدود (طلاق) کے ذکر نہ ہونے کے باوجود غصہ اور مذاکرۂ طلاق کے قرینہ سے مخاطب خود اس سے طلاق سمجھ لیتا ہے۔ نیز آج کل عرف عام میں بھی "ایک، دو، تین" کے الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے استعمال ہونے لگے ہیں اور وقوعِ طلاق کے سلسلے میں استعمال ہونے والے الفاظ میں بھی عرف کا دخل ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ آپ نے طلاق کے مذاکرہ اور غصہ کی حالت میں "ایک، دو، تین" کے الفاظ بیوی کو استعمال کیے ہیں تو اس سے آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

ولو قال أنت بثلاث، وقعت ثلاث، إن نوی، ولو قال لم أنو، لایصدق إذا کان في حال مذاکرة الطلاق، وإلاصدق، ومثله بالفارسیة "توبسه" علی ماهو المختار للفتوی.(١)

ترجمہ: اور اگر شوہر (بیوی سے) کہے کہ تو تین کے ساتھ ہے تو اگر اس کی نیت طلاق کی ہو تو تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور اگر شوہر کہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو اگر یہ الفاظ طلاق کے مذاکرہ کی حالت میں کہے گئے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، ورنہ اس کی تصدیق کر دی جائے گی اور اسی طرح حکم فارسی کے الفاظ توبسہ (تو تین کے ساتھ ہے) کا ہے، بنابر اس قول کے جو فتویٰ کے لیے مختار ہے۔

قبل از رخصتی منکوحہ کو تین متفرق طلاق دینا

سوال نمبر (63):

میرا نکاح ایک لڑکی سے ہو چکا ہے، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، پچھلے دنوں گھر میں کسی بات پر میں نے اپنی بیوی کے بارے میں کہہ دیا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں، اسے طلاق ہے، اسے طلاق ہے، میں خود بھی اور سارے گھر والے اس بات سے سخت پریشان ہیں، از راہِ کرم کوئی ایسا راستہ نکالیں کہ سسرال والوں کو خبر بھی نہ ہو۔

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الثاني..... الفصل الاول:١/٣٥٧

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی (جس سے ہم بستری نہ ہوئی ہو) کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دے دے کہ تجھے تین طلاق ہیں تو اس پر تینوں طلاق واقع ہوجاتی ہیں، البتہ ایسی بیوی کو تین طلاق متفرق طور پر دینے کی صورت میں پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہوجاتی ہے، جب کہ دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ آپ نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین متفرق طلاق دی ہیں تو اگر آپ کی اس سے خلوتِ صحیحہ بھی نہ ہوئی ہو تو اس پر صرف ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی ہے، لہٰذا اب باہمی رضامندی اور جدید مہر کے ساتھ صرف تجدیدِ نکاح سے ازدواجی تعلقات استوار کیے جاسکتے ہیں، جس کی یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ بوقتِ رخصتی سسرال والوں سے ازسرِ نو نکاح باندھنے کی درخواست کرکے تجدیدِ نکاح کرلیا جائے، آئندہ کے لیے آپ کے پاس اس بیوی کو فقط دو طلاق دینے کا اختیار باقی رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

قال لزوجته غیر المدخول بها أنت طالق ثلاثاً، وقعن، وإن فرق بانت بالأولیٰ، ولم تقع الثانیة.(١)

ترجمہ:

شوہر اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاق ہیں تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں اور اگر جدا جدا کرکے تین طلاق دی ہوں تو پہلی طلاق سے بائنہ (جدا) ہوجاتی ہے اور دوسری (لغو ہوکر) واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

طلاق قبل الدخول میں تجدیدِ نکاح کی ضرورت پر دلیل

سوال نمبر(64):

ہمارے علاقے میں ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو رخصتی ہونے سے پہلے ہی ایک طلاق دے دی تو علاقے کے مولوی صاحب نے کہا کہ اگر یہ شخص اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو اب تجدیدِ نکاح ضروری ہے، جس پر علاقے کے ایک غیر مقلد عالم نے کہا کہ بیوی کو ایک طلاق دینے کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ورنہ دلیل لاؤ

(١) تنویر الأبصار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها: ٤/٥٠٩-٥١٢

آپ سے گزارش ہے کہ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور اس کی کوئی دلیل ہو تو ضرور ارشاد فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

دراصل جس بیوی سے ہم بستری نہ ہوئی ہو، اس کو ایک طلاق دینے سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے اور طلاقِ بائن واقع ہونے کے بعد دوبارہ گھر بسانے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے، ہاں اگر بیوی سے ہم بستری ہونے کے بعد اس کو ایک یا دو صریح طلاق دی جائیں تو ہمیں بھی تسلیم ہے کہ ایسی بیوی سے دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار نے کے لیے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی بیوی کو ایک یا دو صریح طلاق دینے سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے اور طلاقِ رجعی واقع ہونے کے بعد عدت کے اندر اندر دوبارہ گھر بسانے کے لیے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ صرف قولاً یا فعلاً رجوع کر لینا کافی ہوتا ہے۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں چونکہ دخول یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی، اس لیے ایک صریح طلاق دینے سے بیوی مطلقہ بائنہ ہو جائے گی۔ اگر یہ دونوں دوبارہ گھر آباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

عن معاوية بن أبي عياش الأنصاري :أنه كان جالساًمع عبدالله بن الزبيرؓ، وعاصم بن عمرؓ قال: فجاء هما محمد بن إياس بن البكير فقال: إن رجلا من أهل البادية طلق امرأته ثلثاقبل أن يدخل بها، فماذاترىان، فقال عبدالله بن الزبيرؓ :إن هذاالأمر مابلغ لنافيه قول، فاذهب إلى عبدالله بن عباسؓ وأبي هريرةؓ فإني تركتهما عندعائشةؓ، فسلهماثم ائتنا، فأخبرنا، فذهب، فسألهما، فقال ابن عباسؓ لأبي هريرةؓ أفته ياأباهريرةؓ، فقدجاء تك معضلة، فقال أبوهريرة :الواحدة تبينها،والثلث تحرمها حتى تنكح زوجا غيره، وقال ابن عباس مثل ذلك، قال مالك وعلي ذلك الأمرعندنا.(١)

ترجمہ:

معاویہ بن ابی عیاش انصاری سے روایت ہے کہ: ''وہ عبداللہ بن زبیرؓ اور عاصم بن عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس محمد بن ایاس بن بکیر آیا اور کہا کہ: ''ایک دیہاتی کا اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے سے پہلے تین طلاق

(١)مالك بن انس، الموطا، كتاب الطلاق، باب طلاق البكر:ص ٥٢١،قديمي كتب خانه كراچي

دینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: ''اس بارے میں ہمیں کوئی بات نہیں پہنچی، البتہ تم عبداللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس جا کر پوچھ لو، پھر آکر ہمیں بھی مطلع کر دینا، ہم ان دونوں حضرات کو حضرت عائشہؓ کے پاس چھوڑ آئے ہیں''، پس محمد بن ایاس گئے اور ان دونوں حضرات سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! آپ کے پاس سخت مسئلہ آیا ہے، اس کا جواب دیں تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ''ایک طلاق اس کو بائن اور تین اس کو حرام کر دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرلے'' حضرت ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح فرمایا، امام مالکؒ فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک بھی یہی حکم ہے''۔

❁❁❁

بیوی کی عدمِ موجودگی میں اس کا نام لے کر طلاق دینا

سوال نمبر (65):

میری بیوی کا نام رابعہ ہے۔ ایک دن ایک گھریلو مسئلے پر سخت غصہ ہوجانے کی وجہ سے میں نے نا سمجھی میں تین مرتبہ یہ کہہ دیا کہ میں نے رابعہ کو طلاق دی، حالانکہ میری بیوی (رابعہ) اس وقت موجود نہیں تھی، بلکہ والدین کے گھر گئی ہوئی تھی، اس کی غیر موجودگی میں ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اپنے کیے پر سخت نادم ہوں، اگر طلاق ہو چکی ہے تو دوبارہ گھر بسانے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب شوہر لفظاً یا معناً طلاق کی نسبت اپنی بیوی کی طرف کرلے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، چاہے طلاق دیتے وقت بیوی سامنے موجود ہو یا نہ ہو، بیوی کی عدم موجودگی سے طلاق کے وقوع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صورتِ مسئولہ میں آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں، اب صرف رجوع یا تجدیدِ نکاح کرنے سے دوبارہ گھر بسانا ممکن نہیں، ہاں اگر یہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور سے نکاح کرلے اور اس دوسرے شوہر سے کم از کم ایک مرتبہ ہم بستری ہونے کے بعد وہاں سے طلاق ہو جائے یا بالفرض وہ دوسرا شوہر مر جائے تو پھر اس سے عدت گزارنے کے بعد آپ کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔

والدّلیل علی ذلك:

(وإذاأضاف الطلاق إليها) كأنت طالق... (وقع). قال العلامة ابن عابدينؒ :قوله :(كأنت طالق) وكذا لوأتىٰ بالضمير الغائب، أواسم الإشارة العائد إليها،أوباسمها العلمي... (١)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کی نسبت بیوی کی طرف کرے کہ تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔۔۔۔علامہ ابن عابدینؒ "کانت طالق" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: اسی طرح اگر شوہر غائب کی ضمیر یا ایسا اسم اشارہ ذکر کرے جو بیوی کی طرف عائد ہو یا اس کا نام ذکر کرے تو طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

میں ابھی پتھر اٹھا کر ایک، دو، تین کرتا ہوں

سوال نمبر(66):

ایک دن بیوی سے جھگڑے کے دوران میں نے اس سے کہا کہ صبر کرو! میں ابھی پتھر اٹھا کر تم کو ایک، دو، تین کرتا ہوں، اس کے علاوہ میں نے کچھ کیا، نہ کچھ کہا اور اس پر میری والدہ نے مجھے خوب ڈانٹا۔ کیا ان الفاظ سے میری بیوی کو طلاق ہوئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی کو مذکورہ الفاظ کہنے سے طلاق نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں بیوی کو طلاق نہیں دی گئی، بلکہ آئندہ کے لمحات میں طلاق دینے کی دھمکی ہے اور مستقبل پر دلالت کرنے والے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدّلیل علی ذلك:

وفي المحيط: لوقال بالعربية أطلق، لايكون طلاقاً إلاإذاغلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً. (٢)

ترجمہ: محیط میں ہے کہ اگر ایک شخص عربی میں "أطلق" کہے تو یہ طلاق نہیں، ہاں جب اس لفظ کا غالب استعمال حال

(١)رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قوله :عليّ الطلاق من ذراعي: ٤/٤٦٩-٤٧١

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني، الفصل السابع:١/٣٨٤

کے معنی کے لیے ہو جائے تو پھر طلاق ہوگی۔

❀❀❀

بیوی کو "میں تمہیں ابھی طلاق دیتا ہوں، تم میری طرف سے طلاق ہو" کہنا

سوال نمبر (67):

میری بیوی نے میری والدہ کو برا بھلا کہا تو میں نے غصے میں آ کر اس کو کہا: "صبر اوکڑہ زہ تا لہ اوس طلاق درکوم زہ، زما دطرفہ طلاقہ ئے" (صبر کر! میں تجھے ابھی طلاق دیتا ہوں جاؤ تم میری طرف سے طلاق ہو) پھر انتہائی غصے میں میں "زہ بہ تا، زہ بہ تا" (میں تم کو، میں تم کو) کے الفاظ کہہ کر خاموش ہو گیا، اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ایسے جملے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی جس میں صرف آئندہ طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہو اور طلاق کے صریح الفاظ ایک یا دو مرتبہ کہنے سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کے الفاظ "صبر اوکڑہ زہ تا لہ اوس طلاق درکوم، زہ، زما دطرفہ طلاقہ ئے" میں سے پہلے جملے میں تو بیوی کو طلاق دینے کے ارادے کا اظہار کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے جملے میں اس ارادے کی تکمیل کی گئی ہے، لہٰذا پہلے جملے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور دوسرے جملے سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہو گئی ہے اور بعد کے الفاظ "زہ بہ تا، زہ بہ تا" سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ لہٰذا بیوی کو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

فالصريح قوله:أنت طالق، ومطلقة، وطلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعي؛لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولاتستعمل في غيره، فكان صريحاً.(١)

ترجمہ: صریح الفاظ کسی کا (بیوی کو) یہ کہنا ہے کہ تو طلاق ہے، تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی ہے، پس ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہ الفاظ طلاق کے لیے ہی استعمال کیے جاتے ہیں اور طلاق کے علاوہ کسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کیے جاتے، پس یہ صریح ہوئے۔

(١)الهداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق:٢/٣٧٨

بیوی کو طلاق دینے کی لوگوں کو بار بار خبر دینا

سوال نمبر (68):

زید اپنی بیوی سے جھگڑ رہا تھا، اچانک اس نے رشتہ داروں کے سامنے صرف ایک مرتبہ بیوی کو کہا: "جاؤ! میں نے تجھے طلاق دے دی" جھگڑے نے طول پکڑا تو بیوی کے رشتہ داروں نے اس کو کہا: "بس طلاق دے دو" اس نے کہا "میں نے دے دی ہے" پھر مزید تکرار ہوا تو بیوی کے بھائی نے کہا: "طلاق دے دو، تا کہ میں اپنی بہن کو لے جاؤں" اس نے جواباً کہا کہ میں نے تو اس کو طلاق دے دی ہے، مذکورہ بیان کے مطابق کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دینے سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے اور طلاق دینے کی بار بار خبر وحکایت بیان کرنے سے مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کے ان الفاظ کہ "جاؤ! میں نے تجھے طلاق دے دی" سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی ہے، باقی عام رشتہ داروں اور سالے کے مطالبہ طلاق پر شوہر نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں، ان سے بظاہر شوہر کا مقصود بیوی کو دی جانے والی اسی سابقہ طلاق کی طرف اشارہ کرنا اور اس کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے جس سے مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا تحریر کردہ بیان کے مطابق بیوی پر صرف ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے، شوہر عدت کے اندر تجدیدِ نکاح کے بغیر قولاً یا فعلاً رجوع کرسکتا ہے اور اب اس کے پاس صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی رہ گیا ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

لو قال لامرأته :أنت طالق، فقال له رجل: ماقلت؟ فقال: طلقتها،أو قال قلت هي طالق، فهي واحدة في القضاء؛لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار.(۱)

ترجمہ: اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: "تو طلاق ہے" اور پھر کوئی شخص اس سے پوچھے کہ: "تو نے بیوی کو کیا کہا؟" اور وہ جواب میں کہے کہ: "میں نے اس کو طلاق دی ہے" یا یہ کہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ: "اسے طلاق ہے" تو قضاء یہ ایک ہی طلاق ہے، کیونکہ یہاں خبر پوچھنے کے قرینہ کے سبب اس کے کلام کو اخبار کی طرف پھیرا جائے گا۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النیة فی الکنایة: ۲۲٤/٤

تیسری طلاق سے خاموشی کی ایک صورت

سوال نمبر(69):

ایک شخص نے بیوی کے ساتھ جھگڑا کیا اور غصہ میں بیوی کو دو دفعہ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' کے الفاظ کہے۔ بے قابو ہونے کی وجہ سے تیسری بار کہتے کہتے خاموش ہوگیا اور طلاق کے الفاظ ادا نہیں کیے۔ ہوسکتا ہے کہ نیم الفاظ ادا ہوئے ہوں، لیکن پورے یقین کے ساتھ یاد نہیں ہے۔ آیا اب یہ شخص اس عورت کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مذکورہ حالت میں اگر واقعی خاوند نے بیوی کو دو دفعہ یہ الفاظ کہے ہوں کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' اور تیسری دفعہ طلاق نہیں دی ہو اور نہ اس سے قبل کبھی بیوی کو طلاق دی ہو تو ایسی صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی، بیوی کی طرف عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔ تیسری بار طلاق نہ دینے کے بارے میں یقین ہو تو شک سے طلاق ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا ایسی صورت میں دو طلاق واقع ہوکر آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا، البتہ ایک اور طلاق دینے سے بیوی مستقل طور پر علیحدہ ہوجائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں جب دو طلاق واقع ہوئیں تو میاں بیوی کے دوبارہ تعلقات بحال رکھنے کے لیے بالفعل یا بالقول رجوع کافی ہے، تاہم یہ ضروری ہے کہ رجوع عدت کے اندر ہو اور عدت گزرنے کے بعد تجدیدِ نکاح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

(صریحه مالم يستعمل إلافيه) ولوبالفارسية. قال ابن عابدين:فما لايستعمل فيهاإلافي الطلاق فهوصريح يقع بلانية. (١)

ترجمہ: پس وہ الفاظ جو صرف طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں تو وہ صریح ہیں، اگرچہ فارسی میں ہوں۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ الفاظ جو فارسی میں صرف طلاق کے لیے استعمال ہوں تو وہ صریح الفاظ ہیں ان سے بلانیت طلاق واقع ہوجاتی ہے''۔

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ٤/٤٥٧

بیوی کی غلطی پر اس سے کہنا "میرے اوپر طلاق ہے"

سوال نمبر(70):

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور وہ گھر میں داخل ہوا تو اس کی نظر گند پر پڑی جو صفائی کے باوجود پڑا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ "جس بیوی نے اس جگہ کی صفائی کی ہے، وہ گھر سے نکل جائے میرے اوپر طلاق ہے" اب پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ کے کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہو جاتی ہے، لیکن اس میں خاوند عدت کے اندر رجوع کر کے بیوی کے ساتھ دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے اور شوہر کو دو طلاق کا اختیار باقی ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے یہ الفاظ کہے ہیں کہ: "جس بیوی نے اس جگہ کی صفائی کی ہے، وہ گھر سے نکل جائے، میرے اوپر طلاق ہے" تو جس بیوی نے بھی اس جگہ کو صاف کیا ہو، اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، لیکن شوہر عدت کے اندر قولاً یا فعلاً بغیر تجدیدِ نکاح کے رجوع کر سکتا ہے۔ عدت کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہے، البتہ خاوند کے پاس مزید دو طلاقوں کا اختیار رہے گا۔

والدّلیل علی ذلك:

(الطلاق علی ضربین صریح و کنایة، فالصریح قوله :أنت طالق، ومطلقة، وطلقتك، فهذا یقع به الطلاق الرجعي)لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولاتستعمل في غیره.(۱)

ترجمہ:

طلاق دو قسم پر ہے: صریح اور کنایہ۔ پس صریح اس کا قول تجھے طلاق ہے تو مطلقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی، یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ طلاق میں مستعمل ہوتے ہیں اور غیر طلاق میں مستعمل نہیں ہوتے۔

(۱)الهدایة، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق:۲/۳۷۸

إذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها.(۱)

ترجمہ:

اور جب مرد ایک طلاق رجعی یا دو طلاق دے دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کر لے۔

❁❁❁

''میں نے طلاق دی ہے'' ایک مرتبہ کہنا

سوال نمبر(71):

ایک شخص کی بیوی کو اس کا بھائی اپنے گھر لے گیا۔ جب خاوند گھر آیا تو اس نے بیٹی کو ان کے گھر سے منع کرنے کے لیے تنبیہ اور زجر کے طور پر بدون نیتِ طلاق کے یہ الفاظ کہے کہ: ''وہ تو مجھ سے بخوشی طلاق مانگ رہی تھی''۔ اس کے جواب میں اس کی بیٹی نے کہا نہیں، طلاق نہیں مانگی، بلکہ وہ اس کو زبردستی لے گئے۔ اس نے بیٹی سے کہا کہ میں نے اسے طلاق دی۔ جب بیٹے نے فون پر اس سے پوچھا تو خاوند نے کہا کہ میں نے تمہاری امی کو طلاق دی ہے۔ اب اس صورت میں خاوند کی طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اس میں خاوند کے لیے رجوع کی کوئی صورت بن سکتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جو الفاظ عام عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں، ان کے کہنے سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ الفاظ کنائی میں خاوند کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر دلالۃ الحال، غصہ کی حالت یا مذاکرۂ طلاق نہ ہو۔ اسی طرح طلاق کی حکایت کرنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے الفاظ ''وہ تو مجھ سے بخوشی طلاق مانگ رہی تھی'' چونکہ انشائے طلاق پر دلالت نہیں کرتے، اس لیے ان الفاظ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ دوسرا جملہ ''میں نے اسے طلاق دی ہے،'' چونکہ انشائے طلاقِ صریح ہے، اس لیے اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی۔

اس کے بعد خاوند نے بیٹے کو طلاق کی خبر دی ہے جو کہ حکایتِ طلاق ہے، جس کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا عدت کے دوران رجوع جائز ہے، اور اگر عدت بغیر رجوع کے گزر گئی تو پھر تجدید نکاح ضروری ہے۔

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/ ٤٠٥

والدّلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها.(۱)

ترجمہ:

اور جب مرد ایک طلاق رجعی یا دو طلاق دے دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کرلے۔

لو قال لامرأته :أنت طالق، فقال له رجل: ماقلت؟ فقال: طلقتها،أو قال قلت هي طالق، فهي واحدة في القضاء؛لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار.(۲)

ترجمہ: اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ:"تو طلاق ہے" اور پھر کوئی شخص اس سے پوچھے کہ:"تو نے بیوی کو کیا کہا؟"اور وہ جواب میں کہے کہ:"میں نے اس کو طلاق دی ہے" یا یہ کہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ:"اسے طلاق ہے" تو قضاء یہ ایک ہی طلاق ہے، کیونکہ یہاں خبر پوچھنے کے قرینہ کے سبب اس کے کلام کو اخبار کی طرف پھیرا جائے گا۔

❁❁❁

"تو مجھ پر طلاق ہے" دو مرتبہ کہنے کے بعد رجوع

سوال نمبر(72):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلوگی۔اس کے باجود بھی وہ بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو خاوند نے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی ہو لہٰذا تو مجھ پر طلاق ہے، تو مجھ پر طلاق ہے۔اس کے بعد خاوند بے ہوش ہو کر گر گیا۔اب پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ سے کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں اور کیا وہ رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند بیوی کو طلاق دینے کے لیے صریح الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر چہ خاوند نے یہ الفاظ غصہ کی حالت میں کہے ہوں یا اس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔

(۱)الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة:۲/ ٤۰٥

(۲)بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فى شرط النية فى الكناية:٤/ ۲۲٤

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے واقعی بیوی کو دو مرتبہ یوں کہا ہو کہ "تو مجھ پر طلاق ہے" تو اس سے دو طلاقِ رجعی واقع ہوگئی ہیں۔ عدت گزرنے سے پہلے اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو رجوع کرسکتا ہے، البتہ عدت گزرنے کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها.(١)

ترجمہ:

اور جب مرد ایک طلاق رجعی یا دو طلاق دے دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کرلے۔

❁❁❁

مذاکرۂ طلاق کی حالت میں بیوی کو "تجھے طلاق ہے" کہنا

سوال نمبر(73):

ایک شخص کا بیوی کے ساتھ کسی شرعی مسئلہ پر تکرار ہوا، خاوند نے طیش میں آکر اپنی بیوی سے تکرار کے ساتھ کہا کہ اگر تم اس طرح رہی اور اپنا رویہ نہ بدلا تو میں پھر طلاق دوں گا۔ اس کی بیوی نے کہا مجھے طلاق ہی دے دو تو خاوند نے کہا تجھے طلاق ہے اور اس کے بعد کوئی تعلق نہ رہا، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو یہ کہے کہ اگر تم ٹھیک نہ ہوئی تو میں طلاق دوں گا، یہ صرف طلاق کی دھمکی ہے، طلاق نہیں، البتہ اگر آدمی صاف طور پر بیوی کو کہے کہ تجھے طلاق ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے اور عدت کے اندر اندر رجوع کرسکتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب بیوی نے کہا کہ مجھے طلاق ہی دے دو اور خاوند نے کہا کہ تجھے طلاق ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی، پس خاوند کے لیے عدت کے اندر اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، اگر عدت گزر جائے تو پھر تجدیدِ نکاح ضروری ہے، البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٢/٤٠٥

والدّلیل علی ذلك:

والطلاق الصريح :وهو كأنت طالق، ومطلقة، وطلقتك، وتقع واحدة رجعية، وإن نوى الأكثر أوالإبانة، أولم ينو شيئا.(١)

ترجمہ:

اورصریح الفاظ’’تجھے طلاق ہےاورتو مطلقہ ہےاور میں نے تجھے طلاق دی‘‘ کے ساتھ طلاقِ رجعی واقع ہوگی، اگرچہ مرد ایک سے زیادہ کی نیت کرے یا طلاقِ بائن کی یا کسی بھی چیز کی نیت نہ کرے۔

❀❀❀

غصہ کی حالت میں تین طلاق دینا

سوال نمبر(74):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو بھائی کے گھر جانے سے منع کیا،لیکن اس کے باوجودوہ بھائی کے گھر چلی گئی،جب وہ گھر واپس آئی تو خاوند نے طیش میں آ کر بیوی کو یہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے طلاق دی’’میں محمد آصف تمہیں طلاق دیتا ہوں،طلاق،طلاق،طلاق۔ایسی صورت میں بیوی کوکون سی طلاق واقع ہوگی؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہاے کرام نے لکھا ہے کہ عاقل،بالغ کی طلاق ہر حال میں واقع ہوتی ہے،چاہے اس نے غصہ میں یا کسی حرام چیز سے نشے کی حالت میں دی ہو،طلاق بہرصورت واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں محررہ حالات اور خود طلاق دینے والے کا بیان سننے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ طلاق دینے والے نے مذکورہ الفاظ بقاے ہوش وحواس میں کہے ہیں۔نیز وہ تین مرتبہ طلاق کا لفظ دہرانے سے بیوی کے مغلظہ بائنہ ہونے سے بھی باخبر تھا،لہٰذا فقہاے کرام کی تصریح کے مطابق مذکورہ الفاظ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوکر عورت مغلظہ بائنہ ہوگئی ہے۔

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٥٤

والدّلیل علی ذلک:

وإذاقال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا......وكذا إذاقال أنت طالق فطالق فطالق، أوثم طالق ثم طالق أوطالق طالق. (۱)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے: ''تجھے طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہ کرے تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اسی طرح جب کہے: ''تجھے طلاق ہے، پس طلاق ہے، طلاق ہے، یا یوں کہے کہ پھر طلاق ہے، پھر طلاق ہے یا یہ کہے: طلاق ہے، طلاق ہے''۔

متى كررلفظ الطلاق بحرف الواو،أوبغير حرف الواويتعدد الطلاق، وإن عنى بالثاني الأول لم يصدق في القضاء. (۲)

ترجمہ: جب طلاق کا لفظ مکرر ذکر کرے۔ واو کے ساتھ ہو یا واو کے بغیر تو طلاق متعدد ہوگی۔ اگر وہ دوسرے لفظِ طلاق کے ساتھ پہلے کی نیت کرے تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

''میں نے تجھے طلاق دی'' تین بار کہنا

سوال نمبر(75):

ایک آدمی نے بیوی کو تین بار یہ الفاظ کہے ''میں نے تجھے طلاق دی'' آیا ان الفاظ سے تین طلاق واقع ہوگئی ہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کی ایک قسم طلاقِ مغلظہ ہے کہ شوہر بیوی کو الگ کلموں سے یا ایک ہی کلمہ سے تین بار صراحتاً طلاق دے دے تو عورت اگر مدخول بہا ہو یا خاوند اس سے خلوت صحیحہ کر چکا ہو تو اس صورت میں عورت کو تین طلاقیں واقع ہو کر شوہر پر حرام ہوگی۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۵

(۲) أيضاً: ۱/۳۵۶

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے اپنی بیوی کو تین بار یہ الفاظ کہے ہوں: ''میں نے تجھے طلاق دی'' تو ان الفاظ سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو چکی ہے اور شوہر کے لیے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن كان الطلاق ثلاثافي الحرة،أوثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاًغيره نكاحا صحيحا،ويدخل بها ثم يطلقها.(١)

ترجمہ: اور اگر آزاد عورت کو تین طلاق اور کنیز کو دو طلاقیں دی گئیں تو دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کے بغیر پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی کہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کرے اور پھر طلاق دے۔

❁❁❁

ایک، دو، تین مجھ پر طلاق ہے

سوال نمبر(76):

ایک شخص نے سسر کے گھر میں بیوی سے کہا کہ میرے ساتھ چلو، ورنہ تم ہمیشہ کے لیے یہاں بیٹھی رہوگی تو سسر نے کہا کہ یہاں میرے گھر میں بیٹھی رہے گی، خاوند نے کہا: ''ایک، دو، تین یہاں پکی بیٹھی رہو'' پھر اس کے بعد کہا: ''مجھ پر طلاق ہے'' کیا ایسی صورت میں بیوی کو ایک طلاق ہوگی یا تین؟ وضاحت فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مذکورہ الفاظ فقہائے کرام کی اصطلاح میں کنایات سے تعبیر کیے جاتے ہیں اور ان کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے کہے ہوں یا مذاکرۂ طلاق میں یہ کلام صادر ہوا ہو تو پھر اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق یہ الفاظ مذاکرۂ طلاق میں صادر ہوئے ہیں، اس لیے ان سے تین طلاق واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلظہ شمار ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترابكي وتراسه" أوقال "تو بكي وتوسه" قال أبو القاسم الصفّارؒ: لايقع شيء

---

(١)الهداية، كتاب الطلاق،باب الرجعة،فصل فيماتحل به المطلقة:٢/٤٠٩

وقال الصدر الشهيد :يقع إذانوى قال وبه يفتي. قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق أوفي حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لايقع إلابالنية، كماقال في العربية أنت واحدة. (١)

ترجمہ: اگرایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تجھے ایک اور تین یا تو ایک تو تین'' تو ابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ: ''کچھ واقع نہیں ہوا'' اور صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ: ''نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی''۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرۂ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ (مذکراۂ طلاق یا غصہ کی حالت) نہ ہو تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ عربی میں کہے أنت واحدة (تو ایک ہے)۔

دوطلاقِ رجعی کے بعد ایک بائن طلاق دینا

سوال نمبر (77):

ایک لڑکے کی شادی اسے مجبور کر کے کی گئی اور اب اس کی دو بیٹیاں بھی ہیں، لیکن ازدواجی تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے بیوی کو دو طلاق رجعی دے چکا ہے اور کئی مرتبہ یہ الفاظ بھی کہے ہیں: ''میں آپ کو بیوی نہیں بناتا'' جس سے طلاق کا ارادہ بھی تھا۔ کیا اس سے طلاق واقع ہوئی ہے؟ نیز طلاق واقع ہونے کی صورت میں بچیوں کے پرورش کا حق کس کو حاصل ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

واضح رہے کہ جب خاوند نے بیوی کو دو مرتبہ طلاقِ رجعی دے دی اور اس کے بعد رجوع کر لیا تو یہ صحیح تھا، مگر شریعت نے شوہر کو صرف تین طلاق کا حق دیا ہے، اس لیے ان دو طلاقوں سے رجوع کر لینے کے بعد شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی تھا، جب شوہر نے تیسری مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ: ''میں آپ کو بیوی نہیں بناتا'' تو یہ الفاظ کنائی ہیں، لہٰذا ارادۂ طلاق کے ساتھ اس سے بھی ایک طلاق پڑ سکتی ہے، ایسی صورت میں پھر تو رجوع کا حق بھی باقی نہیں

(١) خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، الفصل الثاني في الكنايات: ٩٨/٢

رہتا،اس لیے یہ عورت مطلقہ مغلظہ ہوئی ہے اور خاوند اب اس کو بیوی کی حیثیت سے نہیں رکھ سکتا۔طلاق کے بعد بچیوں کا حق پرورش والدہ کو حاصل ہے،لڑکیوں کو ماں ان کے جوان ہونے تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے، جوان ہونے کے بعد باپ کے پاس رہے گی، البتہ اگر ماں کی اخلاقی حالت خراب ہو یا وہ ایسے مرد سے شادی کرلے جو اس بچی کے لیے غیر محرم ہو تو اس کا حقِ پرورش ساقط ہو جائے گا اور پرورش کے اخراجات بہر حال باپ کے ذمہ ہوں گے۔

والدلیل علی ذلک:

لست لك بزوج،أولست لي بامرأة أوقالت له لست لی بزوج فقال صدقت طلاق إن نواه (۱)

ترجمہ: میں تیرا شوہر نہیں ہوں یا تو میری بیوی نہیں ہے یا بیوی کہے کہ تو میرا شوہر نہیں تو شوہر کہے کہ تو نے سچ کہا۔۔۔ تو اگر اس نے نیت کی ہو تو یہ طلاق ہے۔

تثبت للأم ولو بعد الفرقة إلاأن تكون مرتدة،أوفاجرة، أوغيرمامونة......أو متزوجة بغيرمحرم (۲)

ترجمہ: اور یہ حق (پرورش) ماں کے لیے ثابت ہوتا ہے، اگر چہ تفریق کے بعد ہو، مگر یہ کہ وہ ماں مرتدہ ہو یا فاجرہ ہو یا اس پر اعتماد نہ کیا جا سکتا ہو۔۔۔۔۔۔یا اس نے ایسی جگہ شادی کرلی ہو جو بچی کے لیے غیر محرم ہو۔

❀❀❀

ایک ہی مجلس میں تین بار کہنا ''هغه په ماطلاقه ده''

سوال نمبر(78):

اگر کوئی شخص بیوی کی غیر موجودگی میں اس طرح کہے: ''هغه په ماطلاقه ده، هغه په ماطلاقه ده، هغه طلاقه ده'' (وہ مجھ پر طلاق ہے) اب اگر یہ مذکورہ شخص اپنے گھر کو دوبارہ آباد کرنا چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

بیّنواتؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی مدخول بہا بیوی (جس کے ساتھ ہم بستری کی ہو) کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیدے تو وہ تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں، چاہے اس کی بیوی موجود ہو یا نہ ہو۔

(۱) الدرالمختار علی صدرردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۵۰۷/۴

(۲) الدرالمختار علی صدرردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ: ۲۵۳/۵_۲۵۵

مذکورہ صورت میں شوہر کا یہ کہنا کہ ''ھغـه پـه مـا طلاقـه ده''اس سے طلاق صریحی واقع ہوئی ہے اور تین بار کہنے سے بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر شوہر کے لیے حرام متصور ہوگی، تاہم اگر وہ عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح وہمبستری کرنے کے بعد طلاق ملنے کی صورت میں عدت گزار کر پہلے شوہر کی زوجیت میں آنا چاہتی ہو تو یہ جائز ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (١)

ترجمہ: پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔

❀❀❀

بیوی کے ہنسنے پر متعدد بار طلاق دینا

سوال نمبر(79):

ایک شخص کا بھائیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوا، بھائیوں نے اس کو مارا اور زدوکوب کیا، اس کی بیوی خاوند پر ہنس رہی تھی، کئی مرتبہ خاوند نے منع کیا، لیکن خاموش نہ ہوئی تو اس نے تین مرتبہ بیوی سے کہا: ''تو مجھ پر طلاق ہے''۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کہنے کے بعد خاوند کا اس کو بیوی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے تو رجوع یا تجدیدِ نکاح سے رشتہ ازدواج کو جوڑا جا سکتا ہے، لیکن تین مرتبہ طلاق کے الفاظ دہرانے سے رجوع اور دوبارہ نکاح سے اس کا تدارک ممکن نہیں رہتا، بلکہ عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر بغیر حلالہ کے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ ''تو مجھ پر طلاق ہے'' کہا ہو تو طلاق مغلظ واقع ہونے کی وجہ سے اس پر بیوی حرام ہوگئی ہے اور اب دونوں کا آپس میں ازدواجی تعلقات رکھنا جائز نہیں۔

---

(١) البقرة: ٢٣٠

والدّلیل علی ذلک:

وإذاقال لامرأته أنت طالق و طالق و طالق، ولم یعلقه بالشرط إن کانت مدخولة طلقت ثلاثاً.(١)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے: ''تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

❁❁❁

طلاقِ مغلظ کی صورت میں غیر مذہب کے فتوی پر عمل کرنا

سوال نمبر (80):

ایک شخص نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔اب دونوں اکھٹے ایک گھر میں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا اس شوہر کے لیے بیوی بغیر حلالہ کے جائز ہے؟اور کیا اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کسی اور امام کی تقلید جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔اور تین طلاق کے وقوع کے بعد عورت شوہر پر حرام ہوگی۔ بدون حلالہ کے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو اب دونوں کا اکھٹا رہنا اور میاں بیوی جیسی زندگی گزارنا حرام ہے۔

اور اس صورت میں چاروں آئمہ فقہ کے ہاں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اس لیے ذاتی مفاد کی خاطر فقہ حنفی کو چھوڑ کر کسی اور امام کا مقلد بن جانا ناجائز ہونے کے ساتھ بے سود بھی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(والبدعي ثلاث متفرقة) وکذا بکلمة واحدة بالاولی ......وذهب جمهور الصحابة

---

(١)الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الثاني في إیقاع الطلاق:١/٣٥٥

والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث.(١)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاقِ بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے...... جمہور صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

❁❁❁

طلاقِ مغلظ کے بعد زوجین کا اکھٹے رہنا

سوال نمبر(81):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں تین دفعہ کہا ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں''۔ خاوند ان الفاظ پر نادم ہے۔ اب دونوں اکھٹے رہنا چاہتے ہیں۔ لڑکی کے خاندان والے باپ دادا اور بھائی وغیرہ دوسرے مذہب کے فیصلہ کے مطابق عدمِ وقوع پر راضی ہوکر دونوں کے اکٹھے رہنے پر راضی ہیں۔ ایسی صورت میں مذکورہ زوجین کا اکھٹے رہنا شرعاً کیسا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

عورت کو ایک ساتھ تین طلاق دینے کی صورت میں بیوی شوہر پر حرام ہوجاتی ہے، چاہے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہوں یا مختلف مجالس میں، حیض میں ہوں یا طہر میں۔ تین طلاق دینے کی صورت میں دوسرے خاوند سے باقاعدہ نکاح وہمبستری کیے بغیر مذکورہ عورت کا نکاح پہلے شوہر سے حلال نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی خاوند نے مذکورہ الفاظ کہے ہوں تو عورت تین طلاق لینے کی وجہ سے شوہر سے فوراً الگ ہوجائے، کیونکہ تین طلاقوں سے ان کی زوجیت ختم ہوچکی ہے اور اب ان کا ایک ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا جائز نہیں اور نہ ہی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے، تاہم عدت گزارنے کے بعد اگر یہ عورت دوسری جگہ شادی کرلے اور ہمبستری کے بعد وہاں سے طلاق مل جائے تو عدت گزارنے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

چونکہ تین طلاق دینے کی وجہ سے مذکورہ شخص پر بیوی حرام ہوگئی ہے، لہٰذا عورت کے خاندان والے باپ،

---

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ٤/٤٣٤

دادااور بھائی وغیرہ کا اس کے شوہر کے ساتھ تین طلاق دینے کے بعد بھی عدم وقوع طلاق پر راضی ہونا" معاونت علی الاثم " ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾.(المائدة۔۲)

لہٰذا عورت کے اہل خاندان پر مذکورہ صورت میں ان کے مابین جدائی لازم ہے اور اہل خاندان راضی ہوں یا نہ ہوں، عورت بہر حال مطلقہ ہے، وہ اب کسی بھی صورت میں بدون حلالہ شوہر کے لیے جائز نہیں۔

والدّليل على ذلك:

(والبدعي ثلاث متفرقة)وكذا بكلمة واحدة بالاولىٰ ......وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث.(۱)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاقِ بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے......جمہور صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

وإذاقال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق،ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً.(۲)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے، تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

❁❁❁

تین طلاق کی صورت میں شوہر کا انکار کرنا

سوال نمبر(82):

ایک شخص کی بیوی میکے چلی گئی تھی، خاوند نے بیوی سے صندوق کی چابی منگوائی تو اس نے نہیں بھیجی، جس پر خاوند نے غصہ ہو کر اپنی بہن کی موجودگی میں یہ الفاظ کہے کہ:''میرے اوپر بیوی طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے''۔اب

(۱)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق،مطلب:طلاق الدور:۴/۴۳۴

(۲)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:۱/۳۵۵

اس صورت میں طلاق کے وقوع کا کیا حکم ہے، جب کہ خاوند طلاق کے الفاظ سے انکار کرتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

اگر کوئی شخص طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ اس کی بیوی سامنے موجود ہو یا نہ ہو۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے غصہ کی حالت میں تین دفعہ طلاق کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اس سے اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ ہوگئی ہے۔ اور اب یہ عورت خاوند کے لیے حرام ہو چکی ہے، لیکن اس صورت میں اگر شوہر ان الفاظ کے ادا کرنے سے انکار کرے تو بیوی اس پر بینہ، یعنی دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے طور پر پیش کرے گی۔ اگر عورت کے پاس اس معیار کے گواہ موجود نہ ہوں تو خاوند کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ چونکہ یہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، اس لیے غلط بیانی سے کام لے کر جھوٹی قسم سے ناجائز تعلق جوڑ کر مستفید ہونے کا گناہ شوہر پر لازم ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن اختلفا في وجود الشرط فالقول له إلا إذا برهنت. (١)

ترجمہ: اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔

(وما سوی ذلک من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال) مثل النكاح والطلاق. (٢)

ترجمہ:

اور حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے حقوق میں دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے، برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا غیر مال، جیسے نکاح اور طلاق۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٢٢/١

(٢) الهداية، كتاب الشهادة: ١٦١/٣

غصہ میں ”طلاق، طلاق، طلاق“ کہنا

سوال نمبر(83):

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا: ”طلاق، طلاق، طلاق“۔ تھوڑی دیر بعد پھر کہا ”طلاق، طلاق“ ان الفاظ کے ساتھ عورت ایک طلاق سے مطلقہ ہوجاتی ہے یا عورت کو تین طلاق واقع ہوں گی؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے صریحی الفاظ کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، چاہے غصہ کی حالت میں ہو یا سنجیدگی کی حالت میں، پھران الفاظ میں تکرار سے غرض اگر تاکید ہو تو سب ایک ہی طلاق سمجھی جاتی ہے، ورنہ متعدد طلاق واقع ہوں گی۔

صورتِ مسئولہ میں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ موجبِ طلاق ثلاثہ ہیں، اس لیے قضاءً تین طلاق ہوں گی، البتہ اگر متکلم کی نیت اور مقصد تکرار سے تاکید ہو، تو اس سے دیانۃً (فیما بینہ وبین اللہ) ایک طلاق واقع ہوگی، لیکن قضاءً تینوں طلاق الگ الگ شمار ہوکر عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

کرر لفظ الطلاق وقع الکل،وإن نوی التاکیددین قال ابن عابدین:لأن الأصل عدم التاکید.(۱)

ترجمہ:

اگر لفظِ طلاق بار بار دہرایا تو سب واقع ہوں گی اور اگر اس نے تاکید کی نیت کی ہو تو دیانۃً صحیح ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: سب اس لیے واقع ہوں گی کہ اصل عدم تاکید ہے۔

❁❁❁

حالتِ غضب میں طلاق ثلاثہ

سوال نمبر(84):

ایک شخص کے دوست کا فون آیا، فون کے بعد اس کی بیوی نے کہا کہ کس لڑکی سے بات کی ہے؟ اسی اصرار کی

---

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیرالمدخول بھا: ٤/٥٢١،٥٢٢

وجہ سے بیوی نے قسم دلانے کی کوشش کی تو شوہر نے بیوی کو مارتے ہوئے غصہ میں کہا: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق طلاق'' شوہر کو طلاق کے الفاظ میں شک ہے، جب کہ گھر والے تین مرتبہ سے زائد کہنے کا اقرار کرتے ہیں، بعد میں شوہر نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک ہی سانس، ایک جگہ اور ایک ہی قدم میں یہ الفاظ کہے ہیں۔ اس صورت میں ان الفاظ سے طلاق کے وقوع کا کیا حکم ہوگا؟ خاوند کی ذہنی حالت غصہ کی وجہ سے پوری درست نہیں تھی۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

بنیادی طور پر طلاق کا دارومدار طلاق دہندہ کے الفاظ پر ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر گھر کے افراد کے بیان پر طلاق دہندہ کا اعتماد ہو کہ اس نے واقعی بیوی کو اس لڑائی کے دوران یوں کہا: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق'' اور طلاق کا لفظ تین بار یا اس سے زائد استعمال کیا ہو تو پھر تین طلاق واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند کے لیے حرام ہوگی اور خاوند کا یہ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ میں طلاق دیتے وقت کچھ سمجھ نہیں رہا تھا، کیونکہ جب اس وقت کے پورے احوال کا بیان خود دیتا ہے تو طلاق سے بے خبری کا دعویٰ بے سود ہے۔ ہاں اگر طلاق دیتے وقت غصہ تھا تو یہ طلاق کے وقوع پر اثر انداز نہیں، کیونکہ طلاق عموماً غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(والبدعي ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولى ......وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث.(۱)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاقِ بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے...... جمہور صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً.(۲)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے: ''تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

---

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۴/ ۴۳۴

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/ ۳۵۵

''ایک، دو، تین کردوں گا'' کے ساتھ دھمکی

سوال نمبر (85):

ایک شخص کے گھر میں روزانہ لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، ایک دن خاوند بھی گھر پر موجود تھا، لہٰذا بیوی کو ڈرانے دھمکانے کی خاطر اس نے بیوی سے کہا کہ اگر آئندہ میرے والدین یا بھائی کے ساتھ گستاخی کی تو میں ایک، دو، تین کردوں گا۔ اگرچہ بیوی کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں تھا تو ایسی صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق ماضی یا حال پر دلالت کرنے والے الفاظ کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔ جن الفاظ میں مستقبل میں طلاق دینے کی صرف دھمکی ہو یا مستقبل میں طلاق دینے کے عزم کا اظہار ہو اُن سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر نے جو جملہ کہا ہے کہ ''آئندہ میرے والدین یا بھائی کے ساتھ گستاخی کی تو میں ایک، دو، تین کردوں گا'' اس میں ''کردوں گا'' کے الفاظ مستقبل کے ہیں لہٰذا ان سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ نیز چونکہ اس میں تعلیق کا معنی بھی نہیں اس لیے گستاخی کرنے کی صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

صيغة المضارع لايقع بها الطلاق إلاإذا غلب في الحال.(١)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

❁❁❁

بغیر نیت کے بیوی کو تین بار ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' کہنا

سوال نمبر (86):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بغیر نیت کے غصہ کی حالت میں دو دفعہ کہا کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' کچھ عرصہ بعد بیوی کو یہی مذکورہ الفاظ دوبارہ کہے۔ کیا یہ شخص مذکورہ خاتون کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے یا تین طلاق ہوگئی ہیں؟

(١) تنقيح الحامدية، كتاب الطلاق: ١/ ٣٨

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق کا وقوع جن الفاظ سے ہوتا ہے۔ان کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کے الفاظ ''الفاظِ صریحی'' ہیں۔صریحی کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال طلاق ہی کے معنی میں ہوتا ہو۔ان صریحی الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔صورتِ مسئولہ میں شوہر کے الفاظ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' صریح الفاظ ہیں۔لہٰذا تین دفعہ الفاظِ مذکورہ کہنے سے بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر شوہر پر حرام ہو چکی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

فمالا يستعمل فيهاإلافي الطلاق، فهو صريح يقع بلانية. (١)

ترجمہ: پس وہ الفاظ جو صرف طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں، وہ صریح ہیں جن سے طلاق بلا نیت واقع ہو جاتی ہے۔

(ويقع بها)أي بهذه الألفاظ ومابمعناهامن الصريح. قال ابن عابدين:أي مثل ما سيذكره من نحو: كوني طالقا، أطلقي ويامطلقة بالتشديد، وكذا المضارع إذاغلب في الحال مثل أطلقك. (٢)

ترجمہ: اوران الفاظ اوران کے ہم معنی صریحی الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ہم معنی صریحی الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو عنقریب مصنف ذکر کریں گے جیسے: تو مطلقہ ہو جاؤ،اے مطلقہ اوراسی طرح وہ مضارع کے الفاظ جن کا اکثر استعمال حال کے لیے ہو، جیسے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔

تین طلاقیں دینے کے بعد انکار

سوال نمبر(87):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھر والوں اور خاندان کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، کچھ عرصہ بعد بیوی کہتی ہے کہ اس نے مجھ کو طلاق دی ہے، جب کہ بیوی کا شوہر اور سب گھر والے اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے طلاق نہیں دی۔اب اگر شوہر اپنی بیوی کو گھر لے جائے تو اس صورت میں کیا اس کی بیوی اس کے لیے حلال ہے اور اس مسئلہ میں عورت کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق،باب الصريح: ٤/ ٤٥٧

(٢) أيضاً: ٤/ ٤٥٨

الجواب وباللہ التوفیق :

اگر زوجین کے مابین ناچاقیاں اور اختلافات پیدا ہوں اور ان کے ازالہ کی ماسوائے تفریق کے اور کوئی صورت نہ ہو تو ایسی شدید ضرورت کے وقت شریعت نے طلاق مباح قرار دی ہے، البتہ طلاق دینے کے سلسلہ میں انتہائی ہوش وحزم سے کام لینا چاہیے اور انتہائی ضرورت کے وقت صرف ایک طلاق پر اکتفا کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

صورتِ مسئولہ میں عورت دو گواہ قائم کر کے تفریق حاصل کر سکتی ہے، تاہم اگر شوہر طلاق دینے کے بعد انکار کرے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا، بشرطیکہ وہ قسم اٹھائے، مگر جھوٹی قسم اور ناجائز تعلق کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ ایسی صورت میں عورت کو چاہیے کہ اگر اسے طلاق دیے جانے کا یقینی علم ہے تو شوہر کو اپنے آپ پر قدرت نہ دے اور اس سے کسی طرح مستقل علیحدگی حاصل کرے۔

والدّلیل علی ذلك:

وإن اختلفافي الشرط، فالقول قول الزوج إلاأن تقيم المرأة البينة.(١)

ترجمہ:

اگر دونوں (میاں بیوی) شرط میں اختلاف کریں تو خاوند کا قول معتبر ہے۔ ہاں اگر عورت شرعی گواہ پیش کرے تو پھر اس کی بات مانی جائے گی۔

❁❁❁

بیوی کو ''یو، دوہ، درے ما پریخودے'' کہنا

سوال نمبر(88):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کے دوران کہا کہ: ''یو، دوہ، درے ما پریخودے '' (ایک، دو، تین میں نے تجھے چھوڑ دیا) اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ طلاق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کون سی طلاق ہے، رجعی، بائن یا مغلظ؟ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔

بینوا توجروا

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ٢/ ٣٩٩

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

''یو، دوہ، درے ما پریخودے''اس جملے کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فقہانے ان الفاظ کو عرف پر محمول کرکے طلاق کے وقوع میں موثر بتایا ہے کیونکہ طلاق کے وقوع میں عرف کا بڑا دخل ہے۔ کنائی ہونے کے باوجود فقہانے لکھاہے کہ عرف کی وجہ سے یہ صریح طلاق شمار ہوگی۔ اور یہ کنائی صریح بن کر "أنت طالق ثلاثا" کے حکم میں ہے، لہٰذا''یو، دوہ، درے ما پریخودے'' کے کہنے سے مذکورہ شخص کی بیوی طلاق مغلظ کے ساتھ مطلقہ ہوگی اور خاوند اس عورت سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرسکتا۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترایکی وتراسه"أوقال "تو یکی وتو سه "قال أبو القاسم الصفارؒ :لایقع شيء وقال الصدر الشهید :یقع إذانوی قال وبه یفتی.قال القاضي وینبغي أن یکون الجواب علی التفصیل إن کان ذلك في حال مذاکرة الطلاق،أوفی حال الغضب یقع الطلاق، وإن لم یکن لایقع إلابالنیة، کماقال في العربیة أنت واحدة. (١)

ترجمہ:

اگرایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ:'' تجھے ایک اور تین'' یا ''تو ایک، تو تین'' توابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ:'' کچھ واقع نہیں ہوا'' اور صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ:'' نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی''۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ:''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یاغصے کی حالت میں ہوتو طلاق واقع ہوگی اور اگر مذکراۂ طلاق یا غصہ کی حالت نہ ہوتو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ عربی میں کہے:"أنت واحدة"۔

فإذا قال" رها کردم"أي سرحتك یقع به الرجعي مع أن أصله کنایة.(٢)

ترجمہ: پس جب کہے سرحتك یعنی رہا کردیا تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ درحقیقت کنایات میں سے ہے۔

(١) خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق،الفصل الثاني في الکنایات:٢/ ٩٨

(٢) ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الطلاق،باب الکنایات:٤/ ٥٣٠

صرف ایک، دو، تین کہنا

سوال نمبر(89):

ایک شخص کی بیوی سے گھریلو تعلقات خراب ہوگئے اور دن بدن مزید خراب ہوتے چلے گئے، پھر ایک دن شوہر کا ماموں آیا اور اس سے بیوی زبردستی لے جارہا تھا اور خاوند اس کو روک رہا تھا تو شوہر نے صرف ''ایک، دو، تین'' کے الفاظ بغیر طلاق کے کہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک، دو، تین اعداد ہیں اور اعداد کسی چیز کی کمیت اور مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، لہٰذا ان کو طلاق کی تعبیر و اظہار قرار دینا مشکل ہے، تاہم بسا اوقات معاشرتی ارتقا اور عرف فقہی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرتی عرف میں ایک، دو، تین کا عدد طلاق کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، پس جہاں طلاق کا قرینہ پایا جائے، وہاں اعداد سے طلاق واقع ہوگی اور جہاں طلاق کا قرینہ نہ ہو، وہاں متکلم کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

چونکہ صورتِ مسئولہ میں ماموں کے ساتھ لڑائی جھگڑے کی صورت سے غصہ کی نشاندہی ہوتی ہے، اس لیے اس سے تین طلاقیں واقع ہوکر شوہر اس سے ازدواجی تعلقات نہیں رکھ سکتا۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترايكى وتراسه" أوقال "تو يكى وتوسه "قال أبو القاسم الصفّارؒ: لايقع شيء وقال الصدر الشهيد: يقع إذانوى قال وبه يفتى. قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أوفي الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لايقع إلا بالنية، كماقال في العربية أنت واحدة. (۱)

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تجھے ایک اور تین'' یا: ''تو ایک، تو تین'' تو ابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ: ''کچھ واقع نہیں ہوا اور صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ: ''نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی'' اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر مذاکرۂ طلاق یا غصہ کی حالت نہ ہو تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ عربی میں کہے: أنت واحدة۔

(۱) خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، الفصل الثاني في الكنايات: ۹۸/۲

بار بار طلاق اور رجوع

سوال نمبر (90):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے مختلف اوقات میں یوں کہا کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' ہر بار کہنے کے بعد دونوں رجوع کی صورت میں ازدواجی زندگی دوبارہ برقرار رکھتے ہیں اور یہ طلاق گھریلو جھگڑوں اور فساد کی وجہ سے تھی اب کچھ عرصہ بعد یہ جھگڑے دوبارہ شروع ہوئے تو خاوند نے بیوی کو گھر جاتے وقت کہا کہ: ''تم میری طرف سے آزاد ہو، جہاں جاتی ہو، جاؤ'' اس نیت سے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، لیکن خاوند ان الفاظ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں '' کے ساتھ تین دفعہ سے زائد طلاق دے چکا ہے۔ اب خاوند کے لیے رجوع کی کوئی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شوہر کا اپنی بیوی کو جس طرح بیک لفظ یا مختلف الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو کر بیوی مغلظہ بن جاتی ہے، اسی طرح مختلف اوقات میں وقفے وقفے سے رجوع کرنے کے بعد تین طلاقیں دینے سے بھی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے بیوی کو مختلف اوقات میں تین یا اس سے زائد طلاقیں دی ہوں تو اس سے اس کی بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند پر حرام ہوگئی، جس کے بعد ان کا آپس میں قطعِ تعلق کر کے تجدیدِ نکاح اور رجوع کارآمد نہیں۔ البتہ اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح وہمبستری کرے، پھر اگر وہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے تو عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

ترجمہ: پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

---

(۱) البقرۃ ۲۳۰

الگ الگ تین طلاقیں دینا

سوال نمبر(91):

ایک خاتون نے اپنی ساس کے ساتھ جھگڑا کیا، جب خاوند دکان سے واپس آیا تو اس نے بیوی اور والدہ کو مارا، انتہائی غصہ کی وجہ سے اس نے اپنے کپڑے بھی پھاڑے، اس کی والدہ نے کہا کہ بیوی کو کیوں مارتے ہو، طلاق کیوں نہیں دیتے؟ تو اس نے کہا ٹھیک ہے ''یہ مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟ اور خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق ابغض المباحات ہے، حتی الامکان اس سے اجتناب کرنا چاہیے، لیکن ضرورت کے وقت شریعت نے خاوند کو طلاق دینے کا حق دیا ہے۔ تاہم ایسی ضرورت کے وقت شوہر کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ بیوی کو ایسے طہر میں صرف ایک طلاق دے جس میں اُس سے ہمبستری نہ کی ہو، تاکہ اگر عدت میں پشیمان ہوا تو رجوع کر سکے۔ اگر کوئی اس تعلیم کو نظر انداز کر کے تین طلاقیں بیک وقت دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت طلاقِ مغلظ کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے یہ کہا کہ: ''یہ مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ ہو گئی۔ اب شوہر کے لیے اسے رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (١)

ترجمہ:

پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

(١) البقرة ٢٣٠

فون پر طلاقِ مغلظ دینا

سوال نمبر (92):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کی وجہ سے غصہ میں اپنی ساس کو فون کر کے کہا کہ ''تمہاری بیٹی مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی ہے؟ اور کیا خاوند دوبارہ اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے صریحی الفاظ کہنے سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر طلاق کے الفاظ متعدد ہوں تو طلاق بھی متعدد واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے واقعی ٹیلی فون پر ساس سے کہا ہو کہ: ''تمہاری بیٹی مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' اور اس کو یہ یقین ہو کہ طلاق دینے والا شوہر ہی ہے تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ ہوگئی اور بدوں حلالہ کے پہلے شوہر کے لیے اس سے نکاح جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

﴿ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ (١)

ترجمہ:

پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

❁❁❁

تین بار ''تو طلاق ہے'' کہنا

سوال نمبر (93):

ایک شخص کی بیوی نافرمان ہے، وہ اس کی بات نہیں مانتی، ایک دن اس نے غصہ میں آکر بیوی سے کہا

(١) البقرة ٢٣٠

''نہ طلاقه ئے، ته طلاقه ئے، ته طلاقه ئے ''(تو طلاق ہے،تو طلاق ہے،تو طلاق ہے) کیاان الفاظ سے بیوی خاوند سے جدا ہوجائے گی؟اور کیا خاوند رجوع کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ کے وقوع میں نیت اور دلالۃ الحال کا اعتبار نہیں۔اور اگر ایک شخص بیوی کو بیک وقت یا متفرق تین طلاقیں دیتا ہے تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ:''تہ طلاقه ئے، ته طلاقه ئے، ته طلاقه ئے''(تو طلاق ہے،تو طلاق ہے،تو طلاق ہے) توان الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور تین بار کہنے سے بیوی مطلقہ مغلظہ ہوکر شوہر کے لیے حرام متصور ہوگی،تاہم اگر وہ عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح وہمبستری کرنے کے بعد طلاق ملنے کی صورت میں پہلے شوہر کی زوجیت میں آنا چاہتی ہو تو جائز ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

(والبدعی ثلاث متفرقة)و كذا بكلمة واحدة بالاولی ......وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث.(١)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق،طلاقِ بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولی بدعی ہے......جمہور صحابہؓ،تابعینؒ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

❀❀❀

''تجھے طلاق ہے'' متعدد بار کہنے میں شک ہونا

سوال نمبر(94):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کے وقت کہا:''ایک،دو،تین تجھے طلاق ہے''لیکن اس نے ایک،دو،تین تو مکمل

---

(١)ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق،مطلب:طلاق الدور:٤٣٤/٤

کر کے کہا لیکن "تجھے طلاق ہے" میں خاوند متردد ہے کہ دو دفعہ کہا ہے یا تین دفعہ، حاضرین بھی کہتے ہیں کہ اس نے دو دفعہ یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس سلسلے میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں کہ ان الفاظ سے اس کی بیوی مطلقہ ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

آدمی کا اپنی بیوی سے مذاکرۂ طلاق یا حالتِ غضب میں یوں کہنا "ایک، دو، تین تجھے طلاق ہے" تین طلاقیں شمار ہوتی ہیں۔ اگرچہ ایک، دو، تین کے الفاظ کمیت عدد کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن عدد ذکر کرنے کے بعد آخر میں اس کے ساتھ متصل طلاق صریح ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معدود طلاق ہے، اس لیے اس سے تین طلاق واقع ہو کر بیوی شوہر کے لیے مغلظہ ہو چکی ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

(والطلاق يقع بعدد قرن به لا به) نفسه عن ذكر العدد وعند عدمه الوقوع بالصيغة. (۱)

ترجمہ:

اور طلاق کے ساتھ جو عدد متصل آئے تو اُس عدد سے طلاق واقع ہوتی ہے، خود لفظِ طلاق سے نہیں، اور جب عدد ساتھ ذکر نہ ہو تو پھر لفظِ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے۔

❁❁❁

جس بیوی سے ہم بستری نہ ہوئی ہو اس کو تین دفعہ لفظِ طلاق کہنا

سوال نمبر (95):

ایک آدمی کا نکاح ایک عورت سے ہوا ہے، لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی۔ اس کی اپنے سالے کے ساتھ اپنی منکوحہ کی کسی بات پر بحث و تکرار ہوئی تو اس نے کہا کہ جب بات ایسی ہے تو طلاق، طلاق، طلاق۔ آیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

(۱) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، مطلب الطلاق يقع بعدد قرن به: ۵۱۳/٤

الجواب وباللہ التوفیق :

جس طرح الفاظِ صریحہ سے طلاق کے وقوع کے لیے نیت ضروری نہیں ہوتی، اسی طرح جب کوئی عورت عقدِ نکاح میں ہوتو طلاق دینے میں اس کی طرف صراحتاً نسبت کرنا بھی ضروری نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئولہ میں دورانِ خصومت جب خاوند نے تین دفعہ طلاق کے الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاق واقع ہوجائے گی، چونکہ یہ عورت غیر مدخول بہا ہے، اس لیے صرف ایک طلاق سے بیوی بائنہ ہوجائے گی اور بقیہ طلاق لغو ہوں گے، اگر خاوند دوبارہ اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہو تو تجدید نکاح ضروری ہے، البتہ بعد میں خاوند مزید دوطلاقوں کا مالک ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

(قال لزوجته غیر المدخول بها أنت طالق ثلاثا وقعن،وإن فرق بانت بالأولی)لا إلی عدة(و لذا(لم تقع الثانیة) بخلاف الموطوءة حیث یقع الکل.(۱)

ترجمہ: آدمی اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاق ہے تو سب واقع ہوں گی اور اگر الگ الگ تین طلاق واقع کرے تو پہلی طلاق سے بائنہ ہوجائے گی اور اس پر کوئی عدت نہ ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ حکم مدخول بہا کے علاوہ کے لیے ہے، کیونکہ اس (مدخول بہا) پر تمام طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

❁❁❁

متعدد بار کہنا ''میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں''

سوال نمبر(96):

ایک شخص کی بیوی کے ساتھ پیسوں کی وجہ سے لڑائی ہوئی۔اس نے بیوی کو مارا تو اس نے بھی ہاتھ اٹھایا اور گالی گلوچ ہوئی جس میں بیوی بار بار خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی رہی، جس پر شوہر نے کہا: ''میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں''۔ پندرہ سولہ مرتبہ خاوند نے اس طرح کہا۔اس کے بعد وہ نیچے چلا گیا۔ازروئے شریعت مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق کا کیا حکم ہے؟اس سے بیوی مطلقہ ہوجاتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

---

(۱)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق،باب طلاق غیر المدخول بها:٤/٥٠٩۔٥١٢

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق کے صریح الفاظ کہنے سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگر طلاق کے الفاظ متعدد ہوں تو طلاق بھی متعدد واقع ہوگی۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں خاوند کا بیوی کو یہ الفاظ ''میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں'' کہنے سے طلاق واقع ہوگئی ہے، اب جب کہ شوہر نے تین سے زائد دفعہ یہ الفاظ کہے ہیں تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہوکر شوہر کے لیے جائز نہیں رہی۔

والدّلیل علی ذلك:

وإذاقال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا......وكذا إذاقال أنت طالق فطالق، أوثم طالق ثم طالق أوطالق طالق. (١)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سےکہے: ''تجھے طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے'' اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہ کرے تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور اسی طرح جب کہے: ''تجھے طلاق ہے، پس طلاق ہے، طلاق ہے، یایوں کہے کہ پھر طلاق ہے، پھر طلاق ہے یا یہ کہے: طلاق ہے، طلاق ہے''۔

❀❀❀

حاملہ عورت کو طلاق دینا

سوال نمبر(97):

ایک شخص کی بیوی حاملہ ہے اور اس کے شوہر نے اس سے کہا کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق'' اس کے بعد وہ خاوند کے پاؤں میں گرگئی اور اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ میں یہ طلاق نہیں لیتی۔ خاوند کا یہ خیال تھا کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ بیوی کے اصرار پر خاوند نے اسے گھر میں رہنے دیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا خاوند کے درج بالا الفاظ سے بیوی کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

حمل کا ہونا طلاق کے وقوع کے لیے مانع نہیں اور نہ لاعلمی وقوعِ طلاق سے مانع ہے، اس لیے خاوند جب ہوش وحواس کے ساتھ اپنی منکوحہ کو خطاب کرکے طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہوگی، اگرچہ خاوند غصہ

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/ ٣٥٥

میں ہو۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کا اپنی منکوحہ کو"میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق" کے الفاظ کہنا بظاہر متعدد طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، اس لیے تین طلاق واقع ہونے کے بعد بیوی خاوند کے لیے جائز نہیں، کیونکہ طلاقِ مغلظ کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی نہیں رہتی، جب تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح وہمبستری کرکے وہ اسے طلاق نہ دے دے۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذاقال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا......وكذا إذاقال أنت طالق فطالق، أوثم طالق ثم طالق أوطالق طالق. (١)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے:"تجھے طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے" اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہ کرے تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور اسی طرح جب کہے:"تجھے طلاق ہے، پس طلاق ہے، طلاق ہے، یا یوں کہے کہ پھر طلاق ہے، پھر طلاق ہے یا یہ کہے: طلاق ہے، طلاق ہے"۔

متى كررلفظ الطلاق بحرف الواو،أوبغير حرف الواويتعددالطلاق، وإن عنى بالثاني الأول لم يصدق في القضاء. (٢)

ترجمہ:

ترجمہ: جب طلاق کا لفظ مکرر ذکر کرے۔ واو کے ساتھ ہو یا واو کے بغیر تو طلاق متعدد ہوگی۔ اگر وہ دوسرے لفظِ طلاق کے ساتھ پہلے کی نیت کرے تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

❁❁❁

غیر مدخول بہا کو ایک لفظ سے تین طلاق دینا

سوال نمبر(98):

ایک آدمی چرس کا عادی تھا، اسے چھوڑنے کی کوشش کی، لیکن نہ ہوسکا۔ ایک دن قسم اٹھائی کہ"اگر آئندہ اس

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٥٥

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٥٦

نے چرس پی لی تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق ہو۔" لیکن اس کے بعد بھی وہ برابر پیتا رہا۔ مذکورہ شخص کا نکاح ہو چکا ہے لیکن رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت کو طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ اور دوبارہ اس سے نکاح کی کوئی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

جب کوئی آدمی اپنی منکوحہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دیتا ہے تو اس سے طلاق مغلظ واقع ہو جاتی ہے، چاہے عورت مدخول بہا ہو یا نہ ہو، البتہ اگر تین طلاق تین لفظوں سے دی ہوں، یعنی لفظِ طلاق تین دفعہ الگ الگ کہا ہو تو غیر مدخول بہا ہونے کی صورت میں اول طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، لہٰذا طلاقِ مغلظہ نہ ہوگی، جب کہ مدخول بہا ہر صورت میں مغلظہ ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے رخصتی سے قبل یہ الفاظ کہے کہ "اگر میں نے پھر چرس پی لی تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق ہو" اور پھر اس شرط کو توڑ کر چرس پیتا رہا تو اس کی بیوی کو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی ہے، کیونکہ اس نے تین طلاق کو ایک ہی لفظ میں مشروط کیا ہے۔ اب دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی نہیں، البتہ اگر وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح وہمبستری کر کے وہ اسے طلاق دے دے، تو عدت گزارنے کے بعد اس شخص سے از سر نو نکاح کر سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

(قال لزوجته غير المدخول بهاأنت طالق ثلاثاوقعن، وإن فرق بانت بالأولى لاإلى عدة (و)لذا (لم تقع الثانية)بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل.(١)

ترجمہ:

آدمی نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاق ہے تو سب واقع ہوں گی اور اگر تین طلاق الگ الگ ذکر کرے تو پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہ ہوگی۔ لہٰذا دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ جب کہ مدخول بہا کا حکم اس سے الگ ہے، کیونکہ اس (مدخول بہا) کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

❁❁❁

(١) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها: ٤/ ٥٠٩، ٥١٢

لاعلمی میں طلاق دینا

سوال نمبر(99):

ایک آدمی نے اس خیال پر کہ جو عورت اپنے خاوند سے لڑتی ہو تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اس نے بیوی سے یہ الفاظ تین دفعہ کہے "طلاقہ ئے طلاقہ ئے طلاقہ ئے" (تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے) آیا ان الفاظ کے ساتھ بدوں نیتِ طلاق بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے؟ بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ کے وقوع میں نیت اور دلالۃ الحال کا اعتبار نہیں۔ طلاق بہر صورت واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں بیوی کے سابقہ کردار کو سامنے رکھتے ہوئے خاوند کے الفاظ میں لفظِ طلاق کی صورت میں خبر دینے کا احتمال ہے، لیکن اخبار نہ ہونے کی صورت میں انشا کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لہٰذا اگر عورت کو اس سے پہلے اسی خاوند نے یا سابقہ کسی شوہر نے طلاق دی ہو تو یہ کلمات اخبار کے سمجھے جائیں گے اور اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن اگر یہ عورت پہلے سے کسی طلاق سے موصوفہ نہ ہو تو پھر طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر ان الفاظ کے کہنے سے تاکید کی نیت ہو تو پہلی دفعہ سے طلاق واقع ہو کر دوسری اور تیسری دفعہ لغو متصور ہوں گے، لیکن اگر تاکید کی نیت نہ ہو تو تینوں طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته یا مطلقة إن لم یکن لها زوج قبل، أو کان لها زوج لکن مات ذلك الزوج ولم یطلق، وقع الطلاق علیها، وإن کان لها زوج قبله، وقد کان طلقها ذلك الزوج إن لم ینو بکلامه الإخبار طلقت، وإن قال: عنیت به الإخبار دیّن فیما بینه وبین الله تعالیٰ. (۱)

ترجمہ: ایک شخص نے بیوی سے کہا "اے طلاق شدہ"، اگر اس سے پہلے اس عورت کا شوہر نہ تھا یا اس کا شوہر تھا اور وہ مر گیا تھا اور اس نے اس عورت کو طلاق نہیں دی تھی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا پہلے شوہر تھا اور اس نے طلاق دے دی تھی تو اگر اس شخص نے اخبار (طلاقِ اول کی خبر دینے) کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر وہ کہے کہ میری مراد خبر دینا تھا تو بینہ وبین اللہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إیقاع الطلاق: ۱/۳۵۵

باب الکنایات

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف:

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے طلاق ہی کے الفاظ وضع ہوئے ہیں، تاہم مختلف معاشرتی، سماجی اور علاقائی روایات اور بول چال میں اس کی تعبیرات مختلف ہونے سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ دور نبوی ﷺ میں بھی طلاق کے علاوہ الفاظ، مثلاً: البتۃ وغیرہ سے طلاق واقع ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنے اپنے زمانے، عرف اور بول چال کے اعتبار سے ہر اس تعبیر کو طلاق کے لیے درست قرار دیا ہے جس سے اس عرف کے مطابق طلاق مراد لینا درست ہو۔ فقہائے کرام کے ہاں ایسی تعبیرات کو الفاظِ کنایہ کہتے ہیں۔ چنانچہ تقریباً تمام فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں میں طلاقِ صریح کے ساتھ ساتھ "باب الکنایات" پر بھی مستقل بحثیں کی ہیں۔

کنایہ کی لغوی تعریف:

یہ "کنیٰ یکنو" سے چھپانے کے معنی میں ہے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ: "کسی معین لفظ یا معین شے سے کسی ایسے لفظ کے ساتھ تعبیر کرنا جو اس پر صراحتاً دلالت نہ کر سکے، کنایہ کہلاتا ہے۔ صراحتاً دلالت نہ کرنے کی وجہ چاہے سامعین پر بات کو مبہم کرنا ہو یا معبر عنہ کی شناعت مقصود ہو یا فصاحت کی رعایت کے لیے ہو بہر صورت کنایہ کہلاتا ہے"(۱)

کنایہ کی اصطلاحی تعریف:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"کنایته عندالفقهاء مالم یوضع له أي الطلاق واحتمله وغیره".(۲)

فقہائے کرام کے ہاں کنایہ سے وہ لفظ مراد ہے جو طلاق کے لیے موضوع نہ ہو، بلکہ وہ طلاق اور غیر طلاق دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہو۔

گویا کنایہ سے ایسے الفاظ مراد ہیں جو طلاق کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور دوسرے معنی میں بھی ان کا استعمال ہو سکتا ہے۔

---

(۱) البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الکنایات في الطلاق:۳/۵۱۸

(۲) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات:۴/۵۲۶

کنائی الفاظ کی قسمیں:

کنائی الفاظ کا حکم جاننے سے قبل ان الفاظ کی اقسام کا تذکرہ کرنا ضروری ہے، ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ الفاظ جو مطالبۂ طلاق کا مثبت جواب بن سکے۔ انکار اور ڈانٹ ڈپٹ کے معنی کا اس میں احتمال نہ ہو، جیسے بیوی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر اس سے کہے: ''تو اپنی عدت شمار کر، اپنا رحم صاف کر، تو ایک (طلاق) ہے، تو آزاد ہے، اپنے نفس کو اختیار کر، میں نے تم کو آزاد کر دیا، میں نے تم کو جدا کر دیا''۔ ان تمام الفاظ میں صرف اور صرف مطالبۂ طلاق کا جواب بننے کی صلاحیت ہے، کسی اور معنی کا احتمال اس میں نہیں۔

(۲) وہ الفاظ جو مطالبہ طلاق کے لیے مثبت جواب بھی بن سکتے ہیں اور انکار بھی، مثلاً: عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کے جواب میں ''نکل جا، دور ہو جا، اٹھ جا، چادر اوڑھ لو، پردہ کرلو وغیرہ کے الفاظ استعمال کرے۔ ان الفاظ میں یہ احتمال بھی ہے کہ شوہر نے عورت کے مطالبہ پر عمل کرتے ہوئے طلاق دے دی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ بیوی کی اس بات پر غصہ ہو گیا اور اس نے بیوی کی بات کو رد کرتے ہوئے اور اس سے انکار کرتے ہوئے مذکورہ الفاظ کہہ ڈالے۔

(۳) تیسرے وہ الفاظ ہیں جو مطالبہ طلاق کے لیے مثبت جواب بھی بن سکتے ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ اور سب وشتم بھی بن سکتے ہیں، جیسے: بیوی کے مطالبہ طلاق کے جواب میں شوہر ''تو بری ہے، تو خالی ہے، تو حرام ہے، تو جدا ہے وغیرہ'' کے الفاظ کہے۔ ان الفاظ میں طلاق کا بھی احتمال ہے اور ڈانٹ ڈپٹ کا بھی، مثلاً: تو بری ہے، خالی ہے سے یہ معنی مراد ہو کہ تم حیا اور حسن معاشرت سے بری اور خالی ہو یا خیر جیسی چیز تم پر حرام ہے۔(۱)

کنائی الفاظ بولتے وقت میاں بیوی کی مختلف حالتیں:

یہ حالتیں بھی تین ہیں:

(۱) رضا کی حالت: یعنی میاں بیوی معتدل حالت میں ہوں اور کوئی بحث وتکرار اور طلاق کی بات چیت نہ ہو۔

(۲) مذاکرۂ طلاق کی حالت: یعنی بیوی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو یا کوئی اور شخص اس سے یہ مطالبہ کر رہا ہو کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو یا شوہر کسی اور کے سامنے بیوی کو طلاق دینے کی بات چیت کر رہا ہو۔

(۳) غصہ کی حالت: شوہر کسی بھی وجہ سے غصہ ہو اور غیض وغضب کی حالت میں ہو۔(۲)

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۴، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۴/۵۲۸_۵۳۲

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۵

مذکورہ صورتوں میں طلاق واقع ہونے کا حکم:

(۱) رضا اور اعتدال کی حالت میں کسی بھی لفظِ کنایہ سے اس وقت تک طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک طلاق کی نیت نہ ہو۔

(۲) مذاکرۂ طلاق کی حالت میں سوائے ان الفاظ کے، جن میں جواب کے ساتھ انکار اور تردید کے معنی کی بھی گنجائش ہو، بلانیت طلاق واقع ہو جائے گی اور شوہر کی عدمِ نیت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

(۳) غصہ کی حالت میں ان الفاظ میں نیت کا اعتبار نہ ہوگا جن میں نہ انکار کا معنی پایا جاتا ہو اور نہ ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ کا، لہٰذا ایسے الفاظ سے بلانیت طلاق واقع ہو جائے گی اور شوہر کے عدم نیت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔(۱)

مذکورہ اقسام کا تفصیلی نقشہ:

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے مذکورہ اقسام کو سمجھانے کے لیے انتہائی آسان نقشہ مرتب فرمایا ہے۔ افادے کی نیت سے پیش خدمت ہے۔ (۲)

الفاظ کنائی کی تین اقسام اور ان کا حکم

حالت	وہ الفاظ جو رڈ اور جواب دونوں کا احتمال رکھتے ہوں، جیسے نکل جا، دور ہو جا۔	وہ الفاظ جو جواب اور گالی گلوچ دونوں کے معنی رکھتے ہوں جیسے تو خالی ہے، تو بری ہے۔	وہ الفاظ جو صرف جواب کے معنی پر مشتمل ہوں، جیسے تو عدت گزار، تو ایک ہے۔
رضا	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی
غضب	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی	بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی
مذاکرۂ طلاق	نیت لازم ہوگی	بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی	بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی

کنائی الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

کنائی الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ان میں سوائے تین الفاظ کے (اعتدی (تو عدت شمار کر) استبرئی رحمک (تو اپنا رحم خالی کر) اور انتِ واحدۃ (تو ایک ہے) بقیہ تمام الفاظ سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، یعنی الفاظِ کنائی پر تکلم کرتے ہی بیوی شوہر سے جدا ہو جائے گی، بشرطیکہ یا تو شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا دلالتِ حال (مذاکرہ طلاق یا حالتِ غضب

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۵، الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۴/۵۳۲، ۵۳۳

(۲) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۴/۵۳۴

سے یہ معلوم ہو کہ شوہر نے یہ لفظ طلاق کی نیت سے استعمال کیا ہے، لہٰذا اگر کنائی الفاظ سے نہ تو شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو اور نہ ہی طلاق کی نیت پر حالت دلالت کرتی ہو تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔(١)

کنائی الفاظ میں کتنی طلاقوں کی نیت درست ہوتی ہے؟

اگر کنائی الفاظ سے کسی آزاد عورت کو طلاق دینے کی نیت ہو تو اس میں ایک طلاق کی نیت کرنا بھی درست ہے اور تین طلاقوں کی نیت کرنا بھی درست ہے، جس طرح نیت ہو اسی طرح طلاق واقع ہو جائے گی، البتہ اگر دو طلاقوں کی نیت کرلے تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ دو کا عدد آزاد عورت کے لیے نہ فردِ حقیقی ہے اور نہ فردِ حکمی ہے(٢)

اگر شوہر نیت طلاق سے منکر ہو تو کیا ہوگا؟

جن صورتوں میں وقوعِ طلاق شوہر کی نیت پر موقوف ہو، وہاں پر اگر شوہر کہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو اس کی تصدیق کی جائے گی، تاہم اگر عورت طلاق کا دعویٰ کر رہی ہو اور وہ اس کو طلاق سمجھ رہی ہو تو شوہر پر یہ قسم کھانا لازم ہے کہ اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی۔ بیوی اس سے یہ قسم گھر میں بھی لے سکتی ہے، البتہ اگر شوہر انکار کرے تو بیوی اس کو قاضی یا مفتی کے پاس بھی لے جا سکتی ہے، اگر شوہر نے وہاں بھی قسم کھانے سے انکار کیا تو دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی۔(٣)

چند متفرق ضروری احکام:

(١) لفظِ حرام اگرچہ اصل کے اعتبار سے کنائی لفظ ہے، لیکن عرف میں چونکہ بیوی کے حق میں اس کا استعمال صرف طلاق دینے کے لیے ہوتا ہے، اس لیے فقہائے کرام نے لفظِ حرام سے بلا نیت طلاق واقع ہو جانے کا حکم ذکر فرمایا ہے۔ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق لفظِ حرام سے طلاقِ بائن واقع ہوگی۔(٤)

(٢) لفظ "تو عدت شمار کر، تو اپنا رحم خالی کر، تو ایک ہے" اگرچہ کنائی الفاظ ہیں، لیکن ان سے طلاقِ رجعی واقع ہوگی، بشرطیکہ شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا دلالتِ حال (غضب اور مذاکرۂ طلاق) سے طلاق کی نیت معلوم ہو۔(٥)

❁❁❁❁❁

---

(١) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٤/٥٢٨، ٥٣٤_٥٣٦_(٢) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٤/٥٣٦_(٣) البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ٣/٥١٩، الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكنايات: ٤/٥٣٣_(٤) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ٤/٤٦٤_(٥) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٤/٥٣٤

مسائل الکنایات

(کنایات سے متعلقہ مسائل کا بیان)

''تیرا کام کردوں گا'' سے طلاق

سوال نمبر (100):

ایک عورت اپنے میکے سے تاخیر سے گھر پہنچی تو اس کے خاوند نے اس سے کہا کہ: ''آئندہ اگر تو گئی تو تیرا کام کردوں گا'' اور اس میں نیت طلاق کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد خاوند نے بیوی کو خود والدین کے گھر (میکے) جانے کی اجازت دی۔ اب اگر وہ میکے چلی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مذکورہ صورت میں شوہر کا بیوی سے یہ کہنا کہ: ''تیرا کام کردوں گا'' اگر چہ اس میں نیت بھی طلاق کی ہو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ یہ طلاق نہیں، وعدہ طلاق ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا بیوی کے لیے میکے جانے میں کوئی حرج نہیں، اس کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلك:

سئل نجم الدين عن رجل قال لامرأته اذهبي إلىٰ بيت أمك، فقالت:طالق ده تابروم. فقال: توبرو من طلاق دمادم فرستم. قال:لاتطلق؛لأنه وعد. (۱)

ترجمہ:

نجم الدین سے اُس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنی ماں کے گھر چلی جا تو اس نے کہا کہ طلاق دے دو تا کہ میں چلی جاؤں تو وہ کہے کہ چلی جا، میں تمہیں ہمیشہ کے لیے طلاق بھیج دوں گا۔ جواب دیا کہ طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ یہ وعدہ طلاق ہے۔

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۱/۳۸٤

دو طلاق کے بعد بلا نیت کنائی الفاظ استعمال کرنا

سوال نمبر (101):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں اِن الفاظ سے دیں کہ ''تو طلاق ہے'' پھر تیسری مرتبہ یہ کہا کہ ''دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ'' تو کیا ایسی صورت میں عورت کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ واضح رہے کہ ان الفاظ کے ساتھ شوہر کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب خاوند عورت کو صراحتاً دو دفعہ طلاق دے دے تو اس سے دو طلاق واقع ہو کر خاوند آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا۔ اگر اس کے بعد ایک طلاق اور دے دے تو عورت مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر آدمی نے اپنی بیوی کو ''تم طلاق ہو'' دو دفعہ صراحتاً کہا ہو تو اس سے دو طلاق واقع ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد جب یہ الفاظ کہے کہ ''دفع ہو جاؤ، میرے سامنے سے ہٹ جاؤ'' تو یہ الفاظ کنائی ہیں، اس میں نیت کا اعتبار ہو گا۔ اگر نیت طلاق کی ہو تو پھر تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی، ورنہ تیسری طلاق واقع نہ ہو گی اور شوہر بدستور ایک طلاق کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

وانتقلي وانطلقي كالحقي. وفي البزازية وفي الحقي برفقتك يقع إذ نوى. (١)

ترجمہ: انتقلي اور انطلقي دونوں الفاظ الحقي کی طرح ہیں، بزازیہ میں ہے کہ الحقی برفقتك کہنے میں اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

لو قال ابعدي عني، ونوى الطلاق يقع......لو قال لها اذهبي أيّ طريق شئت لا يقع بدون النية.(٢)

ترجمہ: اگر کہا مجھ سے دور ہو جا اور اس میں طلاق کی نیت کی تو واقع ہو جائے گی اور اگر کہا کہ جاؤ جس راستے پر چاہو تو ایسی صورت میں بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ٣٧٥/١

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ٣٧٦/١

”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ سے طلاق

سوال نمبر(102):

اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے“ اور پھر یوں کہے کہ: ”میں نے آزاد کیا ہے“۔ اس کے بعد اس نے رجوع بھی نہیں کیا اور پھر چھ سال گزرنے کے بعد اس عورت نے دوسری شادی کرلی۔ کیا شرعاً عورت کے لیے دوسری شادی جائز ہے اور اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاقِ رجعی میں جب شوہر دورانِ عدت رجوع نہیں کرتا تو عدت گزرنے سے وہ طلاق بائن بن جاتی ہے۔ لہٰذا پھر عورت کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ یہ کنائی لفظ ہے، اگر یہ لفظ استعمال کرکے شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا دلالتِ حال سے یہ معلوم ہو کہ اس نے طلاق کی نیت سے یہ کہا ہے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔ اس کے بعد جب اس نے کہا کہ ”میں نے اس کو آزاد کیا ہے“ تو دوسری طلاق بھی واقع ہوگئی، البتہ اگر ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ کے لفظ سے شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو اور دلالتِ حال سے بھی معلوم نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں ”میں نے آزاد کیا ہے“ کے لفظ سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔ بیان کے مطابق اگر واقعی شوہر نے دورانِ عدت رجوع نہیں کیا تھا اور چھ سال گزر چکے ہیں تو اب اس عورت کے لیے دوسری شادی کرنا شرعاً صحیح اور درست ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

لم يبق بيني وبينك عمل ونوى الطّلاق يقع. (١)

ترجمہ: (شوہر نے کہا:) ”میرے تمہارے درمیان کوئی کام باقی نہیں رہا“ اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی۔

(الصريح يلحق الصريح و) يلحق (البائن) ......وفي الشامية: وإذا لحق الصريح البائن كان بائنا؛

(١) الفتاوى الهندية، الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات ٣٧٦/١

لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة. كمافي الخلاصة. (١)

ترجمہ: صریح صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملحق ہوتا ہے.....شامی میں لکھا ہے: جب صریح بائن کے ساتھ ملے تو وہ بھی بائن ہوگا، کیونکہ سابقہ بینونت کی وجہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے۔

❁❁❁

’’تو مجھ سے فارغ ہے‘‘ کا حکم

سوال نمبر(103):

ایک شخص نے بیوی کے ساتھ جھگڑا کیا۔ بیوی کہتی ہے کہ: ’’اس نے مجھے کہا کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے‘‘ اور پھر ایک دفعہ کہا: ’’تو اپنے میکے چلی جا‘‘ اس موقع پر میاں بیوی کے علاوہ کوئی شخص موجود نہ تھا۔ خاوند اِن الفاظ سے انکار کر کے کہتا ہے کہ میں نے گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ: ’’تم مجھ سے فارغ ہو، بیٹھ تیری مرضی، نہ بیٹھ تیری مرضی‘‘۔ پھر دوبارہ کہا کہ: ’’تو مجھ سے فارغ ہے‘‘ واضح رہے کہ خاوند نے یہ اقرار دوسرے لوگوں کے سامنے بھی کیا ہے۔ یعنی پھر یہ الفاظ لوگوں کے سامنے بھی کہے ہیں۔　بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب طلاق کے الفاظ میں خاوند اور بیوی کا اختلاف ہو اور بیوی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اعتبار خاوند کے قول کا ہوتا ہے، لہٰذا صورتِ مذکورہ میں خاوند کا قول معتبر ہوگا۔ چنانچہ جب اِس نے ’’تو مجھ سے فارغ ہے‘‘ کے الفاظ کہے ہیں تو دونوں کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔ اس کے بعد خاوند کے یہ الفاظ کہ ’’بیٹھ تیری مرضی، نہ بیٹھ تیری مرضی‘‘ اور دوبارہ ’’تو مجھ سے فارغ ہے‘‘ کہنا لغو ہے، اسی طرح خاوند کا دوسرے لوگوں کے سامنے اقرار کرنا ان کو اپنے طلاق کے بارے میں اطلاع دینا ہے، لہٰذا ان کے سامنے یہ الفاظ کہنے سے مزید طلاق واقع نہ ہوگی۔ اب اگر میاں بیوی دونوں اپنا رشتہ دوبارہ استوار کرنا چاہتے تو دونوں کی رضامندی سے تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔ تجدید کے بعد خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدّليل على ذلك:

البائن لايلحق البائن إذا أمكن جعله خبراًعن الأول ...... والمراد بالبائن الذي لايلحق البائن

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن: ٥٤٠/٤

الکنایة المفیدة للبینونة بکل لفظ کان......وفي الحاوي القدسي: إذاطلق المبانة في العدة، فإن کان بصریح الطلاق وقع، ولایقع بکنایات الطلاق شيء وإن نویٰ.(۱)

ترجمہ: بائن طلاق کو جب پہلے بائن سے خبر بنانا ممکن ہو تو وہ بائن کے ساتھ نہیں ملتی......اور جو بائن بائن سے نہیں ملتی، اس سے مراد وہ کنائی لفظ ہے جو بینونت کا فائدہ دیتا ہو، خواہ جس لفظ سے بھی ہو......حاوی قدسی میں ہے کہ: ''جب بائنہ عورت کو عدت میں طلاق دے تو اگر صریح لفظِ طلاق سے ہو تو واقع ہوگی اور کنائی طلاق سے کچھ بھی واقع نہ ہوگی، اگرچہ نیت بھی کرے''۔

❁❁❁

منکوحہ کے بارے میں کہنا: ''کسی اور کو دے دو''

سوال نمبر (104):

ایک شخص کا نکاح ہو چکا ہے اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی، باتوں باتوں میں والد نے کہا کہ اگر تو اس پر راضی نہیں تو کوئی بات نہیں لڑکی کسی اور کو دے دیں گے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، کسی اور کو دے دیں۔ کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو خاوند رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کنائی الفاظ کے ساتھ طلاق کے وقوع کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے، بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے الفاظ ''کسی اور کو دے دیں'' کنائی ہیں۔ اگر ان سے بیوی کو چھوڑنے کا ارادہ ہو تو اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، البتہ خاوند دوبارہ تجدیدِ نکاح کے ذریعے رشتہ ازدواج کو بحال کرسکتا ہے، آئندہ مزید دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔ اور اگر بیوی چھوڑنے کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

الکنایات (لاتطلق بها) قضاء (إلابنیة أو دلالة الحال). (۲)

---

(۱) البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الکنایات في الطلاق، تحت قوله: (لاالبائن): ۳/ ۵۳۴

(۲) الدرالمختار علی صدرردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ۴/ ۵۲۸

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.(۱)

ترجمہ: اور جب تین سے کم طلاق بائن ہو تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے عدت کے دوران یا عدت گزر جانے کے بعد نکاح کرے۔

❁❁❁

''جا تو اپنے گھر چلی جا''

سوال نمبر(105):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھریلو تنازعہ کی وجہ سے کہا: ''جا تو اپنے گھر چلی جا'' لیکن یہ الفاظ کہتے وقت اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی، بلکہ اس کا مقصد بیوی کو گھر بھیج کر معاملہ ختم کرنا تھا، جب کہ عورت اپنے والدین کے گھر بیٹھ گئی ہے، حالانکہ خاوند نے اس کے سامنے حلفاً قرآن اٹھا کر یہ کہا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی ہے۔ اب اس صورت میں اس کی یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق میں صریح الفاظ استعمال کرے تو طلاق کے وقوع میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ الفاظِ کنائی سے طلاق واقع ہونے کے لیے شوہر کی نیت کا ہونا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کے یہ کہنے سے کہ ''جا تو اپنے گھر چلی جا'' طلاق کا وقوع شوہر کی نیت پر موقوف ہے کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے۔ اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور جب شوہر نے قرآن اٹھا کر حلفاً کہا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو طلاق کا وقوع نہیں ہوگا اور بیوی خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

وقوله الحقي بأهلك يحتمل الطلاق لأن المرأة تلحق بأهلها إذا صارت مطلقة ويحتمل الطرد والإبعاد عن نفسه مع بقاء النكاح وإذا احتملت هذه الألفاظ الطلاق وغير الطلاق فقد استتر المراد منها

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/ ۴۰۹

عند السامع فافتقرت إلى النية لتعيين المراد. (١)

ترجمہ: اور شوہر کا یہ کہنا: "اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا" طلاق کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ عورت کو جب طلاق ملتی ہے تو وہ اپنے گھر والوں کے پاس جاتی ہے۔ اور اس میں نکاح کے باقی ہوتے ہوئے دھتکارنے اور اپنے آپ سے دور کرنے کا احتمال بھی ہے؛ چنانچہ جب ان الفاظ میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہے تو سننے والے کے لیے اس کا مراد سمجھنا مخفی ہوگیا۔ لہٰذا مراد کی تعیین کے لیے نیت ضروری ہے۔

"نکاح سے نکل جاؤ گی"

سوال نمبر (106):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ: "جب گھر سے باہر جاؤ تو مجھے بتانا، ورنہ تم نکاح سے نکل جاؤ گی"۔ اس کے بعد بیوی نے بتایا کہ تمہارے کہنے کے بعد میں ایک دو دفعہ بتائے بغیر گھر سے باہر گئی ہوں۔ اس صورت میں عورت کو طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کو اگر شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ طلاقِ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور طلاقِ کنائی میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کا یہ کہنا کہ "جب گھر سے باہر جاؤ تو مجھے بتانا، ورنہ تم نکاح سے نکل جاؤ گی" یہ الفاظِ کنائی ہیں۔ اگر مذکورہ شخص نے تعلیق کے وقت طلاق کی نیت نہیں کی تو عورت کے بلا اجازت گھر سے نکلنے پر کچھ بھی واقع نہیں ہوگا اور اگر بوقتِ تعلیق طلاق کی نیت کی ہو تو پھر طلاقِ بائن واقع ہوگی جس کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے، البتہ خاوند کے پاس آئندہ دو طلاقوں کا اختیار ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

الکنایات (لاتطلق بها) قضاء (إلا بنية أو دلالة الحال). (٢)

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

---

(١) بدائع الصنائع، فصل في الكناية في الطلاق: ٢٣٤/٤

(٢) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٥٢٨/٤

وفي البحرعن الوهبانية: أنت بائن كناية معلقاكان أو منجزا،فيفتقرللنية.(١)

ترجمہ: اور بحر میں وہبانیہ نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ "أنت بائن" کنائی لفظ ہے۔ چاہے معلق ہو یا منجز، نیت کا محتاج ہوتا ہے۔

❀❀❀

طلاقِ کنائی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(107):

ایک آدمی کی سالے سے لڑائی ہوئی اور غصہ میں گھر آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ: "اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے فارغ ہوگی"۔ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ نیز اس میں طلاق کی نیت ہونے یا نہ ہونے سے کچھ اثر پڑتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر ایک شخص اپنی بیوی کو صریح الفاظ کی بجائے ایسے محتمل الفاظ کہے، جن میں طلاق اور طلاق کے علاوہ دوسرے مفہوم کا احتمال ہو، تو ایسے الفاظ کنایہ کہلاتے ہیں، اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی یا مذاکرہ طلاق ہو یا حالتِ غضب میں ایسا کلام صادر ہوا ہو تو اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے الفاظ "اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے فارغ ہوگی" کنائی الفاظ ہیں اور غصہ کی حالت میں کہے ہیں، اس لیے جب بھی شرط پائی جائے، یعنی "اس کی بیوی اپنے اس بھائی سے ملے" تو اُسے ایک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی جس کے بعد تجدیدِ نکاح ناگزیر ہے، چاہے عدت گزرنے سے قبل ہو یا عدت گزرنے کے بعد، تجدید کے بعد خاوند کے پاس مزید دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا۔

والدّلیل علی ذلك:

الكنايات (لاتطلق بها) قضاء (إلا بنية أو دلالة الحال).(٢)

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

---

(١) الدرالمختارعلی صدرردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/٥٤٧

(٢) ایضاً: ٤/٥٢٨

وفي البحر عن الوهبانية: أنت بائن كناية معلقا كان أو منجزا، فيفتقر للنية.(١)

ترجمہ:

اور بحر میں وہبانیہ نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ "انت بائن" کنائی لفظ ہے۔ چاہے معلق ہو یا منجز نیت کا محتاج ہوتا ہے۔

❁❁❁

بلانیتِ طلاق کنائی جملے کہنا

سوال نمبر (108):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ: "جاؤ! چلی جاؤ یہاں سے، ماں باپ کے گھر یا جہاں مرضی ہو، اِدھر کس لیے بیٹھی ہو تیرا اِدھر کیا رشتہ ہے؟" یہ الفاظ خاوند نے کئی مرتبہ لڑائی کے دوران بیوی کو کہے ہیں، جب کہ اس میں خاوند کی نیت طلاق کی نہیں تھی، بلکہ بیوی کو ڈرانے کے لیے یہ الفاظ دہرائے ہیں۔ کیا اس صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاقِ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، جب کہ کنائی الفاظ میں نیت یا دلالت الحال کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر کنائی الفاظ میں شوہر طلاق کی نیت کرے تو اس سے طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر نیت نہ ہو، بلکہ دھمکی اور ڈرانا مقصود ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ مذکورہ شخص نے لڑائی کی حالت میں کہا ہے کہ: "جاؤ! چلی جاؤ یہاں سے، اپنے ماں باپ کے گھر یا جہاں مرضی ہو، اِدھر کس لیے بیٹھی ہو، تیرا اِدھر کیا رشتہ ہے؟" تو مذکورہ الفاظ کنائی ہیں جن میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اور حسبِ بیان شوہر کی نیت طلاق کی بجائے دھمکی اور ڈرانا تھا، لہٰذا ان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلك:

(وأما الضرب الثاني وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال...... وبقية الكنايات إذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة ...... وهذا مثل قوله أنت بائن ...... الحقي بأهلك ...... وأمرك

(١) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٤/ ٥٤٧

بيدك ...... واخرجي، واذهبي، وقومي)......لأنها تحتمل الطلاق وغيره، فلابدمن النية......وفي حالة الغضب يصدق في جميع ذلك لاحتمال الرد والسب إلافيما يصلح للطلاق، ولا يصلح للرد والشتم(۱)

ترجمہ: طلاق کی دوسری قسم کنایات ہیں جس کے ذریعہ طلاق واقع نہیں ہوتی، مگر نیت کے ساتھ یا دلالت حال کے ساتھ۔۔۔باقی کنائی الفاظ سے جب طلاق کی نیت کی تو ایک بائنہ ہوگی۔۔۔۔۔جیسے یہ کہے: تم بائنہ ہو۔۔۔اور تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا۔۔۔تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔۔۔نکل جا، تو چلی جا، کھڑی ہو جا۔۔۔کیونکہ یہ الفاظ طلاق اور غیر طلاق کا احتمال رکھتے ہیں، لہٰذا نیت ضروری ہے۔۔۔اور غصہ کی حالت میں ان تمام کنایات میں رد کا یا گالی کا احتمال ہونے کی وجہ سے تصدیق کی جائے گی، مگر ان الفاظ میں تصدیق نہیں کی جائے گی جو رد اور گالی کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، صرف طلاق کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

❁❁❁

''میں تم سے پیدا ہوں گا'' سے وقوعِ طلاق

سوال نمبر(109):

ایک آدمی کی بیوی کے ساتھ کسی بات پر ناراضگی ہوئی جس کی وجہ سے بیوی خاوند سے باتیں نہیں کرتی تھی۔ ایک دن جب خاوند گھر آیا تو بیوی نے بات نہیں کی اور منہ پھیر لیا تو خاوند نے غصہ میں اس سے کہہ دیا کہ ''اگر میں نے تیرے ساتھ بات کی تو میں تم سے پیدا ہوں گا،'' کچھ دِن بعد اُس سے باتیں کرنے لگا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ظہار کے ثبوت کے لیے حروفِ تشبیہ کا ہونا ضروری ہے، جس کلام میں اداتِ تشبیہ نہ ہوں اُس سے ظہار نہیں ہوتا اور کنائی الفاظ سے طلاق تب واقع ہوتی ہے، جب وہ عرف میں طلاق کے لیے بھی استعمال ہوتے ہوں۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کا اپنی بیوی سے یہ کہنا: ''اگر میں نے تیرے ساتھ بات کی تو میں تم سے پیدا ہوں گا'' نہ تو یہ الفاظِ ظہار میں سے ہیں اور نہ عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے اس طرح کہنا نہ ظہار ہوگا اور

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول: ۳۸۹/۲، ۳۹۰

نہ اس سے طلاق واقع ہوگی، البتہ بیوی سے اس طرح کے الفاظ کہنا یمین متصور ہوگا۔لہٰذا بیوی کے ساتھ باتیں کرنے کی صورت میں حانث ہوکر یمین کا کفارہ لازم آئے گا۔

والدّليل على ذلك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي) ......(برا أو ظهارا،أو طلاقاصحت نيته)...... لأنه كناية(وإلا ينو شيئاً،أو حذف الكاف (لغا)وتعيّن الأدنى:أي البر،يعني الكرامة.(١)

ترجمہ: اور اگرکوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہوجائے گا اورادنی درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔

❁❁❁

طلاق معلق میں کنائی الفاظ کہنا

سوال نمبر(110):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ:''اگر تو والدین کے گھر چلی گئی تو تو میری بیوی نہیں ہوگی، کافر کی بیوی ہوگی''۔ اس کے بعد وہ والدین کے گھر چلی گئی۔لاعلمی کی وجہ سے زوجین آپس میں بغیر تجدید نکاح کے زندگی گزارتے رہے اور پھر چھ ساتھ مہینے بعد خاوند نے بیوی سے پھر کہا کہ:''اگر تو والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے''۔

بيّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط موجود ہونے پر طلاق واقع ہوجاتی ہے،لیکن اگر اس نے کنائی الفاظ سے طلاق کی تعلیق کی ہو تو اس میں طلاق کی نیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔صورتِ مسئولہ میں مذکورہ الفاظ''اگر تو والدین کے گھر چلی گئی تو تو میری بیوی نہیں ہوگی، کافر کی بیوی ہوگی'' سے بلانیتِ طلاق واقع نہیں ہوتی، تاہم ان الفاظ سے اگر طلاق کی نیت کی ہو تو پھر اس سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔بعد میں دوسری شرط''اگر تو والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے'' نکاح موجود نہ ہونے کی وجہ سے لغو ہوگی اور اگر پہلی شرط سے

(١) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب الظهار:٥/١٣١

طلاق کی نیت نہ کی ہو تو اُس سے طلاق واقع نہ ہو گی، اور بعد میں دوسری شرط کہ "اگر تو والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو تجھ پر طلاق ہے" صحیح رہے گی، لہٰذا اگر وہ والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور عدت کے اندر خاوند کو رجوع کا حق حاصل رہے گا، تاہم خاوند آئندہ دو طلاقوں کا مالک ہو گا۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو قال ماأنت لي بامرأة، أولست لك بزوج، و نوى الطلاق يقع عند أبي حنيفة.(۲)

ترجمہ:

اور اگر شوہر بیوی کو کہے: "تو میری بیوی نہیں" یا "میں تمہارا شوہر نہیں"، اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

بیوی سے کہنا "فلاں سے شادی کرو"

سوال نمبر(111):

ایک شخص بیوی سے گفتگو کر رہا تھا، مذاق میں وہ کسی دوسرے آدمی کی تعریف کر رہی تھی، خاوند نے کہا کہ "ھغہ اوکڑہ" (اس سے شادی کرلو) لیکن ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاقِ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور طلاقِ کنائی میں عموماً نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اگر نیت ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "ھغہ اوکڑہ" یہ صریح نہیں، لہٰذا ان الفاظ میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جب خاوند خود کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی، تو اگر واقعی ایسا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی،

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/٥٢٨

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ١/٣٧٥

لیکن اس طرح کی باتیں مذاق میں بھی نہیں کہنی چاہیے۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو قال لها اذهبي فتزوجي تقع واحدة إذا نوى. (١)

ترجمہ:

اگر شوہر بیوی سے کہے: ''جاؤ، شادی کرو'' اگر اس میں طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

''تو مجھ پر بہن ہے، اگر میں اس کے ساتھ تعلق رکھوں''

سوال نمبر(112):

ایک آدمی کا بیٹے کے ساتھ بوجہ نافرمانی تعلقات خراب ہیں جس کی وجہ سے باپ اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے کہا کہ تم اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور تم ہر معاملے میں اس کی طرف داری کرتے ہو تو خاوند نے کہا: ''تو مجھ پر بہن ہے، اگر میں اس کے ساتھ تعلق رکھوں''۔ ان الفاظ سے کیا طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں، جب کہ باپ نے ابھی تک اپنے بیٹے کے ساتھ تعلقات نہیں رکھے ہیں اور نہ رکھنے کا ارادہ ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ظہار کے ثبوت کے لیے حرفِ تشبیہ کا ہونا ضروری ہے، جس کلام میں اداتِ تشبیہ نہ ہوں اِس سے ظہار نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے مذکورہ الفاظ ''تو مجھ پر بہن ہے'' سے ظہار کا ثبوت نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں اداتِ تشبیہ نہیں ہیں، تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف وعادت میں بیوی کو ماں بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو پھر خاوند کے حانث ہونے کی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگی جس میں تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق کے لیے مستعمل نہ ہوتے ہوں تو پھر ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، لیکن اگر باپ بیٹے سے تعلق رکھے پھر بھی نکاح پر اثر نہیں پڑے گا، بیوی بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہے گی۔

---

(١) الفتاوى الهندية، الطلاق، الكنايات: ١/٣٧٦

والدليل علی ذالك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براأو ظهارا،أو طلاقاصحت نيته)......لأنه كناية(وإلا) ينوشيئاً،أو حذف الكاف (لغا)وتعين الأدنى إي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي. (١)

ترجمہ: اوراگرکوئی"أنت علي مثل أمي" کےالفاظ سےاس کی عزت یاظہاریاطلاق کی نیت کرےتواس کی نیت صحیح ہے،کیونکہ یہ کنایہ ہےاوراگرکسی چیز کی نیت نہ کرے یاحرفِ کاف کوحذف کرےتو یہ لغوہوجائے گااورادنیٰ معنی،یعنی احترام کامعنی متعین ہوگااوراپنی بیوی کو یہ کہناکہ''تو میری ماں ہے''اور''اے میری بیٹی''اور''اے میری بہن''مکروہ ہے۔

❁❁❁

قبل ازرخصتی یوں کہناکہ''فلاں کام کروں تو نکاح ٹوٹ جائے''

سوال نمبر(113):

میرانکاح ہوچکا ہے،لیکن رخصتی نہیں ہوئی،پچھلے دنوں میں نے یوں کہاکہ:''فلاں کام کروں تو نکاح ٹوٹ جائے''پھر مجھ سے وہ کام ہوگیا تو اس کاحکم کیاہے؟حالانکہ میرامقصد طلاق دینانہیں تھا،ایک ادارے سے میں نے سوال کیاتوانہوں نے درج ذیل جواب دیا:

اگر واقعی اس جملہ سے مقصد طلاق دینانہیں تھاتواس سے طلاق واقع نہیں ہوئی،البتہ اگرطلاق کی نیت تھی توایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے،جس میں تجدیدنکاح کی ضرورت نہیں،بلکہ عدت کے اندر قولی یافعلی رجوع کافی ہے۔قال في الهندية:ولوقال لانكاح بيني وبينك،أوقال لم يبق بيني وبينك نكاح، يقع الطلاق إذانوى. وأيضاً:ولوقال لامرأته لست لي بامرأة ...... وإن قال نويت الطلاق، يقع الطلاق في قول أبي حنيفة.

مذکورہ سوال وجواب کے بارے میں اپنی رائے تحریرفرماکرتشفی کاسامان بہم پہنچائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

ہم بستری یاخلوتِ صحیحہ ہونے سے پہلے بیوی کوطلاق دینے سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے،چاہے طلاق

(١)الدرالمختارعلی صدرردالمحتار،کتاب الطلاق،باب الظهار:١٣١/٥

صریح دی گئی ہو یا کنائی اور طلاقِ بائن ہونے کے بعد دوبارہ گھر بسانے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔

سوال میں مذکورہ الفاظ سے اگر آپ کی نیت بیوی کو طلاق دینے کی تھی تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور اب باہمی رضامندی سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور اگر واقعی ان الفاظ سے طلاق دینا مقصود نہ تھا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس مسئلہ میں طلاقِ رجعی کے وقوع کا جواب دینا درست نہیں۔

والدّليل على ذلك:

وفي السراجية: صريح الطلاق قبل الدخول يكون بائناً.(١)

ترجمہ: سراجیہ میں ہے کہ طلاقِ صریح ہم بستری سے پہلے بائن ہوتی ہے۔

❁❁❁

طلاقِ بائن کی عدت کے بعد طلاقِ رجعی دینا

سوال نمبر (114):

خالد نے اپنی بیوی کو ایک طلاقِ بائن دے دی، پھر عدت گزرنے کے بعد دوستوں سے گفتگو کے دوران اس کو مزید ایک صریح لفظ کے ساتھ طلاق دے دی۔ اب خالد دوبارہ اس بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ سسرال والے بھی راضی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کرنے کے بعد خالد کو کتنے طلاق دینے کا اختیار ہوگا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق ہونے کے بعد عدت گزر جائے تو بیوی بالکل اجنبی ہو جاتی ہے، لہٰذا ایسی حالت میں اس کو طلاق دینا لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر خالد نے اپنی بیوی کو ایک طلاقِ بائن دی ہو، پھر عدت گزرنے کے بعد اُسے صریح الفاظ سے ایک طلاق دی ہو تو محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسری طلاق لغو ہے۔ لہٰذا اس عورت نے اگر کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا ہو تو خالد کو اس سے نکاح کر لینے کی گنجائش ہے۔ اور اسے مزید دو طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگا، یعنی نکاح کرنے کے بعد اگر خالد نے اس کو مزید دو طلاقیں دے دیں تو مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی۔

(١) الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فيما يرجع الى صريح الطلاق :٣/١٩٠

والدّلیل علی ذلک:

(الصریح یلحق الصریح و)یلحق (البائن)بشرط العدة (والبائن یلحق الصریح).قال العلامة ابن عابدینؒ قوله:(بشرط العدة)هذا الشرط لابدمنه في جمیع صور اللحاق،فالأولی تأخیره عنها.(١)

ترجمہ: صریح طلاق صریح سے بھی ملحق ہوتا ہےاوراور بائن سے بھی۔ بشرط یہ کہ مطلقہ عدت میں ہواور طلاقِ بائن صرف طلاقِ صریح کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ:''طلاقوں کے آپس میں ملحق ہونے کی تمام صورتوں میں عدت کی موجودگی کی شرط ضروری ہے۔پس بہتر یہ ہے کہ اس شرط کوتمام صورتوں سے موخر کردیا جائے''۔

❁❁❁

''تو مجھ پر حرام ہے''

سوال نمبر(115):

گھریلولڑائی جھگڑے کے دوران میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ:''تو مجھ پر حرام ہے''لیکن میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی،کیااس سے طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

''تو مجھ پر حرام ہے'' کے الفاظ عرف میں بیوی کوطلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں لہٰذا یہ الفاظ طلاقِ صریح بائن کے ہیں،جس سے بغیر نیت کے بھی طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں آپ کی بیوی پرایک طلاق بائن واقع ہوچکی ہے۔اب اس کے ساتھ دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے لیے باہمی رضامندی اورجدید مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے۔اورتجدید کے بعد آپ کے پاس دوطلاقوں کااختیار باقی رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

ومن الألفاظ المستعملة ...... وعليّ الحرام، فیقع بلانیة للعرف. قال العلامة الشاميؒ:قوله :

(١)رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات،مطلب :الصریح یلحق الصریح: ٤/٥٤٠

(فيقع بلانية للعرف) أي فيكون صريحا لا كناية بدليل عدم اشتراط النية، وإن كان الواقع في لفظ الحرام البائن؛لأن الصريح قد يقع به البائن.(۱)

ترجمہ:

طلاق کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ میں سے (شوہر کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ)''مجھ پر حرام ہے''، پس اس نے عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ "فيقع بلانية للعرف" کا مطلب یہ ہے کہ نیت کا شرط نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حرام کا لفظ صریح ہے، نہ کہ کنائی، اگرچہ لفظِ حرام سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات صریح الفاظ سے بھی طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

❁❁❁

بیوی کو''تو مجھ پر ماں، بہن ہے'' تین مرتبہ کہنا

سوال نمبر(116):

گھریلو ناچاقی کی وجہ سے میں نے فون پر اپنی بیوی کو کہا کہ:''تو مجھ پر ماں، بہن ہے'' دوسرے دن دوبارہ فون کر کے میں نے یہی الفاظ مزید دو مرتبہ اس کو کہہ دیے، جب کہ ہمارے علاقے (خیبر ایجنسی) میں بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کے لیے ہی استعمال کیے جاتے ہیں، اب بعض حضرات کہتے ہیں کہ میری بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی ہے، جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تین طلاق واقع ہوگئی ہیں۔ براہِ کرم آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

عام عرف میں حروفِ تشبیہ ذکر کیے بغیر بیوی کو ماں، بہن کہنے سے اگرچہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن یہ فعل مکروہ ضرور ہے، البتہ اگر کسی علاقے کے عرف اور محاورہ میں بیوی کو ماں، بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور وہاں لوگ بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کے لیے ہی استعمال کرتے ہوں تو اس خاص عرف کے لحاظ سے یہ الفاظ طلاقِ صریح بائن شمار ہو کر اس سے طلاقِ بائن واقع ہوگی، پھر بیوی کو تین مرتبہ مذکورہ الفاظ کہنے سے بظاہر تینوں طلاق واقع ہوجانی چاہئیں، لیکن واضح رہے کہ بائن کے ساتھ صریح تب ملحق ہوتی ہے، جب کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے صریح ہو،

(۱)رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصريح، ٤/ ٤٦٤

جب کہ بیوی کو ماں، بہن کہنا اصل وضع کے اعتبار سے صریح نہیں، بلکہ ایک عارض (عرف) کی وجہ سے ہے اور اصل وضع میں یہ الفاظ طلاق کے لیے نہیں ہیں اس لیے یہ بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں، بلکہ پہلی مرتبہ بیوی کو ماں، بہن کہنے سے وہ بائنہ ہوگئی اور دیگر دو طلاقوں کے لیے محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ واقع نہیں ہوئیں۔

والدّليل على ذلك:

قال العلماء: لابد في الظهار من التشبيه، وإذاقال أنت أمي لايكون ظهاراً بل لغواً. أقول: لابد من أن يكون طلاقاًبائناً عندالنية، وقد روي عن أبي يوسف، كمافي العمدة.(١)

ترجمہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے بغیر) کہے کہ "تو میری ماں ہے" تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدۃ میں ہے۔

ولايردّ أنت عليّ حرام على المفتى به من عدم توقفه على النية مع أنه لايلحق البائن، ولايلحقه البائن؛ لكونه بائنا لماأن عدم توقفه على النية أمرعرض له، لابحسب أصل وضعه.(٢)

ترجمہ:

اور یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ مفتی بہ قول کے مطابق تو "انت علی حرام" سے وقوع طلاق نیت پر موقوف نہیں، باوجود اس کے کہ یہ طلاق بائن سے ملحق نہیں ہوتا اور نہ ہی طلاق بائن اس کے ساتھ ملحق ہوتا ہے (تو اس کی کیا وجہ ہے؟) دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ "انت علی حرام" اصل وضع کے اعتبار سے بائن ہے، البتہ اس کا نیت پر موقوف نہ ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے، نہ کہ اصل وضع کے اعتبار سے۔

❀❀❀

(١)العرف الشذي على هامش الترمذي،ابواب الطلاق والرضاع،باب ماجاء في كفارة الظهار:١/٣٥٧

(٢)رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات:٤/٥٤٠

بیوی کو ”اپنی ماں اور بھائیوں کے گھر چلی جا“ کہنا

سوال نمبر(117):

میں نے اپنی بیوی کو جھگڑے کے دوران غصے میں کہا ”اپنی ماں اور بھائیوں کے گھر چلی جا“، لیکن میری نیت یہ تھی کہ وہ اپنی ماں کے گھر چلی جائے تا کہ وہ اس کو نصیحت کر کے سمجھا دیں، طلاق کی نیت ہرگز نہیں تھی، کیا ان الفاظ سے میری بیوی کو طلاق ہوئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جھگڑے کے دوران بیوی کو کہے جانے والے مذکورہ جملے سے اگر آپ کی نیت طلاق دینے کی تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور اگر واقعی آپ کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی جیسا کہ آپ کا بیان ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

وعن أبي يوسفؒ في الإملاء :أنه ألحق بهذه الخمسة أربعة أخرى: لاملك لي عليك، لاسبيل لي عليك، خليت سبيلك، الحقي بأهلك، لو قال ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أوفي الغضب، وقال لم أنو به الطلاق، يصدق قضاء في قول أبي حنيفةؒ.(١)

ترجمہ:

امام ابو یوسفؒ سے الاملاء میں منقول ہے کہ انہوں نے مذکورہ پانچ کنائی الفاظ کے ساتھ مزید چار شامل کیے ہیں جو کہ یہ ہیں: میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں، میرا تجھ پر کوئی راستہ نہیں، میں نے تیرا راستہ خالی کر دیا ہے، اپنے گھر والوں سے مل جا۔ اگر شوہر مذکورہ جملے مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں استعمال کرے اور کہے کہ اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق قضاءً اس کی تصدیق کی جائے گی۔

---

(١) قاضي خان،الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،فصل في الكنايات:١/٤٦٧،٤٦٨

’’دفع ہوجاؤ، چلی جاؤ، میرے گھر سے نکل جاؤ‘‘ کہنا

سوال نمبر(118):

میں نے غصے میں بیوی سے کہا’’دفع ہوجاؤ، چلی جاؤ، میرے گھر سے نکل جاؤ‘‘لیکن اللہ گواہ ہے کہ ان الفاظ کے کہتے وقت میرا طلاق وغیرہ دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بیوی کو ایسے الفاظ کہنے کا کیا حکم ہے؟ جب کہ طلاق دینے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام نے’’چلی جاؤ، گھر سے نکل جاؤ‘‘ کے الفاظ طلاق کے کنائی الفاظ میں شمار فرمائے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کی نیت سے کہے جائیں تو ان سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا سوال میں ذکر کردہ الفاظ بیوی کو کہتے وقت اگر واقعی آپ کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

الکنایات(لا تطلق بها)قضاء (إلا بنية، أو دلالة الحال، فنحو أخرجي، واذهبي وقومي) ...... (وفي الغضب)توقف (الأولان)إن نوى وقع، وإلالا(وفي مذاكرة الطلاق)يتوقف (الأول فقط).(۱)

ترجمہ:

الفاظِ کنائی سے نیت یا دلالتِ حال کے ہوتے ہوئے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے، اس کے بغیر نہیں۔ پس نکل جاؤ، چلی جاؤ اور کھڑی ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ اور غضب وغصہ میں پہلی دو قسمیں نیت پر موقوف ہوتی ہیں، ان میں اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہوتی ہے، ورنہ نہیں اور مذاکرہ طلاق میں فقط پہلی قسم (یعنی اخرجی وغیرہ) نیت پر موقوف ہوگی۔

(۱)الدر المختار على صدر ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٥٣٣_٥٢٨/٤

بیوی کو ''زہ خلاصہ مے کڑے'' کہنا

سوال نمبر(119):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو لڑائی کے دوران اس کے مطالبہ طلاق پر کہا: ''زہ خلاصہ مے کڑے ''(جا تجھے رہا کردیا) تو اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام نے ''خلاصہ مے کڑے ''(تجھے رہا کردیا) جیسے الفاظ کو الفاظِ کنائی میں شمار کیا ہے، لیکن چونکہ اب عرف میں یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے علامہ شامیؒ اور دوسرے حضرات نے ان کو طلاق کے صریح الفاظ قرار دے کر اس سے طلاقِ رجعی کے واقع ہونے کو ذکر فرمایا ہے۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں اس شخص کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔ عدت کے اندر اندر وہ اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے اور عدت میں قولاً یا فعلاً رجوع نہ کرنے کی صورت میں عدت کے بعد یہ طلاق بائن ہوجائے گی۔ پھر اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوگی، بہر دو صورت آئندہ کے لیے شوہر کے پاس دو طلاقوں کا اختیار باقی رہ جائے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

فإذا قال رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا،وماذاك إلالأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق. (١)

ترجمہ: پس جب کہے رہا کردم یعنی "سرحتك" (رہا کردیا) تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ بھی اصل میں کنایات میں سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ فارس کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں غالب ہوچکا ہے۔

❁❁❁

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٤/ ٥٣٠

''اگر یہ کام دوبارہ کیا تو فارغ کردوں گا''

سوال نمبر(120):

میں نے گھر میں ایک کام پر غصہ ہوکر اپنی بیوی سے کہا: ''اگر یہ کام دوبارہ کیا تو فارغ کردوں گا'' بعد میں اپنے الفاظ پر بڑا پشیمان ہوا۔ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

بیّنواتوجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مستقبل کے صیغہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ''فارغ کردوں گا'' کا جملہ مستقبل پر دلالت کرنے کی وجہ سے وعدۂ طلاق ہے، نہ کہ طلاق۔ اور وعدۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا چاہے آپ کی بیوی وہ کام کرے یا نہ کرے بہر صورت ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

فقال الزوج :"طلاق میکنم " و کرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: " کنم "لأنه استقبال. (۱)

ترجمہ: پس خاوند کہے کہ: ''میں طلاق دیتا ہوں''، یہ جملہ تین مرتبہ دہرائے تو بیوی کو تین طلاقیں ہوجائیں گی، بخلاف یہ کہ خاوند کہے کہ: ''میں طلاق دوں گا'' (اس سے طلاق نہیں ہوتی) کیونکہ یہ مستقبل کے الفاظ ہیں۔

❁❁❁

بیوی سے ''تو میری بیوی نہیں'' کہنا

سوال نمبر(121):

میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں، ایک دن کسی گھریلو بات پر تنازعہ کے دوران میرے شوہر نے غصے میں آکر مجھے کہا: ''تو میری بیوی نہیں'' اور پھر تین پتھر اٹھا کر کہا کہ جب ان کو پھینک دوں تو تجھے پتہ چل جائے گا۔ میں یہ سن کر فوراً خاموش ہوگئی، چنانچہ اس نے پتھر پھینکے نہیں۔ کیا ان مذکورہ الفاظ سے مجھے طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنواتوجروا

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية: ۱/۳۸۴

الجواب وباللہ التوفیق:

''تو میری بیوی نہیں'' کے الفاظ سے طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کا دارومدار خاوند کی نیت پر ہے، اگر یہ الفاظ کہتے وقت آپ کے شوہر کی نیت طلاق دینے کی تھی تو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی ہے۔ عدت کے اندر اندر بغیر تجدیدِ نکاح کے وہ آپ سے رجوع کرسکتا ہے اور آئندہ کے لیے اسے دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا اور اگر یہ الفاظ کہتے وقت اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

لست لك بزوج، أولست لي بامرأة ......طلاق إن نواه.قال العلامة ابن عابدينؒ:قوله : (طلاق إن نواه)......وأشاربقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي، كذافي البحر من باب الكنايات.(۱)

ترجمہ:

میں تمہارا شوہر نہیں یا تو میری بیوی نہیں۔۔۔۔۔طلاق ہے، اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو۔ علامہ ابن عابدینؒ "طلاق إن نواه" کے تحت فرماتے ہیں: ''لفظِ طلاق کہہ کر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کنایہ جملہ سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے''، اسی طرح البحرالرائق کے باب الکنایات میں بھی ہے۔

❁❁❁

بیوی کو''ایک، دو، تین تو مجھ سے آزاد ہے'' کہنا

سوال نمبر(122):

بیوی سے جھگڑے کے دوران میں نے انتہائی غصہ میں آکر اس سے کہا: ''ایک، دو، تین تو مجھ سے آزاد ہے'' اس کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ایک، دو، تین اعداد ہیں۔ عام طور پر اس کے ساتھ معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے، لیکن بعض اوقات عرف میں

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح : ۵۰۷/۴

ان اعداد کو ذکر کر کے معدود کو دلالتِ حال کی بنیاد پر حذف کر دیا جاتا ہے چنانچہ دلالتِ حال سے اُسے سمجھا جا سکتا ہے۔ پر اس وقت جب کہ کلام کے شروع یا اختتام میں صراحتاً یا کنایۃً طلاق کا ذکر نہ ہو، اور جہاں کہیں طلاق کا ذکر صراحتاً یا کنایۃً ہو تو وہاں پر طلاق ہی متعین ہوتی ہے۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق غصے کی حالت میں عام طور سے بیوی کو ایک، دو، تین کہنے سے طلاق کی گنتی مقصود ہوتی ہے اور صورتِ مسئولہ میں تو بعد کے الفاظ ''تو مجھ سے آزاد ہے'' بھی اسی بات کی نشان دہی کرتے ہیں، لہٰذا آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔

والدلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترایکی وتراسه" أوقال "تویکی وتوسه" قال أبو القاسم الصفارؒ :لایقع شيء، قال الصدر الشهید :یقع إذانوی، قال وبه یفتی قال القاضي وینبغي أن یکون الجواب علی التفصیل: إن کان ذلك في حال مذاکرة الطلاق، أوفي حال الغضب یقع الطلاق، وإن لم یکن لایقع إلا بالنیة.(۱)

ترجمہ:

اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تجھے ایک اور تین'' یا ''تو ایک، تو تین'' تو ابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ: ''کچھ واقع نہیں ہوا''۔ صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ: ''نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی'' اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو، تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی''۔

❁❁❁

''میں نے اسے آزاد کر دیا ہے'' کا جھوٹا اقرار

سوال نمبر(123):

ایک ہفتہ پہلے میرے دوست نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تم نے اپنی بیوی کو آزاد کر دیا ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں! میں نے اسے آزاد کر دیا ہے'' حالانکہ میں اللہ کی ذات کو حاضر ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے ایسا کوئی جملہ

(۱) خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق، الفصل الثاني في الکنایات: ۹۸/۲

اپنی بیوی کے بارے میں نہیں کہا ہے، یعنی دوست کو محض جھوٹ کہا ہے۔ کیا اس سے میری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بیوی کو آزاد کرنے کے الفاظ عرف میں صرف طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہونے کی وجہ سے الفاظِ صریح کے حکم میں ہیں، لہٰذا ان سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے، لیکن دوست کے استفسار پر یہ کہنا کہ "میں نے اسے آزاد کردیا ہے،" جب کہ حقیقت میں ایسا کوئی جملہ اپنی بیوی کے بارے میں نہیں کہا ہو جس سے طلاق واقع ہوجاتی ہو، تو یہ طلاق دینے کا جھوٹا اقرار ہے اور بیوی کو طلاق دینے کا جھوٹا اقرار کرنے سے قضاءً طلاق واقع ہوجاتی ہے، البتہ دیانتاً (اللہ اور اس کے درمیان) جھوٹی خبر دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدّلیل علی ذلک:

لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً لايقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك، لايقع قضاء أيضا. (١)

ترجمہ: اگر (طلاق کے اقرار سے) اس کی مراد ماضی کی جھوٹی خبر دینا ہو تو دیانتاً طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اس سے پہلے (اس بات پر کہ میں جھوٹا اقرار کروں گا) گواہ بھی بنالیے تو قضاءً بھی واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

بیوی کو یہ کہنا کہ "تجھ سے پیدا اولاد مجھ سے نہیں"

سوال نمبر (124):

ایک شخص نے غصے میں بیوی کو برا بھلا کہتے ہوئے کہا کہ: "تجھ سے پیدا شدہ اولاد مجھ سے نہیں"، کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی؟ اگر ہوئی ہے تو اب اس بیوی کو ساتھ رکھنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بیوی سے پیدا شدہ اپنی اولاد کے بارے میں یہ کہنا کہ: "تجھ سے پیدا اولاد مجھ سے نہیں"، دراصل اس پر زنا کی تہمت لگانا ہے، ان الفاظ سے براہِ راست طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر بیوی عدالت میں کیس دائر کرلے کہ

(١) ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراہ: ٤/٤٤٣

میرے خاوند نے مجھ پر ان الفاظ سے زنا کی تہمت لگائی ہے اور اس کی بنیاد پر میاں بیوی کے درمیان لعان ہو کر قاضی ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ کردے تو یہ جدائی طلاقِ بائن کے حکم میں ہوگی۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بھی ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی، لیکن کسی پاک دامن عورت پر ایسی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذاقذف الرجل امرأته بالزنا...... أونفى نسب ولدها، وطالبته بموجب القذف، فعليه اللعان ...... وإذا التعنا لاتقع الفرقة، حتى يفرق القاضي بينهما...... وتكون الفرقة تطليقة بائنة.(۱)

ترجمہ:

جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے۔۔۔۔۔ یا اس کے بچے کے نسب کی نفی کرے اور عورت موجب قذف کا مطالبہ کرے تو مرد پر لعان کرنا واجب ہوگا۔۔۔۔۔ اور جب میاں بیوی لعان کرلیں تو جدائی واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ دونوں کے درمیان قاضی تفریق کرے۔۔۔۔۔ اور یہ تفریق طلاق بائن ہوگی۔

بیوی کو ”میں تیرے قریب نہیں ہوں گا“ کہنا

سوال نمبر(125):

میں بیوی سے ہم بستری کے لیے کہہ رہا تھا، لیکن وہ تیار نہیں ہو رہی تھی تو میں نے غصے میں اس کو کہا: ”میں تیرے قریب نہیں ہوں گا“ اب کچھ دن ہوئے ایک دوست سے معلوم ہوا کہ بیوی کو اس طرح کے الفاظ کہنے سے ایلا ہوتا ہے، براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ایلا کے منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ شوہر چار ماہ یا اس سے زیادہ بیوی کے قریب نہ ہونے پر قسم

(۱) الهداية، باب اللعان: ۲/۴۲۳،۴۲۴

کھائے یا وہ اس کو ایسے فعل کے ساتھ معلق کرے جس کا کرنا اس پر گراں گزرتا ہو۔

صورتِ مسئولہ میں بیوی کے قریب نہ جانے پر قسم نہیں کھائی گئی ہے، نہ ہی اس کو کسی دشوار کام پر معلق کیا گیا ہے اور نہ ہی مدت کو ذکر کیا گیا ہے اس لیے ان الفاظ سے ایلا نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

وفي الشرع هو اليمين على ترك قربان الزوجة أربعة أشهر فصاعداً بالله تعالى، أو بتعليق ما يستشقه على القربان. (١)

ترجمہ: اور اصطلاح شریعت میں ایلا یہ ہے کہ چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک بیوی کے ساتھ ہم بستری ترک کرنے پر اللہ کی ذات کی قسم کھائے یا اس قربت کو ایسے کام پر معلق کرے جو قربت کرنے کی صورت میں اس شخص کو مشقت میں ڈال دے۔

لو قال: لاأقربك، ولم يقل والله لايكون مولياً. (٢)

ترجمہ: اگر یوں کہے کہ تیرے قریب نہیں آؤں گا اور یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم! تو یہ شخص ایلا کرنے والا نہیں۔

❁❁❁

''میں نے آزاد کیا'' تین مرتبہ کہنا

سوال نمبر (126):

ایک شخص کو سسر نے کہا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ اور میری بیٹی کو بھی چھوڑ دو۔ اس نے غصہ میں کہا کہ تمہارے کہنے پر میں نے آزاد کیا، آزاد کیا، آزاد کیا۔ لیکن اس کا ارادہ آزاد کرنے کا نہیں تھا۔ اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں نے آزاد کرلیا ہے، جس کی تعبیر پشتو میں ''ما خلاصه کړې ده'' سے ہوتی ہے

(١) رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الايلاء: ٥/٥٨

(٢) البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، تحت قوله: والله لاأقربك: ٤/١٠٢

یہ لفظ بذاتِ خود اگرچہ طلاق کنائی ہے اوراس سے طلاق کا وقوع نیت پر مبنی ہے، لیکن عرف میں یہ الفاظ طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے فقہاے کرام نے اس کو طلاقِ صریحی میں شمار کرکے نیت کے بغیر بھی اس سے طلاق کے وقوع کا قول کیا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسؤلہ میں خاوند کا تین دفعہ ''میں نے آزاد کیا'' کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں اورعورت مطلقہ مغلظہ ہے۔

والدلیل علی ذلک:

فإذا قال رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا،وماذاك إلالأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق. (۱)

ترجمہ: پس جب کہے رہا کردم یعنی ''سرحتك'' (رہا کردیا) تواس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ بھی اصل میں کنایات میں سے ہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فارس کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں غالب ہوچکا ہے۔

❁❁❁

بیوی کو ''میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا'' کہنا

سوال نمبر (127):

ایک شخص نے بیوی کو والدین کے گھر سے بار بار منع کیا، لیکن وہ منع نہ ہوئی۔ آخر کار اس نے اپنی بیوی کو ڈرانے کے لیے کہا کہ: ''میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا ہے''۔ اب شوہر کہتا ہے کہ اس وقت میری نیت طلاق کی نہیں تھی۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

''میں نے تمہیں آزاد کیا'' کے الفاظ ہمارے معاشرے میں طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سننے والا اس سے یہی سمجھتا ہے کہ شوہر نے یہ الفاظ بول کر اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اس لیے مذکورہ الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ۴/ ۵۳۰

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے واقعی بیوی سے یہ الفاظ کہے ہوں کہ: ''میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا ہے''۔ تو ایک طلاق واقع ہوگئی ہے۔ اب بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرسکتا ہے، لیکن اگر دورانِ عدت رجوع نہ کیا تو عدت گزرنے کے بعد ازدواجی تعلق استوار کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہوگی اور آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلك:

فإذا قال رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا، وماذاك إلالأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق. (١)

ترجمہ: پس جب کہے رہا کردم یعنی ''سرحتك'' (رہا کردیا) تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ بھی اصل میں کنایات میں سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فارس کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں غالب ہوچکا ہے۔

طلاقِ بائن اور تجدیدِ نکاح

سوال نمبر (128):

طلاقِ بائن کن الفاظ سے اور کب واقع ہوتی ہے۔ ایک عالم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی تجدیدِ نکاح کرنا چاہیے تاکہ شکوک وشبہات پیدا نہ ہوں۔ مذکورہ مسئلہ کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کی وضاحت فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کے صریح الفاظ کی بجائے ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق کا مطلب بھی لیا جاسکتا ہو اور طلاق کے علاوہ مفہوم پر بھی دلالت کرتے ہوں، مثلاً: یوں کہہ دیا کہ میں نے تجھے دور کردیا یا اپنے گھر چلی جا یا مجھ کو تجھ سے کوئی واسطہ نہیں وغیرہ تو ایسے الفاظ کہنے سے اگر شوہر نے طلاق دینے کی نیت کی ہو یا مذاکرہ طلاق یا حالت غضب میں ایسا کلام منہ سے نکالا ہو تو اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے اور اگر طلاق دینے کی نیت، حالت

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/ ٥٣٠

غضب اور مذاکرہ طلاق نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاقِ بائن کی صورت میں تجدیدِ نکاح ضروری ہوتی ہے۔ چاہے عدت سے پہلے ہو یا عدت کے بعد۔ نیز ایک طلاقِ بائن کے بعد اگر دوسرا طلاق بائن دے دے تو وہ پہلے کے ساتھ جمع نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔ اگر طلاقِ بائن کا وقوع یقینی طور پر معلوم ہو تو تجدیدِ نکاح ضروری ہے، صرف شکوک وشبہات کی بنا پر تجدیدِ نکاح صحیح نہیں۔

والدّليل على ذلك:

الطلاق الصريح يلحق الطلاق الصريح ......ويلحق البائن أيضاً.......والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح ......ولايلحق البائن البائن بأن قال لها: أنت بائن، ثم قال لها أنت بائن، لايقع إلا طلقة واحدة بائنة. (١)

ترجمہ:

طلاقِ صریح، صریح کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ اور بائن کے ساتھ بھی۔۔۔۔۔ اور بائن طلاق صریح کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے اور بائن بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی۔ بایں طور کہ آدمی بیوی سے کہے تو بائن ہے، پھر اس سے کہے تو بائن ہے تو ایک بائن طلاق واقع ہوگی۔

الكنايات (لاتطلق بها) قضاء (إلا بالنية أو دلالة الحال). (٢)

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

غصہ میں بیوی کو ''تو مجھ سے فارغ ہے، گھر سے نکل جاؤ'' کہنا

سوال نمبر(129):

ایک شوہر بیوی کو غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے: ''تو مجھ سے فارغ ہے، گھر سے نکل جا'' ان الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوگی اور کیا شوہر بیوی کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

بيّنوا توجروا

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ٣٧٧/١

(٢) الدرالمختار على صدر ردالمحتار۔ كتاب الطلاق، باب الكنايات: ٥٢٨/٤

الجواب وباللہ التوفیق:

صریح الفاظ کی طرح اُن کنائی الفاظ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے جو طلاق کے معنی کے علاوہ دیگر معانی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ ان الفاظ سے اُس وقت طلاق ہوگی جب ان کے کہنے سے شوہر طلاق کی نیت بھی کرے یا حالتِ غضب میں کہے۔ اگر ان الفاظ کے ساتھ شوہر کی نیت طلاق کی نہ ہو اور نہ ہی مذاکرہ طلاق یا غصہ کی حالت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر نے اگر مذکورہ الفاظ طلاق دینے کی نیت سے کہے ہوں تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی اور شوہر تجدیدِ نکاح کے بغیر رجوع نہیں کرسکتا۔ اگر تجدید کرے تو آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

الكنايات (لاتطلق بها) قضاء (إلا بالنية أو دلالة الحال). (١)

ترجمہ:

کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

بیوی کو بہن کہنا

سوال نمبر (130):

ایک شخص کی چچازاد بھائیوں سے تلخ کلامی ہوئی تو اس نے کہا کہ: ”مجھ پر میری بیوی بہن ہو، اگر میں آئندہ کبھی تمہارے گھر آؤں“ ان جیسے الفاظ کہنے سے ظہار ثابت ہوگا یا ان سے بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ظہار کے ثبوت کے لیے اداتِ تشبیہ کا ہونا ضروری ہے، جہاں کسی کلام میں اداتِ تشبیہ نہ ہوں تو وہاں پر ظہار نہیں ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ الفاظ ”مجھ پر میری بیوی بہن ہو، اگر میں آئندہ کبھی تمہارے گھر آؤں“ سے ظہار

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/٥٢٨

کا ثبوت نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس میں اداتِ تشبیہ نہیں ہیں، تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف وعادت میں بیوی کو بہن یا ماں کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو پھر خاوند کا اس مذکورہ گھر جانے کی صورت میں طلاق بائن واقع ہو جائے گی جس کے لیے تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور آئندہ خاوند کو دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق کے لیے مستعمل نہ ہوں پھر بھی ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، تاہم نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔

والدّليل علی ذلك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براًأوظهارا،أوطلاقاصحت نيته)......لأنه كناية(وإلا) ينو شيئاً،أوحذف الكاف (لغا)وتعين الأدنى إي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وياابنتي وياأختي ونحوه. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنی درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔ اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ "تو میری ماں ہے"، "اے میری بیٹی" اور "اے میری بہن" وغیرہ مکروہ ہے۔

والحاصل أن المتاخرين خالفوا المتقدمين في وقوع البائن بالحرام بلانية حتى لايصدق إذا قال لم أنو لأجل العرف الحادث في زمان المتأخرين، فيتوقف الأن وقوع البائن به على وجود العرف كمافي زمانهم، وأماإذا تعورف استعماله فی مجرد الطلاق لابقيد كونه بائنا يتعين وقوع الرجعي به.(۲)

ترجمہ:

اور حاصل یہ کہ متاخرین نے متقدمین کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاقِ بائن بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی تو اس کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی۔ اس کی وجہ متاخرین کے زمانے میں نئے عرف کا بن جانا ہے، لہٰذا اس دور میں اس سے بائن طلاق کا وقوع عرف پر موقوف رہے گا، جیسا کہ اُن کے زمانے میں عرف تھا۔ اور اگر اس کا استعمال بائن وغیرہ کی قید کے بغیر محض طلاق میں ہی متعارف ہو جائے تو اس سے رجعی طلاق واقع ہوگی۔

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظهار:۵/۱۳۱

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، نان الکنایات:۴/۵۳۰

''اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے''

سوال نمبر (131):

ایک عورت نے اپنے خاوند سے میکے جانے کے لیے آٹھ سالہ بچے کے ذریعے اجازت طلب کی تو خاوند نے اس سے کہا کہ ''اجازت نہیں ہے، وہ نہ جائے، اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے۔'' یہ الفاظ خاوند نے ڈرانے دھمکانے کے لیے استعمال کیے ہیں، اس کے باوجود بھی عورت باپ کے گھر چلی گئی تو اس سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

وقوع طلاق کے لیے صریح الفاظ یا کنائی الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کلام میں صریح الفاظ یا ایسے الفاظ جو کہ کنایۃً طلاق پر دلالت کرتے ہوں، موجود نہ ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے صرف یہی الفاظ ''اجازت نہیں ہے، وہ نہ جائے، اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے'' کہے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اس میں نہ صراحتاً طلاق کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نہ کنائی الفاظ موجود ہیں بلکہ یہ الفاظ ڈانٹ اور دھمکی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں کہ میری اجازت کے بغیر والدین کے گھر نہ جائے اور بغیر اجازت کے والدین کے گھر جانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک اس میں طلاق کے صریح یا کنائی الفاظ استعمال نہ ہوں۔

والدّلیل علی ذلک:

والأصل الذي عليه الفتوى في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إذا كان فيها لفظ لا يستعمل إلا في الطلاق، فذلك اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة، وما كان بالفارسية من الألفاظ ما يستعمل في الطلاق وفي غيره، فهو من كنايات الفارسية، فيكون حكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام. (١)

ترجمہ:

فارسی زبان میں طلاق دینے کے بارے میں جس قاعدہ پر ہمارے اس زمانے میں فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية: ٣٧٩/١

اگر فارسی زبان کا کوئی لفظ ایسا ہو جو صرف طلاق میں استعمال ہوتا ہو تو یہ لفظ صریح ہے، اس سے طلاق بغیر نیت کے واقع ہوگی، جب کہ اس کی نسبت بیوی کی طرف کرے اور فارسی کے وہ الفاظ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں میں استعمال ہوتے ہوں وہ فارسی کے کنائی الفاظ ہیں پس تمام احکام میں عربی کے کنائی الفاظ کی طرح ہوں گے۔

❀❀❀

بیوی کو ''اپنے باپ کے گھر چلی جا، تجھے طلاق ہے'' کہنا

سوال نمبر (132):

ایک شخص کی شادی کے دس مہینے بعد بیٹی پیدا ہوئی تو اس نے بیوی سے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں ہے اور اس کے بعد ایک دن غصہ میں آکر بیوی سے کہنے لگا کہ: ''تو اپنے باپ کے گھر چلی جا، تجھے طلاق ہے'' اور یہ الفاظ دو دفعہ دہرائے اور کئی سال سے بیوی سے جدا ہو چکا ہے۔ کیا اس بیٹی کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے؟ واضح رہے کہ تو ''اپنے باپ کے گھر چلی جا'' کے الفاظ سے مستقل طلاق دینا مقصود نہیں تھا۔

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح میں نسب کے ثبوت کے لیے نفسِ نکاح کا موجود ہونا کافی ہے۔ اس میں بچے کے نسب کے ثبوت کے لیے خاوند کا اقرار ضروری نہیں۔ اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ لعان کرے، بغیر لعان کے صرف انکار سے بچے کا نسب منتفی نہیں ہوگا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں خاوند کے انکار سے نسب منتفی نہیں ہوا، اس بچی کا نسب اس سے ثابت ہے۔

جہاں تک طلاق کا تعلق ہے تو طلاق کے صریح الفاظ استعمال کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ طلاق کا ارادہ نہ ہو، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ''باپ کے گھر چلی جا'' اگرچہ کنائی الفاظ ہیں لیکن اس کے بعد متصل ''تجھے طلاق ہے'' کہنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صریح الفاظ سے طلاق دینا چاہتا ہے اور ''باپ کے گھر چلی جا'' کے الفاظ بطورِ تمہید ذکر کیے ہیں، اِس سے مستقل الگ طلاق کا ارادہ نہیں جیسا کہ سوال میں وضاحت بھی کی ہے۔ لہٰذا اس پورے کلام ''باپ کے گھر چلی جا، تجھے طلاق ہے'' سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی اور دوبارہ یہی الفاظ دہرانے سے دوسری طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ عدت کے دوران رجوع کا اختیار تھا لیکن اگر دورانِ عدت رجوع نہ کیا ہو تو عدت گزرنے کے

ساتھ دو طلاق بائن ہو چکی ہیں، جس کے بعد تجدید نکاح کے بغیر بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتا۔

والدّليل على ذلك:

قوله: (الفراش على أربع مراتب)...... وقوي، وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعي، فإنه فيه لاينتفي إلا باللعان. (۱)

ترجمہ: مصنف کا قول کہ "فراش" کے چار مراتب ہیں۔۔۔ ان میں سے ایک قوی ہے، جو منکوحہ اور طلاق رجعی کی وجہ سے عدت گزارنے والی بیوی کا فراش ہے، اس میں لعان کے بغیر نسب کی نفی نہیں ہوتی۔

الطلاق الصريح يلحق الطلاق الصريح...... الطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بأن قال لها أنت طالق، ثم قال لها أنت بائن تقع طلقة أخرى، ولا يلحق البائن البائن. (۲)

ترجمہ: صریح طلاق صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہوتی ہے۔۔۔ اور طلاق بائن طلاق صریح کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جیسا کہ کہے: "أنت طالق" پھر کہے: "أنت بائن" تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور طلاق بائن طلاق بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔

❁❁❁

"ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے"

سوال نمبر (133):

ایک شخص نے گھریلو لڑائی کی وجہ سے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا: "ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے" اور دوبارہ بھی ان الفاظ کا تکرار کیا۔ ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

علاقائی طور پر جو الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، غصہ یا مطالبہ طلاق کے وقت جب وہ الفاظ استعمال کیے جائیں تو اُن سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

---

(۱) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب الفراش على أربع مراتب: ۵/۲۴۵

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۷۷

صورتِ مسئولہ کے الفاظ ''ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے'' میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر علاقائی سطح پر عرف وعادت میں بیوی کو ماں، بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو مذکورہ الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر بغیر حلالہ کے شوہر کے لیے جائز نہیں اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق میں مستعمل نہ ہوتے ہوں تو بیوی کو اس جیسے الفاظ کہنا مکروہ ضرور ہے، لیکن اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔

والدلیل علی ذالک:

قال العلماء: لابد في الظهارمن التشبيه، وإذاقال أنت أمي لايكون ظهاراً بل لغواً. أقول: لابد من أن يكون طلاقاًبائناً عندالنية، وقد روي عن أبي يوسف، كمافي العمدة.(١)

ترجمہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے بغیر) کہے کہ ''تو میری ماں ہے'' تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدۃ میں ہے۔

والحاصل أن المتاخرين خالفوا المتقدمين في وقوع البائن بالحرام بلانية حتى لايصدق إذا قال لم أنولأجل العرف الحادث في زمان المتأخرين، فيتوقف الأن وقوع البائن به علي وجود العرف كمافي زمانهم، وأماإذا تعورف استعماله فى مجرد الطلاق لابقيد كونه بائنا يتعين وقوع الرجعي به.(٢)

ترجمہ: اور حاصل یہ کہ متاخرین نے متقدمین کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاق بائن بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی تو اس کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی۔ اس کی وجہ متاخرین کے زمانے میں نئے عرف کا بن جانا ہے، لہٰذا اس دور میں اس سے بائن طلاق کا وقوع عرف پر موقوف رہے گا، جیسا کہ اُن کے زمانے میں عرف تھا۔ اور اگر اس کا استعمال بائن وغیرہ کی قید کے بغیر محض طلاق میں ہی متعارف ہو جائے تو اس سے رجعی طلاق واقع ہوگی۔

❁❁❁

(١)العرف الشذي على هامش الترمذي،ابواب الطلاق والرضاع،باب ماجاء في كفارة الظهار:١/٣٥٧

(٢)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الطلاق،باب الكنايات:٤/٥٣٠

''تو میری ماں، بہن ہے، تو مجھ پر طلاق ہے، مجھے تمہاری ضرورت نہیں''

سوال نمبر(134):

ایک شخص نے بیوی کولڑائی کے دوران قتل کی دھمکی دی اور غصہ میں بیوی سے کہا: ''تو میری ماں، بہن ہے، تو مجھ پر طلاق ہے، مجھے تمہاری ضرورت نہیں'' خاوند نے یہ الفاظ بیوی کوایک مرتبہ کہے ہیں۔شریعت کی رو سے ان کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق :

مذکورہ بیان میں تین قسم کے الفاظ خاوند نے استعمال کیے ہیں: (۱) تو میری ماں، بہن ہے (۲) تو مجھ پر طلاق ہے (۲) مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔

پہلا جملہ: ''تو میری ماں، بہن ہے'' اس میں اداتِ تشبیہ نہ ہونے کی وجہ سے ظہار واقع نہیں ہوتا، لیکن پٹھانوں کے معاشرہ میں خصوصاً آفریدی قوم کے ہاں یہ الفاظ عموماً طلاق کی نیت سے بولے جاتے ہیں، اس لیے سائل کے معاشرتی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، ان سے ایک طلاق واقع ہوگئی، جب کہ ''تو مجھ پر طلاق ہے'' کے الفاظ طلاق کے وقوع میں صریح ہیں، اس لیے دوسری طلاق بھی واقع ہوئی۔ تیسرا جملہ ''مجھے تمہاری ضرورت نہیں'' ایسے الفاظ ہیں جن سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ اس میں طلاق کی نیت کیوں نہ ہو۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ایک دفعہ مذکورہ الفاظ کہنے سے دو طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔ چونکہ پہلا جملہ کنائی ہے اس لیے طلاق بائن ہے جس میں دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لیے طرفین کی رضامندی سے تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔

والدّليل على ذلك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براًأو ظهاراً،أو طلاقاًصحت نيته)...... لأنه كناية(وإلا) ينو شيئاً،أو حذف الكاف (لغا)وتعين الأدنى:أي البر،يعني الكرامة.(۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنی درجہ یعنی عزت واحترام متعین ہوگا۔

---

(۱)الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق،باب الظهار:٥/١٣١

ولو قال: لاحاجة لي فيك ينوي الطلاق، فليس بطلاق. (١)

ترجمہ: اور اگر یہ کہے کہ: ''مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں'' اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

''بیوی میری اخروی اور دنیوی بہن ہے''

سوال نمبر(135):

ایک شخص کی شادی کے کئی سال ہو چکے ہیں، لیکن جب بھی بیوی حقوقِ زوجیت پورا کرنے کا مطالبہ کرتی ہے تو وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مرد نہیں ہوں اور تم کو ضرورت ہو تو کسی اور سے اپنی ضرورت پوری کر لیا کرو، جب کہ بیوی کے مطالبہ پر خاوند طلاق دینے کے لیے بھی تیار نہیں اور یہ قسم اٹھاتا ہے کہ ''بیوی میری دنیوی اور اخروی بہن ہے''۔ اب ایسی صورت میں ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور کیا بیوی کو اپنا نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی اپنی بیوی کو اپنی بہن کہے تو اس کی نیت پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر نیت عزت واحترام کی ہو تو شوہر پر کچھ عائد نہیں ہوتا اور اگر نیت ظہار کی ہو تو ظہار بھی واقع نہیں ہوتا کیونکہ تشبیہ کے حروف اس میں نہیں ہیں اور اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی، گویا ان تینوں حالتوں میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

اگر شوہر بیوی کے معاشی یا جنسی حقوق پورا کرنے پر قادر نہ ہو اور عورت اس کے پاس رہنا پسند نہ کرے تو عورت کو آزاد کرانے کے لیے طلاق یا خلع کی صورت اختیار کرنے کی اجازت ہے اور اگر شوہر انکار کرے تو ایسی عورت کے لیے عدالت میں رجوع کر کے اپنا نکاح فسخ کرانا بھی مرخص ہے، بشرطیکہ عدالت خاوند کے معنت ہونے کی تصدیق کروائے۔

عنین (نامرد) شخص کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوگئی ہے، اسی وقت سے اگر عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو، مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ ''جیسا بھی ہے، اب تو میں اسی کے ساتھ زندگی بسر کروں گی'' تو اُسے عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کروانے کا حق ہے لیکن اگر ایک مرتبہ رضامندی کا اظہار کر چکی ہو تو پھر اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، ہاں محض سکوت سے اس کی رضا نہیں سمجھی جائے گی۔

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ١/٣٧٥

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت اپنی رضا کی تصریح کر چکی ہو تو اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، ہاں اگر تا حال اس نے کبھی تصریح نہیں کی تو اس صورت میں اگر شوہر کسی طور پر علیحدہ کرنے کے لیے راضی نہیں ہوتا تو عورت کو عدالت سے رجوع کر کے خلاصی حاصل کرنے کا اختیار ہے۔

والدليل على ذالك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براً أو ظهاراً، أو طلاقاً صحت نيته)...... لأنه كناية (وإلا) ينو شيئاً، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى: أي البر، يعني الكرامة. (١)

ترجمہ:

اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ، یعنی عزت متعین ہوگا۔

إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين لا يصل إلى النساء لا يكون لها حق الخصومة. (٢)

ترجمہ:

اگر نکاح کے وقت عورت کو معلوم ہو کہ وہ نامرد ہے اور عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا (اور اس وقت اس نے رضامندی ظاہر کی تھی) تو پھر اس کو جھگڑنے کا حق نہیں۔

❁❁❁

"اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی"

سوال نمبر (136):

ایک شخص نے باپ کے ساتھ لڑائی کی اور غصہ میں آ کر کہا کہ: "میں اس گھر میں نہیں رہوں گا، اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی" جب کہ اس نے ایک رات لڑائی کے بعد بھی باپ کے گھر میں گزاری اور پھر اس گھر

---

(١) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار: ١٣١/٥

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ٥٢٤/١

سے نکل گیا۔اب وہ باپ کے گھر آنے کی خواہش رکھتا ہے۔کیا اس شخص کے باپ کے گھر آنے کی وجہ سے بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق اگر شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط کے موجود ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے یہ الفاظ کہ ''میں اس گھر میں نہیں رہوں گا،اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی'' کہنے سے ظہار واقع نہیں ہوا،کیونکہ اداتِ تشبیہ نہیں پائے جاتے،تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف میں بیوی کو ماں،بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو پھر مذکورہ شخص باپ کے گھر رہنے کی صورت میں حانث ہو کر اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے،جس میں تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق میں مستعمل نہ ہوتے ہوں تو پھر ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے،تاہم اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔

والدلیل علی ذالک:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براًأو ظهاراً،أو طلاقاًصحت نيته)......لأنه كناية(وإلا) ينو شيئاً،أو حذف الكاف (لغا)وتعين الأدنى إي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وياابنتي ويا أختي ونحوه. (١)

ترجمہ:

اور اگر کوئی ''أنت علي مثل أمي'' کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ معنی،یعنی احترام کا معنی متعین ہوگا اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ:''تو میری ماں ہے''اور''اے میری بیٹی''اور''اے میری بہن وغیرہ'' مکروہ ہے۔

❀❀❀

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار:٥/١٣١

بیوی کو تین پتھر دے کر ''ماں کے گھر چلی جا'' کہنا

سوال نمبر (137):

ایک شخص اپنی بیوی کی نافرمانی، بدکلامی اور بار بار میکے جانے سے بہت تنگ ہوا۔ایک دن اس نے اینٹ کو توڑ کر اس کے تین ٹکڑے بنائے اور بیوی کے ہاتھ پر رکھ کر اس سے کہا کہ: ''ماں کے گھر چلی جا''، خاوند کہتا ہے کہ اس سے میرا مقصد بیوی کو فرمان برداری اور گھر میں باقاعدہ رہنے کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور یہ عمل محض میں نے بیوی کو پابند کرنے کے لیے کیا تھا۔اب اس صورت میں اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں ؟اور اگر طلاق واقع ہوئی ہے تو کتنی طلاقیں شمار ہوں گی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

وقوعِ طلاق کے لیے رُکن زبان سے طلاق کے صریحی یا کنائی الفاظ ادا کرنا ہے۔محض کسی فعل یا اشارہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے غصہ میں آکر صرف ڈرانے ،دھمکانے کی نیت سے اپنی بیوی کے ہاتھ پر اینٹ کے تین ٹکڑے رکھ دیے اور اس سے کہا کہ ''ماں کے گھر چلی جا''،اور ان الفاظ سے حسب بیان طلاق دینے کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی طلاق کا کوئی اور لفظ زبان سے نکالا تو طلاق کا رُکن موجود نہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

اور اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی ہے جس میں تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

فلایقع بإلقاء ثلاثة أحجار إليها أو بأمرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقا كما قدمناه؛لأن ركن الطلاق اللفظ، أو مايقوم مقامه مما ذكر كمامرّ.(١)

---

(١)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق،باب الصريح:٤/٤٥٧

ترجمہ:

پس بیوی کی طرف تین پتھر پھینکنے سے یا اس کو بال منڈانے کا حکم دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگرچہ وہ پتھر پھینکنے اور سر منڈوانے کو طلاق سمجھتا ہو۔ جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ کیونکہ طلاق کا رُکن لفظ ہے یا ماقبل مذکور اشیا میں سے جو لفظ کے قائم مقام ہو، جیسا کہ گزر گیا۔

الکنایات (لاتطلق بها) قضاء (إلا بالنية أو دلالة الحال) (١)

ترجمہ:

کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

طلاقِ بائن کے بعد خاوند کے پاس طلاق کا اختیار

سوال نمبر(138):

اگر کوئی شخص بیوی کو طلاقِ بائن دینے کے بعد تجدید نکاح کرے تو کتنی طلاقوں کا مالک رہ جاتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر شوہر ایک طلاقِ بائن کے بعد تجدیدِ نکاح کرے تو اس کے پاس دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا اور اگر دو طلاقِ بائن کے بعد تجدید کرے تو آئندہ صرف ایک طلاق کا اختیار رکھتا ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو تزوجها قبل التزوج أو قبل إصابة الزّوج الثاني كانت عنده بما بقي من التطليقات.(٢)

ترجمہ:

اگر مطلقہ (رجعیہ یا بائنہ) سے اُس کے دوسرے نکاح کرنے، یا دوسرے نکاح میں شوہر کے ملنے سے پہلے نکاح کرے، تو اِس کو باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا۔

---

(١) الدر المختار علی صدر ردالمحتار۔ کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/٥٢٨

(٢) المبسوط للسرخسي، باب من الطلاق: ٦/٩٥

کسی کے گھر جانے پر طلاق کی تعلیق

سوال نمبر(139):

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں بیوی سے کہا: ''اگر تو میرے چچازاد بھائیوں کے گھر گئی یا میں ان کے گھر گیا تو تو مجھ پر بہن ہے''۔ مذکورہ الفاظ کے ساتھ خاوند کی نیت طلاق کی تھی۔ اب خاوند اگر چچازاد بھائیوں سے گھر کے باہر بات چیت وغیرہ کرتا ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اپنی بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کے الفاظ سے پکارنا ممنوع ہے لیکن ان سے طلاق یا ظہار واقع نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی علاقہ کے عرف ومحاورہ میں یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے مستعمل ہوتے ہوں تو وہاں ان الفاظ کے استعمال سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں جس شخص نے اپنی بیوی سے غصہ کی حالت میں یہ کہا ہے کہ: ''اگر تو میرے چچازاد بھائی کے گھر گئی یا میں ان کے گھر گیا تو تو مجھ پر بہن ہے'' اگر یہ شخص ایسے علاقے یا قوم سے تعلق رکھتا ہو جس میں بیوی کو ماں بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو تو میاں بیوی میں سے کسی ایک کا شوہر کے چچازاد بھائیوں کے گھر جانے سے طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی، جس کے بعد تجدید نکاح ضروری ہوگی اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

لیکن اگر گھر سے باہر ان کے ساتھ بات چیت کی جائے تو چونکہ تعلیقِ طلاق محض گھر جانے کے ساتھ ہے، قطع تعلقی کے ساتھ نہیں، اس لیے گھر سے باہر بات چیت کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

قال العلماء: لابد في الظهار من التشبيه، وإذا قال أنت أمي لايكون ظهاراً بل لغواً. أقول: لابد من أن يكون طلاقاً بائناً عند النية، وقد روي عن أبي يوسف، كما في العمدة.(١)

ترجمہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے

---

(١) العرف الشذي على هامش الترمذي، ابواب الطلاق والرضاع، باب ماجآء في كفارة الظهار: ١/٣٥٧

بغیر) کہے کہ ''تو میری ماں ہے'' تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدۃ میں ہے۔

❁❁❁

بیوی کو مختلف الفاظِ کنائی استعمال کرنا

سوال نمبر (140):

ایک شخص کی شادی کو کئی سال ہو چکے ہیں، اس نے بیوی کو کہا کہ ''تم میری ماں، بہن کی طرح ہو، جس طرح میری ماں، بہن وقت گزار رہی ہیں، اسی طرح تم بھی گزارو، نہ میں تم کو بیوی کہوں گا اور نہ تم مجھے خاوند کہوگی''۔ اس کے چند دن بعد عدت کے اندر ہی خاوند نے بیوی کو تین دفعہ کہا کہ: ''میں نے تجھے آزاد کیا'' اور یہ تمام الفاظ شوہر نے غصہ کی حالت میں کہے ہیں، جب کہ اس کی ماں بھی وہاں موجود تھی، اب اس کے لیے اس بیوی کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا ان الفاظ سے بیوی کو طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اپنی بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کے الفاظ سے پکارنا ممنوع ہے لیکن ان سے طلاق یا ظہار واقع نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی علاقہ کے عرف ومحاورہ میں یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے مستعمل ہوتے ہوں تو وہاں اِن الفاظ کے استعمال سے طلاقِ بائن واقع ہوگی۔ اور اگر اپنی بیوی کو ماں یا بہن سے تشبیہ دی جائے تو اس میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، اس کی نیت کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

صورتِ مسئولہ میں ''تم میری ماں، بہن کی طرح ہو'' کے الفاظ سے اگر خاوند کی نیت طلاق کی ہو تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی اور اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہوا۔

اور شوہر کے الفاظ ''جس طرح میری ماں، بہن وقت گزار رہی ہیں، اسی طرح تم بھی گزارو'' میں طلاق کا احتمال زیادہ راجح ہے، کیونکہ اِس کے بعد متصل یہ کہہ دیا ہے کہ: ''نہ میں تم کو بیوی کہوں گا اور نہ تم مجھے خاوند کہوگی'' اگر گزشتہ الفاظ سے نیت طلاق کی تھی تو چونکہ وہ طلاقِ بائن ہے اور بائن کے بعد بائن ملحق نہیں ہوتا اس لیے یہ الفاظ لغو ہوں گے

لیکن اگر اُن الفاظ سے نیت ظہار کی تھی تو ان الفاظ سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔

اس کے بعد عدت کے دوران شوہر کا تین بار غصہ کی حالت میں ''میں نے تجھے آزاد کیا'' کہنے سے بقیہ دو طلاقیں بھی واقع ہوگئیں کیونکہ ہمارے معاشرے میں ''آزاد کرنا'' طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سننے والا بھی اس سے یہی سمجھتا ہے کہ شوہر نے یہ الفاظ بول کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی، لہٰذا جب شوہر نے بیوی کو مذکورہ الفاظ تین مرتبہ کہے تو اس سے طلاق مغلظ واقع ہو کر بیوی خاوند کے لیے حرام ہو چکی ہے، اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، کیونکہ طلاق صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

والدّليل على ذلك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براً أو ظهاراً، أو طلاقاً صحت نيته)......لأنه كناية (وإلا ينو شيئاً، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى إي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي ونحوه. (١)

ترجمہ: اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنیٰ متعین ہوگا۔۔ اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ ''تو میری ماں ہے''، ''اے میری بیٹی'' اور ''اے میری بہن'' وغیرہ مکروہ ہے۔

فإذا قال رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (٢)

ترجمہ:

پس جب کہے: "سرحتك" یعنی رہا کر دیا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے باوجود اس کے کہ یہ در حقیقت کنایات میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں ہوتا ہے۔

---

(١) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الظهار: ٥/ ١٣١

(٢) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/ ٥٣٠

طلاقِ رجعی کے بعد ''تو مجھ پر حرام ہے'' کہنا

سوال نمبر(141):

زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی۔اس کے چند سال بعد اس نے بیوی کو غصہ کی حالت میں کہا کہ ''تو مجھ پر حرام ہے''اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی اور مذکورہ شخص کو آئندہ کتنی طلاقوں کا اختیار ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ:''تو مجھ پر حرام ہے''تو اس سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے جس میں تجدیدِ نکاح کے سوا چارہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی زید نے ایک طلاق دے کر رجوع کیا اور اس کے کئی سال بعد بیوی کو غصہ کی حالت میں کہا کہ:''تو مجھ پر حرام ہے''تو ایسے الفاظ سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی اور اب اس کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور آئندہ کے لیے صرف ایک طلاق دینے کا حق دار ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وعليّ الحرام فيقع بلانية للعرف. وقال ابن عابدينؒ تحت قوله :كماأفتى المتأخرون في أنت عليّ حرام، بأنه طلاق بائن للعرف بلانية. (١)

ترجمہ:

اور مجھ پر حرام ہے تو عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ابن عابدینؒ اس قول کے تحت فرماتے ہیں کہ:''جس طرح متاخرین نے "انت علی حرام" کے بارے میں طلاق بائن کا فتوی دیا ہے کہ عرف کی وجہ سے بلانیت واقع ہوگی''۔

---

(١)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الطلاق،باب الصريح،مطلب في قول البحر:إن الصريح يحتاج في:٤٦٤/٤

طلاقِ بائن کے بعد مزید دوطلاقوں کا وقوع

سوال نمبر(142):

ایک شخص نے بیوی کوایک طلاق بائن دی ہے۔اب خاوند کے پاس مزید طلاق دینے کا اختیار ہے تو تجدیدِ نکاح سے قبل اگر خاوند بقیہ دوطلاق دینا چاہتا ہوتواس کا کون سا طریقہ اختیار کرے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعت میں شوہر کو تین طلاق دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔لیکن بلاضرورتِ شدیدہ طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے اوراگرضرورت ہوتوایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہوصرف ایک طلاق پر اکتفا کرے۔تاہم اگرکوئی تین طلاق دینا چاہے توایک طہر میں تین طلاق نہ دے بلکہ ایک طہر میں ایک، دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

صورتِ مسئولہ میں جس شخص نے بیوی کوایک طلاقِ بائن دی ہے،اُسے دوسرے طلاقوں سے احتراز کرنا چاہیے تاہم اگروہ خواہ مخواہ مزید دوطلاقوں کے وقوع پر مصر ہوتو دورانِ عدت ایک حیض گزرنے کے بعد طہر میں صریح لفظ سے دوسری طلاق دےاور پھر دوسرا حیض گزرنے کے بعد طہر میں صریح الفاظ سے تیسری طلاق دے۔

والدّلیل علی ذلک:

(الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن) کما لو قال لهاأنت بائن، أو خالعها علی مال ...... وإذا لحق الصریح البائن کان بائنا؛لأن البینونة السابقة علیه تمنع الرجعة. (١)

ترجمہ:صریح صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملحق ہوتی ہے،جیسا کہ اگر کہے تو بائن ہے یا اس سے مال پر خلع کر لے......اور جب صریح بائن کے ساتھ ملے تووہ بھی بائن ہوگی،کیونکہ سابقہ بینونت کی وجہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے۔

وإذاطلق المبانة في العدة،فإن کان بصریح الطلاق وقع،ولا یقع بکنایات الطلاق شيء وإن نوی.(٢)

ترجمہ: جب بائنہ کوعدت میں صریح طلاق دے تو واقع ہوگی،اور کنائی الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی اگرچہ شوہر نیت کرے

(١)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق،باب الکنایات،مطلب:الصریح یلحق الصریح والبائن:٤/٥٤٠

(٢)البحرالرائق، کتاب الطلاق،باب الکنایات في الطلاق،تحت قوله (لاالبائن):٣/٥٣٤

(باب الطلاق بالکتابۃ)

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف:

اپنے مدعا کے اظہار کے لیے زبان کی طرح ایک ذریعہ کتابت، یعنی تحریر بھی ہے۔ کتابت کے بارے میں فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

"الکتاب کالخطاب".

ترجمہ: تحریر بالمشافہ گفتگو کی طرح ہے۔(۱)

جس طرح بیع، نکاح اور اقرار میں کتابت کا اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح طلاق کے باب میں کتابت معتبر ہے، یعنی تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ شامی رحمہ اللہ اور فتاویٰ ہندیہ کی ابحاث کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

کتابتِ مستبینہ اور غیر مستبینہ کی تعریف:

تحریر کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ ایک تحریر تو وہ ہے جس کا پڑھنا اور سمجھنا ممکن ہو، یعنی ایسی تحریر جو کسی ٹھوس چیز، کاغذ، دیوار یا زمین وغیرہ پر لکھی جائے۔ فقہائے کرام کے ہاں اس قسم کی تحریر کو "کتابتِ مستبینہ" کہتے ہیں۔ اس کی پھر الگ دو قسمیں ہیں جن میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

دوسری قسم کی تحریر وہ ہے جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو، یعنی یہ تحریر کسی ایسی چیز پر لکھی گئی ہو جس میں ٹھہراؤ اور قرار نہ ہو، جیسے ہوا اور پانی وغیرہ پر لکھی گئی تحریر ہو۔ فقہائے کرام اس قسم کی تحریر کو "کتابتِ غیر مستبینہ" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

کتابت غیر مستبینہ کا حکم:

فقہائے کرام کے ہاں کتابتِ غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ شوہر نے اس کتابت سے طلاق کی نیت بھی کی ہو۔

---

(۱) شرح المجلۃ لسلیم رستم باز، مادۃ ٦٩، ص: ٤٩

کتابتِ مستبینہ، یعنی قابل فہم تحریر کی قسمیں:

کتابتِ مستبینہ، یعنی قابلِ فہم تحریر کی بھی دو قسمیں ہیں: کتابتِ مرسومہ اور کتابتِ غیر مرسومہ

(۱) کتابتِ مرسومہ:

کتابتِ مرسومہ اس تحریر کو کہتے ہیں جس پر باضابطہ طلاق نامہ کا عنوان دیا گیا ہو اور بیوی کو مخاطب کرکے یا صراحتاً اُس کا نام ذکر کرکے طلاق دی گئی ہو یا صراحت کے ساتھ کسی شرط وغیرہ سے طلاق معلق کی گئی ہو، مثلاً: یہ کہا ہو کہ جب تمھارے پاس میرا خط پہنچے تو تم پر طلاق ہے تو فقہاے کرام کے ہاں کتابت کی اس قسم سے بہر صورت طلاق واقع ہوگی، چاہے شوہر نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(۲) کتابتِ غیر مرسومہ:

جو تحریر طلاق نامہ کے مضمون وعنوان وغیرہ پر مشتمل نہ ہو، جیسے: ''طلاق'' ''طلاق ہے'' یا ''طلاق دیا'' جیسے الفاظ اس میں لکھے گئے ہوں تو ایسی صورت میں لکھنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر اس کی نیت طلاق دینے کی ہو تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں ہوگی۔

طلاق بالکتابۃ کے چند دیگر احکام:

پھر اگر تحریر طلاق میں یہ لکھا ہو کہ تم کو طلاق ہے تو لکھتے وقت ہی طلاق پڑ جائے گی اور اسی وقت سے عورت عدت گزارے گی۔ اس صورت میں یہ الفاظ لکھتے ہی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے یہ خط اس عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

اور اگر یہ لکھا ہو کہ جب یہ تحریر تم کو پہنچے تب تم پر طلاق ہے تو تحریر پہنچتے ہی طلاق واقع ہوگی اور عدت بھی اسی وقت سے شمار ہوگی۔ مذکورہ صورت میں اگر یہ تحریر اس عورت کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے ضائع ہو جائے یا شوہر خود یا کوئی اور شخص ضائع کر دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔(۱)

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالکتابة: ٤/٤٥٥،٤٥٦، الفتاوی الهندية، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالکتابة: ١/٣٧٨

(مسائل الطلاق بالکتابة)

(خط وکتابت کے ذریعے طلاق کا بیان)

طلاق بالکتابہ کی تفصیل

سوال نمبر(143):

میں وکالت کی خدمت سرانجام دے رہا ہوں۔آپ سے یہ عرض ہے کہ خط وکتابت کے ذریعے دی جانے والی طلاق کی تفصیل سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بنیادی طور پر طلاق بالکتابہ کی دو قسمیں ہیں:ایک تو یہ کہ کوئی شخص بیوی کو طلاقِ رسمی طور پر خط کے ذریعے لکھے۔دوسری یہ کہ غیر رسمی طریقے سے یوں ہی طلاق کے الفاظ لکھ دے۔پہلی قسم کو کتابتِ مرسومہ، جب کہ دوسری قسم کو کتابت غیرِ مرسومہ کہتے ہیں، پھر رسمی طور پر خط لکھ کر طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں:اس خط میں لکھی گئی طلاق کو خط پہنچنے یا کسی اور شرط پر معلق کیا گیا ہوگا یا مطلق طلاق لکھی گئی ہوگی، اگر معلق کی گئی ہو تو شرط کے پائے جاتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، مثلاً اگر یوں لکھا ہو کہ جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تجھے طلاق۔تو ایسی صورت میں خط پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے بیوی اس کو پڑھ لے یا نہ پڑھے اور جب تک خط نہ پہنچے طلاق واقع نہ ہوگی، جب کہ دوسری صورت میں (جب مطلق طلاق لکھی ہو) طلاق کے الفاظ لکھتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، کتابتِ مرسومہ کی مذکورہ دو نوں قسموں میں چاہے شوہر طلاق کی نیت سے لکھے یا بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی۔

کتابت غیرِ مرسومہ میں تفصیل یہ ہے کہ شوہر نے طلاق کے الفاظ یا تو کسی ایسی چیز پر ایسی چیز کے ساتھ لکھے ہوں گے کہ اسے پڑھا اور سمجھا جا سکتا ہوگا، مثلاً دیوار یا کاغذ وغیرہ پر کوئلے یا پین وغیرہ کے ذریعے اور یا ایسی چیز پر لکھے ہوں گے جو پڑھے اور دکھائی نہ دیتے ہوں، مثلاً: پانی یا ہوا وغیرہ پر، پہلی قسم کو کتابت غیرِ مرسومہ مستبینہ، جب کہ دوسری قسم کو کتابت غیرِ مرسومہ غیر مستبینہ کہا جاتا ہے۔کتابت غیرِ مرسومہ مستبینہ میں اگر طلاق دینے کی نیت سے لکھے تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں، جب کہ غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، چاہے طلاق کی نیت سے ہی لکھے۔

والدّلیل علی ذلک:

قال في الهندية :الكتابة على نوعين :مرسومة، وغير مرسومة......وهو على وجهين :مستبينة وغير مستبينة ......ففي غير المستبينة لايقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق، يقع وإلالا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو.(١)

ترجمہ: فتاوی ہندیہ میں کہا ہے کہ کتابت دو قسم پر ہے: مرسومہ اور غیر مرسومہ۔۔۔پھر غیر مرسومہ کی دو قسمیں ہیں: مستبینہ اور غیر مستبینہ۔۔۔غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگر چہ شوہر نیت کرے اور اگر کتابت مستبینہ ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

❁❁❁

تحریری طلاق نامہ جس میں گواہ جھوٹے ہوں

سوال نمبر(144):

ایک شخص نے وثیقہ نویس سے طلاق نامہ تحریر کرایا جس میں طلاق ثلاثہ لکھا گیا ہے۔ بعد میں یہ شخص اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے وثیقہ نویس سے طلاق نامہ تحریر کرنے کو کہا ہے، لیکن لکھنے کے بعد میں نے بغیر پڑھے اس پر دستخط کر دیا ہے۔ طلاق نامہ کے گواہ بھی جھوٹے ہیں۔ ان کو اس تحریر اور طلاق وغیرہ کا کوئی علم ہی نہیں ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

مذکورہ حالات وواقعات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دو صورتیں بنتی ہیں:

(١)......پہلی صورت یہ ہے کہ مذکورہ شخص نے وثیقہ نویس سے یہ کہا ہو کہ میری طرف سے طلاق نامہ تحریر کرو اور اس کے ساتھ تین طلاق کا اقرار بھی کیا ہو تو ایسی صورت میں اگر طلاق کے اقرار سے زبانی طور پر یہ کہنا مراد ہو کہ میں نے تین طلاق دی ہیں تو اس سے یقیناً تین طلاق قضاء واقع ہوں گی، کیونکہ زبانی طور پر صریح طلاق دینا نیت پر موقوف نہیں ہوتا اور طلاق دینے کے بعد طلاق نامہ پر دستخط کرتے وقت نیت کے نہ ہونے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح گواہان کے اصلی

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق ،مطلب في الطلاق بالكتابة: ٤/٤٥٥، ٤٥٦

یا نقلی ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۲)......دوسری صورت یہ ہے کہ اگر شوہر یہ کہے کہ "میں نے وثیقہ نویس کو ایک طلاق نامہ تحریر کرنے کو کہا تھا لیکن اس میں لکھے گئے تین طلاق کا مجھے کوئی علم نہیں۔ یہ نہ میں نے لکھے ہیں نہ میں نے پڑھے اور نہ ہی میں نے اس کے لکھنے کا وثیقہ نویس کو کہا ہے"۔ ایسی صورت میں تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی تاہم وثیقہ نویس کو بیوی کے نام طلاق نامہ تحریر کرنے کا کہنے سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہو جائے گا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر طلاق کے اقرار کے باقاعدہ گواہان نہ ہوں صرف وثیقہ نویس کا تحریری بیان ہو جس پر گواہان جھوٹے ہوں اور خاوند کسی خاص مقصد کے لیے صرف فرضی طلاق کی تیاری کا مدعی ہو اور تحریری بیان پر دستخط کرتے وقت طلاق ثلاثہ سے بے خبر ہو یا دستخط کرتے وقت نیت نہ کی ہو تو تین طلاقوں کا وقوع مشکل ہے، تاہم اطمینان کے لیے خاوند کا اپنے بیان پر قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جاسکتا ہے، تا کہ انکار کی صورت میں قسم اٹھا سکے۔

والدّلیل علی ذلك:

أو قال له اكتب نسخة، وابعث بها إليها، وإن لم يقر أنه كتابه ولم تقم بينة، لكنه وصف الأمر على وجهه، فإنه لايلزمه الطلاق في القضاء، ولا فيما بينه وبين الله تعالىٰ، وكذلك كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لايقع به الطلاق إذالم يقر أنه كتابه. (۱)

ترجمہ: یا اس کو کہے کہ ایک نسخہ لکھ کر اس عورت کے پاس بھیج دو، اگر چہ اقرار نہ کرے اور گواہ بھی قائم نہ کر سکے، لیکن معاملہ کو اس کے سامنے بیان کرے تو نہ قضاءً اور نہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین واقع ہوگی، اسی طرح ہر خط جس کو وہ اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور نہ ہی وہ اس کا اپنے سامنے املا کرائے تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک وہ یہ نہ کہے کہ یہ اس کا خط ہے۔

❁❁❁

دو طلاقِ رجعی دینے کے بعد تحریری طلاق دینا

سوال نمبر(145):

ایک شخص نے اپنے خاندان والوں کے سامنے بیوی سے کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں اور جب دوسری دفعہ

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السادس: ۱/ ۳۷۹

''میں تجھے طلاق'' تک الفاظ کہہ دیے تو اس کی والدہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور ''دیتا ہوں'' کے الفاظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے۔ اس کے بعد اسی رات رجوع کیا۔ پھر ڈیڑھ سال بعد ایک طلاق نامہ لکھا جس میں بیوی کو ایک تحریری طلاق دی اور اس پر دستخط بھی کردیا۔ آیا اس صورت میں خاوند بیوی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق زبانی اور کتابت دونوں طریقوں سے واقع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح طلاق نامہ پر اپنی مرضی سے دستخط اور انگوٹھا لگانے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب کہ شوہر کو طلاق نامہ کا مضمون معلوم ہو۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے ان الفاظ کے ساتھ طلاق دی ہو کہ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' اور ''میں تجھے طلاق''۔ اگرچہ دوسری دفعہ ''دیتا ہوں'' کے الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے، لیکن ان الفاظ سے دو طلاق رجعی واقع ہوجائیں گی اور شوہر کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہوگا، لیکن اب شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی رہ جاتا ہے۔ اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع کرلیا ہو تو رجوع صحیح ہوگا۔ پھر ڈیڑھ سال کے بعد جب اس نے خود تحریری طلاق نامہ لکھا اور اس پر دستخط کیا تو اس میں طلاق کی نیت اور قصد پایا گیا، لہٰذا اس سے بھی ایک طلاق واقع ہوگئی اور چونکہ شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی تھا، اس لیے سابقہ اور موجودہ طلاق مل کر تین طلاقیں بنتی ہیں۔ اس سے عورت مطلقہ مغلظہ ہوجائے گی اور اب شوہر کے لیے بیوی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

كرر لفظ الطلاق وقع الكل. (١)

ترجمہ: اگر لفظِ طلاق کو بار بار دوہرایا تو سب واقع ہوں گی۔

الكتابة على نوعين :مرسومة وغيرمرسومة، ونعني بالمرسومة :أن يكون مصدرا ومعنوناًمثل مايكتب إلى الغائب. وغيرالمرسومة أن لايكون مصدراومعنوناً، وهو على وجهين مستبينة وغيرمستبينة ......وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق يقع وإلا،فلا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو.(٢)

---

(١)الدرالمختارعلى صدرردالمحتار، كتاب الطلاق،باب طلاق غيرالمدخول بها:٤/ ٥٢١

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في ايقاع الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة:١/ ٣٧٨

ترجمہ: لکھائی دو قسم کی ہے: مرسومہ اور غیر مرسومہ۔ اور مرسومہ کا معنی یہ ہے: جس میں باقاعدہ عنوان لگایا گیا ہو، جس طرح کہ غائب کو لکھا جاتا ہے اور غیر مرسومہ یہ ہے کہ جس کا کوئی عنوان وغیرہ نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: ظاہر اور غیر ظاہر۔۔۔۔اور اگر ظاہر ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو طلاق کی نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہوگی چاہے نیت کرے یا نہ کرے۔

❁❁❁

طلاق نامہ پر بلانیت انگوٹھا لگانا

سوال نمبر(146):

ایک شخص کی اپنے سالے کے ساتھ کسی بات پر ناراضگی ہوئی جس کا فیصلہ جرگہ نے اس طرح کیا کہ یہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مذکورہ شخص بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن جرگہ والوں نے اِسے مارنے پیٹنے اور جیل بھیجنے کی دھمکی دے کر ڈرایا۔ اور تحریری طلاق نامہ لکھوا کر زبردستی اس پر خاوند سے انگوٹھا لگوایا گیا، جب کہ خاوند نے نہ تو طلاق نامہ لکھنے کو کہا تھا، نہ ان کو اختیار دیا تھا اور نہ ہی انگوٹھا لگاتے وقت اس نے زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کیے تھے۔ اب اس صورت میں اس طلاق نامہ کا کیا حکم ہے؟ کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کسی شخص کو تحریری طلاق دینے پر مجبور کیا گیا اور اس نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیا، لیکن زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں کہے اور نہ ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند کو واقعی مجبور کیا گیا تھا اور اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی اور نہ ہی طلاق پر تلفظ کیا تھا، بلکہ اس سے زبردستی تحریری طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوایا گیا ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور بیوی بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

وفي البحر أن المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق، فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته، فكتب

لاتطلق؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا.(١)

ترجمہ:

البحرالرائق میں ہے کہ اکراہ سے مراد طلاق کے لفظ پر اکراہ ہے پس اگر بیوی کو طلاق لکھنے کے بارے میں تشدد کیا گیا اور اس نے لکھ دیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ کتابت مجبوری کی وجہ سے عبارت کا قائم مقام ہے اور یہاں کوئی مجبوری نہیں۔

❁❁❁

بغیر نیت کے طلاق نامہ پر دستخط کرنا

سوال نمبر (147):

ایک شخص کی بیوی نے اسٹامپ پیپر خرید کر اس پر طلاق نامہ لکھوایا اور اس پر دو گواہوں کے دستخط کروالیے، جب کہ خاوند اس کی خریداری اور تحریر پر رضامند نہیں تھا اور اس پر خاوند نے دستخط کرلیا، لیکن خاوند کا ارادہ طلاق کا نہیں تھا۔ اس صورت میں یہ طلاق واقع ہو چکی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جس طرح زبانی طلاق واقع ہوتی ہے، اس طرح تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بنیادی طور پر اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق رسمی طور پر خط کے ذریعے لکھے تو اس کو کتابتِ مرسومہ کہتے ہیں، اس طرح طلاق کے الفاظ لکھتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، کتابتِ مرسومہ میں چاہے شوہر طلاق کی نیت سے لکھے یا بغیر نیت کے، طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کسی شخص سے اسٹامپ پیپر پر طلاق کے الفاظ لکھوانے سے اس کی منکوحہ پر طلاق واقع ہوتی ہے، کیونکہ تحریر کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد بغیر اکراہ و زبردستی کے دستخط کرنا مقصود اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرنے کی دلیل ہے۔

صورتِ مذکورہ میں اگر واقعی خاوند نے اسٹامپ پیپر پر دستخط کیا ہو جس میں بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں لکھا گیا تھا تو چونکہ یہ کتابت مرسومہ کے حکم میں ہے، اس سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ جتنے طلاق کا تذکرہ ہو، وہی واقع ہوں گی۔

---

(١) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ٤/ ٤٤٠

والدلیل علی ذلك:

قال في الهندية :الكتابة على نوعين :مرسومة، وغيرمرسومة.....وهو على وجهين :مستبينة وغيرمستبينة .....ففي غير المستبينة لايقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنهاغيرمرسومة إن نوى الطلاق، يقع وإلا،لا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو.(۱)

ترجمہ:

فتاوی ہندیہ میں کہا ہے کہ کتابت دوقسم پر ہے :مرسومہ اور غیر مرسومہ۔۔۔۔۔پھر غیر مرسومہ کی دوقسمیں ہیں :مستبینہ اور غیر مستبینہ۔۔۔۔۔غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ،اگر چہ شوہر نیت کرے اور اگر کتابت مستبینہ ہو،لیکن غیر مرسومہ ہوتو اگر طلاق کی نیت کی ہوتو واقع ہوگی ،ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہوتو طلاق واقع ہوجائے گی ،چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

۞۞۞

تحریری طلاقِ مغلظ دینا

سوال نمبر(148):

ایک شخص کراچی میں کام کرتا ہے،اس نے وہاں سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور ایک دن کاغذ پر یہ الفاظ تحریر کیے:''تو ہم پر طلاقِ بائن کے ساتھ طلاق ہے'' دوسرے دن لکھا:''تو ہم پر طلاق ہے'' تیسرے دن لکھا:''تو ہم پر طلاق ہے''۔اب اس طرح لکھنے سے مذکورہ شخص کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

جس طرح زبانی طلاق واقع ہوجاتی ہے،اسی طرح اگر ایک شخص طلاق کی نیت سے خط کے ذریعے بیوی کو طلاق کے الفاظ لکھے تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسؤلہ میں حسبِ بیان جب اس شخص نے بیوی کو طلاق دینے کے ارادے سے کاغذ پر طلاق کے مذکورہ

---

(۱) ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الطلاق،مطلب في الطلاق بالکتابة:٤/٤٥٥،٤٥٦

الفاظ لکھے ہیں تو اس کی بیوی پر پہلے دن کی تحریر سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی اور دوسرے، تیسرے دن کے الفاظ طلاق کے صریح الفاظ ہیں اس لیے وہ بھی واقع ہوگئی ہیں۔لہٰذا وہ عورت اب مطلقہ مغلظہ ہوکر شوہر پر حرام ہے۔

والدّليل على ذلك:

الطلاق الصريح يلحق الطلاق الصريح......ويلحق البائن أيضاً، بأن قال لهاأنت بائن......ثم قال لهاأنت طالق،وقعت عندنا.(١)

ترجمہ:

صریح طلاق صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہوسکتی ہے۔۔۔۔۔اور طلاق بائن کے ساتھ بھی ملحق ہوسکتی ہے، جیسا کہ کہے"أنت بائن"۔۔۔۔۔پھر کہے"أنت طالق"تو ہمارے ہاں سب طلاق واقع ہوں گی۔

❁❁❁

کسی دی ہوئی طلاق کو ضبطِ تحریر میں لانا

سوال نمبر(149):

ایک شخص نے چند سال قبل اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی تھی اور پھر اسی طلاق کو سٹامپ پیپر پر لکھ کر اس کی توثیق کی تھی،اس کے بعد آج تک دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں،طلاق رجعی دینے کے بعد اسی طلاق کو کاغذ پر تحریر کرنے کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی زبانی طلاق دینے کے بعد یادداشت کے لیے اُسے تحریری طور پر محفوظ کرنا چاہے اور ان میں کوئی ایسی دلیل ہو جو گزشتہ طلاق کی حکایت بن سکے تو پھر یکسانیت کو اعتبار دیا جاسکتا ہے،جس سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی،ورنہ اس کے بغیر عدت کے اندر تحریری طور پر طلاق دینے میں دوسری طلاق کا امکان ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اسٹامپ پیپر کی کاپی حقیقتاً کسی سابقہ طلاق کی روداد ہو تو پھر یہ نئی اور علیحدہ طلاق

---

(١)الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/٣٧٧

نہیں بلکہ گزشتہ طلاق کی حکایت سمجھی جائے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو قال لامرأته أنت طالق، فقال له رجل ماقلت، فقال طلقتها، أو قال قلت هي طالق، فهي واحدة في القضاء. (١)

ترجمہ:

اور اگر بیوی سے کہے کہ: ''تجھے طلاق ہے'' تو اس کو کوئی آدمی کہے کہ: ''تو نے کیا کہا'' تو وہ کہے کہ: ''میں نے اس کو طلاق دے دی ہے'' یا وہ کہے کہ: ''میں نے کہا کہ وہ طلاق والی ہے'' تو یہ قضاءً ایک ہی طلاق ہوگی۔ (دیانۃً یہ اس کی نیت پر موقوف ہوگا کہ اس نے دوبارہ طلاق دینے کے الفاظ کس نیت سے ذکر کیے ہیں)۔

❁❁❁

اسٹامپ نویس نے ایک کی بجائے تین طلاق لکھ دیں

سوال نمبر (150):

بھائیوں کے ساتھ کسی بات پر میری چپقلش چل رہی تھی، میں نے ان سے صلح کرنی چاہی تو انہوں نے یہ شرط لگائی کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو، پھر ہم صلح کریں گے، میں نے سوچا کہ صلح کی غرض سے میں بیوی کو ایک طلاق دے دوں گا، پھر جب بھائی صلح کرلیں گے تو میں رجوع یا نکاح کرلوں گا، میں بیوی کو ایک طلاق دینے کے بارے میں اسٹامپ لکھوانے کے ارادے سے اسٹامپ نویس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: ''میری بیوی مسماۃ زہرہ کے نام ایک طلاق نامہ لکھ دو''۔ اس نے طلاق نامہ لکھ لیا اور میں نے ذہنی ڈپریشن کی وجہ سے اس کو پڑھے بغیر اس پر دستخط کردیے، بعد میں دیکھا تو اس نے اس میں تین طلاق کا لکھا تھا، حالانکہ میں نے اس کو تین طلاق کا نہیں کہا تھا، اس صورت میں میری بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوئی ہیں؟

بیّنوا توجروا

---

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ١/٣٥٥

الجواب وباللہ التوفیق:

جب آپ نے اسٹامپ نویس سے کہا: ''میری بیوی مسماۃ زہرہ کے نام ایک طلاق نامہ لکھ دو'' تو ان الفاظ کے کہنے سے آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، باقی اگر واقعی اسٹامپ کی تحریر آپ کے کہنے کے مطابق نہ ہو اور اس پر دستخط کرنے سے پہلے یہ تحریر نہ آپ نے خود پڑھی اور نہ ہی آپ کو پڑھوا کر سنائی گئی اور نہ ہی آپ کو اس تحریر کے اپنے ہونے کا اقرار ہے تو ایسی صورت میں اسٹامپ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، صرف آپ کے مذکورہ الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے، لہٰذا عدت کے اندر اندر رجوع کرنے سے اور بعد از عدت صرف تجدید نکاح کرنے سے آپ اس بیوی کو دوبارہ اپنے حرم میں لا سکتے ہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

لو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق، وإن لم يكتب ...... وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه، ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقر أنه كتابه.(۱)

ترجمہ:

اگر شوہر کاتب سے کہے کہ: ''میری بیوی کی طلاق لکھ لو'' تو یہ اس کی طرف سے طلاق کا اقرار ہے، اگرچہ کاتب طلاق نامہ نہ لکھے۔۔۔۔۔اور اسی طرح ہر وہ مکتوب جو شوہر نے نہ خود لکھا ہو اور نہ ہی خود املا کیا ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک شوہر یہ اقرار نہ کرے، کہ یہ میرا مکتوب ہے۔

❁❁❁

دوپٹے پر انگلی سے طلاق لکھنا

سوال نمبر (151):

ایک دن ویسے ہی مذاق میں میں نے بیوی کے لٹکے ہوئے دوپٹے پر انگلی کے اشارے سے لکھا کہ: ''میری بیوی کو طلاق ہے'' بعد میں مجھے اپنی اس حرکت پر سخت افسوس ہوا، براہِ کرم اس کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

---

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، ٤/٤٥٦

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق جس طرح تلفظ سے واقع ہوتی ہے، اسی طرح کتابت سے بھی واقع ہوتی ہے، تاہم کتابت کی طلاق میں تفصیل ہے: کہ وہ طلاق کسی اسٹامپ پیپر یا کسی دوسرے معنون طریقہ سے لکھی گئی ہو تو اس کو طلاق مرسومہ مستبینہ کہتے ہیں، اس سے طلاق کے وقوع میں نیت کا بھی اعتبار نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی عام کاغذ وغیرہ پر لکھی جائے تو اس کو طلاق مستبینہ غیر مرسومہ کہتے ہیں، اس میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور اگر وہ کسی ایسی چیز پر لکھی گئی ہو، جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر چہ طلاق کی نیت پائی جائے۔

مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی بشرطیکہ دوپٹے پر لکھتے وقت زبان سے یہ الفاظ کہے نہ ہوں، کیونکہ دوپٹا پر انگلی کے اشارے سے لکھی ہوئی طلاق کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن ہی نہیں، لیکن طلاق کوئی ہنسی مذاق کی چیز نہیں، آئندہ کے لیے ایسی لغو حرکت سے مکمل پرہیز کریں۔

والدّلیل علی ذلک:

قال في الهندية :الكتابة على نوعين :مرسومة، وغيرمرسومة......وهو على وجهين :مستبينة وغيرمستبينة ......ففي غير المستبينة لايقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنهاغيرمرسومة إن نوى الطلاق، يقع وإلا،لا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو.(۱)

ترجمہ:

فتاوی ہندیہ میں کہا ہے کہ کتابت دو قسم پر ہے: مرسومہ اور غیر مرسومہ۔۔۔۔۔۔ پھر غیر مرسومہ کی دو قسمیں ہیں: مستبینہ اور غیر مستبینہ۔۔۔۔۔۔ غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر چہ شوہر نیت کرے اور اگر کتابت مستبینہ ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی، ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، ٤/٤٥٦

ہوا میں ''میری بیوی مجھ پر حرام ہے'' لکھنا

سوال نمبر (152):

میں کئی عرصہ تک وہم ووسوسے کا مریض رہا ہوں، الحمدللہ اب علاج سے کچھ افاقہ ہوا ہے۔ مرض کے ایام میں ایک دن مجھے اپنی بیوی کے بارے میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے اور بالآخر میں نے تنگ آکر ہوا میں انگلی کے ذریعے لکھا کہ ''میری بیوی مجھ پر حرام ہے'' لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا، نہ ہی بعد میں اس کا کوئی تذکرہ کیا، کیا مجھ جیسے وہمی مریض کے اس فعل سے بیوی پر طلاق واقع ہوتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر طلاق کے الفاظ ہوا، پانی یا کسی ایسی چیز پر لکھے جائیں جس کا پڑھنا اور سمجھنا ممکن نہ ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، چاہے لکھنے والے کی نیت طلاق دینے کی ہو یا نہ ہو۔

لہٰذا آپ کا ہوا میں انگلی کے ذریعے ''میری بیوی مجھ پر حرام ہے'' لکھنے سے آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ بدستور آپ کی بیوی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وغير المستبينة مايكتب على الهواء، والماء شيء، لايمكن فهمه، وقراء ته، ففي غيرالمستبينة لايقع الطلاق، وإن نوى.(١)

ترجمہ:

(کتابت کی قسم) کتابت غیر مستبینہ یہ ہے کہ ہوا، پانی پر ایسا کچھ لکھا جائے جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو، کتابت غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو۔

❁❁❁❁❁

---

(١)رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، ٤٥٦/٤

(باب التعلیق)

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف:

طلاق میں اصل تنجیز ہے، یعنی اصل تو یہ ہے کہ طلاق کا لفظ بولتے ہی طلاق واقع ہو جائے، تاہم طلاق کی ضرورت، میاں بیوی کے حالات اور موقع ومحل کی رعایت رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے طلاق میں اضافت اور تعلیق کی بھی اجازت دی ہے، گویا صیغہ طلاق کے اعتبار سے فقہائے کرام کے ہاں طلاق تین قسم پر ہے: طلاقِ منجز، طلاقِ معلق اور طلاقِ مضاف۔

طلاقِ منجز سے فوری طور پر واقع ہونے والی طلاق مراد ہے جو کسی شرط یا وقت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ طلاقِ مضاف دراصل وہ طلاق ہے جس کے وقوع کو مستقبل کے کسی وقت کی طرف منسوب کیا جائے، لہٰذا وہ مخصوص وقت آنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ طلاقِ معلق سے مراد یہ ہے کہ طلاق کو کسی ممکن الوقوع واقعہ کے ساتھ مشروط کیا جائے جس کے واقع ہونے سے طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ مذکورہ باب میں آخری قسم، یعنی طلاقِ معلق سے بحث ہوگی۔(۱)

تعلیق کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لغت کے اعتبار سے تعلیق کا معنی ہے معلق کرنا، لٹکانا، کسی شے کو دوسری شے پر منحصر کرنا۔

اصطلاح میں تعلیق کا معنی کچھ یوں ہے۔

"ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة أخرىٰ".

ایک جملے کے مضمون کے حصول پر دوسرے جملے کے مضمون کا حصول مرتب کرنا، تعلیق کہلاتا ہے، یعنی شرط کے حصول پر جزا مرتب کرنا تعلیق ہے۔(۲)

فقہائے کرام کے ہاں شرط کوئی ایسا فعل بھی ہوسکتا ہے جو متکلم (طلاق دینے والے) کی اپنی ذات سے

---

(۱) الموسوعة الفقهية مادة طلاق: ۲۹/۳۶،۳۷، ألفقه الإسلامي وأدلته،الباب الثاني،الفصل الأول الطلاق،المبحث الخامس أنواع الطلاق وحكم كل نوع،تقسيم الطلاق إلى منجز ومعلق ومضاف: ۹/۶۹۶۸

(۲) الدر المختار مع ردالمختار، كتاب التعليق،باب التعليق: ۴/۵۸۸،۵۸۹

متعلق ہو (مثلاً: اگر میں نے فلاں کام کیا تو طلاق) یا اُس کی بیوی سے متعلق ہو یا کسی اور شخص سے متعلق ہو یا کسی بھی انسان کے فعل سے متعلق نہ ہو، مثلاً: سورج کا نکلنا وغیرہ؛ یہ تمام چیزیں بھی شرط بن سکتی ہیں، البتہ دل کے افعال، مثلاً: اگر تو چاہے یا تو ارادہ کرے یا تو راضی ہو وغیرہ الفاظ سے تعلیق طلاق درست نہیں، بلکہ یہ الفاظ تفویض طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو صرف اُسی مجلس تک عورت کو طلاق کا مالک بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔(۱)

تعلیق طلاق کے الفاظ:

ان کو حروف ربط یا حروف شرط بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ صرف شرط اور جزا کے درمیان ربط و اتصال کا کام دیتے ہیں۔ ان حروف کو ہم حکم کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) پہلی قسم:

اِن، اذا، اذا ما، کل، متی، متی ما، لو، ای، این من وغیرہ۔ اردو میں ہم ان الفاظ سے تعبیر ''اگر، جو، جب، جو بھی، جب بھی، جہاں'' سے کرتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم:

کلما، حکم کے اعتبار سے یہ لفظ دوسرے الفاظ سے جدا ہے۔ اردو میں ہم اس کی تعبیر ''جب کبھی بھی، کسی صورت میں بھی'' سے کرتے ہیں۔

مذکورہ الفاظ کا حکم:

(۱) پہلی قسم کے الفاظ سے جو طلاق معلق کی گئی ہو، وہاں ہر شرط کی ایک دفعہ موجودگی سے صرف ایک دفعہ طلاق واقع ہو جائے گی اور مذکورہ تعلیق (یمین) ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی، یعنی شرط کے دوبارہ پائے جانے سے جزا دوبارہ نہیں آئے گی، اس لیے کہ اِن الفاظ میں عموم اور تکرار نہیں۔

(۲) لفظ کلما کی صورت میں جب بھی شرط موجود ہوگی، اُس پر جزا مرتب ہوگی، لہٰذا تین طلاق پوری ہونے تک ہر مرتبہ شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ لفظ کلما میں تکرار اور عموم کا معنی بھی موجود ہے، البتہ تین طلاق واقع ہو جانے کے بعد اگر عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح اور حلالہ کر کے دوسرے شوہر کی طلاق یا موت کی وجہ سے

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ٤/٥٨٨، ٥٨٩

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع: ١/٤١٥، الدر المختار مع ردالمحتار، باب التعلیق: ٤/٦٠١۔٦٠٥

سے واپس پہلے شوہر کے نکاح میں آجائے تو اب شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، یعنی پہلی مرتبہ تین طلاق واقع ہونے پر کلتا کے ذریعے معلق شرط (یمین) بھی ختم ہوجاتی ہے۔(۱)

الفاظِ شرط کے بغیر تعلیقِ طلاق کی صورت:

کبھی کبھی حروفِ شرط کی صراحت کئے بغیر بھی طلاق کو کسی فعل پر معلق کرنا درست ہوتا ہے۔مثلاً کوئی شخص کہے "انت طالق لأدخل" تجھے طلاق ہوگی میں ضرور بالضرور داخل ہوگا۔اس کلام کا معنیٰ ہے "علیّ الطلاق لا افعل کذا" مجھ پر (بیوی) طلاق ہوگی میں ایسا نہیں کروں گا" اس میں بھی فقہائے کرام کے ہاں تعلیقِ طلاق ہے، لہٰذا شرط پائی جانے سے طلاق واقع ہوجائے گی۔(۲)

تعلیق کی درستگی (صحت) کے لیے شرائط:

(۱)......جس شرط پر طلاق معلق کی گئی ہو وہ فی الحال معدوم ہو، لیکن مستقبل میں اس کا وجود ممکن ہو۔اگر شرط فی الحال موجود ہو، مثلاً: شوہر بیوی سے کہے کہ: "اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تمھیں طلاق ہے" تو یہ طلاق منجز ہے، لہٰذا اس سے فوری طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر شرط کا وقوع ناممکن ہو جیسے "اگر یہ اونٹ اس سوئی میں گیا تو تجھے طلاق" تو یہ قول لغو اور فضول ہے، لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۳)

(۲)......تعلیق متصل کلام کے ساتھ ہو، یعنی شرط اور جزا کے مابین بلا ضرورت اور بلا عذر کے فصل نہ ہو، چنانچہ سانس لینا، گلا صاف کرنا جمائی لینا، کھانسنا، چھینکنا، زبان بند کرنا یا تعلیقِ طلاق کو مزید مفید بنانے کے لیے کوئی لفظ بولنا فصل نہیں کہلائے گا۔(۴)

(۳)......شرط اور تعلیق کا مقصد شوہر کا بیوی سے انتقام اور اس کی بدکلامی کا بدلہ نہ ہو، مثلاً: بیوی نے شوہر سے کہا "اے بے غیرت، اے کمینے وغیرہ" اور شوہر نے جواب میں کہا "اگر میں واقعی اس طرح ہوں جس طرح تو کہتی ہے تو تجھے طلاق ہے" فقہائے کرام کے ہاں اگر وہ بیوی کی اس بات سے غصہ میں ہو تو اس کا یہ کلام تنجیز پر محمول ہوگا اور فوری

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط ونحوه: ۴۱۵/۱، الدر المختار مع الرد المحتار كتاب الطلاق، باب التعليق: ۶۰۱/۴ـ۶۰۵

(۲) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۶۰۴/۴

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۵۹۱/۴

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۵۹۲/۴، ۶۲۴/۴، ۶۲۵

طلاق واقع ہوگی اور اگر غصے میں نہ ہو تو پھر تعلیق درست ہے۔(١)

(۴)......تعلیق کے وقت جزا اور شرط کا تذکرہ بھی ہو، لہٰذا اگر یہ کہے" تجھے طلاق ہے اگر" اور مزید کچھ نہ کہے تو اس سے کچھ بھی واقع نہیں ہوگا۔(٢)

(۵)......شرط وجزا کے مابین حرف شرط موجود ہو، البتہ اگر حرف شرط کے بغیر شرط کا معنی مفہوم ہو تو تعلیق درست ہے۔(٣)

(٦)......تعلیق کے وقت میاں بیوی کے مابین رشتہ نکاح یا عدت موجود ہو، البتہ اگر تعلیق طلاق کو نکاح پر موقوف کیا اور اجنبیہ کو یہ کہا: "اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھ پر طلاق ہے" اور پھر واقعی نکاح بھی کیا تو طلاق پڑ جائے گی۔(۴)

(٧)......شرط موجود ہوتے وقت بھی میاں بیوی کے درمیان یا تو رشتہ ازدواج برقرار ہو یا بیوی اس کی عدت (رجعی یا بائن صغریٰ) میں ہو اگر عورت مطلقہ ہو کر عدت گزار چکی ہو تو شرط پائے جانے کے باوجود طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۵)

(٨)......تعلیق کے وقت شوہر طلاق دینے کا اہل ہو، یعنی عاقل، بالغ ہو۔ شرط موجود ہوتے وقت اُس کی اہلیت کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا اگر اس دوران وہ پاگل ہو جائے، تب بھی طلاق واقع ہوگی، البتہ اگر (العیاذ باللہ) مرتد ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں تعلیق باطل ہو جائے گی۔(٦)

تعلیق کن چیزوں سے باطل ہوگی؟

(١)......شرط موجود ہونے سے پہلے پہلے بیوی کو تین طلاق دینے سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر حلالہ کے بعد اُس سے دوبارہ نکاح کیا تو شرط واقع ہونے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

(٢)......شوہر کے مرتد ہونے سے امام ابوحنیفہ کے ہاں تعلیق باطل ہو جاتی ہے۔

---

(١) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ٤/٥٩٢

(٢) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ٤/٥٩٢،٥٩٣

(٣) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ٤/٥٩٣

(٤) الدر المختارمع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق ٤/٥٩٣،الفتاوى الهندية، الباب الرابع في الطلاق بالشرط،الفصل الثالث في تعليق الطلاق:١/٤٢٠

(٥)الدر المختار مع ردالمحتار حوالا بالا:٤/٥٩٣

(٦) الدر المختار، مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ٤/٦٠٠،الموسوعة الفقهية- مادة طلاق:٢٩/٤١

(۳)......محل ہر یعنی وہ چیز جس کے متعلق شرط لگائی گئی ہے، اُس کے فوت یا ضائع ہوجانے سے بھی تعلیق باطل ہوتی ہے، جیسے کسی سے باتیں کرنے پر طلاق معلق تھی اور وہ شخص مرگیا یا دخولِ دار پر طلاق معلق تھی اور وہ گھر باغ بن گیا۔(۱)

بیوی کو مشروط طور پر تین طلاق دینا اور اس سے بچنے کا حیلہ:

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر تو فلاں کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھ پر تین طلاق'' تو اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایک فوری طلاق دے دے اور عدت گزرنے تک وہ عورت اس گھر میں داخل نہ ہو۔عدت گزرنے کے بعد جب عورت اس گھر میں داخل ہوگی تو یمین ختم ہوجائے گی اور چونکہ وہ فی الحال نکاح میں نہیں ہے اس لیے مذکورہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، لہٰذا شوہر اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔دوبارہ نکاح کے بعد مذکورہ گھر میں داخل ہونے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۲)

معلق بالشرط طلاق میں شرط کا جبراً واقع ہونا:

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی وجودی شرط پر معلق کرے تو اس وجودی شرط کے جبراً واقع ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، مثلاً: اگر کوئی شخص طلاق کو اس شرط پر معلق کرے کہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا اور کوئی اس کو جبراً اس کے گھر لے جائے یا کوئی جانور اُس کو ٹھوکر مار کر اُس گھر میں ڈال دے یا پھسل کر اندر داخل ہوجائے تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، تاہم یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ شخص اپنی قسم اور شرط سے ابھی تک نہیں نکلا، اس کے بعد اپنے اختیار سے وہ جب بھی داخل ہوگا، طلاق واقع ہوجائے گی۔

اکراہ اور جبر میں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص اس کو دھمکی دے یا اس کو ڈرائے دھمکائے اور وہ خود اپنے پاؤں سے چلنے لگے اور اس گھر میں داخل ہوجائے تو اس سے طلاق واقع ہوگی اور اس اکراہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔(۳)

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ٤/ ٦٠٠

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ٤/ ٦٠٩

(۳) الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الأیمان، باب الیمین في الدخول والخروج والسکنی: ٥/ ٥٤٣، ٥٤٤

مسائل التعلیق

(طلاق کو معلق کرنے کے مسائل کا بیان)

دو کاموں سے طلاق معلق کرنا

سوال نمبر(153):

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہے کہ:''اگر میں نے چار سال میں حفظ اور میٹرک نہیں کیا تو میری بیوی مجھ پر تین مرتبہ طلاق ہوگی''۔شریعت کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔اگر خاوند نے واقعی مذکورہ الفاظ کے ساتھ طلاق معلق کی ہو اور چار سال میں حفظ اور میٹرک کرنے سے عاجز رہا تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔چونکہ طلاق حفظ اور میٹرک دونوں کے ساتھ معلق ہے، اس لیے ایسی حالت میں کسی ایک کام کو پورا کرنے پر خاوند بری الذمہ نہیں ہوگا، لہٰذا طلاق سے بچنے کے لیے دونوں کاموں کا مقررہ مدت میں پورا ہونا ضروری ہے، تاہم مقررہ وقت سے قبل عورت خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

أنت طالق إذا قدم فلان، وفلان، فهذه يمين تامة. وفي الذخيرة :يشترط قدومهما لوقوع الطلاق.(١)

ترجمہ:

کسی نے کہا:''تمہیں طلاق ہے، جب فلاں اور فلاں شخص آئے''،تو یہ مکمل قسم ہے۔ذخیرہ میں لکھا ہے کہ وقوع طلاق کے لیے دونوں کا آنا شرط ہے۔

(١)الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق،الفصل الحادي عشر في إضافة الطلاق إلى الأوقات:٣/٣٠٠

تین طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(154):

ایک شخص نے بیوی کے بارے میں کہا کہ:''اگر میں نے کبھی بھی اس کے والد کے ساتھ بات کی تو یہ تین طلاق پر طلاق ہوگی''۔آیا شرط موجود ہونے کی صورت میں تین طلاق ہوں گی؟اور کیا تین طلاق سے بچنے کا کوئی راستہ ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

''اگر میں نے کبھی بھی اس کے والد کے ساتھ بات کی تو یہ تین طلاق پر طلاق ہوگی'' اِن الفاظ کے ساتھ طلاق معلق بالشرط کہلاتی ہے۔شرط کی موجودگی میں تین طلاق واقع ہوں گی،تاہم ایسی صورت میں تین طلاق کے وقوع سے بچنے کے لیے ایک راستہ ممکن ہے جو فقہائے کرام نے بیان کیا ہے کہ حنث کے وقت ملک کا ہونا ضروری ہے،اس لیے شرط کے وجود میں آنے کے وقت اگر عورت نکاح میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نکاح میں نہ ہو تو طلاق لغو رہے گی،چنانچہ جب طلاقِ ثلاثہ کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہو اور پھر اُس سے بچنا چاہے تو یہ صورت ممکن ہے کہ بیوی کو طلاق بائن دے کر فارغ کرے اور عدت گزرنے کا انتظار کرے، جب عدت گزر جائے تو عورت آزاد ہو کر نکاح سے نکل جائے گی اور عورت منکوحہ کی بجائے اجنبیہ رہے گی،اب اگر اُس کے والد کے ساتھ بات کرے گا تو شرط موجود ہو جائے گی لیکن محلِ طلاق موجود نہ ہونے کی وجہ سے بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔اس کے بعد خاوند دوبارہ نکاح کر کے بیوی کو رکھ سکتا ہے،اور اُس کے والد سے بات چیت بھی کر سکتا ہے۔تاہم خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدليل على ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط.(۱)

ترجمہ:

جب طلاق کی اضافت شرط کی طرف ہو تو شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہوگی۔

(وتنحل) اليمين (بعد) وجود (الشرط مطلقا) لكن إن وجد في الملك طلقت، وعتق وإلا لا،

---

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط:۱/ ۴۲۰

فحیلة من علّق الثلاث بدخول الدار أن یطلقھاواحدة، ثم بعدالعدة تدخلھا فتنحل الیمین، فینکحھا.(١)

ترجمہ:

اور قسم شرط کے مطلقاً پائے جانے کے بعد ختم ہوجاتی ہے، لیکن اگر ملک میں (شرط) پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی اور غلام آزاد ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔ پس جو شخص گھر میں داخل ہونے کے ساتھ تین طلاق کو معلق کرے تو اس کے لیے حیلہ یہ ہے کہ وہ ایک طلاق دے دے، پھر عدت کے بعد عورت اس گھر میں داخل ہوجائے تو یمین ختم ہوجائے گی۔ پھر وہ اس سے نکاح کرلے۔

❁❁❁

طلاقِ ثلاثہ کو بیٹی کے نکاح کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(155):

اگر ایک آدمی یوں کہے کہ: ''اگر میں نے اپنی فلاں بیٹی فلاں شخص، یعنی زید کے نکاح میں دے دی یا اس نے اپنی مرضی سے زید سے نکاح کیا تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق سے مطلقہ ہوگی''۔ اب اگر مذکورہ بیٹی کا نکاح زید سے کرادے تو کیا اس شخص کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر عاقلہ بالغہ کسی کو ولایت کا حق دے یا کسی کو نکاح کا وکیل بنائے تو دونوں صورتوں میں نکاح کی نسبت عاقلہ بالغہ کی طرف ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں لڑکی کے باپ نے اگر یہ کہا ہو کہ: ''اگر میری فلاں بیٹی نے فلاں شخص، یعنی زید سے اپنی مرضی سے نکاح کیا تو میری بیوی تین طلاق سے مطلقہ ہوگی'' تو اس کی بیٹی جس کو بھی ولی یا وکیل بنا کر شخص مذکور سے نکاح کرے گی تو شرط پوری ہونے کی وجہ سے معلق طلاقیں واقع ہوجائیں گی، کیونکہ طلاق جس شرط سے معلق کی جائے تو شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، تاہم اگر زید سے نکاح ابھی تک نہیں ہوا تو معلق طلاقوں کے وقوع سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اگر لڑکی کا باپ اپنی بیوی کو ایک بائن طلاق دے دے، تاکہ نکاح ٹوٹ جائے، پھر عدت

---

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ٤/ ٦٠٩

گزرنے کے بعد اپنی لڑکی کا نکاح زید سے کرادے۔ چونکہ شرط موجود ہونے کے وقت وہ عورت اس کی بیوی نہیں تھی اس لیے شرط تو موجود ہو جائے گی لیکن تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ پھر نئے سرے سے نکاح کرے۔ البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

وهي(الولاية)في النكاح نوعان :ولايةندب واستحباب، وهي الولاية على العاقلة البالغة.(١)

ترجمہ: نکاح میں ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مستحب ولایت، یہ عاقلہ بالغہ پر ولایت ہے۔

(وتنحل) اليمين (بعد)وجود (الشرط مطلقا) لكن إن وجد في الملك طلقت، وعتق وإلالا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقهاواحدة، ثم بعدالعدة تدخلها فتنحل اليمين، فينكحها.(٢)

ترجمہ:

اور قسم شرط کے مطلقاً پائے جانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر ملک میں (شرط) پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی اور غلام آزاد ہو جائے گا، ورنہ نہیں، پس جو شخص گھر میں داخل ہونے کے ساتھ تین طلاق کو معلق کرے تو اس کے لیے حیلہ یہ ہے کہ وہ ایک طلاق دے دے، پھر عدت کے بعد عورت اس گھر میں داخل ہو جائے تو یمین ختم ہو جائے گی، پھر وہ اس سے نکاح کرلے۔

❁❁❁

معلق طلاق کے وقوع سے بچنے کا طریقہ

سوال نمبر(156):

دو سگے بھائی اکٹھے کام کرتے ہیں۔ ایک دفعہ لڑائی کے دوران بڑے بھائی نے غصہ کی حالت میں کہا کہ: ''اگر میں تم کو اپنے ساتھ کام پر لے گیا تو مجھ پر یہ بیوی طلاق ہوگی'' جس پر اب وہ نادم ہے۔ شرعی رو سے ایسا حل بتائیں کہ طلاق بھی واقع نہ ہو اور بھائی کے ساتھ تعلق بھی نہ بگڑے۔

بیّنوا تؤجروا

(١)البحرالرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء:٣/١٩٢

(٢)الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق:٤/٦٠٩

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کسی شخص نے بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو غصہ کی حالت میں کہا ہو کہ: ''اگر تم کو اپنے ساتھ کام پر لے گیا تو مجھ پر یہ بیوی طلاق ہوگی'' تو جب بھی چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ کام پر لے جائے گا، اسی وقت بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی، تاہم اپنے بھائی سے قطع تعلق بھی شرعاً جائز نہیں، اس لیے قطع تعلق سے بچنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ کام کے لیے نہ لے جائے، بلکہ وہ خود جا کر اس کے ساتھ کام کرتا رہے اس صورت میں شرط کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط.(١)

ترجمہ:

جب طلاق کی اضافت شرط کی طرف ہو تو شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہوگی۔

وألفاظ الشرط :إن وإذا وإذاما و كل،و كلما ......إذا وجد الشرط انحلت اليمين، وانتهت.(٢)

ترجمہ:

اور شرط کے الفاظ اِن، إذا، إذاما، کل، کلما ہیں۔۔۔۔۔جب شرط موجود ہو تو طلاق واقع ہو کر قسم ختم اور پوری ہوگی۔

❁❁❁

معلق طلاق کی دھمکی

سوال نمبر(157):

اگر کوئی شخص اپنے باپ سے کہے: ''کہ اگر تم نے مجھے آرام سے رہنے نہ دیا اور غصہ کرنا نہ چھوڑا تو میں اس بیوی کو چھوڑ دوں گا''۔ اسی طرح گھر میں کوئی بحث چلی تو ماں نے کہا کہ: ''میں اس گھر سے نکلتی ہوں، تم لوگ یہاں رہو''

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط:١/ ٤٢٠

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط:١/ ٤١٥

تو بیٹے نے کہا ''تمہارا نکلنا ہے اور میرا بیوی کو چھوڑنا ہے''۔ شوہر کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق جائز امور میں سب سے ناپسندیدہ عمل ہے اور حتی الامکان طلاق دینے یا اس پر حلف اٹھانے سے اجتناب وگریز کرنا چاہیے۔ پھر بھی اگر مجبوری ہو تو ایک ہی طلاق پر اکتفا کیا جائے، تا کہ پشیمان ہونے کی صورت میں رجوع کر سکے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے باپ اور ماں کے سامنے صرف یہی الفاظ کہے ہوں کہ ''اگر تم نے مجھے آرام سے رہنے نہ دیا اور غصہ کرنا نہ چھوڑا تو میں اس بیوی کو چھوڑ دوں گا، تمہارا نکلنا ہے اور میرا بیوی کو چھوڑنا ہے'' تو چونکہ ان الفاظ میں شوہر نے شرط کے موجود ہو جانے کی صورت میں طلاق کے واقع ہونے کو بیان نہیں کیا بلکہ مستقبل میں طلاق واقع کرنے کی دھمکی دی ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اس لیے مسئولہ صورت میں اگر شرط موجود ہو جائے تب بھی بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔۔

والدّلیل علی ذلك:

صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال. (١)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

ایک دو تین الفاظ کو کسی کام سے معلق کرنا

سوال نمبر(158):

ایک شخص نے اپنے سالے امجد کو جو کہ کمپنی کا مالک ہے، یہ دھمکی دی کہ اگر اس نے پندرہ مارچ تک بزنس منیجر کو کمپنی سے نہیں نکالا اور پھر اس کی بیوی بچوں نے امجد سے کلام کیا تو مجھ پر میری بیوی ''ایک، دو، تین ہوگی''۔ کیا ایسی صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بینوا توجروا

(۱) تنقیح الحامدیة، کتاب الطلاق: ۱/ ۳۸

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ایک، دو، تین اگر چہ بذاتِ خود طلاق نہیں، لیکن غصہ کے وقت، مذاکرہ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے جب استعمال ہوں تو ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں حالف نے یہ کہا کہ: ''اگر پندرہ مارچ تک امجد نے بزنس منیجر کو نہیں نکالا اور میری بیوی بچوں نے امجد کے ساتھ بات کی تو مجھ پر بیوی ایک، دو، تین ہوگی'' تو اگر قسم اٹھانے والے کی نیت ایک، دو، تین سے طلاق ہو تو اگر امجد نے مقررہ تاریخ تک بزنس منیجر کو نہیں نکالا اور پھر اس شخص کی بیوی یا بچوں نے امجد سے بات چیت کر لی تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ طلاقِ مغلظ کی صورت میں بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم رکھنا حرام ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته "ترابكي وتراسه"أوقال "تو يكي وتوسه "قال أبو القاسم الصفّارؒ :لايقع شيئ،قال الصدر الشهيد :يقع إذانوى، قال وبه يفتي.قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل: إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أوفي حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لايقع إلابالنية.(١)

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تجھے ایک اور تین'' یا ''تو ایک، تو تین'' تو ابوالقاسم الصفارؒ فرماتے ہیں کہ: ''کچھ واقع نہیں ہوا''۔ اور صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ: ''نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی'' اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی''۔

ولو قال لها:إن كلمت فلانا فأنت طالق، وقال لها أيضا:إن كلمت إنسانا، فأنت طالق، فكلم فلانا، طلقت تطليقتين. (٢)

ترجمہ:

اور اگر بیوی سے کہا کہ: ''اگر میں نے فلاں شخص سے بات کی تو تجھے طلاق'' اور پھر یہ بھی کہا کہ: ''اگر میں نے کسی انسان سے بات کی، تو تجھے طلاق'' پھر اس نے فلاں شخص سے بات کر لی تو دو طلاق واقع ہو جائیں گی۔

(١) خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق،الفصل الثاني في الكنايات:٢/٩٨

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط:١/٤٢٨

طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(159):

اگر ایک شخص کسی لڑکی کے بارے میں یہ کہے کہ:''میں جب کبھی بھی اس سے شادی کروں گا تو اس کو طلاق ہے'' آیا اس سے طلاق معلق واقع ہوئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے جب ایک شخص کسی عورت کے بارے میں یہ کہے کہ:''میں جب کبھی بھی اس سے نکاح کروں گا تو اس کو طلاق ہوگی''، تو جب کبھی بھی اس عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ ان الفاظ سے طلاق معلق ہو جاتی ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص کے لیے اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں، جب بھی یہ شخص اس لڑکی سے نکاح کرے گا تو اُسے طلاق واقع ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو دخلت كلمة كلما على نفس التزوج بأن قال كلما تزوجت امرءة فهي طالق، أو كلماتزوجتك فأنت طالق يحنث بكل مرة وإن كان بعد زوجٍ آخر.(١)

ترجمہ: اور اگر کلما کا کلمہ نفس تزوج (شادی کرنے) کے الفاظ پر داخل کیا گیا بایں طور کہ شوہر نے کہا: جب کبھی بھی میں نے کسی عورت سے شادی کی تو اُسے طلاق یا یوں کہے کہ میں جب کبھی بھی تجھ سے شادی کروں تو تجھے طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں جب بھی یہ شادی کرے گا تو ہر دفعہ طلاق واقعہ ہوگی اگر چہ اس عورت سے دوسرے شوہر کے بعد یہ شخص شادی کرے۔

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط:١/٤١٥

اگر بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو تمہیں طلاق ہے

سوال نمبر (160):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر تم بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو تمہیں ایک طلاق ہوگی'' اس کے بعد اس کی بیوی بغیر اجازت گھر سے نکلی۔ ایک ہفتہ بعد جرگہ میں شوہر کے والد کے اصرار پر اس نے بیوی سے کہا کہ: ''تم آزاد ہو، تم آزاد ہو''۔ اگر چہ زید کی نیت طلاق کی نہیں تھی۔ شریعت کی رُو سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بيّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعتِ مطہرہ میں طلاق اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ نیز تم آزاد ہو کے الفاظ اگر چہ اصل میں کنائی ہیں لیکن چونکہ ہمارے عرف میں بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں اس لیے اب یہ طلاق کے صریح الفاظ کے حکم میں شمار ہوں گے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب اس شخص کی بیوی بغیر اجازت گھر سے نکلی تو اس پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہو گئی پھر ایک ہفتہ بعد جب شوہر نے بیوی کو ''تم آزاد ہو'' دو مرتبہ کہا تو یہ دو طلاقیں بھی واقع ہو کر اس کی بیوی مطلقہ مغلظہ ہو گئی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

تنحل اليمين إذا وجد الشرط. (١)

ترجمہ:

اور قسم واقع ہو جاتی ہے، جب شرط پائی جائے۔

فإذا قال رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (٢)

---

(١) تنویر الأبصار، کتاب الطلاق، باب التعليق: ٤/ ٦٠٤، ٦٠٥

(٢) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/ ٥٣٠

ترجمہ:

پس جب کہے: ''سرحتك ''یعنی رہا کردیا تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ درحقیقت کنایات میں سے بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں ہوتا ہے۔

جانبین کا عقد کی خلاف ورزی کی صورت میں طلاق کی تعلیق

سوال نمبر(161):

ایک شخص نے بائع سے زمین خرید لی، لیکن مشتری نے بائع سے اس بات کی تحریر لکھوائی، جس میں لکھا کہ اگر میں نے اپنے قول سے انحراف کیا (یعنی زمین دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کی) تو شرعاً ہم (بائع اور مشتری) پر اپنی بیویاں حرام ہیں اور اس پر دستخط بھی ثبت ہیں، کیا ایسی صورت میں فریقین کی بیویاں حرام ہوجائیں گی؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

چونکہ اصل واقعہ سے ہم پوری طرح باخبر نہیں، طرفین کی حاضری کے بغیر ہم کسی دستخط کنندہ کے بارے میں حتمی رائے دینے سے قاصر ہیں اور نہ کسی ایک جانب بائع یا مشتری کو موردالزام ٹھہرا سکتے ہیں، تاہم فقہی نقطۂ نظر سے ''بیوی کا حرام ہونا'' طلاقِ بائن میں استعمال ہوتا ہے، تعلیق کی صورت میں شرط کے موجود ہونے پر طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

والدّلیل علی ذلك:

وھذا في عرف زماننا کذلك، فوجب اعتبارہ صریحا کماأفتی المتأخرون في أنت عليّ حرام بأنه طلاق بائن للعرف بلانیة.(۱)

ترجمہ:

اور یہ ہمارے زمانے کے عُرف میں اسی طرح ہے، لہٰذا اس کو صریح سمجھا جائے گا، جیسا کہ متاخرین علما نے فتویٰ دیا ہے کہ ''تو مجھ پر حرام ہے'' یہ عُرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق بائن ہوگی۔

❁❁❁

(۱)ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ٤/ ٤٦٤

نشہ کی حالت میں طلاقِ معلق دینا

سوال نمبر(162):

ایک شخص نشہ (ہیروئن) کا عادی ہے اوراس کو علاج کے لیے ہسپتال میں داخل کیا گیا، ایک دن نشہ کی حالت میں کہا کہ: ''اگر تم مجھے چار تاریخ تک ہسپتال سے نکال کر گھر نہیں لے گئے تو مجھ پر بیوی تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہوگی''، اب چار تاریخ تک اس کو ہسپتال سے خارج نہیں کیا گیا تو کیا ایسی صورت میں کہ جب وہ شخص نشہ کی حالت میں تھا، اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟　　بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر چہ نشہ ان عوارض کی فہرست میں شامل ہے جن میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، لیکن نشہ بذات خود کوئی مباح چیز نہیں، اس لیے فقہ حنفی کی رُو سے عقل زائل ہونے کے باوجود زجر کے طور پر اہلیت باقی رہتی ہے جس کی وجہ سے نشہ میں مست آدمی کے اقوال کو اعتبار دیا جاتا ہے۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں جب مذکورہ شخص نے ہیروئن کے نشہ میں ہوتے ہوئے یہ قسم اٹھائی ہو کہ: ''اگر تم مجھے چار تاریخ تک ہسپتال سے نکال کر گھر نہیں لے گئے تو مجھ پر بیوی تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہوگی'' تو یہ یمین اپنی جگہ منعقد ہے اور مقررہ تاریخ کو ہسپتال سے نکال کر اسے گھر نہ لایا گیا ہو تو شرط متحقق ہونے پر تین طلاق واقع ہوں گی۔

والدّلیل علی ذلک:

وأما السكران إذا طلق امرأته فإن كان سكره بسبب محظور... فطلاقه واقع عند عامة العلماء وعامة الصحابة رضي الله عنهم... ولأن عقله زال بسبب؛ هو معصية فينزل قائما عقوبة عليه وزجرا له.(۱)

ترجمہ: نشہ سے مدہوش شخص جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اگر کسی حرام وجہ سے اس کو نشہ چڑھا ہو تو اکثر علماء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس کی عقل ایک گناہ کے سبب سے زائل ہوئی ہے لہٰذا اس کو سزا دینے اور ڈانٹ پلانے کی غرض سے اس کی عقل کو قائم قرار دیا جائے گا۔

وفي هذا الزمان إذا سكر من البنج، والأفيون يقع زجرا، وعليه الفتوى. (۲)

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن: ۲۱۴/۴

(۲) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج: ۴۴۶/۴

ترجمہ:
اس دور میں بھنگ اور افیون سے نشہ چڑھ جائے تو زجراً (طلاق) واقع ہوگی، اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

❁❁❁

طلاق کے کنائی الفاظ کے معانی میں عرف ونیت کا اعتبار

سوال نمبر(163):

ایک شخص کی بیوی بدسلیقہ ہے۔ بوتل میں دودھ ڈال کر بچی کو پلا رہی تھی کہ دودھ میں موجود پتی اور الائچی کی وجہ سے دودھ بند ہوا تو بچی کے رونے پر خاوند نے غصہ میں کہا کہ: ''اگر آئندہ ایسا پوہڑ کام کیا تو تجھے تین طلاق'' چند دن بعد کپڑے دھونے کے بعد استری کرنے سے کپڑوں پر داغ لگ گئے۔ کیا اس مخصوص پوہڑ کام سے طلاق واقع ہوگی یا دوسرا کام (کپڑوں پر داغ) سے بھی طلاق واقع ہوگی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق اور یمین میں زیادہ تر دخل عُرف کا ہوتا ہے۔ علمائے اصول کے نزدیک عُرف اور عادت کی وجہ سے بعض چیزیں یمین سے مستثنیٰ ہوتی ہیں، اسی طرح اس قسم کی بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے قسم اٹھانے والے کی نیت کو بھی معتبر قرار دیا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر کی مراد ہر پوہڑ پن نہ ہو، بلکہ وہ مخصوص پوہڑ کام مراد ہو جس پر شوہر نے طیش میں آکر مذکورہ کلمات کہے تھے تو پھر مذکورہ کام (یعنی کپڑوں پر داغ) سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے برعکس اگر شوہر کی مراد اس سے ہر پوہڑ پن ہو اور مذکورہ کام (کپڑوں پر داغ) اس کے نزدیک یا عُرف میں پوہڑ پن شمار ہوتا ہو تو پھر مذکورہ کام کرنے سے تین طلاق واقع ہو جائیں گی اور عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر بغیر حلالہ کے پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

قال لها: إن لم أعامل معك على الخدمة كما كنت أعامل، فأنت طالق إن كانت له خدمة بقيدبها، وإلا يرجع إلى نيته.(١)

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٣٣/١

ترجمہ:

اگر آدمی عورت کو کہے کہ اگر میں نے تیرے ساتھ خدمت کا معاملہ اس طرح نہ کیا جس طرح میں کیا کرتا تھا تو تجھے طلاق ہے تو اگر اس کے ذمے کوئی خدمت ہو تو یہ کلام اسی خدمت کے ساتھ مقید ہوگا ورنہ اس شخص کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

سئل في رجل تشاجر مع رفيق له بينهمامعاملات صدرت المشاجرة لأجلها،فحلف بالطلاق،أنه أي الرفيق لوتراء ي لي في الماء لاأشربه قاصداً في ذلك عدم المعاملة معه من بعد،فهل إذارافقه ولم يعامله لايقع طلاقه؟(الجواب)نعم، والحالة هذه.(١)

ترجمہ: اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کا اپنے دوست کے ساتھ جھگڑا ہو جائے اور دونوں کے مابین معاملات ہوں اور اسی معاملات کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہوا ہو اور اس آدمی نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے یہ کہا کہ: ''اگر اس نے مجھے پانی میں دیکھا تو میں وہ پانی نہیں پیوں گا''، یعنی میں اس کے ساتھ معاملہ نہیں کروں گا پس اگر یہ شخص اس کے ساتھ دوستی رکھے، لیکن معاملہ نہ کرے تو کیا اس کی طلاق واقع نہ ہوگی، اس سوال کا جواب یہ ہے، جی ہاں، حال ایسا ہی ہے۔

❁❁❁

غیر معین وقت تک طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (164):

ایک شخص کا نکاح اس کی چچازاد بہن سے ہوا۔ نکاح کے چند دن بعد اس نے کہا کہ: ''اگر میں اپنے چچازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح کرکے اس کو اپنے گھر نہ لا سکا تو میری بیوی کو تین طلاق ہوگی''۔ حالانکہ یہ اس کی منکوحہ کی بھتیجی ہے جس سے حالاً اس کا نکاح جائز بھی نہیں۔ اس صورت میں مذکورہ شخص کا چچازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح درست ہے؟ اور اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مذکورہ شخص کا اپنے چچازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں، کیونکہ پہلے سے چچازاد بہن اس کے نکاح

(١) تنقيح الحامدية، كتاب الطلاق: ١/٣٦

میں ہے۔پھوپھی اوراس کی بھتیجی کوایک ہی وقت میں نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، جب کہ مذکورہ شخص نے طلاق کوایسے فعل کے ساتھ معلق کیا ہے کہ جوفی الحال تو واقع نہیں ہوسکتا،لیکن اس کے وقوع کاامکان موجود ہے،لہٰذا یہ تعلیقِ طلاق صحیح ہے۔مگراس نے اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے،اس لیے انتظار کیا جائے گا اگر وہ لڑکی فوت ہوجائے تومحل کے ختم ہوجانے سے طلاق واقع ہوگی یا شوہر فوت ہوجائے توفوتگی کے وقت تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

والدّلیل علی ذلک:

فلایجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسباأو رضاعا، و خالتها کذالك. (١)

ترجمہ: لہٰذاعورت اوراس کی نسبی یارضاعی پھوپھی یاخالہ کونکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

قال ابن عابدینؒ: تحت قوله:(ولو حلف لیفعلنه بر بمرة)......وإذالم یفعل لایحکم بوقوع الحنث حتی یقع الیأس عن الفعل، وذلك بموت الحالف قبل الفعل......أو بفوات محل الفعل. (٢)

ترجمہ:

حضرت علامہ ابن عابدینؒ نے اس قول کہ"ضرور بالضرور اس کام کوپورا کرے گا کہ جب ایک مرتبہ وہ کام کرے توبری ہوگا" کے تحت لکھا ہے۔۔۔۔۔کہ اگر وہ کام نہ کرے توحانث ہونے کاحکم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ کام سے مایوس ہوجائے اور یہ تب ممکن ہے کہ حالف کام کرنے سے قبل فوت ہوجائے۔۔۔۔۔یا کام کرنے والامحل باقی نہ رہے۔

❁❁❁

اگر تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تجھے طلاق

سوال نمبر(165):

ایک شخص نے کھانا تیار نہ ہونے کی وجہ سے غصہ میں بیوی سے کہا کہ:"اگر میں نے تمہارے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تو مجھ پر طلاق ہوگی"۔اب بیوی کھانے پکانے سے احتراز کررہی ہے۔کیااس عورت کے ہاتھ کا کھانا کھا کر عورت شوہر سے جدا ہوجائے گی؟

بیّنوا توجروا

(١)الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، الفصل الرابع المحرمات بالجمع: ١/ ٢٧٧

(٢)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الأیمان، باب الیمین في الضرب و القتل، مطلب حلف لیفعلنه برّ بمرة: ٥/ ٦٦٩

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو جب بھی شرط پائی جائے گی، طلاق واقع ہو جائے گی، اگر تین طلاق تھیں تو عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی اور اگر ایک طلاق تھی تو صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے بیوی سے یہی کہا ہو کہ: "اگر میں نے تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تو مجھ پر طلاق ہوگی" اور لفظ طلاق صرف ایک مرتبہ کہا ہو تو شوہر جب بھی اپنی بیوی کے ہاتھ کا کھانا کھائے گا تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، جس کے بعد عدت کے اندر شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہے البتہ اس کے بعد اس کو صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا اور جب تک کچھ نہ کھائے تو طلاق معلق رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

إذا إضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها.(٢)

ترجمہ:

اور جب مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دیں تو مرد کو اختیار ہے کہ عدت کے اندر رجوع کرے۔

❁❁❁

باپ سے پیسے نہ لینے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر (166):

ایک شخص یہ کہے کہ: "میں اپنے باپ سے پیسے نہیں لوں گا اور اگر میں نے پیسے لے لیے تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہو" اب اگر اس کا باپ اس کی بیوی کو پیسے دے اور وہ بیوی سے لے کر استعمال کرے یا اس کا والد اس کو سودا کے

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٢٠/١

(٢) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٤٠٥/٢

لیے پیسے دے اور وہ اس سے لے کر استعمال کرے یا والد اس کو براہ راست پیسے دے تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:
باپ سے رقم نہ لینے کی تاکید کے بارے میں اگر یوں قسم اٹھائی جائے کہ: ''اگر میں نے باپ سے پیسے لیے تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو'' یہ درحقیقت ایسی طلاقِ معلق ہے کہ شرط کی موجودگی کی صورت میں واقع ہوگی، لہٰذا ایسے شخص کو چاہیے کہ براہِ راست رقم والد سے نہ لے، تاکہ طلاق واقع نہ ہو اور اگر کہیں والد سے پیسے لے تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر ملکیت کے طور پر رقم لینے پر قسم اٹھائی گئی ہو تو پھر ملکیت کے طور پر رقم لینے تک طلاق کا وقوع محدود رہے گی۔ میاں بیوی کی ملکیت الگ الگ ہوتی ہے، اس لیے باپ کا بیوی کو رقم دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اگرچہ پھر خاوند بیوی سے وہی رقم لے لے، کیونکہ بیوی کو رقم دینا خاوند کو رقم دینے کے مترادف نہیں۔ ایسا ہی ملکیت کے طور پر رقم لینے پر قسم کی صورت میں اگر والد کی طرف سے نمائندہ بن کر کوئی چیز خرید لے یا وکالت کر کے اس کے لیے سودا خریدنے کے لیے اس سے رقم قبضہ میں لے لے تو اس سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ طلاق چونکہ ایک دفعہ کہا گیا ہے اس لیے حانث ہونے کی صورت میں طلاقِ رجعی واقع ہوگی، لہٰذا عدت میں رجوع بالقول یا بالفعل کر کے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا إضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

ولو حلف لا يأخذ من فلان ثوبا هرويا، فأخذ منه جرابا هرويا فيه ثوب هروي قد دسه فيه، وهو لا يعلم حنث قضاءً، وكذا لو حلف لا يأخذ منه درهماً فأعطاه فلوساً في كيس ودس فيها درهماً، فقبضها الحالف ولا يعلم، حنث.(٢)

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الإيمان، الباب الثامن في اليمين في البيع والشراء: ٢/ ١١٩، ١٢٠

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ فلاں شخص سے ہروی کپڑا نہیں لے گا، پھر اس شخص سے ہروی جراب لے لی، جس کے اندر ہروی کپڑا تھا جو اس نے اس کے اندر چھپایا ہوا تھا اور اس شخص کو علم نہیں تھا تو قضاءً وہ شخص حانث ہوگا، اسی طرح اگر اس نے قسم اُٹھائی کہ وہ اس شخص سے درہم نہیں لے گا، پھر اس شخص نے اس کو بٹوہ کے اندر پیسے دیے اور اس میں اس نے درہم چھپائے تھے اور قسم اُٹھانے والے نے وہ تھیلہ قبضہ کیا اور اس کو اس کے اندر درہم کا علم نہیں تھا تو بھی وہ حانث ہوگا۔

❁❁❁

مجنون کا طلاق معلق کرنا

سوال نمبر(167):

ایک شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا دماغی توازن درست نہیں، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ:"اگر تم موسم گرما کی چھٹیوں کے بعد درسِ قرآن کے لیے چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے"۔ بیوی کا بھائی اسے پشاور درسِ قرآن کے لیے لے گیا، جب کہ بیوی کو مذکورہ بات کہتے وقت خاوند دماغی طور پر پاگل اور زیر علاج تھا، تین چار سال کی ڈاکٹری رپورٹ بھی موجود ہے اور اب اس کی حالت بتدریج ٹھیک ہو رہی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا حالتوں میں اس کی طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق جیسے امور کے وقوع کے لیے طلاق دینے والے کا اہل ہونا ضروری ہے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذہنی توازن درست ہو۔

صورتِ مذکورہ میں اگر واقعی خاوند کا دماغی توازن درست نہ تھا اور ڈاکٹروں نے اس کے دماغی مریض ہونے کی تصدیق بھی کی ہو اور اس پر جنونی کیفیت طاری ہوتی ہو جس سے اس کو اپنے افعال واقوال کا احساس تک نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر خاوند نے طلاق کے الفاظ کہے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور عورت تا حال خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

ولا يقع طلاق الصبي، وإن كان يعقل والمجنون.(١)

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه:١/٣٥٣

بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر چہ عاقل ہو اور اسی طرح مجنون کی بھی۔

رجل عرف أنه كان مجنوناً،فقالت له امرأته طلقتني البارحة، فقال أصابني الجنون، ولا يعرف ذلك إلا بقوله، كان القول قوله.(١)

ترجمہ:
ایک شخص جانتا تھا کہ وہ مجنون تھا اور اس کی بیوی نے اس کو کہا کہ تو نے مجھے کل رات طلاق دی تھی اور اس نے کہا کہ میں تو مجنون تھا اور اس (مجنون ہونے) کا علم صرف اس کے قول سے جانا جاتا ہو، تو اس (مرد) کا قول معتبر ہوگا۔

❁❁❁

غصہ میں طلاق معلق کر کے دوبارہ لفظِ طلاق کا تکرار کرنا

سوال نمبر(168):
ایک شخص نے لڑائی کی وجہ سے بیوی کو مارا پیٹا تو وہ باپ کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگی۔شوہر نے غصہ میں کہا:"اگر تم باپ کے گھر چلی گئی تو تمہیں طلاق ہے، طلاق، طلاق، طلاق ہے۔" کا لفظ تاکید کے لیے دہرایا۔وہ اٹھ کر پہلے سکول گئی اور باپ کے گھر بعد میں گئی تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:
اگر کوئی شخص طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے پائے جانے کے بعد شرعاً طلاق واقع ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کا غصہ کی حالت میں بیوی کو یہ کہنا کہ:"اگر تم باپ کے گھر چلی گئی تو تمہیں طلاق ہے" تعلیق طلاق کی صورت ہے۔ مذکورہ تحریر کے مطابق چونکہ شرط پائی گئی ہے، لہٰذا شوہر کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی ہے۔اس کے علاوہ شوہر نے لفظِ طلاق کو تین مرتبہ تاکید کے لیے تکرار کیا ہے۔جس سے طلاق کا ارادہ نہیں تھا اس صورت میں شوہر کی نیت کا اعتبار دیانۃً (بینہ وبین اللہ) ہوگا، لیکن قضاءً تین طلاق واقع ہوکر عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی اور بیوی خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون:٤/٤٥١

والدّليل على ذلك:

رجل قال لامرأته أنت طالق، أنت طالق،أنت طالق، فقال عنيت بالأولى الطلاق، وبالثانية، والثالثة إفهامها صدّق ديانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً.(١)

ترجمہ:

آدمی نے بیوی سے کہا کہ: "تو طلاق ہے، تو طلاق ہے، تو طلاق ہے" پھر خاوند نے کہا کہ پہلی طلاق سے میری مراد طلاق تھا اور دوسرے، تیسرے سے مراد سمجھانا تھا تو دیانۃً (یعنی یہ اللہ اور اس کا معاملہ ہے، لہٰذا نیت کا اعتبار ہوگا) اس کا اعتبار ہوگا اور قضاءً تین طلاق سے مطلقہ ہو جائے گی۔

كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التاكيد دين. قال ابن عابدين :قوله (وإن نوى التاكيد دين) أي وقع الكل قضاءً.(٢)

ترجمہ: طلاق کے تکرار سے سب طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے (تکرار) سے تاکید کی نیت کی ہو تو دیانۃً صحیح رہے گی، علامہ ابن عابدین نے "وإن نوى التاكيد دين" کے تحت فرمایا ہے کہ مطلب یہ ہوا کہ قضاءً تمام طلاقیں واقع ہوں گی۔

❁❁❁

حمل کے دوران بیوی کو طلاقِ مغلظ کی تعلیق کرنا

سوال نمبر(169):

ایک شخص کی ساس بیٹی کے گھر روٹی سالن وغیرہ کھانے کے لیے بھیجتی تھی جس پر بیٹی کی دیورانی اس کی ماں کے گھر سے کھانے پینے کی چیزیں بھجوانے کی مخالف تھی، اس وجہ سے بھابی اور دیور کے درمیان بحث شروع ہوئی، خاوند نے غصہ میں آ کر بیوی سے کہا کہ اگر آئندہ تمہاری ماں کے گھر سے کسی قسم کی خوراک کی کوئی چیز آ جائے یا تم نے منگوائی تو تم مجھ پر تین پتھروں سے طلاق۔ اب یہ عورت سات ماہ کی حاملہ ہے۔ از روئے شریعت اس مسئلہ کا حکم بیان کیجیے اور طلاق سے بچنے کی صورت بیان کیجیے۔

بینوا توجروا

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/ ٣٥٥، ٣٥٦

(٢) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها:٤/ ٥٢١

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو جب بھی شرط پائی جائے، طلاق واقع ہوگی۔

لہٰذا اگر صورتِ مسئولہ میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا ہو کہ: ''اگر آئندہ تمہاری ماں کے گھر سے کسی قسم کی خوراک کی چیز آجائے یا تم نے منگوائی تو تم مجھ پر تین پتھروں سے طلاق'' تو ساس کے گھر سے خوراک آنے یا بیٹی کے منگوانے کی صورت میں تین طلاق واقع ہوگی۔ تین طلاق واقع ہونے کے بعد عورت شوہر پر حرام ہوگی۔ طلاق سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ نہ عورت ماں کے گھر سے کوئی چیز منگوائے اور نہ ماں کے گھر سے بھیجی جائے، تاہم تین طلاق سے بچنے کے لیے یہ تدبیر ہوسکتی ہے کہ چونکہ عورت سات ماہ کی حاملہ ہے، لہٰذا وضعِ حمل سے چند دن پہلے شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے، وضع حمل کے بعد عورت بائنہ ہوجائے گی اور اس کی عدت وضع حمل سے پوری ہوجاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد وہ ماں کے گھر سے خوراک منگوالے اور پھر شوہر سے دوبارہ نکاح کرے تو عورت تین طلاق سے بچ جائے گی، البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته :إن دخلت الدار، فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار تنحل اليمين، ولم يقع شيء.(١)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہوجائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے'' پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہوجائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوجائے تو قسم ختم ہوجائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔

طلاق کے بعد ان شاء اللہ کہنا

سوال نمبر (170):

ایک شخص بیوی کے ہمراہ بس میں سفر کر رہا تھا، اسی دوران اس نے بیوی کو طلاق دے دی اور آگے جا کر اس نے

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول: ١/٤١٦

طلاق کو ان شاء اللہ کے ساتھ معلق کیا۔ کیا پوری بس یا سیٹ اس کے لیے مجلس ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس سے طلاق واقع ہوئی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

طلاق کے باب میں مجلس کا کوئی دخل نہیں، بلکہ جوں ہی شوہر لفظِ طلاق پر تلفظ کرے، طلاق واقع ہوگی، صرف تفویضِ طلاق (جس میں عورت کو اختیار دیا جائے) میں مجلس کا اعتبار ہوتا ہے کہ عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے، اگر اس نے اسی مجلس میں قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ واقع نہ ہوگی، جہاں تک طلاقِ استثنائی کی بات ہے، اس میں مجلس کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ اگر طلاق کے ساتھ متصلاً ان شاء اللہ کہا تو استثنا صحیح ہوگی اور طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر بغیر عذر کے تھوڑی تاخیر کردی تو استثنا صحیح نہیں ہوگا، بلکہ طلاق واقع ہو جائے گی، عذر سے مراد بوقتِ طلاق چھینک، کھانسی یا جمائی وغیرہ ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر سفر کے دوران اس شخص نے طلاق کے ساتھ متصلاً ان شاء اللہ کہا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اگر خاموشی اختیار کرنے کے بعد ان شاء اللہ کہا ہو تو یہ استثنا معتبر نہیں اور اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(وإذا قال لامرأته أنت طالق إن شاء الله متصلا لم يقع الطلاق) لقوله عليه السلام من حلف بطلاق، أو عتاق، وقال إن شاء الله متصلا به، لاحنث عليه(١)

ترجمہ:

اور اگر عورت سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، لیکن فوراً بعد ان شاء اللہ کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، آپ ﷺ کے قول کے مطابق کہ جس نے طلاق وعتاق کی قسم اٹھائی اور فوراً بعد ان شاء اللہ کہا تو حانث نہیں ہوگا۔

هذا الذي ذكرنا إذا كان الفصل من غير ضرورة، فأما إذا كان لضرورة التنفس، فلا يمنع الصحة، ولا يعد ذلك فصلا إلا أن يكون سكتة هكذا روى هشام عن أبي يوسف؛ لأن هذا النوع من الفصل مما لا يمكن التحرز عنه، فلا يعتبر فصلا، ويعطى له حكم الوصل للضرورة. (٢)

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، فصل في الاستثناء: ٤٠١/٢

(٢) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الذي يرجع الى نفس الركن: ٣٣٥/٤

ترجمہ: یہ مذکورہ بات (کہ استثنا اگر متصل ہو تو درست ہے اور اگر ماقبل کلام اور استثنا میں فصل ہو تو استثنا صحیح نہیں ہوگا،) تب ہے جب کہ فصل بغیر ضرورت کے ہو، ہاں اگر ضرروت کی وجہ سے ہو تو یہ استثنا کی صحت کو منع نہیں کرتا اور نہ ہی یہ فصل شمار کیا جاتا ہے، البتہ خاموشی فصل شمار ہوگی، اسی طرح ہشام نے ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے، کیونکہ اس قسم کے فصل سے بچنا ممکن نہیں لہٰذا یہ فصل معتبر نہیں اور ضرورت کی وجہ سے یہ وصل کے حکم میں ہوگا۔

❁❁❁

بھائی سے بات چیت پر طلاق کی تعلیق اور بچنے کی تدبیر

سوال نمبر (171):

ایک شخص نے یوں کہا کہ: ''اگر میں نے اپنے بھائی سے بات چیت کی تو میری بیوی کو تین طلاق ہوں''۔ لیکن اب وہ اس پر نادم ہے۔ کیا ایسی صورت میں طلاق سے بچنے کا کوئی شرعی راستہ ہے؟ تاکہ قطع رحمی بھی نہ ہو۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند نے یوں کہا کہ: ''میں نے اگر اپنے بھائی سے بات چیت کی تو میری بیوی کو تین طلاق ہوں''۔ ایسی صورت میں یہ طلاقِ معلق ہوگی، لہٰذا خاوند کا اپنے بھائی سے بات چیت کرنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، تاہم فقہائے کرام طلاقِ مغلظ سے بچنے کے لیے یہ طریقہ بیان کرتے ہیں کہ خاوند عورت کو طلاقِ بائن دے دے، عدت گزرنے کے بعد جب عورت آزاد ہو جائے تو پھر خاوند بھائی سے گفتگو کرے۔ ایسی صورت میں اس کے گفتگو کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ شرط کی موجودگی میں بیوی اس کے نکاح میں نہیں ہے اور وقوعِ طلاق کے لیے نکاح کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ شخص اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلے، اب تجدیدِ نکاح کے بعد اگر خاوند دوبارہ بھائی سے گفتگو کرے گا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ قسم اپنی انتہا کو پہنچ کر بعدازاں مؤثر نہیں رہتی، تاہم خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقا. (١)

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول: ١/ ٤٢٠

ترجمہ:

اگر طلاق کی نسبت شرط کی طرف کردی تو شرط کے بعد بالاتفاق طلاق واقع ہوجائے گی۔

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته :إن دخلت الدار، فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين، ولم يقع شيء.(١)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہوجائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے'' پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہوجائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوجائے تو قسم ختم ہوجائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔

❁❁❁

معلق طلاق کی تعداد میں اختلاف

سوال نمبر(172):

ایک شخص نے اپنے سالے کے ساتھ جھگڑا کیا، جھگڑے کے دوران اس نے اس سے کہا کہ: ''اگر میں اس گھر میں دوبارہ آگیا تو میری بیوی کو طلاق'' اس نے ایک بار یہ کہا ہے، جب کہ اس کا سسر کہتا ہے کہ نہیں! تم نے تین بار کہا ہے۔ اب کس کی بات معتبر ہوگی؟ جب کہ خاوند اپنی بات پر قسم اٹھانے کے لیے تیار ہے۔ ایسی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

بيّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق :

صورتِ مذکورہ میں جب خاوند نے سسر کے گھر جانے پر بیوی کی طلاق معلق کی ہے تو جب بھی خاوند سسر کے گھر جائے گا تو اس کے ساتھ ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔ طلاقِ رجعی کے بعد عدت کے دوران خاوند کے لیے رجوع بالقول یا بالفعل کافی ہے۔ جہاں تک سسر کی بات ہے تو اس بات کے ثبوت کے لیے باقاعدہ گواہ موجود ہوں تو اعتبار ہوگا ورنہ اس کا اعتبار نہیں ہوگا، خصوصاً ایسے حال میں کہ جب شوہر اپنی بات پر قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو۔

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول:١/٤١٦

والدليل على ذلك:

وإن اختلفا في وجود الشرط، فالقول قول الزوج إلاأن تقيم المرأة البينة.(١)

ترجمہ:

اگر دونوں (میاں بیوی) شرط کے وقوع میں اختلاف کریں تو خاوند کا قول معتبر ہوگا،مگر یہ کہ عورت گواہ قائم کردے۔

طلاق کو خیر خواہی کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(173):

کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ:''اگر میں نے اپنے ساتھیوں سے خیر خواہی کی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو''۔ اب وہ شخص بہت پریشان ہے۔ازروئے شریعت مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اگر ایک شخص یوں کہے کہ:''اگر میں نے یہ کام کیا تو اس کی وجہ سے مجھ پر میری بیوی طلاق ہو'' تو جب بھی وہ کام کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر اس شخص نے یہی الفاظ کہے ہوں کہ:''اگر میں نے اپنے ساتھیوں سے خیر خواہی کی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو'' اس کے بعد جب کبھی یہ شخص اپنے دوستوں سے خیر خواہی کرے گا تو طلاق واقع ہوگی۔اگر لفظِ طلاق ایک مرتبہ کہا ہو تو طلاق رجعی اور تین مرتبہ کہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی۔

چونکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے گا،لہٰذا اگر لفظِ طلاق ایک مرتبہ کہا ہو تو اس کو اپنے دوستوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے،اور دوستوں سے خیر خواہی کی صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔جس میں عدت کے اندر خاوند کا رجوع بالفعل یا بالقول کافی ہے،البتہ اس کے بعد شوہر صرف دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

---

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ٢/ ٣٩٩

والدلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقا، مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق. (١)

ترجمہ:

اگر طلاق کوشرط کی طرف منسوب کرے توشرط کے واقع ہونے کے ساتھ ہی بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

طلاق کوزمین کا اجارہ نہ دینے کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(174):

مالکِ زمین نے اپنے کسانوں کے مابین لڑائی کی وجہ سے یہ کہا کہ: ''اگر میں نے ان کوزمین اجارہ پردی تو مجھ پرمیری بیوی طلاق ہو''۔ بعد میں ان کی صلح ہوگئی۔اب یہ مالک ان کوزمین دینا چاہتا ہے تو کیا اس کے ساتھ طلاق واقع ہوجائے گی؟ اوراگروہ اپنے بھائی کووکیل بناکرزمین اجارہ کے لیے دے دے توشرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب طلاق کوشرط کے ساتھ معلق کیا جائے توشرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مذکورہ میں اگرمالک نے واقعی یہ الفاظ کہے ہوں کہ: ''اگر میں نے ان کوزمین اجارہ پردی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو'' تو اُنہی کوزمین اجارہ پردینے کی صورت میں اس کی بیوی کوایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی، لیکن اگراس نے اس زمین کا اختیار اپنے کسی بھائی یادوسرے شخص کودیا اوراس نے بحیثیتِ وکیل اس کے کہے بغیر ازخود ان کسانوں کویہ زمین اجارہ پردے دی توچونکہ یہ اجارہ ہے اوراجارہ ان عقود میں سے ہے کہ جس میں عقد کے حقوق وکیل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں لہٰذا اس صورت میں شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ مباشر وکیل ہے، مالک مباشرنہیں ہے۔

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

والعقد الذي يعقده الوكلاء على ضربين: كل عقد يضيفه الوكيل إلى نفسه، كالبيع والإجارة، فحقوقه تتعلق بالوكيل دون الموكل.(٢)

ترجمہ:

وہ عقد جس کا انعقاد وکلا کرتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں: وہ عقد جسے وکیل اپنی طرف منسوب کرے، جیسے بیع اور اجارہ، تو اس کے حقوق بھی وکیل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں، نہ کہ مؤکل کے ساتھ۔

❁❁❁

جس عورت سے بھی میں نکاح کروں گا وہ مجھ پر تین طلاق ہے

سوال نمبر (175):

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ ''اگر میں نے آج رات ایک بجے تک مطالعہ نہیں کیا اور میں جلدی سو گیا تو جس عورت سے بھی میں نکاح کروں گا، وہ مجھ پر تین طلاق ہے''۔ مذکورہ شخص اسی رات غیر اختیاری طور پر مطالعہ کے دوران سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو رات کا وقت ایک بجے سے گزر چکا تھا۔ اس صورت میں یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوتی ہے تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق کو نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہوگی۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/٤٢٠

(٢) الهداية، كتاب الوكالة: ٣/١٨٧

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں چونکہ شرط پائی گئی ہے، اس لیے اب یہ شخص جس عورت کے ساتھ بھی نکاح کرے گا، وہ مطلقہ ہو جائے گی، البتہ اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اجنبی شخص ازخود اس سے پوچھے بغیر اس کا نکاح کروائے، پھر جب اس کو نکاح کی خبر ملے تو زبان سے اجازت نہ دے، کیونکہ اگر زبان سے اجازت دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ نکاح کی خبر سن کر بالکل خاموش رہے اور تحریری اجازت دے یا کل مہر یا اس کا کچھ حصہ بیوی کی طرف بھیج دے اس سے نکاح درست ہو جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

یہ بھی احتیاط کرے کہ اپنی طرف سے تحریری طور پر اجازت دینے یا مہر بھیجنے سے قبل اگر کوئی نکاح کی مبارکباد دے تو اس پر خاموش رہنا بھی زبانی اجازت کے حکم میں ہے، یعنی اس سے بھی طلاق واقع ہوگی، اس لیے اس سے بھی بچنا ہے اور بچنے کی تدبیر یہ اختیار کی جائے کہ مبارکباد دینے والوں کو یوں جواب دے کہ میں ابھی اس پر غور کر رہا ہوں۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا قال: كل امرأة أتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي فأجاز بالفعل لايحنث، بأن ساق المهر ونحوه لاتطلق.(١)

ترجمہ: جب کوئی یہ کہے کہ: ''جس عورت سے بھی میں شادی کروں تو اسے طلاق ہے'' پھر اس کا نکاح فضولی کرالے اور یہ فعلاً اس کی اجازت دے دے تو یہ حانث نہیں ہوگا بایں طور کہ مہر وغیرہ دے دے تو اس سے عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔

(حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فأجاز بالقول حنث وبالفعل) ومنه الكتابة خلافا لابن سماعة (لا يحنث) به يفتى خانية...قال ابن عابدين:(قوله فأجاز بالقول) كرضيت وقبلت نهر وفي حاوى الزاهدي لو هنأه الناس بنكاح الفضولي فسكت فهو إجازة... (قوله وبالفعل) كبعث المهر أو بعضه.(١)

ترجمہ: ایک شخص نے قسم اُٹھائی کہ شادی نہیں کرے گا۔ پس فضولی نے اس کا نکاح کروایا اور اس نے قولاً اُس کی اجازت دی، تو حانث ہو جائے گا۔ البتہ فعلاً اجازت دینے سے حانث نہیں ہوگا اِسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ فعلاً اجازت میں تحریر بھی شامل ہے، تاہم ابن سماعہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ابن عابدین (فأجاز بالقول) کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: جیسے: میں راضی ہوں، یا میں نے قبول کیا جیسے الفاظ کہے۔ اور حاوی الزاہدی میں ہے کہ فضولی کے نکاح کرانے پر اگر لوگوں نے اِسے مبارکباد کہا اور یہ خاموش رہا تو یہ بھی اجازت ہے۔ اور (وبالفعل) کی تشریح میں لکھتے ہیں: جیسے مہر یا اُس کا کچھ حصہ بھیجنا۔

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل في تعليق الطلاق بكلمة كل وكلما: ١/٤١٩

(٢) ردالمحتار على الدرالمختار: كتاب الأيمان باب اليمين في الضرب والقتل وغيرذلك، ٥/٦٧٢،٦٧٣

تجھ سے بات کی تو میری بیوی کو طلاق

سوال نمبر(176):

دو بھائیوں کے مابین کسی مسئلہ پر لڑائی ہوئی۔لڑائی کے دوران ایک بھائی نے کہا کہ:''اگر میں نے تجھ سے بات کی تو میری بیوی طلاق ہو''اوراس کے بعد دونوں نے شب برأت کو باپ کے کہنے پر صلح کرلیا اور آپس میں بات چیت شروع کی۔اب آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

طلاق کو جب کسی شرط کے ساتھ معلق کردیا جائے تو شرط کے واقع ہوجانے کے ساتھ طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جس بھائی نے یہ کہا تھا کہ:''اگر میں نے تجھ سے بات کی تو میری بیوی طلاق ہو''اوراس کے بعد دونوں بھائیوں نے صلح کر کے بات چیت کی تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی اور عورت مطلقہ گئی اب خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہے،البتہ آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقا.(١)

ترجمہ: اگراس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی۔

۞۞۞

اگر تم جھوٹ بولتی ہو تو تجھے طلاق ہے

سوال نمبر(177):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ:''تو نے فلاں کام کیا ہے یا نہیں؟''بیوی نے جواب میں کہا کہ:''میں نے نہیں کیا''تو خاوند نے کہا کہ:''جھوٹ مت بولو،اگر تم جھوٹ بولتی ہو تو تجھے طلاق ہے''۔ایسی صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

(١)الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/ ٤٢٠

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں خاوند نے بیوی کی طلاق کو اس کے جھوٹ کے ساتھ معلق کیا ہے۔ پس اگر بیوی اپنے قول میں جھوٹی ہو تو شرط کے موجود ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگئی ہے اور اگر عورت اس بات میں سچی ہو تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

اگر دوبارہ جوا کھیلا تو مجھ پر بیوی طلاق ہوگی

سوال نمبر (178):

ایک شخص جوا کھیل رہا تھا، پولیس نے گرفتار کیا تو اس نے ایس ایچ او کے سامنے قسم اٹھائی کہ: ''اگر میں نے دوبارہ جوا کھیلا تو مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہوگی''۔ رہائی کے بعد اس نے دوبارہ جوا کھیلنا شروع کیا۔ کیا اس سے اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص کسی کام کے نہ کرنے پر بیوی کی طلاق کی قسم اٹھائے لیکن طلاق کے ساتھ کوئی عدد ذکر نہ کرے تو یہ طلاقِ معلق کے زمرے میں شمار ہو کر اس کام کے کرنے کی صورت میں عورت کو ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے آئندہ جوانہ کھیلنے پر قسم اٹھائی اور رہائی کے بعد دوبارہ جوا کھیلنا شروع کیا تو شرط کے موجود ہونے کی وجہ سے بیوی کو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوچکی ہے۔اب خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہے،البتہ خاوند کے پاس آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا۔

والدّلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی،مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ:''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔

❁❁❁

غصہ میں تعلیقِ طلاق

سوال نمبر(179):

ایک آدمی نے غصہ کی حالت میں کہا کہ:''اگر میں سال کے آخر تک گھر آیا تو مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہے''یعنی گھر نہیں آوں گا۔اب اگر وہ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد گھر چلا جائے تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جیسے عام حالت میں طلاق معلق کرنے سے معلق ہوتی ہے ایسے ہی غصہ کی حالت میں معلق کرنے سے بھی معلق ہوجاتی ہے۔لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب مذکورہ شخص نے طلاق کو سال کے آخر تک گھر نہ آنے کے ساتھ معلق کیا ہے تو معینہ مدت سے قبل گھر جانے کی صورت میں شرط موجود ہوکر اس کی بیوی کو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجائے گی،البتہ خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق ہوگا۔اگر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہوگا اور آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/ ٤٢٠

والدّلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً،مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(۱)

ترجمہ:

اگراس کوشرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

کسی خاص گھر کے داخل ہونے پرطلاقِ مغلظ کی تعلیق

سوال نمبر (180):

ایک شخص نے یوں کہا کہ: ''میں اپنی بیوی کے پاس اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اگر میں داخل ہوا تو یہ عورت مجھ پر طلاق ہے'' پھر متصل یہ کہا کہ: ''اگر میں اس گھر میں داخل ہوا تو یہ عورت مجھ پر تین طلاق ہے'' دوسری بات پہلی بات کے لیے تفسیر کے طور پر کہی۔ اب خاوند بامر مجبوری اس گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ کیا کوئی ایسی تدبیر ہو سکتی ہے کہ خاوند طلاقِ مغلظ سے بچ جائے اور گھر میں بھی داخل ہو جائے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص اُس معین کردہ گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی، البتہ اس سے خلاصی کے لیے یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاقِ بائن دے دے۔ عدت گزارنے کے بعد جب وہ آزاد ہو جائے تو یہ شخص اُس گھر میں داخل ہو جائے۔ اس سے شرط پوری ہو جائے گی لیکن طلاق کے لیے محل نہ ہونے کی وجہ سے شرط غیر مؤثر رہے گی۔ لہٰذا سے طلاق واقع نہ ہوگی، عدت کے بعد تجدید نکاح کر کے بیوی کو اپنے

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ۱/۴۲۰

پاس رکھ سکتا ہے، اس کے بعد جب بھی اس گھر میں داخل ہوگا طلاق واقع نہ ہوگی البتہ شوہر آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته :إن دخلت الدار، فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين، ولم يقع شيء.(۱)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہو جائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے'' پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔

❁❁❁

کئی آدمیوں کا طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر(181):

چند دوست ایک جگہ اکٹھے ہو کر آپس میں اس بات پر متفق ہو گئے کہ: ''ہم اس فلاں امیدوار کے خلاف ووٹ استعمال کریں گے، اگر ہم نے اس کے خلاف ووٹ استعمال نہیں کیا تو ہم سب پر اپنی بیویاں تین طلاقوں سے طلاق ہوں گی'' اور سب نے تین پتھر لے کر پھینک دیے۔ اب اس صورت میں طلاق کے وقوع کا کیا حکم ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر ان مذکورہ دوستوں نے کسی معین آدمی کے خلاف ووٹ استعمال کرنے کے ساتھ طلاق کو معلق کیا ہو تو ان میں سے اگر کسی نے بھی شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس مذکورہ امیدوار کے خلاف ووٹ استعمال نہیں کیا تو اس پر اپنی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہوگی۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول: ۱/ ٤١٦

والدّلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً،مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وھذا بالاتفاق.(۱)

ترجمہ:

اگراس کوشرط کی طرف منسوب کرے توشرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی،مثلاًوہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ:''اگرتو گھرمیں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

بیوی کے بغیر اجازت گھر سے جانے پر طلاق معلق کرنا

سوال نمبر(182):

اگرایک شخص اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہہ دے:''اگرمیں گھر پہنچا اور میری بیوی پہلے کی طرح اب بھی میری اجازت کے بغیر والدین کے گھر گئی ہو تو وہ مجھ پر طلاق ہوگی اوراگرمیں اس کے ساتھ ہم بستری کروں تو گویا اپنی ماں کے ساتھ ہم بستری کروں''۔ان مذکورہ الفاظ سے بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب طلاق کوکسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے توشرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگرشوہر نے یہ الفاظ''اگرمیں گھر پہنچا اور میری بیوی پہلے کی طرح اب بھی میری اجازت کے بغیر والدین کے گھر گئی ہو تو وہ مجھ پر طلاق ہوگی اوراگرمیں اس کے ساتھ ہم بستری کروں تو گویا اپنی ماں کے ساتھ ہم بستری کروں'' زبان سے ادا کیے ہوں اورشرط بھی پائی گئی ہو،یعنی اس کی بیوی اس کی اجازت کے بغیر والدین کے گھر جاچکی ہو تو پہلی قسم کے الفاظ سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی اوردوسری قسم کے الفاظ لغو ہیں، کیونکہ وہ بظاہر تاکید کے طور پر کہے ہیں،اس لیے اس کی بیوی کو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔البتہ خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق ہے۔ عدت کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے اورخاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :۱/ ۴۲۰

والدّليل على ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق. (١)

ترجمہ:

اگراس کوشرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

لو قال إن وطئتك وطئت أمي، فلاشيء عليه. (٢)

ترجمہ:

اگر مرد کہے: ''اگر میں نے تمہارے ساتھ ہم بستری کی تو یہ ایسے ہے، جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستری کروں'' اس پر کچھ واقع نہیں ہوگا۔

❁❁❁

اگر ماں یا ماموں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو

سوال نمبر (183):

شوہر اور بیوی کی گھریلو معاملات کے بارے میں ٹیلی فون پر بحث تھی تو شوہر نے ٹیلی فون پر کہا کہ: ''اپنے ماموں یا ماں کے گھر چلی جاؤ'' بیوی نے انکار کر دیا، شوہر نے کہا کہ: ''اگر تم ماں یا ماموں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو'' اس کے بعد بیوی ماں کے گھر چلی گئی۔ اس صورت میں عورت کی طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے واقع ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر شرط واقع نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/٤٢٠

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار: ١/٥٠٧

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے اپنی بیوی کی طلاق کو ماں یا ماموں کے گھر جانے کے ساتھ معلق کیا ہو اور یوں کہا ہو: ''اگر تم ماں یا ماموں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو''اس کے بعد عورت اپنی ماں کے گھر چلی گئی تو طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ عورت کی طلاق کے لیے جو شرط مقرر کی گئی تھی، وہ پوری نہ ہوئی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔

طلاق کو ناجائز تعلقات رکھنے کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(184):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ: ''جب سے تم میرے گھر میں بیوی کی حیثیت سے آئی ہو، اس عرصہ میں اگر تم نے کسی سے ناجائز تعلقات قائم کیے ہوں اور اس میں تمہاری مرضی شامل ہو یا کسی نے تم سے بوسہ وغیرہ لیا ہو تو تمہیں طلاق ہو''اور یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔کیا اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ بیوی اس سے انکار کرتی ہے اور اب شوہر یہ الفاظ واپس لینا چاہتا ہے۔شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مباح چیزوں میں سے طلاق سب سے قبیح ہے، اس لیے حتی الامکان طلاق دینے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاہم اگر کہیں معقول وجوہ کی بنا پر طلاق دینے کی ضرورت پڑ بھی جائے تو ایک ہی طلاق پر اکتفا کیا جائے، تاکہ پشیمان ہونے کے بعد رجوع یا تجدید نکاح کی گنجائش باقی ہو۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے بیوی سے کہا ہو کہ: ''جب سے تم میرے گھر میں بیوی کی حیثیت سے

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

آئی ہو، اس عرصہ میں اگر تم نے کسی سے ناجائز تعلقات قائم کیے ہوں اور اس میں تمہاری مرضی شامل ہو یا کسی نے تم سے بوسہ وغیرہ لیا ہو تو تمہیں طلاق ہو" اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے ہوں لیکن عورت ناجائز تعلقات کی نفی کرتی ہو اور اس کے ناجائز تعلقات پر کوئی دلیل بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں برتقدیر صحت بیان طلاق واقع نہیں ہوتی اور خاوند کی لگائی گئی شرط کے فقدان کی وجہ سے تعلیقِ طلاق لغو ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔

❁❁❁

کھانے میں شریک ہونے پر طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (185):

ایک گھر میں دو بھائی رہتے ہیں۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ: "تم میرا کھاتے ہو" تو چھوٹے بھائی نے کہا کہ: "اگر آج کے بعد میں نے تمہارا کھانا کھایا" اور تین پتھر پھینک کر کہا: "تو مجھ پر ان تین پتھروں کے ساتھ بیوی طلاق ہے" ابھی تک اس نے بڑے بھائی کا کھانا نہیں کھایا، جب کہ بڑا بھائی اس کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتا ہے۔ اب اس کے لیے کیا صورت اختیار کی جائے، اس کی وضاحت کریں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

تین پتھروں کے ساتھ جب عدد اور طلاق پر تلفظ ہو تو شرعی نقطۂ نظر سے اس کے ساتھ طلاقِ مغلظ واقع ہوتی ہے۔
صورتِ مسئولہ میں اگر تین پتھروں کے ساتھ خاوند نے یہ الفاظ کہے ہوں کہ "اگر آج کے بعد میں نے تمہارا کھانا کھایا تو مجھ پر ان تین پتھروں کے ساتھ بیوی طلاق ہے" تو اس صورت میں جب بھی اپنے بھائی کا کھانا کھائے گا تو اس کی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی۔ طلاق کے وقوع سے بچنے کی یہ تدبیر

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

اختیار کی جاسکتی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق بائن دے کر فارغ کردے، عدت گزرنے کے بعد خاوند اپنے بڑے بھائی کا کھانا کھائے، چونکہ طلاق واقع ہونے کے لیے نکاح کا قائم ہونا ضروری ہے اور عدت گزارنے کے بعد بیوی خاوند کے نکاح میں نہ ہوگی اس لیے تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی، یوں قسم ختم ہوجائے گی۔ پھر خاوند تجدید نکاح کرے، اس کے بعد اگر وہ بڑے بھائی کا کھانا کھائے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته :إن دخلت الدار، فأنت طالق،فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين، ولم يقع شيء.(١)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی، تو قسم ختم ہوجائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے'' پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہوجائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوجائے تو قسم ختم ہوجائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔

❁❁❁

اگر یہ دکان فلاں نے کھولی تو میری بیوی کو طلاق ہے

سوال نمبر(186):

دو آدمیوں کے مابین ایک دکان کے بارے میں بحث ہورہی تھی کہ اس میں فلاں آدمی آئے گا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں، بلکہ فلاں آدمی آئے گا (یعنی اس دکان میں کاروبار کے بارے میں اختلاف تھا) دونوں کے مابین اختلافِ رائے کی وجہ سے ایک نے کہا کہ: ''اگر اس دکان میں فلاں شخص آئے تو میری بیوی کو طلاق'' یہ الفاظ اس نے تین مرتبہ دہرائے، اب اگر اس مذکورہ آدمی کے بیٹے نے دکان ڈالی تو کیا اس سے بھی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جب کہ باپ بیٹے کا کاروبار مشترک ہو۔

بیّنوا تؤجروا

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول:١/٤١٦

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کسی نے طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط واقع ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، اگر معلق طلاق تین ہوں تو تین طلاق کے وقوع کے بعد بیوی شوہر پر حرام ہوگی، البتہ شرط کی غیر موجودگی میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں آدمی کا یہ قسم اٹھانا کہ: ''اگر اس دکان میں فلاں شخص آئے تو میری بیوی کو طلاق'' اور اِن کلمات کو تین مرتبہ دہرانا تین طلاقوں کو معلق کرنا ہے لہٰذا اس کے بعد اگر وہ شخص یہاں دکان ڈالے گا تو اس آدمی کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ نیز اگر باپ اور بیٹے کی صرف یہی ایک دکان ہو اور کاروبار مشترک ہو تو چونکہ مشترک کاروبار میں بیٹے کی مِلک باپ کی شمار ہوتی ہے اور عرف میں بھی بیٹے کی نسبت باپ کی طرف کی جاتی ہے تو اس صورت میں اگر بیٹا دکان ڈالے گا تو وہ باپ ہی کی دکان شمار ہوگی، لہٰذا طلاق واقع ہوگی، لیکن اگر باپ بیٹے کا کاروبار الگ الگ ہو اور دکانیں بھی الگ ہوں تو بیٹے کی دکان ڈالنے سے تعلیق کرنے والا حانث نہ ہوگا، یعنی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله؛لكونه معينا له.(٢)

ترجمہ:

باپ اور بیٹا دونوں ایک پیشہ میں کماتے ہوں اور ان دونوں کی ملکیت میں (الگ الگ) کچھ نہ ہو تو ساری کمائی باپ کی ہوگی، اگر بیٹا باپ کی کفالت میں ہو، کیونکہ بیٹا باپ کا مددگار رہوگا۔

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/ ٤٢٠

(٢)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الشركة،فصل في الشركة الفاسدة:٦/ ٥٠٢

بیوی کو فون کرنے یا اس کے گھر سے اسے لانے پر تعلیقِ طلاق

سوال نمبر(187):

ایک شخص کی بیوی گھریلو تنازعہ کی وجہ سے ناراض ہو کر میکے چلی گئی۔ خاوند کئی مرتبہ اپنی بیوی کو لینے کے لیے سسر کے گھر گیا، مگر بیوی نے جانے سے انکار کیا تو اس شخص نے غصہ کی وجہ سے بیوی کو کہا کہ: ''اگر میں دوبارہ آپ کو لینے آیا یا ٹیلی فون کیا تو تو مجھ پر طلاق ہے''۔ اب اگر کوئی دوسرا شخص عورت کو خاوند کے گھر لے آئے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اگر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے موجود ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے واقعی بیوی سے یوں کہا ہو کہ: ''اگر میں دوبارہ آپ کو لینے کے لیے آیا یا ٹیلی فون کیا تو تو مجھ پر طلاق ہے'' تو دونوں صورتوں میں بیوی پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔ خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس عورت کو خاوند کے گھر لے آئے تو شرط کے فقدان کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/ ٤٢٠

طلاقِ مغلظ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(188):

ایک شخص نے اپنی سالی سے کہا کہ:''نہ میں تمہارے گھر آؤں گا اور نہ تم ہمارے گھر آؤ گی، اگر تم ہمارے گھر آگئی تو مجھ پر اپنی بیوی تین پتھروں سے طلاق ہوگی''۔اب وہ شخص خود اسی سالی کے گھر چلا گیا اور اس نے سالی کو کھانے کی دعوت کے لیے اپنے گھر بھی بلایا، چنانچہ وہ اسی بہنوئی کے گھر دعوت پر چلی آئی۔کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کردے تو شرط پائے جانے سے طلاق واقع ہوجائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے سالی سے یہ کہا کہ:''نہ میں تمہارے گھر آؤں گا اور نہ تم ہمارے گھر آؤ گی، اگر تم ہمارے گھر آگئی تو مجھ پر اپنی بیوی تین پتھروں سے طلاق ہوگی'' اور بعد میں واقعی وہ سالی ان کے گھر میں داخل ہوگئی تو اس سے اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔اور وہ طلاقِ مغلظ کے ساتھ شوہر پر حرام ہوگئی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً،مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ:''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

طلاقِ معلق میں استثنا کی ایک صورت

سوال نمبر(189):

اگر ایک شخص بیوی کو کسی رشتہ دار کے گھر جانے سے منع کرنے کے لیے یہ کہے کہ:''اگر تو چلی گئی تو تم میری بیوی

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط:۱/۴۲۰

نہیں ہوگی"۔ چند منٹ گزرنے کے بعد اس نے کہا: "میری اجازت کے بغیر" یہ استثنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی بیوی رشتہ داروں کے گھر چلی گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟ جب کہ شوہر کی ان الفاظ کے کہنے سے طلاق کی نیت نہیں تھی۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

استثنا کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ کلام کے ساتھ متصل ہو چنانچہ استثنا جب کلام سے منفصل ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اس شخص نے جب اپنی بیوی سے کہا کہ: "اگر تو چلی گئی تو تم میری بیوی نہیں ہوگی" اس کے بعد اختیاری طور پر سکوت اختیار کی، چاہے ایک منٹ کے لیے کیوں نہ ہو تو اس سکوت کے بعد ماقبل کلام سے یہ استثنا کرنا کہ "میری اجازت کے بغیر" اس کا اعتبار نہیں، بلکہ پہلے کلام کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا خاوند کا یہ استثنا درست نہیں، کیونکہ استثنا کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ ماقبل کلام کے ساتھ متصل ہو، البتہ اس کے الفاظ: "تو میری بیوی نہیں ہوگی" صریح طلاق کے الفاظ نہیں، اس لیے اس میں نیت کا ہونا ضروری ہے، طلاق کی نیت موجود ہونے کی صورت میں اس وقت طلاقِ رجعی واقع ہوگی جب عورت اپنے اس رشتہ دار کے گھر جائے گی، ورنہ طلاق نہیں ہوگی۔ اور اگر شوہر نے اِن الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی ہو اور عورت رشتہ دار کے گھر چلی جائے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذالک:

ولو قال لامرأته لست لي بامرأة، أو قال لها ما أنا بزوجك، أو سئل، فقيل له هل لك امرأة ؟فقال لا، فإن قال أردت به الكذب يصدق في الرضاء والغضب جميعاً، ولا يقع الطلاق، وإن قال نويت الطلاق يقع الطلاق في قول أبي حنيفةؒ.(١)

ترجمہ: اور اگر اپنی بیوی سے کہے کہ: "تو میری بیوی نہیں ہے" یا اس کو کہے کہ: "میں تیرا شوہر نہیں ہوں" یا اس سے سوال کیا گیا، کہا گیا کہ: "کیا تیری بیوی ہے؟" تو اس نے کہا: "نہیں" اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بولنے کا ارادہ کیا تو حالتِ رضا اور غصے دونوں میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کہے کہ میں نے

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ١/٣٧٥

طلاق کی نیت کی تھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس سے طلاق واقع ہوگی۔

۞۞۞

طلاق کو قرض کی ادائیگی کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(190):

ایک شخص کئی لوگوں کا مقروض ہے۔ جب قرض خواہ پیسوں کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ اگر فلاں تاریخ تک قرض ادا نہ کیا تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو، جب کہ بعد میں قرض ادا نہیں کرتا اور ہر بار ایسا کرتا ہے۔ شرعاً اس شخص کے طلاق کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی مقروض شخص قرض خواہ سے کہے کہ: ''اگر فلاں تاریخ یا دن تک میں نے آپ کا قرض ادا نہ کیا تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہوگی'' تو مقررہ دن تک قرض ادا نہ کرنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔ اب اگر شوہر اس بیوی کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو عدت کے اندر اندر بغیر تجدید نکاح کے رجوع کرسکتا ہے۔ اس کے بعد شوہر دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔ اس کے بعد اگر شوہر نے دوسری دفعہ پھر طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں دوسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی اور عدت کے اندر اندر بغیر تجدید نکاح کے رجوع کرسکتا ہے، البتہ تیسری دفعہ خاوند کا طلاق کو معلق کرنے سے اگر شرط پائی گئی تو اس سے تیسری طلاق واقع ہوکر عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی اور شوہر کے لیے بیوی اپنے پاس رکھ کر ازدواجی زندگی برقرار رکھنا شرعاً حرام اور ناجائز ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

قال اللہ تعالىٰ: ﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾.(۲)

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :۱/ ۴۲۰

(۲)البقرة/ ۲۳۰

ترجمہ: اگر اس (دو طلاقوں یا ایک طلاق اور خلع) کے بعد طلاق دے دے تو اس کے لیے پہلا شوہر جائز نہیں، جب تک دوسرے آدمی سے نکاح نہ کر لے۔

❀❀❀

فریقین کی مصالحت نہ کرنے پر تعلیقِ طلاق

سوال نمبر (191):

دو فریقین کے مابین جھگڑا تھا۔ دونوں کے مابین صلح کرانے کی غرض سے تیسرے فریق نے صلح کے لیے کوششیں کیں، لیکن کامیابی نہ ہوئی، اس ناامیدی پر تیسرے فریق نے کہا: ''جب تک یہ دونوں صلح نہیں کریں گے، ہم ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ صلح نہ کرنے کے باوجود اگر ہم نے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھا تو ہم پر اپنی بیویاں طلاق ہوں گی۔'' کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فریقین کے مابین اختلافات ختم کرنے کی غرض سے جب تیسرا فریق ان کے درمیان صلح کرنے میں ناکام ہوا اور فریق ثالث نے اس ناامیدی کے پیش نظر طلاق کو ان کے صلح کے ساتھ معلق کیا اور یوں کہا کہ: ''جب تک یہ دونوں صلح نہیں کریں گے، ہم ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ صلح نہ کرنے کے باوجود اگر ہم نے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھا تو ہم پر اپنی بیویاں طلاق ہوں گی''۔ مذکورہ الفاظ کہنے پر کوئی طلاق کسی پر واقع نہیں ہوئی۔ البتہ مصالحت کنندگان میں سے جس نے یہ الفاظ کہے ہوں یا جس نے اس کی تائید کرکے آمادگی ظاہر کی ہو تو ان کے حق میں یمین منعقد ہوگئی۔ لہٰذا اگر فریقین آپس میں مصالحت نہ کریں اور اس کے باوجود فریق ثالث ان کے ساتھ تعلقات رکھے تو اس کی بیوی کو ایک طلاق ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

وقد تعورف في عرفنا في الحلف: الطلاق يلزمني لاأفعل كذا: يريد إن فعلته لزم الطلاق ووقع، فيجب أن يجرى عليهم؛لأنه صار بمنزلة قوله :إن فعلت فأنت طالق. (١)

---

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق،باب الصريح:٤/٤٦٥

ترجمہ:

اور ہمارے عرف میں یہ حلف متعارف ہے کہ مجھ پر طلاق لازم ہو کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا۔اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو طلاق لازم ہو جائے۔لہٰذا اس طلاق کے وقوع کا حکم جاری کرنا ضروری ہونا چاہیے، کیونکہ یہ گویا ایسا ہے، جیسا کہ وہ کہے: ''اگر میں نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے''

❁❁❁

اگر فلاں سے کوئی چیز مفت لی ہو تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق

سوال نمبر(192):

ایک شخص نے دو عاقل گواہوں کے سامنے یہ قسم اٹھائی کہ: ''اگر اس نے فلاں شخص سے کوئی بھی چیز مفت لی ہو تو مجھ پر میری بیوی تین دفعہ طلاق ہو' جب کہ اس نے بعد میں اعتراف کیا کہ اس نے میرا لحاظ کر کے کچھ چیزیں مفت دی ہیں، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کہ اس شخص نے فلاں سے کوئی بھی چیز مفت لینے پر تین طلاقوں کو معلق کیا ہے اور پھر خود ہی اعتراف بھی کیا ہے کہ اس نے اس شخص سے کچھ چیزیں مفت لی ہیں تو اس کی بیوی پر تینوں طلاق واقع ہو گئی ہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا. (١)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٢٠/١

فلاں گھرانے میں بیٹی کی شادی کرائی تو بیوی کو طلاق

سوال نمبر (193):

ایک شخص کی بیٹی کا رشتہ مرضی سے طے پا گیا۔رخصتی سے پہلے دونوں کے مابین اچھے تعلقات تھے،لیکن کچھ عرصہ بعد دونوں کے تعلقات خراب ہوئے تو اس نے کہا کہ:''اگر میں نے بیٹی کی رخصتی ان لوگوں کے گھر میں کردی تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہوگی''اور یہ جملہ اس نے تین بار کہا ہے،لیکن اب تعلقات پھر سے اچھے ہوئے ہیں۔اب اگر یہ شخص بیٹی کی رخصتی کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟اور کیا طلاق سے بچنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب بھی یہ شخص اپنی بیٹی کی رخصتی ان لوگوں کے ہاں کرے گا تو اس کی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ مغلظہ ہو جائے گی۔

البتہ طلاقِ مغلظہ سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس شخص کے علاوہ کوئی اور اس کی رخصتی کرائے اور یہ شخص صراحۃً کوئی اجازت نہ دے۔ایسی صورت میں بیٹی کا نکاح بھی اُسی گھرانے سے ہو جائے گا اور اس کی بیوی کو طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا.(۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

❁❁❁

---

(۱)الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :۱/ ۴۲۰

کسی سے تعلق نہ رکھنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر(194):

زید اور عمرو دو دوست ہیں۔ زید نے عمرو سے کہا کہ: ''تم اگر اپنے خالہ زاد بھائی بکر کے ساتھ چلے پھرے تو میں آپ کے ساتھ نہیں پھروں گا، ورنہ میری بیوی کو تین طلاق ہوگی''، حالانکہ عمرو اپنے خالہ زاد بھائی سے تعلق قائم کیے ہوئے ہے اور اس کے غم وخوشی میں شریک ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بات چیت وغیرہ بھی کرتا رہتا ہے، اس کے باوجود زید عمرو کے ساتھ چلتا پھرتا ہے تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

درحقیقت کسی کے ساتھ چلنا پھرنا یا گھومنا ایسے تعلقات سے عبارت ہے جس سے خلوت وجلوت میں رہنا مراد ہو۔ عرف میں اس کا دائرہ خاص ہے۔ اس سے وہ حقیقت مراد لی جاتی ہے جس میں قسم کھاتے وقت اس شخص کے جذبہ کا ظہور ہوتا ہے، یعنی ایسے تعلقات جن سے کہیں بدنامی کا شبہ پیدا ہوتا ہو، جب کہ راہ میں ملتے وقت سلام کلام کرنا یا کسی رشتہ دار کے گھر جا کر ملاقات کے وقت باتیں کرنا اس میں داخل نہیں، اس لیے اس سے حنث لازم نہیں آتا، البتہ اگر وہ خاص تعلق قائم رکھا گیا جس سے منع کیا گیا تھا تو اس سے حنث لازم ہوگا۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر عمرو نے اپنے خالہ زاد کے ساتھ تعلقات قائم رکھے اور پھر بھی زید عمرو کے ساتھ چلتا پھرتا رہا تو زید کی بیوی کو تین طلاق واقع ہوں گی، بشرطیکہ تعلقات اس حد تک پہنچ گئے ہوں جس کا قسم اٹھانے والے نے اظہار کیا تھا۔

والدلیل علی ذالک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا.(١)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی۔

رجل اتهم بصبي، فقيل له إن فلانا يقول رأيته يسرمعه،فقال إن رأني أسر معه، فامرأته طالق، وقد رآه قد ساره في أمر آخر، رجوت أن لايحنث.(٢)

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/٤٢٠

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/٤٣٣

ترجمہ: ایک آدمی پر کسی بچے کے بارے میں تہمت لگائی گئی۔ پس اس سے کہا گیا کہ: ''فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ میں نے اسے بچے کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔ پس وہ کہے کہ: ''اگر اس نے مجھے بچے کے ساتھ سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھا ہو تو اس کی بیوی کو طلاق'' اور اس نے اس کو دوسرے معاملے میں سرگوشیاں کرتے دیکھا ہو تو مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہیں ہوگا۔

❁❁❁

طلاقِ کنائی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(195):

ایک آدمی کی سالے سے لڑائی ہوئی اور غصہ میں گھر آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے فارغ ہوگی''۔ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ نیز اس میں طلاق کی نیت ہونے یا نہ ہونے سے کیا کچھ فرق پڑتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صریح الفاظ کی بجائے ایسے محتمل الفاظ کہے جن میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہو اور طلاق کے سوا دوسرے معنی بھی نکل سکتے ہوں جو کنائی الفاظ کہلاتے ہیں تو اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا مذاکرہ طلاق یا حالت غضب میں ایسا کلام صادر ہوا ہو تو اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے الفاظ ''اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے فارغ ہوگی'' چونکہ کنائی الفاظ میں سے ہیں، اس لیے شرط (بیوی کے بھائی سے ملنے) متحقق ہونے کی صورت میں گزشتہ امور (طلاق کی نیت، یا مذاکرۂ طلاق) میں سے کوئی ایک اگر پائی جائے تو عورت کو ایک طلاقِ بائن ہو جائے گی جس کے بعد تجدید نکاح ناگزیر ہے، چاہے عدت سے قبل ہو یا عدت کے بعد، البتہ خاوند کے پاس مزید دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

الکنایات (لاتطلق بھا) قضاء (إلا بالنیة أو دلالة الحال).(۱)

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار۔ کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/ ٥٢٨

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❁❁❁

''زہ بہ زن طلاق یم'' سے معلق طلاق کا وقوع

سوال نمبر(196):

ایک شخص کے گھر والوں نے جب اس کے سامنے کھانا رکھا تو اس کو پسند نہیں آیا اور کہنے لگا: ''کہ تاسو ما مخکے داسے روٹئ کیخودلہ نو زہ بہ زن طلاق یم (اگر تم نے میرے سامنے ایسا کھانا رکھا تو میں بیوی کو طلاق دینے والا ہوں گا) کیا ان الفاظ سے طلاق معلق ہوئی ہے؟ اگر اس کے ساتھ پشتو کا لفظ (بہ) نہ ہو تو پھر کیا حکم ہوگا؟ اس میں پشتو کے چند مصطلح الفاظ (جن سے طلاق معلق ہوتی ہے) بیان کیے جائیں تو بہت مفید ہوگا۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق اگرچہ جائز ہے، لیکن مباح چیزوں میں سب سے زیادہ قبیح ہے، اس لیے حتی الوسع اس سے گریز کرنا چاہیے۔ تاہم اگر ازدواجی تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو پھر طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ طلاق کی دو قسمیں ہیں: طلاقِ صریح: ایسے الفاظ سے طلاق دینا جو طلاق میں صریح ہوں اور طلاق کے علاوہ میں استعمال نہ ہوتے ہوں۔ دوسری قسم الفاظ کنائی ہیں، جو طلاق کے لیے بھی استعمال ہوتے ہوں اور غیر طلاق کے لیے بھی۔ یہ الفاظ وقوع میں نیت کے محتاج ہوتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں ''زن طلاق'' کا لفظ پشتو زبان میں عام اور غالب طور پر گالی کے لیے استعمال ہوتا ہے، طلاق کے لیے نہیں۔ عرف میں اس کو طلاق کے لیے نہیں بولا جاتا، اس لیے یہ کنایہ کے زمرے میں آتا ہے، چنانچہ اگر مذکورہ شخص کی نیت یہ الفاظ کہتے وقت طلاق دینے کی تھی تو ایک طلاقِ بائن معلق ہوگی، ورنہ نہیں۔

پشتو زبان میں لفظ (بہ) مستقبل کے لیے استعمال ہوتا ہے، جملہ مذکورہ میں اگر لفظ (بہ) نہ ہو تو جملہ حالیہ کا مفہوم دے گا۔ پشتو زبان میں طلاق کی تعلیق کی مثالیں جیسے: (١) کہ چرتہ کورتہ داخلہ شوے نو تہ بہ طلاقہ ئے۔

(٢) تہ طلاقہ ئے کہ چرتہ زما داجازت نہ بغیر بھر تہ لاڑے۔

والدّلیل علی ذلک:

وألفاظ الشرط: إن، وإذا، وإذاما، وكل، وكلما ...... إذا وجد الشرط، انحلت اليمين وانتهت. (١)

ترجمہ:

اور شرط کے الفاظ: إن، إذا، إذاما، كل اور كلما ہیں۔۔۔۔۔۔جب شرط موجود ہو تو طلاق واقع ہو کر ختم اور پوری ہوگی۔

(الطلاق على ضربين: صريح وكناية...... ولو قال أنت مطلقة) بتسكين الطاء (لايكون طلاقا إلا بالنية) لأنها غير مستعملة فيه عرفا، فلم يكن صريحا. (٢)

ترجمہ: طلاق دو قسم پر ہے صریح اور کنایہ۔۔۔۔۔اگر طا کو سکون دے کر" أنت مطلقه" کہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، مگر نیت کے ساتھ، کیونکہ یہ لفظ معنی طلاق میں عرفاً مستعمل نہیں ہے، پس یہ صریح نہیں ہوئی۔

❁❁❁

نکاح سے پہلے کسی کام کے کرنے سے طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر(197):

ایک شخص جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی، اس نے کہا کہ: "اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو تمام عمر طلاق" اب اس آدمی نے وہ کام کرلیا ہے تو کیا آئندہ جب بھی وہ نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

بيّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق اس قید یا پابندی اٹھانے کا نام ہے جو شرعی نکاح کے ساتھ ثابت ہوئی ہو، اس لیے اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے ہی معلق یا منجز طلاق کے الفاظ استعمال کرتا ہے تو اس سے اس کی آئندہ نکاح میں آنے والی عورت کو طلاق نہیں

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول: ١/٤١٥

(٢) الهداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ٢/٣٧٨

ہوگی، ہاں اگر یہ آدمی طلاق کے الفاظ بولتے وقت طلاق کی نسبت اپنی ملک کی طرف کرے، یعنی یوں کہے کہ: ''اگر میں نکاح کردوں تو میری بیوی کو طلاق'' تو اس صورت میں نکاح کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے اپنی ملک کی طرف نسبت کیے بغیر یوں کہا ہو کہ ''اگر فلاں کام کردوں تو میری بیوی کو تمام عمر طلاق'' تو اس شرط کے وقوع کے بعد جب بھی وہ نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح، وقع عقيب النكاح ...... وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا...... ولا تصح إضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالكا، أو يضيفه إلى ملك.(١)

ترجمہ:

اور جب طلاق کو منسوب کیا نکاح کی طرف تو طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی۔۔۔۔۔اگر شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق واقع ہوجائے گی۔۔۔۔۔اور طلاق کی اضافت صحیح نہیں، مگر یہ کہ قسم اٹھانے والا مالک ہو یا وہ ملک کی طرف اضافت کرے۔

❁❁❁

شادی سے پہلے مریض کو ہاتھ لگانے سے طلاق معلق کرنا

سوال نمبر(198):

ایک شخص پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہے اور اس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ ایک دن ڈیوٹی کے دوران طیش میں آکر اس نے کہا کہ: ''اگر میں فلاں قسم کے مریض کو ہاتھ بھی لگاؤں تو پوری زندگی میری بیوی مجھ پر حرام ہے''۔ کیا اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگی، جب کہ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے۔

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق اس قید یا پابندی اُٹھانے کا نام ہے جو شرعی نکاح کے ساتھ ثابت ہوئی ہو، اس لیے اگر کوئی شخص نکاح

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

سے قبل ہی طلاق کسی شرط سے مشروط کردے یا مطلق طلاق دے تو اس سے اس کے آئندہ نکاح میں آنے والی عورت کو طلاق نہیں ہوگی، جب تک کہ یہ آدمی اس طرح الفاظ بولتے وقت طلاق کی نسبت نکاح کی طرف نہ کرے، یعنی یوں کہے کہ: ''اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق''۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے اپنے ملک کی طرف نسبت کیے بغیر یوں کہا ہو کہ: ''اگر فلاں قسم کے مریض کو ہاتھ بھی لگاؤں تو پوری زندگی میری بیوی مجھ پر حرام ہے'' تو شرط کے وقوع کے بعد جب بھی وہ نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق واقع نہ ہوگی، کیوں کہ اس نے نکاح کی طرف نسبت نہیں کی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح، وقع عقيب النكاح ......وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا......ولا تصح إضافة الطلاق إلاأن يكون الحالف مالكا،أو يضيفه إلى ملك.(١)

ترجمہ: اور جب طلاق کو منسوب کیا نکاح کی طرف تو طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی۔۔۔۔۔اگر شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق واقع ہوجائے گی۔۔۔۔۔اور طلاق کی اضافت صحیح نہیں مگر یہ کہ قسم اٹھانے والا مالک ہو یا وہ ملک کی طرف اضافت کرے۔

اگر اس گاڑی میں بیٹھا تو میری بیوی کو طلاق

سوال نمبر(199):

ایک شخص اپنے دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا، اسی مجلس میں کسی بات پر بحث وتکرار ہوئی تو اس نے کہا کہ: ''اگر میں اس گاڑی میں بیٹھ گیا تو میری بیوی کو طلاق''، پھر وہی گاڑی اس نے تین دن چلائی۔ آیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کو اگر شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے متعین گاڑی میں بیٹھنے پر اپنی بیوی کی طلاق معلق کی ہو پھر اسی گاڑی میں بیٹھ چکا ہو تو اس کی بیوی کو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔عدت گزرنے سے پہلے پہلے خاوند بغیر تجدید نکاح کے رجوع کرسکتا ہے۔جب کہ عدت میں رجوع نہ کرنے کی صورت میں عورت بائنہ ہوجائے گی لہٰذا پھر تجدید نکاح ضروری ہوگا۔ اور دونوں صورتوں میں مزید دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدليل على ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

بغیر تعین کے کسی ایک بیوی کو معلق طلاق دینا

سوال نمبر (200):

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک دفعہ اس نے مطلقاً کہا: ''اگر میں نے فلاں کام کیا تو مجھ پر بیوی طلاق ہوگی'' اس نے کسی ایک بیوی کو متعین نہیں کیا تھا۔اب اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوتی ہے تو کون سی بیوی کو طلاق ہوگی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

طلاق کو اگر شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔اگر اس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ بغیر کسی تعین کے طلاق کو معلق کرے تو شرط کے پائے جانے سے ایک بیوی طلاق ہوجائے گی اور اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ جس کی طرف چاہے طلاق کی نسبت کرے۔

صورتِ مسئولہ میں جب خاوند نے طلاق کی تعلیق کسی کام کے ساتھ کی ہے تو وہ کام کرنے کی صورت میں اس پر ایک بیوی طلاق رجعی کے ساتھ مطلقہ ہوگی۔خاوند کے تعین کے ساتھ ایک عورت مطلقہ ہوگی، تاہم عدت کے اندر خاوند رجوع کرسکتا ہے۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/ ٤٢٠

والدّلیل علی ذلک:

ولو قال امرأتي طالق، وله امرأتان،أو ثلاث، تطلق واحدة منهن، وله خيارالتعيين. (١)

ترجمہ:

اگر کہے کہ: ''میری بیوی کوطلاق ہے'' اوراس کی دو یا تین بیویاں ہیں توان میں سے ایک کوطلاق واقع ہوگی۔ اور اِسے ایک کومتعین کرنے کا اختیار ہوگا۔

❁❁❁

تعلیقِ طلاق میں مِلک زوجیت کا ہونا

سوال نمبر(201):

ایک شخص نے شادی نہیں کی، لیکن وہ ایک حرام کام میں مبتلا تھا، جس سے منع ہونے کے لیے اس نے کہا کہ: ''اگر میں نے دوبارہ یہ غلط حرکت کی تو مجھ پر میری بیوی کلما سے طلاق ہو''۔ ایک دن لیٹا اس سے پھر وہ حرام کام سرزد ہوگیا۔ کیا اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی فعل کے ساتھ معلق کرے تو اس فعل کے کرنے پر طلاق واقع ہوجاتی ہے، البتہ طلاق قبل النکاح میں اضافت الی النکاح اور ملکِ زوجیت کا ہونا ضروری ہے، اگر نہ تو نکاح ہوا ہو اور نہ ہی طلاق کی اضافت ملک کی طرف ہو تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اس شخص کا جملہ کہ: ''اگر میں نے دوبارہ یہ غلط حرکت کی تو مجھ پر بیوی کلما سے طلاق ہو'' بیان کے مطابق چونکہ وہ شادی شدہ نہیں اور نہ ہی اس نے ملک کی طرف اضافت کی ہے، اس لیے حنث کی صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ حرام کام کے ارتکاب سے توبہ تائب ہوکر آئندہ اس سے مکمل اجتناب کرے۔

---

(١) تنویرالأبصار مع الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیرالمدخول بها: ٤/ ٥١٧، ٥١٨

والدلیل علی ذلك:

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح، وقع عقيب النكاح ......وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا......ولا تصح إضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالكا،أو يضيفه إلى ملك.(١)

ترجمہ:

اور جب نکاح کی طرف طلاق کو منسوب کیا تو طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی۔۔۔۔اگر شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق واقع ہو جائے گی۔۔۔۔اور طلاق کی اضافت صحیح نہیں مگر یہ کہ قسم اٹھانے والا مالک ہو یا وہ ملک کی طرف اضافت کرے۔

❁❁❁

طلاق کی شرط میں اختلاف

سوال نمبر(202):

ایک کمرے میں دو ساتھی تھے۔ باہر سے ایک آدمی اندر آگیا اور کمرے سے ریڈیو اٹھا کر لے گیا، ریڈیو کے مالک نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ: ''ریڈیو تمہارے پاس ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ: ''نہیں'' مالک کے اصرار پر اس نے کہا کہ: ''اگر ریڈیو میرے پاس ہو تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہو'' اس کے چند دنوں بعد اس نے وہ ریڈیو پہلے شخص سے چھین کر مالک کے حوالے کیا۔ اب ایک دوسرے ساتھی نے، جس نے اس کی بات سنی تھی، اس کے سسر سے کہا کہ اس نے طلاق دی ہے اور ریڈیو بھی اس کے پاس موجود تھا، حالانکہ طلاق دہندہ حلفیہ کہتا ہے کہ طلاق کے الفاظ کہتے وقت اس کے پاس ریڈیو نہیں تھا، بلکہ بعد میں حاصل کیا تھا اب ایسی صورت میں اس کی بیوی کو طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مذکورہ میں اگر واقعی اس شخص نے یہ الفاظ کہے ہوں کہ: ''اگر ریڈیو میرے پاس ہو تو میری بیوی مجھ پر

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط :١/ ٤٢٠

طلاق ہو' اور واقعی ریڈیو اس وقت اس کے پاس موجود نہ تھا تو اس کی بات کا اعتبار ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی، تاہم اگر اس کے پاس اس وقت جب اس نے طلاق کے الفاظ کہے، ریڈیو موجود تھا تو ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ طلاق رجعی کے وقوع کے بعد اگر خاوند عدت کے اندر رجوع کرے تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں رہتی، البتہ اگر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن اختلفا في وجود الشرط، فالقول له إلا إذا برهنت. (١)

ترجمہ:

اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہوجائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق. وهذا بالاتفاق. (٢)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہوجائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

پاپڑ مشین پر کام کے ساتھ طلاق معلق کرنا

سوال نمبر (203):

ایک شخص مشین پر بطور کاریگر کام کیا کرتا تھا، اس نے غصہ میں آکر اپنے مزدوروں سے یوں کہا کہ: ''اگر میں نے آئندہ کے لیے پاپڑ مشین پر کام کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے'' یہ جملہ اس نے تین بار کہا تو کیا اس کے بعد وہ کسی

---

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٢٢/١

(٢) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ٤٢٠/١

دوسرے شخص کے ساتھ بطورِ مزدور کام کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق کا وقوع یقینی ہے اور اگر شرط پوری نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے طلاق کو پاپڑ مشین کے کاروبار کے ساتھ معلق کر کے یہ کہا ہو کہ: ''اگر میں نے آئندہ کے لیے پاپڑ مشین پر کام کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے'' تو ایسی صورت میں پاپڑ کی مشین چلانے سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، البتہ اگر دوسرے آدمی کے ساتھ بطورِ مزدور پاپڑ کا کاروبار کرے تو اس میں گنجائش پائی جاتی ہے، بشرط یہ کہ سابقہ جملہ سے اس کا مطلب یہ ہو کہ میں بطورِ استاد کام نہیں کروں گا اور اگر مقصد اس کا یہ تھا کہ بالکل یہ کام ہی آئندہ کے لیے نہیں کروں گا تو پھر کسی کے ساتھ بطورِ مزدور بھی کام نہیں کرسکتا اور چونکہ اس نے تین بار کہا ہے، اس لیے شرط موجود ہونے کی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی جس سے عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً،مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق.(١)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

اگر چچا کے گھر گئی تو تین پتھروں سے طلاق

سوال نمبر (204):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ: ''اگر تم اپنے چچا کے گھر چلی گئی تو تم مجھ پر اسی وقت ایک، دو، تین پتھروں سے

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط: ١/٤٢٠

طلاق ہو' اس کی عورت ابھی تک چچا کے گھر نہیں گئی ہے۔عورت اب حاملہ ہے اور خاوند اپنے الفاظ پر نادم ہے۔عورت چچا کے گھر جانا چاہتی ہے۔ کیا اس سے اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی یا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ جس سے عورت چچا کے گھر چلی جائے اور اس کی طلاق واقع نہ ہو۔

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق :

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق کا وقوع یقینی ہے اور اگر شرط پوری نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے الفاظ تعلیق پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا جب بھی عورت چچا کے گھر جائے گی تو تینوں طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی، البتہ تین طلاق سے بچنے کے لیے یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ عورت کو ایک طلاق بائن دی جائے اور جب وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، اس کے بعد وہ اپنے چچا کے گھر چلی جائے، کیونکہ اب وہ اس کے نکاح میں نہیں رہی لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے بعد میاں بیوی تجدیدِ نکاح کریں، پھر جب بھی چچا کے گھر جائے گی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں شوہر آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدّليل على ذلك:

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته :إن دخلت الدار، فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين، ولم يقع شيء.(١)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہو جائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ''اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے'' پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول:١/٤١٦

خاص لڑکی سے نکاح نہ ہونے کی صورت میں تعلیقِ طلاق

سوال نمبر(205):

ایک شخص کوشادی سے پہلے ایک لڑکی پسند تھی، لیکن والدین نے اس کا نکاح کسی دوسری لڑکی سے کرایا، اب اس کی رخصتی بھی ہوگئی ہے، لیکن لڑکے نے ایک دن باوضو ہوکر قرآن سامنے رکھ کر اپنی بہن سے کہا کہ: ’’اگر میں نے اس لڑکی سے جو مجھے پسند ہے، شادی نہیں کی تو مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہے، طلاق ہے‘‘ اب وہ شخص نادم ہے۔ کیا اس لڑکی سے شادی نہ کرنے پر طلاق واقع ہوگی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں خاوند نے جب طلاق کو کسی متعین عورت سے نکاح نہ کرنے کے ساتھ معلق کیا ہے تو جب تک نکاح کرنے کا احتمال باقی ہوگا، طلاق واقع نہ ہوگی، چونکہ مذکورہ شخص کا نکاح مذکورہ عورت سے موت سے پہلے کسی وقت ممکن ہے، لہٰذا فی الحال اس عورت سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے شرط پوری نہ ہوگی، لہٰذا طلاق بھی واقع نہ ہوگی البتہ مذکورہ عورت کے فوت ہو جانے کے ساتھ یا یہ آدمی خود فوت ہو جائے تو طلاق کی شرط (معین عورت سے نکاح نہ کرنا) پوری ہونے کی وجہ سے دو طلاق واقع ہو جائیں گی۔

والدّلیل علی ذلک:

قال ابن عابدینؒ: تحت قوله:(ولو حلف ليفعلنه بر بمرة)......وإذالم يفعل لايحكم بوقوع الحنث حتى يقع اليأس عن الفعل، وذلك بموت الحالف قبل الفعل......أوبفوات محل الفعل. (۱)

ترجمہ:

علامہ ابن عابدینؒ اس قول کہ ’’اگر ایک شخص قسم کھائے کہ ضرور بالضرور اس کام کو کرے گا جب ایک مرتبہ وہ کام کرے تو بری ہو جائے گا‘‘ کے تحت لکھتے ہیں۔۔۔۔۔اگر وہ کام نہ کرے تو حانث ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ کام کرنے سے مایوس ہو جائے اور یہ تب ممکن ہے کہ حالف کام کرنے سے قبل فوت ہو جائے۔۔۔۔۔یا کام کرنے والا محل باقی نہ رہے۔

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل، مطلب حلف ليفعلنه برّ بمرّة: ۵/ ۶۶۹

کنائی طلاق کی تعلیق

سوال نمبر(206):

ایک خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ''پورے سال میں تجھے والدین کے گھر جانے کے لیے سات دن کی اجازت ہے،اس سے زیادہ اگر ایک دن بھی وہاں رہی تو پھر میرے گھر نہ آنا''۔کیا بیوی کا والدین کے گھر سات دن سے زیادہ رہنے کی صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

کنائی الفاظ سے طلاق دینے والے کی نیت پر طلاق موقوف ہوتی ہے۔اگر طلاق کی نیت اور ارادہ ہو تو طلاق واقع ہوجاتی ہے،ورنہ کلام لغو متصور ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص نے یہ الفاظ''اگر تو نے والدین کے گھر سات دن سے ایک دن بھی زیادہ گزارا تو پھر میرے گھر نہ آنا''طلاق کی نیت سے یا مذاکرہ طلاق کے وقت کہے ہوں تو یہ طلاقِ معلق کی صورت بن جاتی ہے،لہٰذا شرط (سات دن سے زیادہ دن گزارنا) پائی جانے کے بعد ایک طلاق بائن واقع ہوگی،لیکن اگر اس نے نہ طلاق کی نیت کی ہو اور نہ بوقتِ مذاکرہ طلاق یہ الفاظ کہے ہوں تو یہ الفاظ لغو ہوں گے،بیوی اگر سات دن سے زیادہ دن گزارے گی تو کسی قسم کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

ففي حالة الرضا لايقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية......وفي حالة مذاكرة الطلاق، يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاء إلافيما يصلح جوابا، ورداً، فإنه لايجعل طلاقا......وألحق أبو يوسف بالخمسة ستة أخرى، وهي الأربعة المتقدمة، وزاد خالعتك، والحقي بأهلك.(١)

ترجمہ:

رضا کی حالت میں سارے (کنائی) الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی ۔۔۔اور مذاکرہ طلاق کے وقت تمام اقسام میں قضاءً طلاق واقع ہوجاتی ہے،سوائے ان الفاظ میں،جن میں جواب اور رد کی صلاحیت ہو،پس وہ

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثاني في إيقاع الطلاق،الفصل الخامس في الكنايات:١/٣٧٥

طلاق شمار نہیں ہوں گے۔۔۔۔امام ابو یوسفؒ نے ان پانچ کے ساتھ مزید چھ کوملحق کیا ہے، ان میں چار پہلے گزر چکے، اور مزید خالعتك اور الحقي بأهلك ہے۔

❁❁❁

طلاقِ بائن اور طلاقِ صریح کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(207):

ایک شخص کی رشتہ داروں سے لڑائی ہوئی، لڑائی کے بعد اس نے کہا کہ: ''اگر میں نے اپنے ماموں زاد بھائی کے گھر والوں سے صلح کی تو میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی'' دوسری دفعہ اس طرح کہا کہ: ''اگر میں نے ان کے گھر والوں سے صلح کی تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہوگی''

شریعت کی روشنی میں اس کا حل تحریر فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق جب کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو جب تک شرط نہیں پائی جائے، اس وقت تک طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے ماموں زاد بھائی کے گھر والوں کے ساتھ صلح کرنے پر طلاق معلق کی ہو اور شرط لگائی ہو کہ اگر میں نے صلح کی تو میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی اور میری بیوی مجھ پر طلاق ہوگی تو ایسی صورت میں شرط (صلح) پائی جانے کی صورت میں پہلے جملے سے ایک طلاق بائن اور دوسرے جملے سے دوسری طلاق بائن واقع ہوگی، جس کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور خاوند آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا، تاہم جب تک صلح نہ کرے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

الصريح يلحق الصريح، والبائن يلحق الصريح.(١)

ترجمہ: طلاقِ صریح، صریح کے ساتھ اور طلاقِ بائن طلاق صریح کے ساتھ ملتی ہے۔

(١)تنویر الأبصار مع الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها: ٤/ ٥٤٠

ومن الألفاظ المستعملة :الطلاق يلزمني،والحرام يلزمني و علي الطلاق، وعليّ الحرام، فيقع بلانية للعرف. قال ابن عابدين:وهذافي عرف زماننا كذلك، فوجب اعتباره صريحا، كماأفتى المتأخرون في أنت عليّ حرام، بأنه طلاق بائن للعرف بلانية مع أن المنصوص عليه عند المتقدمين توقفه على النية.(١)

ترجمہ:

الفاظِ مستعملہ میں سے (یہ بھی ہے) کہ طلاق میرے اوپر لازم ہے، حرام مجھ پر لازم ہے (اسی طرح) مجھ پر طلاق ہو، مجھ پر حرام ہو ان الفاظ سے عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ'' یہ ہمارے زمانے کے عرف میں بھی اسی طرح ہے لہٰذا اس کا طلاقِ صریح اعتبار کرنا ضروری ہے۔ جس طرح متاخرین نے "أنت عليّ حرام" کے بارے میں طلاق بائن کا فتویٰ دیا ہے کہ عرف کی وجہ سے بلانیت واقع ہوگی، باوجود اس کے کہ متقدمین کے نزدیک اس کا وقوع نیت پر موقوف ہونا منصوص علیہ ہے۔

❁❁❁

زوجین کا وقوعِ شرط میں اختلاف

سوال نمبر(208):

ایک شخص نے بیوی کی طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا اور کہا کہ:'' آج کے بعد اگر میں نے گاڑی بطورِ ٹیکسی استعمال کی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو''اب اگر زوجین کے مابین وقوعِ شرط میں اختلاف آیا ہو تو ایسی صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے موجود ہونے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہو اور بعد میں میاں بیوی کے مابین وقوعِ شرط میں اختلاف پایا جائے تو شوہر کا قول معتبر ہوگا ہاں اگر شرط کچھ اس طرح ہو کہ اس کے پورا ہونے کا علم صرف بیوی کو ہوتا ہو،

---

(١)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر:٥/٤٦٤

جیسے عورت کو حیض آنے کا علم یا بیوی شوہر کے خلاف دلیل اور گواہ قائم کرے تو ان دو صورتوں میں بیوی کا قول معتبر ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

وإن اختلفافي وجود الشرط، فالقول له إلا إذابرهنت، ومالايعلم إلامنها، فالقول لهافي حقها كإن حضت، فأنت طالق.(١)

ترجمہ: اور اگر شرط کے موجود ہونے میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے اور اگر شرط کا علم عورت ہی سے ہوتا ہو، تو اس کے حق میں اسی کا (عورت کا) قول معتبر ہوگا، مثلاً: کہا کہ: ''اگر تو حائضہ ہو تو تجھے طلاق ہے''۔

❀❀❀

طلاق کو حیض کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(209):

ایک آدمی کی بیوی کے ساتھ کسی بات پر لڑائی ہوئی، اس نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو مارا پیٹا تو بیوی نے کہا کہ: ''مجھے مارتے کیوں ہو؟ مجھے فارغ کر دو اور طلاق دے دو'' تو خاوند نے کہا کہ: ''جب تجھے حیض آجائے تو تو طلاق والی ہے'' شریعت کی روشنی میں مسئلہ کا حکم تحریر فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے موجود ہونے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند نے بیوی سے یہ کہا ہو کہ: ''جب تجھے حیض آجائے تو تو طلاق والی ہے'' تو حیض آجانے کے بعد اگر تین دن مکمل ہو جائیں تو پہلے ہی دن سے اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی، محض خون کے آنے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ خون حیض کا نہ ہو، لہٰذا جب حیض کے تین دن مکمل ہو جائیں تو پہلے ہی دن سے وقوعِ طلاق کا حکم کیا جائے گا۔ طلاقِ رجعی کی صورت میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، تاہم خاوند کے پاس آئندہ دو طلاقوں کا اختیار باقی ہوگا۔

---

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط ونحوه: ١/ ٤٢٢

والدلیل علی ذلك:

إذاقال:إذاحضت فأنت طالق، فرأت الدم لم يقع الطلاق حتى يستمر ثلاثة أيام؛لأن ماينقطع دونها لايكون حيضاً، فإذاتمت ثلاثة أيام حكمنا بالطلاق من حين حاضت.(١)

ترجمہ: اگر کہا:''جب تو حائضہ ہوجائے تو تجھے طلاق''۔اوراس نے خون دیکھ لیا تو جب تک تین دن متواتر خون نہ آئے طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ تین دِن سے کم خون حیض شمار نہیں ہوتا۔جب تین دن پورے ہوجائیں تو ابتداے خون سے ہم طلاق کا حکم کریں گے۔

❁❁❁

معلق بالشرط طلاق میں شرط کا جبراً واقع ہونا

سوال نمبر(210):

میرا سسر بیٹی کو لینے گھر آیا تو ہم باتوں باتوں میں ایک گھریلو مسئلے پر الجھ پڑے، میں نے بیوی سے کہہ دیا کہ:''اگر تم اپنے والد کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے'' میرے سسر نے جب یہ سنا تو اس کو زبردستی لے جانے لگے، میری بیوی طلاق کے ڈر سے جانے کے لیے تیار نہیں تھی، لیکن وہ زبردستی بیٹی کو اپنے گھر لے گیا، حالانکہ اس میں اس کی رضا بالکل شامل نہیں تھی، ایسی صورت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص طلاق کو کسی وجودی شرط پر معلق کردے تو اس وجودی شرط کے جبراً واقع ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر آپ کا سسر اپنی بیٹی کو خالصتاً زوروزبردستی کھینچ کر گھر لے گیا ہو، آپ کی بیوی خود نہ گئی ہو تو اس کو طلاق نہیں ہوئی، لیکن اگر اس نے اپنی بیٹی کو محض ڈرایا، دھمکایا یا تھوڑی سی زوروزبردستی کی جس کے اثر سے آپ کی بیوی بذاتِ خود اپنے والد کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی تو ایسی صورت میں اس پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوچکی ہے اور عدت کے اندر آپ اس کو رجوع کرسکتے ہیں۔

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع في الطلاق بالشرط ونحوه:١/ ٤٢١

والدّلیل علی ذلک:

(وحنث في لايخرج)من المسجد (إن حمل وأخرج)مختاراً (بأمره وبدونه)بأن حمل مكرها (لا)يحنث(ولوراضيا بالخروج)في الأصح.قال العلامة ابن عابدين:وفي الفتح :والمراد من الإخراج مكرهاً هنا أن يحمله، ويخرجه كارهاً لذلك لاالإكراه المعروف هوأن يتوعده حتى يفعل، فإنه إذا توعده، فخرج بنفسه حنث.(۱)

ترجمہ: (ایک شخص نے قسم کھائی کہ) وہ مسجد سے نہیں نکلے گا، اگر اس کو اس کے حکم سے بحالت رضا نکالا گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس کے حکم واجازت کے بغیر اس کو زبردستی اُٹھا کر نکالا گیا تو حانث نہیں ہوگا، اگرچہ اصح قول کے مطابق وہ اس نکلنے پر دل میں رضامند ہو۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: فتح القدیر میں ہے کہ یہاں زبردستی نکالنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی اس قسم کھانے والے کو اٹھا کر زور وزبردستی باہر نکال دے، اس سے وہ معروف زبردستی مراد نہیں کہ یہ شخص قسم کھانے والے کو دھمکی وغیرہ دے، حتیٰ کہ وہ خود نکل جائے، کیونکہ جب کوئی شخص اس کو دھمکی دے دے اور وہ خود نکل جائے تو حانث ہو جائے گا۔

❁❁❁

طلاقِ معلق میں بیوی کا شرط پر اقدام اور شوہر کا رکاوٹ بننا

سوال نمبر(211):

بیوی سے ایک بات پر میرا جھگڑا ہوا، میں نے اس سے کہا کہ: ”اگر تو نے کپڑے اٹھائے تو تجھے میری طرف سے طلاق ہے“ یہ سن کر اس کو مزید غصہ چڑھا اور وہ کپڑے اٹھانے کے لیے آگے بڑھی، لیکن میں نے فوراً اسے روک دیا اور وہ کپڑے اٹھا نہ سکی، بلکہ میں نے خود اٹھا کر الماری میں رکھ دیے۔ کیا میری بیوی پر ان کپڑوں کو اٹھانے کی نیت سے آگے بڑھنے سے طلاق واقع ہوگئی؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں جب کہ طلاق، بیوی کا کپڑے اٹھانے کی شرط سے معلق کی گئی ہے اور اس نے کپڑے نہیں

(۱) رد المحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والخروج، ۵/۵۴۳

اٹھائے تواس پر طلاق واقع نہیں ہوئی، صرف کپڑے اٹھانے کی غرض سے آگے بڑھنا طلاق کے وقوع کے لیے کافی نہیں تھا، جب تک وہ خود ان کو اٹھا نہ لیتی۔

والدّلیل علی ذلك:

إذاأضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقا،مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق. (١)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کردے،تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی، مثلا وہ اپنی بیوی کو کہے کہ:''اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

گھر جانے پر تعلیقِ طلاق میں بیرونِ خانہ ملاقات کرنا

سوال نمبر(212):

میری بیوی کے بار بار والدین کے گھر جانے سے تنگ آکر میں نے اس سے کہا کہ:''اگر تو ماں باپ کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق ہیں'' پچھلے دنوں ایک شادی میں وہ اپنے گاؤں (یعنی والدین کے گاؤں) گئی، لیکن والدین کے گھر نہیں گئی، البتہ شادی میں اس کی ملاقات ان سے بھی ہوئی۔ ازراہِ کرم اس کا حکم شرعی تحریر فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو جب تک اس شرط کا وقوع نہ ہوا ہو، اس وقت تک یہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لہٰذا مذکورہ صورت حال میں صرف والدین کے گاؤں جانے اور اُن سے ملاقات کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی جب کہ وہ والدین کے گھر گئی نہیں ہے۔ طلاق تب واقع ہوگی جب وہ والدین کے گھر چلی جائے۔

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع......الفصل الثالث،١/ ٤٢٠

والدلیل علی ذلک:

إذاأضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا،مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق. (١)

ترجمہ: جب شوہر طلاق کوکسی شرط کی طرف منسوب کردے،تو طلاق شرط کے(واقع ہونے کے)بعدواقع ہوگی،مثلا وہ اپنی بیوی کو کہے کہ:''اگرتو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے''۔

❁❁❁

فلاں سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق

سوال نمبر(213):

ابتدامیں میری بیوی کا رشتہ اس کے چچازاد بھائی سے ۔طے ہوا تھا،لیکن پھر یہ رشتہ نہ ہوسکا۔مجھ سے اس کی شادی ہونے کے بعدایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ:''کیا تجھے اس چچازاد بھائی سے محبت تھی؟''اس نے جواب میں کہا کہ:''نہیں''میں نے کہا:''اگر تجھے اس سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق'' کچھ عرصہ بعد میں نے دوبارہ بیوی سے مذکورہ سوال کیااور کہا کہ:''اگر تجھے اس سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق''اس دفعہ اس نے کہا کہ:''حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس سے کافی محبت تھی''اس کے اس جواب سے مجھے کافی تشویش لاحق ہوچکی ہے۔ازراہِ مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیامیری بیوی پرطلاق واقع ہوگئی ہے یانہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگرکوئی شخص طلاق کو بیوی کے کسی ایسے فعل پر معلق کردے جس کی حقیقت کاعلم اسی سے ہوسکتا ہوتو اس طلاق کا وقوع بیوی کے بیان پر موقوف ہوگا،اگر وہ اس فعل کے واقع ہونے کی خبردے دے تو طلاق واقع ہوجائے گی،ورنہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ آپ نے بیوی کے اپنے چچازاد بھائی سے محبت ہونے پر تین طلاق معلق کی تھی اور آپ کی بیوی نے جواباً کہہ دیا کہ:''اس کو چچازاد بھائی سے محبت تھی''تو ایسی صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوچکی ہیں۔

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع......الفصل الثالث،١/ ٤٢٠

والدلیل علی ذلک:

والأصل أنه متى علق الطلاق بشيء لا يوقف عليه إلا من جهتها يتعلق بإخبارها عنه ...... وعلى هذا مسائل، إذا قال لها: إن كنت تحبيني، أو تبغضيني، فأنت طالق، فقالت: أحب، أو أبغض، يقع الطلاق استحساناً.(١)

ترجمہ:

قاعدہ یہ ہے کہ جب شوہر طلاق کو کسی ایسی چیز کے ساتھ معلق کردے جس کا علم بیوی ہی سے ہوسکتا ہے تو یہ طلاق بیوی کے اس چیز کے بارے میں خبر دینے کے ساتھ معلق ہوگی۔۔۔۔۔اسی قاعدہ پر چند مسائل متفرع ہیں (مثلاً) جب شوہر بیوی سے کہے کہ: ''اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہو یا تو مجھ سے بغض رکھتی ہو تو تجھے طلاق'' اور بیوی کہے کہ: ''میں تم سے محبت کرتی ہوں'' یا ''بغض رکھتی ہوں'' تو استحساناً طلاق واقع ہوجائے گی۔

❁❁❁

اگر بہن کے ساتھ گئی تو تو میری بیوی نہیں

سوال نمبر(214):

ایک موقع پر غصے میں آکر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر تو آئندہ اپنی بہن کے ساتھ گئی تو بس تو میری بیوی نہیں ہوگی'' اس کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں اگر ان الفاظ سے آپ کی نیت طلاق کی تھی تو جب آپ کی بیوی اپنی بہن کے ساتھ چلی جائے تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی، لیکن اگر یہ الفاظ کہتے وقت آپ کی نیت طلاق کی نہیں تھی تو پھر وقوعِ شرط (بیوی کا اپنی بہن کے ساتھ چلے جانے) سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

لست لك بزوج، أولست لي بامرأة ......طلاق إن نواه. قال العلامة ابن عابدين ؒ: وأشار

(١) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ٤/ ٢٨٢

بقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي.(١)

ترجمہ:

شوہر بیوی کو کہے کہ: ''میں تیرا شوہر نہیں'' یا یہ کہے کہ: ''تو میری بیوی نہیں''۔۔۔۔۔۔تو اگر شوہر کی نیت (طلاق کی) ہو تو یہ طلاق ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ''ماتن نے طلاق کا لفظ کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کنایہ کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہوتی ہے''۔

❁❁❁

ایک، دو اگر تین پر کھڑی نہ ہوئی تو تجھے طلاق

سوال نمبر(215):

میں اپنی بیوی کو اس کے والدین کے گھر سے لانے کے لیے سسرال گیا، لیکن وہ چند مزید ایام ٹھہرنے کے لیے ضد کر رہی تھی تو میں نے اس کو کہا: ''یو، دوه، كه په دريم سره پانه سيدلے نو په ما به طلاقه ئے'' (ایک، دو، اگر تین پر کھڑی نہ ہوئی تو مجھ پر طلاق ہوگی) میرے یہ کہنے سے وہ فوراً کھڑی ہو کر چلنے کے لیے تیار ہوگئی۔ کیا میرے اس ایک، دو کہنے سے میری بیوی پر طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کردے تو یہ طلاق شرط کے پائے جانے کی صورت میں ہی واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں آپ نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں، وہ عرف میں مخاطب کو تین کی گنتی کہہ ڈالنے تک کسی کام کے کرلینے کی مہلت دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کی بیوی تین کی گنتی پوری ہونے تک کھڑی ہو کر آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوجاتی تو شرط کے پائے جانے کی وجہ سے اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجاتی، لیکن چونکہ وہ تین کی گنتی پوری ہونے سے پہلے ہی کھڑی ہو کر چلنے پر آمادہ ہوگئی، اس لیے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

---

(١) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، ٥٠٧/٤

والدّلیل علی ذلك:

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط. (١)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کردے تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی۔

❁❁❁

طلاق کو کسی کام کے ساتھ معلق کر کے اس کی اجازت دینا

سوال نمبر (216):

پچھلے ایک دو سالوں سے یوں ہوتا چلا آرہا ہے کہ زید اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ: ''اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق ہے'' پھر زید خود بیوی کو اس کام کے کرنے کی اجازت دے دیتا ہے اور وہ کر لیتی ہے، اس طرح کا معاملہ کوئی آٹھ دس مرتبہ پیش آچکا ہے۔ زید کا خیال ہے کہ جب وہ خود اس کام کے کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو پھر بیوی کے اس فعل کو کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کیا زید کا یہ خیال درست ہے؟ زید کے لیے اب کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کردے تو جب تک یہ شرط واقع نہ ہو، اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی اور جب شرط واقع ہو جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جب زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق ہو'' تو اب چاہے بیوی زید کی اجازت سے وہ کام کرے یا بغیر اجازت کے، اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، شرط کے وقوع اور عدم وقوع میں شوہر کی اجازت دینے یا نہ دینے سے طلاقِ معلق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے جس میں شوہر کی اجازت یا عدم اجازت طلاقِ معلق کے وقوع اور عدم وقوع پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ شوہر یوں کہے کہ: ''اگر تو نے میری اجازت کے بغیر فلاں کام کیا تو تجھے طلاق'' ایسی صورت میں بلاشبہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر وہ کام کرے تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اجازت لے کر کرے تو واقع نہیں ہوگی، بہر حال

---

(١) الهداية، باب الأيمان في الطلاق: ٢/٣٩٨

صورتِ مسئولہ میں زید کا خیال قطعاً درست نہیں، اگر اسطرح کا معاملہ واقعی تین دفعہ تک ہو چکا ہے تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اور اب زید کے لیے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات برقرار رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

والدلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقا.(۱)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دے تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہو گی۔

❁❁❁

طلاقِ معلق میں وقوعِ شرط کے بارے میں وہم ہونا

سوال نمبر(217):

تقریباً پچیس سال پہلے میں نے بیوی سے کہا تھا کہ: ''اگر میں فلاں کام کروں تو تجھے طلاق ہے'' اب مجھے کچھ وہم اور شک سا ہو رہا ہے کہ شاید میں وہ کام کر چکا ہوں، کیا یہ طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کسی شخص کو عینِ طلاق دینے کے بارے میں محض شک ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیقِ طلاق میں وقوعِ شرط کے بارے میں شک کی صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر خدانخواستہ یقینی طور پر اس شرط کا وقوع ہو جائے، تب ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور عدت کے اندر اندر رجوع کر لینے سے اور بعد از عدت صرف تجدیدِ نکاح سے اسی بیوی کے ساتھ دوبارہ گھر بسایا جا سکتا ہے، بہر کیف وساوس اور اوہام کی طرف قطعاً توجہ نہیں دینی چاہیے۔

والدلیل علی ذلک:

علم أنه حلف، ولم یدر بطلاق أو غیره لغا، کمالو شك أطلق أم لا.(۲)

---

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع......الفصل الثالث، ۱/۴۲۰

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ۴/۵۰۸

ترجمہ:

ایک شخص کو اتنا معلوم ہے کہ اس نے قسم کھائی ہے، لیکن یہ علم نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی ہے یا کسی اور چیز کی تو یہ لغو ہے، جیسا کہ یہ شک ہو کہ طلاق دی ہے یا نہیں۔

❁❁❁

معلق بالشرط طلاق میں وقوع شرط سے طلاق کی نوعیت

سوال نمبر (218):

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرتے ہوئے کہے کہ: ''اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق ہے'' تو ایسی صورت میں وقوع شرط سے کون سی طلاق واقع ہوگی، رجعی یا بائن؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق کے صریحی الفاظ خواہ تنجیزاً واقع کیے جائیں یا تعلیقاً، بہر صورت اس سے رجعی طلاق ہی واقع ہوتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(صريحه مالم يستعمل إلافيه كطلقتك، وأنت طالق، ومطلقة،ويقع بهاواحدة رجعية).(۱)

ترجمہ: طلاقِ صریح وہ لفظ ہے جو کہ صرف طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتا ہو، جیسے میں نے تجھے طلاق دی اور تو طالق ہے اور تو مطلقہ ہے تو ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے۔

❁❁❁

ماموں سے والدہ کا حصہ نہ لیا تو بیوی کو تین طلاق

سوال نمبر (219):

زینب کا حصۂ میراث اس کے بھائی نہیں دے رہے، ایک دن زینب کے بیٹے زاہد نے طیش میں آکر کہا کہ:

(۱)تنوير الأبصار على صد ررد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، ٤/٤٥٧، ٤٦٠

"اگر میں نے ماموں سے اپنی والدہ کا حصہ وصول نہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاق"۔ پوچھنا یہ ہے کہ کب تک زاہد مذکورہ حصہ وصول نہ کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی؟ اگر ماموں مکمل حصہ دینے پر راضی نہ ہو تو وقوع طلاق سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مسئولہ صورت میں اگر زاہد نے اپنی یا ماموں کی موت تک والدہ کا حصہ ان سے وصول نہ کیا تو زاہد یا اس کے ماموں کی موت واقع ہونے سے کچھ قبل اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی، لہٰذا زاہد کے ماموں کو چاہیے کہ وہ زاہد کے مطالبہ پر اس کی والدہ کا حصہ اس کو دے دیں، تاکہ زاہد کی بیوی مطلقہ ہونے سے بچ سکے، تاہم اگر وہ کسی صورت میں بھی ظلم سے باز آ کر کل حصہ دینے پر رضامند نہ ہو تو وقوع طلاق سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جا سکتی ہے کہ زاہد کی والدہ اپنے بھائیوں سے حصۂ میراث میں تخارج کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ترکۂ میت میں سے تھوڑی سی چیز پر مصالحت کر کے کل حصہ سے دست بردار ہو جائے، یوں والدہ کا حصہ ترکۂ میت کی یہ تھوڑی چیز ہو جائے گا، پھر یہی حصہ زاہد ماموں سے وصول کرے جس سے وہ اپنی شرط کو پورا کرنے میں کامیاب متصور ہو جائے گا اور طلاق واقع ہونے سے بچ جائے گا۔

والدلیل علی ذلک:

كل فعل حلف أنه يفعله في المستقبل، وأطلقه، ولم يقيده بوقت لم يحنث حتى يقع الإياس عن البر...... وتحقق اليأس عن البر يكون بفوت أحدهما.(۱)

ترجمہ: ہر وہ کام جس کو مستقبل میں کرنے کی کوئی شخص قسم کھائے اور قسم کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہ کرے تو وہ اس وقت تک حانث نہیں ہوگا جب تک اس کام کے کرنے سے ناامیدی نہ ہو جائے۔۔۔۔اور (ایسی صورت میں) ان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے سے قسم کے پورا ہونے سے ناامیدی ثابت ہوگی۔

(أخرجت الورثة أحدهم عن) التركة وهي (عرض أو) هي (عقار بمال) أعطاه له ......(صح قل) ماأعطوه (أو كثر).(۲)

(۱) البحر الرائق، كتاب الايمان، باب اليمين في الدخول والخروج، ۵۲۴/۴

(۲) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الصلح، فصل في التخارج ۴۲۵/۸

ترجمہ:

اگر ورثا نے اپنے کسی ایک وارث کو ایسے مال کے عوض ترکہ سے خارج کردیا جو کہ وہ اس کو دیں اور ترکہ سامان یا زمین ہو تو یہ صحیح ہے، چاہے ورثا کا اس وارث کو دیا جانے والا مال کم ہو یا زیادہ۔

❁❁❁

باپ کے گھر سے ماچس کی ڈبیہ بھی لائی تو تجھے طلاق

سوال نمبر(220):

ایک گھریلو جھگڑے کی بنا پر غصہ میں آکر میں سسر کے گھر سے عاریتاً دی گئی اپنی ایک چیز واپس لے آیا تو میری بیوی نے کہا کہ: ''آپ کو کچھ لحاظ کرنا چاہیے تھا، ان کے گھر سے میں دودھ وغیرہ لاتی ہوں'' میں نے جواب دیا کہ: ''اگر آج کے بعد وہاں سے ماچس کی ڈبیہ بھی لے کر آئی تو تجھ پر طلاق ہوگی'' اب سوال یہ ہے کہ:

(۱)......اگر سسرال والے خود یا میری بیوی کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا میں جا کر ان کے گھر سے کوئی چیز لے آؤں تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۲)......میرا سسر اور اس کا بھائی ایک ہی چار دیواری میں رہتے ہیں، لیکن ان کا کاروبار اور کھانا پینا وغیرہ الگ الگ ہیں اگر میری بیوی اپنے اس چچا کے گھر سے کچھ لے آئے تو کیا طلاق واقع ہوگی؟ واضح رہے کہ میرا جھگڑا صرف اپنے سسرال والوں سے ہوا ہے، اس کے بھائی سے نہیں ہوا۔

(۳)......میری ساس اپنے ایک بیٹے کے ہاں رہتی ہے، جب کہ اس کا خرچہ میرا سسر ہی بھیجتا ہے، اگر میری بیوی اپنی ماں کے گھر جا کر وہاں سے کچھ لائے تو کیا طلاق واقع ہوگی؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ماچس کی ڈبیہ لانا یا ایک تیلی لانا وغیرہ جیسے الفاظ عرف میں کسی چیز کی قلت اور معمولی ہونے کی نشان دہی کرتے ہیں۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر آپ کی بیوی اپنے باپ کے گھر سے معمولی سی چیز بھی لے آئی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی، البتہ اگر وہ خود باپ کے گھر سے کچھ نہیں لائی اور نہ ہی کسی کو لانے کا کہا، بلکہ آپ کے سسرال

والے از خود یا آپ یا آپ کے گھر کا کوئی فرد آپ کی بیوی کے کہے بغیر اپنی طرف سے ان کے ہاں سے کوئی چیز لے آئے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲)......چونکہ بیوی کے چچا کا کاروبار اور کھانا پینا وغیرہ الگ ہے اور آپ کا جھگڑا صرف سسر سے ہوا ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے چچا کے ہاں سے کوئی چیز لے آئے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳)......اس صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ جب شوہر بیوی کا نفقہ اس کے سپرد کرے تو وہ اس کی ملکیت سے نکل کر بیوی کی مِلک ہوجاتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا.(١)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کردے تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی۔

من حلف لايخرج من المسجد،أو الدار،أو البيت،أو غير ذلك، فأمر إنسانا، فحمله، فأخرجه حنث.(٢)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ مسجد یا گھر یا کمرے وغیرہ سے نہیں نکلے گا پھر اس نے کسی کو حکم دیا (کہ مجھے نکال دو) پس اس نے اس کو اٹھا کر باہر نکال دیا تو یہ شخص حانث ہوجائے گا۔

أن النفقة المفروضة تصير ملكا للمرأة إذا دفعها إليها، فلها التصرف فيها من بيع، وهبة، وصدقة وإدخار.(٣)

ترجمہ: جب شوہر مقرر شدہ نفقہ بیوی کو دے دے تو وہ بیوی کی ملکیت ہوجاتا ہے، لہٰذا بیوی کو اس نفقہ کے بیچنے، ہبہ کرنے، صدقہ اور ذخیرہ کرنے وغیرہ امور کا حق حاصل ہے۔

❁❁❁

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع......الفصل الثالث،١/ ٤٢٠

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الايمان، الباب الرابع،٢/ ٧٨

(٣)البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة،٤/ ٢٩٤

منگیتر کی طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر(221):

نکاح ورخصتی سے پہلے اپنی منسوبہ کا تصور کرکے میں نے کہا:"إن دخلت الدار فهي طالق "(اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق) یوں ہی یہ الفاظ زبان پر جاری ہوگئے،اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق تب واقع ہوتی ہے، جب محل طلاق (عورت) انسان کی مِلک (نکاح) میں ہو یا طلاق کی اضافت مِلک کی طرف کی جائے، مثلاً یوں کہا جائے، کہ اگر فلاں سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہو۔

مسئولہ صورت میں جب کہ عورت سے آپ کا نکاح بھی نہیں ہوا اور طلاق کی نسبت مِلک کی طرف بھی نہیں کی ہے تو آپ کے مذکورہ الفاظ طلاق بالکل لغو ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

شرطه الملك، كقوله لمنكوحته إن ذهبت، فأنت طالق، أو الإضافة إليه كان نكحتك، فأنت طالق، فلغا قوله لأجنبية إن زرت زيداً فأنت طالق، فنكحها فزارت.(۱)

ترجمہ: معلق طلاق کے لازم ہونے کی شرط ملک کا ہونا ہے، جیسے خاوند کا اپنی منکوحہ کو کہنا کہ:''اگر تو گئی تو تجھے طلاق ہے'' یا ملک کی طرف نسبت کرنا ہے، مثلاً: اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق، لہٰذا کسی کا اجنبی عورت کو یہ کہنا لغو ہے کہ:''اگر تو زید سے ملی تو تجھے طلاق ہے'' پھر وہ شخص اس عورت سے نکاح کرلے اور وہ عورت زید سے ملاقات کرلے۔

❁❁❁

دل میں معلق طلاق کا تصور

سوال نمبر(222):

ایک شخص کا تعلق ایک عورت کے ساتھ تھا، قریب تھا کہ اس تعلق کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہوجاتا، اس سے بچنے

(۱)تنویر الابصار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ۵۹۳/۴۔۵۹۵

کے لیے اس نے دل میں کہا کہ: "اگر میں اس عورت سے ملا تو مجھ پر تمام عمر بیوی طلاق ہے"، لیکن اس آدمی کی نیت اور ارادہ صرف اسی وقت تھا، اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، بلکہ صرف فیصلہ کیا تھا، اب اس صورت میں اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

انسان کے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات اور تصورات آتے رہتے ہیں، ان پر کوئی شرعی حکم لازم نہیں ہوتا، جب تک ان پر تلفظ نہ کرے، بالخصوص طلاق تو ان افعال میں سے ہے، جو بغیر تلفظ کے واقع ہی نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ آدمی کا دل میں فیصلہ کرنا کہ "اگر میں اس عورت سے ملا تو مجھ پر تمام عمر بیوی طلاق ہے" نکاح کو فاسد نہیں کرتا، کیونکہ طلاق کے وقوع کے لیے زبانی تلفظ ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(و)أدنى (الجهر سماع غيره، و)أدنىٰ(المخافتة إسماع نفسه، ويجري ذلك)المذكور (في كل مايتعلق بنطق، كتسمية على ذبيحة، ووجوب سجدة تلاوة، وعتاق وطلاق واستثناء.(١)

ترجمہ: جہر کی ادنیٰ مقدار دوسرے کو سنانا ہے اور اخفا کی ادنیٰ مقدار اپنے آپ کو سنانا ہے۔ یہی قاعدہ ہر اس مسئلے میں جاری ہوگا جس کا تعلق بولنے/ کہنے کے ساتھ ہو، مثلاً: ذبیحہ پر تسمیہ کہنا، سجدہ تلاوت کا واجب ہونا، غلام کو آزاد کرنا، طلاق دینا اور استثنا۔

۞۞۞

کلما طلاق کا معنی نہ جانتے ہوئے کلما طلاق دینا

سوال نمبر(223):

ایک شخص دوسرے کا محکوم ہے۔ حاکم نے اس کو کلما طلاق کی قسم پر آمادہ کیا اور اس سے کہا کہ: "تو کہہ دے کہ "میں نے اگر صراحتاً یا اشارۃً، کنایۃً، قصداً یا بھول کر آپ کے کسی عیب کو بھی (جس میں قبیح اور پہلے سے معلوم تمام عیوب شامل ہو جاتے ہیں) لوگوں کو بتایا تو میری طرف سے بیوی کلما طلاق ہے" اس نے تین مرتبہ اس طرح کہا،

(١)الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ:٢/ ٢٥٢، ٢٥٣

،اب دونوں کے مابین کشیدگی کی صورت میں مفارقت ہوگئی ہے جس میں اس نے محض بغض کی وجہ سے لوگوں کو وہ عیوب آشکارا کیے جن میں سے اکثر لوگوں کو معلوم بھی تھے۔ کیا اس کی وجہ سے وہ حانث ہو گیا ہے، جب کہ قائل کلما طلاق کے معنی سے بھی ناواقف ہے اور ایسی صورت میں اس کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی فعل کے ساتھ معلق کرے تو اس فعل کے متحقق ہونے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر کوئی خود یا دوسرے کے کہنے سے ایسے الفاظ دہرائے جن سے طلاق واقع ہو اور کہنے والا ان الفاظ کے معنی نہ جانتا ہو تو ایسی صورت میں فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق قضاءً طلاق واقع ہوگی، دیانۃً نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص ان الفاظ (تو میری طرف سے کلما طلاق ہے) کا معنی نہ جانتا تھا اور اس نے وہ عیب لوگوں کو بتلا دیئے تو شرط کے موجود ہونے کی صورت میں قضاءً طلاق کلما واقع ہوگی، دیانۃً نہیں۔

والدّليل على ذلك:

(أومخطئاً) بأن أراد التكلم بغير الطلاق، فجرئ على لسانه الطلاق، أوتلفظ به غير عالم بمعناه، أوغافل،أو ساهيا،أو بألفاظ مصحفة يقع قضاءً فقط. قال ابن عابدين :قوله:(غير عالم بمعناه) كمالوقالت لزوجها اقرأعليّ اعتدي أنت طالق ثلاثاً، ففعل، طلقت ثلاثاً في القضاء لافيمابينه وبين الله تعالىٰ إذالم يعلم الزوج ولم ينو.(١)

ترجمہ: اور یا خطا کی حالت میں اس طور پر کہ طلاق کے علاوہ کسی سے کوئی بات کرنا چاہی تو اس کے زبان پر طلاق جاری ہو جائے یا طلاق پر تلفظ کرے، لیکن اس کا معنی نہ جانتا ہو یا غفلت میں ہو یا سہو ہو جائے یا ان الفاظ کو کہے جن پر قضاءً طلاق کا حکم ہوتا ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ''معنی کو نہ جاننا'' کی ایسی مثال ہے جیسے کہ عورت شوہر سے کہے کہ: ''تو مجھے کہو کہ: ''اپنے حیض کو شمار کرو، تجھے تین طلاق ہیں'' اور اس نے ایسا کر دیا تو یہ عورت قضاء (نہ کہ مابینہ وبین اللہ) تین طلاق سے مطلقہ ہو جائے گی، لیکن تب جب شوہر جانتا بھی نہ ہو (کہ کیا کہہ رہا ہے) اور نیت بھی نہ کرے۔ تو دیانۃً (فیما بینہ وبین اللہ) طلاق واقع نہ ہوگی۔

❁❁❁

(١) الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار، كتاب الطلاق: ٤٤٩،٤٤٨/٤

قسم کھائے بغیر بیوی سے دور رہنے کا کہنا

سوال نمبر(224):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''نہ تجھے طلاق دوں گا اور نہ تیرے قریب آؤں گا'' اس طرح جدائی میں چار ماہ سے کچھ زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ کیا یہ ایلا شمار ہوگا یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ایلا کے وقوع کے لیے ضروری ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک ہم بستری کرنے سے دور رہنے کی قسم کھائے یا اتنی مدت کے لیے بیوی کے قریب جانے کو ایسے کام پر معلق کرے جس کا کرنا اس پر شاق ہو۔

مسئولہ صورت میں بیوی کے قریب نہ جانے پر قسم کھائی گئی ہے، نہ ہی اس کو کسی ایسے کام پر معلق کیا گیا ہے جس کا کرنا شوہر کے لیے گراں ہو، اس لیے ان الفاظ سے ایلا نہیں ہوا۔

والدّلیل علی ذلک:

وفي الشرع هو اليمين على ترك قربان الزوجة أربعة أشهر فصاعداً باللّٰه تعالىٰ، أو بتعليق ما يستشقه على القربان. (١)

ترجمہ:

اور اصطلاح شریعت میں ایلا چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک بیوی کے ساتھ ہم بستری ترک کرنے پر اللہ کی ذات کی قسم کھانے یا اس قربت کو ایسے کام پر معلق کرنے کو کہا جاتا ہے جو قربت کرنے کی صورت میں اس شخص کو مشقت میں ڈال دے۔

لو قال: لاأقربك، ولم يقل واللّٰه لايكون مولياً. (٢)

ترجمہ: اگر یوں کہے کہ تیرے قریب نہیں آؤں گا اور یہ نہ کہے، کہ اللہ کی قسم تو یہ شخص ایلا کرنے والا نہیں۔

(١) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الایلاء: ٥/٥٨

(٢) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الإيلاء، تحت قوله: واللّٰه لاأقربك: ٤/١٠٢

باب الخلع

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا کہ مرد کی بعض فطری صلاحیتوں کی بنا پر معاہدہ نکاح کو طلاق کے ذریعے ختم کرنے کا اختیار صرف شوہر کو دیا گیا ہے، تاہم عورت کو بھی شوہر کے رحم وکرم پر چھوڑنے کی بجائے مخصوص حالات میں خلع کا اختیار حاصل ہے، البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ بلاضرورت خلع کو بھی شریعت میں اسی طرح ناپسند کیا گیا ہے جس طرح طلاق کو ''ابغض المباحات'' کہا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس خاتون نے بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی بو حرام ہوگی''۔(١)

لیکن چونکہ بعض دفعہ ازدواجی زندگی کی الجھنوں اور مشکلات کا حل اسی میں مضمر ہوتا ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے کی وابستگی سے آزاد کردیا جائے، اس لیے شریعت نے ان خصوصی حالات ومواقع کی رعایت کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے۔(٢)

خلع کی لغوی تعریف:

خلع لغت میں نکالنے، اتارنے، کھینچنے اور خالی کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ عرب کپڑے اتارنے کے لیے "خلع ثوبہ" کا لفظ بولتے ہیں۔ چونکہ قرآنی تعلیمات کی رُو سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا گیا ہے اور خلع کے ذریعے وہ اس لباس کو اتار پھینکتے ہیں، اس لیے میاں بیوی کے درمیان مذکورہ عمل کو ''خلع'' سے تعبیر کرنا انتہائی موزوں اور مناسب ہے۔(٣)

خلع کی اصطلاحی تعریف:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع أو في معناه".

---

(١) الترمذي، أبواب الرضاع والطلاق، باب ما جاء في المختلعات: ١/٣٥٥

(٢) حاشية ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ٥/٨٣، ٨٤

(٣) البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الخلع: ٤/١١٨، ١١٩

خلع یا خلع کے ہم معنیٰ الفاظ کے ذریعے ملکِ نکاح کو زائل کر دینا خلع ہے، اس حال میں کہ یہ ازالہ عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ تعریف زیادہ مناسب اور جامع ہے۔(۱)

باب سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱)خلع......تعریف گزر گئی۔

(۲)مختلعة......شوہر سے خود کو خلع کے ذریعے چھڑانے والی عورت۔

(۳)عوض یا بدلِ خلع: وہ مال یا حق جس کے ذریعے عورت خود کو شوہر سے چھڑا لے۔

خلع سے ملتی جلتی دیگر فقہی اصطلاحات:

(۱)صلح......صلح وہ عقد ہے جس کے ذریعے نزاع ختم کیا جائے۔صلح خلع سے عام ہے، بعض اوقات زوجین کے مابین صلح تو ہو جاتی ہے، لیکن وہ خلع نہیں ہوتا۔

(۲)طلاق......خلع بھی حنفیہ کے ہاں طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۳)فسخ......فسخ کا معنی کسی عقد کو بالکل کھول دینا اور ختم کر دینا ہے۔حنفیہ کے ہاں خلع طلاقِ بائن ہے، ائمہ ثلاثہ کے ہاں فسخ ہے۔

(۴)فدیہ......فدیہ وہ مال ہوتا ہے، جس کے ذریعے کسی قید سے خلاصی حاصل کی جائے۔فدیہ اور خلع معنی اور مقصد کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔(۲)

خلع کی مشروعیت:

خلع کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾(۳)

اگر زوجین اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کو قائم رکھنے کے سلسلے میں اندیشہ مند ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں کہ عورت کچھ دے کر رہائی حاصل کر لے۔احادیث میں بھی حضرت ثابت بن قیسؓ کی اہلیہ کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے کہ

(۱) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۸۳-۸۷، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۴/۱۱۸، ۱۱۹

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة خلع: ۱۹/۲۳۶

(۳) البقرة: ۲۲۹

ان کی بیوی نے مہر میں وصول کیا ہوا باغ شوہر کو واپس کر کے خلع حاصل کیا۔(۱)

اور اس کی مشروعیت پر صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر اب تک پوری امت کا اجماع واتفاق ہے۔(۲)

مختلف حالات میں خلع کے احکام:

(۱)......اگر میاں بیوی کے مابین ازدواجی زندگی کا نباہ ممکن ہو تو بلاضرورت خلع کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بلاضرورت طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورتوں پر جنت کو حرام قرار دیا ہے۔(۳)

علامہ ابن قدامہ نے اس صورت میں خلع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

(۲) اگر شوہر کی طرف سے ظلم وزیادتی نہ ہو، لیکن عورت کو طبعی طور پر (کسی بھی وجہ سے) اس سے نفرت ہو اور وہ اس بات سے ڈر رہی ہو کہ کہیں شوہر کی حق تلفی نہ ہو جائے تو ایسی صورت میں عورت کے لیے مطالبۂ خلع جائز ہے۔

(۳) اگر شوہر بیوی پر ظلم وستم اس لیے کر رہا ہو کہ عورت مہر دے کر طلاق لینے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں خلع ائمہ ثلاثہ کے ہاں باطل ہے اور عوض مردود اور خبیث ہے۔ حنفیہ کے ہاں عقد درست ہے اور عوض لازم ہے، تاہم شوہر اپنے اس فعل کی وجہ سے سخت گنہ گار اور عاصی ہے۔(۴)

خلع کی بنیادی قسمیں:

بنیادی طور پر خلع کی دو قسمیں ہیں: (۱) بغیر عوض کے خلع (۲) کسی عوض کے بدلے خلع

(۱) بغیر عوض کے خلع:

بغیر عوض کے خلع کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کسی عوض کا تذکرہ کیے بغیر بیوی سے یہ کہہ دے کہ: ''میں نے تجھ سے خلع کر دیا''۔ حنفیہ کے ہاں عوض کا تذکرہ کیے بغیر خلع کا لفظ کنایات میں سے ہے، لہٰذا اگر اس سے ایک یا دو طلاق کی نیت ہو تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت ہو تو تینوں طلاق واقع ہوں گی اور اگر کوئی شوہر یہ کہے کہ میں نے خلع (بلاعوض) کے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی، بشرطیکہ میاں بیوی کے مابین

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في الخلع: ۳۲۱/۱

(۲) حاشية على ردالمختار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۸٤/٥، المغنى، كتاب الخلع، مسئله نمبر(٥٧٤٦)، ۱۷٤/۸، ۱۷٥

(۳) الجامع للترمذي، أبواب الرضاع والطلاق، باب ماجاء في المختلعات: ۳٥٥/۱

(٤) المغنى مع الشرح الكبير، كتاب الخلع، مسئله نمبر(٤٧٤٦_٤٧٥١)، ص: ۱۷٤/۸_۱۷۹

غصے اور مذاکرۂ طلاق کی حالت نہ ہو۔(١)

(٢) کسی عوض کے بدلے خلع:

یہ وہ خلع ہے جس میں شوہر خلع کا تذکرہ کرتے وقت عوض کا بھی تذکرہ کرے۔ خلع کا لفظ اگر چہ لغت میں ان دونوں اقسام کے لیے بولا جاتا ہے، تاہم قسم ثانی کے لیے یہ حقیقتِ عرفیہ اور شرعیہ بن گئی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کو خلع کرنے کا وکیل بنادے اور اس نے بلاعوض کے خلع کیا تو یہ خلع درست نہیں۔

خلع کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟

حنفیہ کے ہاں خلع طلاقِ بائن ہے، جب کہ امام شافعیؒ واحمدؒ کے ایک قول میں یہ فسخ نکاح ہے۔ ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں خلع کرنے کے بعد اگر شوہر اس بیوی کو دوبارہ بسالے تو اس کو مزید دو طلاقوں کا حق حاصل ہوگا، جب کہ دوسرے فقہا کے ہاں تینوں طلاقوں کا حق اب بھی اس کو حاصل ہوگا۔(٢)

خلع کی کیفیت اور صفت:

خلع کی دو صفتیں ہیں:

(١) خلع طلاقِ بائن ہے، اس لیے کہ اولاً خلع الفاظ کنایات میں سے ہے، ثانیاً خلع طلاق بالمال ہے، ثالثاً یہ کہ اس کے ذریعے بیوی خود کو چھڑانا چاہتی ہے اور طلاق رجعی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

(٢) خلع شوہر کی جانب سے یمین اور "تعلیق الطلاق بشرط" ہے، اس لیے کہ شوہر نے طلاق کو عوض پر معلق کر دیا ہے، لہٰذا اگر شوہر عقدِ خلع میں ایجاب کر کے یہ کہے کہ: "میں نے تجھ سے ایک ہزار درہم پر خلع کیا" تو شوہر کی طرف سے اس پر مندرجہ ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

(١) شوہر اس قول سے رجوع کر سکے گا اور نہ ہی اس کو فسخ کر سکتا ہے۔

(٢) عورت کو مذکورہ ایجاب کے قبول کرنے سے نہیں روک سکتا۔

(٣) عورت کے قبول کرنے سے پہلے اگر شوہر مجلس سے اٹھ جائے تو ایجاب باطل نہ ہوگا یعنی مجلس سے اٹھنا بے فائدہ ہے

(٤) ایجاب کے وقت عورت کا مجلس میں حاضر ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر وہ کسی اور جگہ ہو اور اس کو خلع کا یہ ایجاب پہنچ

(١) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في ما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ٤/٣١١، ٣١٢

(٢) بدائع الصنائع حواله بالا، المغني، كتاب الخلع، مسألة نمبر ٥٧٥٥: ٨/١٨١

جائے تو وہ اسی مجلسِ خبر میں قبول کر سکتی ہے، البتہ اس کے بعد قبول نہیں کر سکتی۔

(۵) شوہر خلع کو کسی وقت کی طرف مضاف کر سکتا ہے اور کسی شرط کے ساتھ مشروط بھی کر سکتا ہے، چنانچہ عورت کو مقررہ وقت یا لگائی گئی شرط کے پائے جانے کے بعد قبول کا حق ہوگا۔

(٦) شوہر اگر اپنے لیے شرطِ خیار لگا دے تو شرط درست نہیں اور عورت کے قبول کرنے سے خلع درست ہو جائے گا۔

اس کے برعکس خلع بیوی کی جانب سے معاوضہ مالی ہے، لہٰذا اس پر معاوضہ مالی کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ اگر بیوی کی طرف سے عقدِ خلع کا ایجاب ہو جائے کہ ''میں خلع کے ذریعے اپنے آپ کو ہزار درہم کے بدلے آپ سے چھڑانا چاہتی ہوں'' تو اس پر درج ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

(۱) شوہر کے قبول کرنے سے پہلے پہلے وہ اس سے رجوع کر سکتی ہے۔

(۲) عورت یا مرد میں سے کسی ایک کے بھی مجلس سے اٹھنے سے ایجاب باطل ہو جائے گا۔

(۳) یہ ایجاب مجلسِ عقد کے علاوہ وقت تک دراز نہیں ہو سکتا، لہٰذا غائب شوہر کو خبر پہنچنے کے باوجود وہ قبول نہیں کر سکے گا

(۴) اگر شوہر بیوی کے لیے تین دن کا شرطِ خیار لگا دے تو امام ابو حنیفہ کے ہاں پھر عورت کے لیے تین دن تک قبول کرنے کی گنجائش ہے۔(۱)

خلع کا رکن:

دوسرے معاملات کی طرح خلع کا رکن بھی ایجاب وقبول ہے، البتہ یہ رکن خلع بالمال یا خلع بالعوض کے لیے ہے۔ اگر خلع سے مراد لفظِ کنائی ہو اور عوض کا تذکرہ اس میں نہ ہو تو قبول کے بغیر بھی شوہر کی نیت سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

عام علمائے کرام کے ہاں خلع کے جواز کے لیے سلطان یا قاضی کی موجودگی شرط نہیں، بلکہ زوجین خود بھی باہم یہ معاملہ کر سکتے ہیں۔(۲)

خلع کا صیغہ:

خلع کا صیغہ بھی نکاح کی طرح یا تو دونوں جانب سے ماضی کا ہوگا یا ایک طرف سے امر اور دوسری طرف سے ماضی کا ہوگا، تاہم یہ یاد رہے کہ امر یا استفہام کے جواب میں جو قبول ذکر کیا جاتا ہے، اگر اس میں کوئی نئی بات ذکر کی

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في ما برجع إلى المرأة في الطلاق: ٣١٣/٤-٣١٤

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في ما برجع إلى المرأة في الطلاق: ٣١٥/٤

جائے تو یہ از سرِ نو ایجاب بن جاتا ہے، لہٰذا فریقِ آخر پر قبول کرنا واجب ہوگا۔(۱)

خلع کے الفاظ:

حنفیہ کے نزدیک خلع کے لیے پانچ الفاظ ہیں: خلع، بینونۃ، بیع، شرا اور مباراۃ، مثلاً شوہر یوں کہے: ''خالعتك بكذا'' میں نے تم سے اتنی رقم پر خلع کیا یا ''بائنتك بكذا'' میں نے اتنی رقم پر تجھ سے جدائی اختیار کی، یا ''بعت منك نفسك او طلاقك بكذا'' میں نے تم کو یا تیری طلاق کو تمہارے ہاتھوں اتنے پر فروخت کیا یا ''اشتریت منك بكذا'' میں نے تجھ سے اپنی طلاق اتنی رقم میں خریدی۔(۲)

بدل خلع کا وجوب:

بدل خلع، یعنی عوض کے واجب ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ ایجاب کے بعد فریقِ آخر اس کو قبول کر لے۔ ایجاب چاہے مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے، فریقِ آخر کے لیے اس کا قبول کرنا ضروری ہے۔(۳)

بدلِ خلع کون سی چیزیں بن سکتی ہیں؟

حنفیہ کے ہاں جس چیز کو مہر بنایا جا سکتا ہے، اس کو خلع کا معاوضہ بھی بنایا جا سکتا ہے، تاہم ہر وہ چیز جو بدلِ خلع بن سکتی ہے، وہ نکاح میں مہر نہیں بن سکتا، اس لیے کہ خلع کے باب میں ذرا وسعت اور سہولت موجود ہے، مثلاً کوئی شخص ایسی چیز کو بدل خلع بنائے جو شریعت کے ہاں مال نہیں ہے، جیسے: شراب، خنزیر وغیرہ تو عورت پر طلاق تو واقع ہو جائے گی، مگر مقررہ چیز یا اس کے بدلے کوئی قیمت وغیرہ ادا کرنا بیوی کے ذمے واجب نہیں ہوگا۔

اسی طرح مہر کے برعکس بدل خلع میں معمولی جہالت کی بھی گنجائش ہے، مثلاً جانور کے پیٹ میں موجود بچے یا تھنوں میں موجود دودھ یا بھاگے ہوئے غلام کو بدل خلع میں ذکر کرنا درست ہے، مگر ان اشیا کو مہر بنانا بالکل ناجائز ہے اور مہر مثل واجب ہوگا۔(۴)

خلع کے عوض کو مرد یا عورت یا کسی اجنبی کے فیصلے پر موقوف کرنا بھی درست ہے، تاہم اگر ان میں سے کوئی بھی

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في ما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ٤/٣١٥

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب ألفاظ الخلع خمسة: ٥/٩١

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في ما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ٤/٣١٨

(٤) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في ما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ٤/٣١٨-٣٢٠، الفتاوى الهندية، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع، الفصل الثاني في ما جاز أن يكون بدلاً عن الخلع وما لا يجوز: ١/٤٩٤

مہر سے زیادہ پر فیصلہ کردے تو عورت کی اجازت کے بغیر یہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اور اگر مہر سے کم پر فیصلہ کرے تو مرد کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوگا۔(۱)

بدلِ خلع کی مقدار:

اگر زیادتی اور ظلم وجبر خود مرد کی طرف سے ہو اور عورت تنگ آکر خلع کا مطالبہ کردے تو اس صورت میں شوہر کے لیے طلاق کا معاوضہ لینا حرام ہے، تاہم یہ دیانتاً ہے۔ اگر وہ لے لے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور کوئی اس عوض کو اس سے واپس لینے کا حق دار نہیں، اس لیے کہ اس نے اپنا حق (عورت سے انتفاع کا حق) عوض کے بدلے ساقط کردیا اور عورت خود اس پر راضی تھی۔

البتہ اگر عورت کی طرف سے نافرمانی اور زیادتی ہو تو ایسی صورت میں طلاق کے عوض کوئی بھی چیز لینا مباح اور جائز ہے، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ جو مہر ادا کیا ہے، اس سے زیادہ بھی لے سکتا ہے یا اتنی ہی مقدار واجب ہوگی؟ تو اس سلسلے میں حنفیہ سے دونوں اقوال منقول ہیں۔ بعض کے ہاں مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے، جب کہ بعض کے ہاں بلا کراہت جائز ہے، اس لیے کہ خود عورت اپنی مرضی سے دے رہی ہے، لہٰذا اس میں کراہت کی گنجائش نہیں۔(۲)

خلع کا حکم:

حنفیہ کے ہاں خلع چونکہ طلاقِ بائن ہے، اس لیے اس کے کچھ احکام تو بالکل وہی ہیں جو طلاقِ بائن کے ہیں، البتہ بعض احکام خلع کے ساتھ خاص ہیں۔ یہاں پر ان خاص احکام کا تذکرہ مقصود ہے۔

(۱) اگر خلع بلاعوض ہو اور خلع کے الفاظ سے شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی اور مہر وغیرہ ساقط نہیں ہوگا۔

(۲) اگر خلع کسی عوض کے بدلے ہو تو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱)......خلع مہر کے بدلے ہو اور شوہر نے ابھی تک مہر ادا نہیں کیا ہو تو خلع کی وجہ سے شوہر سے مہر ساقط ہوجائے گا۔ اسی طرح وہ نفقہ بھی شوہر سے ساقط ہوجائے گا جو گزشتہ اوقات میں شوہر کے ذمے رہ گیا تھا جس کو فقہا

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع،الفصل الثاني في ماجاز أن يكون بدلاً عن الخلع وما لا يجوز:۱/٤٩٥،بدائع الصنائع، كتاب الطلاق،فصل في مايرجع إلى المرأة في الطلاق:٤/۳۲۲،۳۲۳

(۲) بدائع الصنائع حواله بالا:٤/۳۲۲۔۳۲٥،الفتاوی الهندية الباب الثامن في الخلع ومافي حكمه، الفصل الأول في شرائطه:۱/٤٨٨

"النفقة الماضية" سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی خلع کی وجہ سے شوہران تمام حقوق واجب سے بری ہو جاتا ہے جو نکاح کی وجہ سے واجب تھے۔

(۲) خلع مہر کے بدلے ہو اور شوہر نے مہر ادا کیا ہو تو خلع کی وجہ سے بیوی اس مہر کو واپس کر دے گی۔

(۳) خلع مہر کے علاوہ کسی اور مال کے بدلے ہو، مثلاً ہزار درہم یا کسی زمین کے بدلے ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہی اشیا واجب ہوں گے، تاہم اگر شوہر نے ابھی تک عورت کا مہر بھی ادا نہ کیا ہو تو وہ مہر سے بھی بری ہو جائے گا اور نفقہ ماضیہ سے بھی، چاہے اس نے مذکورہ عورت سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اگر شوہر نے مہر ادا کیا ہو تو اب وہ مہر عورت ہی کا ہے۔ شوہر اس سے رجوع نہیں کر سکتا ہے، چاہے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔(۱)

سکنیٰ یا حضانت کو بدلِ خلع بنانا:

اصول یہ ہے کہ خلع میں عورت ہر اس حق سے دست بردار ہو سکتی ہے جو اس کا ذاتی حق ہو، تاہم اگر کوئی حق ایسا ہو جس سے عورت کے علاوہ کسی دوسرے کا حق بھی متعلق ہو تو اس کے بدلے خلع کرنا یا اس سے دست بردار ہونا جائز نہیں۔ ان حقوق میں سے سکنیٰ بھی ہے، اس لیے کہ سکنیٰ عورت کی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے، جس طرح ارشاد خداوندی ہے۔

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْم بُيُوْتِهِنَّ وَلَايَخْرُجْنَ اِلَّآاَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾(۲)

البتہ اگر عورت یوں کہے کہ: "وہ شوہر کی طرف سے سکنیٰ کے کرائے کی ذمہ دار ہوگی" تو اب یہ شرط معتبر ہوگی۔

اسی طرح بچوں کے حق پرورش یعنی حضانت کے بدلے خلع کرنا بھی درست نہیں، اس لیے کہ حضانت صرف عورت کا حق نہیں، بلکہ بچے کا بھی حق ہے، لہٰذا مذکورہ اشیا کے عوض خلع کرنے سے طلاقِ بائن تو واقع ہو جائے گی، لیکن مذکورہ اشیا ساقط نہیں ہوں گے۔ مذکورہ مسائل سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نکاح کی طرح خلع میں بھی شرطِ فاسد لگانے سے خود یہ شرطِ فاسد ساقط ہو جاتی ہے اور خلع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في حکم الخلع: ٤/٣٢٧، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ٥/١٠٦

(۲) الطلاق: ١

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في حکم الخلع: ٤/٣٢٧، فتاوی قاضي خان علی هامش الهندیة، کتاب الطلاق، باب الخلع: ١/٥٣٧، المبسوط، کتاب الطلاق، باب الولد عند من یکون في الفرقة: ٦/١٦٩، وباب الخلع: ٦/١٧٢، ١٧٣

خلع اور مبارات:

امام ابوحنیفہؒ کے ہاں خلع اور مبارات دونوں ایک ہی حکم میں ہیں، لہٰذا خلع (مخصوص پانچ الفاظ میں سے جس لفظ کے ساتھ بھی ہو) اور مبارات دونوں کے ذریعے میاں بیوی ایک دوسرے کے ان تمام حقوق سے بری ہو جاتے ہیں جو حقوق اس نکاح کی وجہ سے ان کے ذمہ واجب تھے۔(۱)

خلع اور طلاق بالمال:

خلع اور طلاق بالمال میں دو باتیں مشترک ہیں۔

(۱) دونوں کے ذریعے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

(۲) دونوں میں طلاق کے بدلے عوض وصول کیا جاتا ہے۔(۲)

تاہم دونوں کے مابین درج ذیل امور میں فرق پایا جاتا ہے۔

(۱) خلع اور مبارات کے ذریعے زوجین تمام حقوق سے بری ہو جاتے ہیں۔ طلاق بالمال میں بالاتفاق ایسا نہیں ہوتا، بلکہ صرف مقررہ مال لازم ہوتا ہے۔(۳)

(۲) خلع میں اگر عوض اور بدل خلع باطل ہو جائے (مثلاً خمر یا خنزیر کے بدلے خلع ہو جائے) تو شوہر کے لیے اگرچہ کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، لیکن طلاق تب بھی بائن واقع ہوگی، بخلاف طلاق بالمال کے، اس لیے کہ طلاق بالمال میں اگر عوض باطل ہو جائے تو طلاقِ رجعی واقع ہوگی، نہ کہ طلاقِ بائن۔(۴)

خلع کا وقت:

خلع میں وقت کی کوئی قید نہیں، حالتِ حیض یا ایسے طہر جس میں بیوی سے صحبت کر چکا ہو، میں بھی بلاکراہت خلع کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ خلع میں تطویل عدت، رجوع اور ضرر وغیرہ کی طرف نہیں دیکھا جاتا، بلکہ مقصود میاں بیوی کے مابین فوری جدائی اور علیحدگی ہوتی ہے۔(۵)

---

(۱) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع:۵/۱۰۳۔۱۰۶، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في حکم الخلع:۶/۳۲۶۔(۲) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع:۵/۹۱، ۹۲، بدائع الصنائع، فصل في الطلاق علی مال:۴/۳۲۸(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في حکم الخلع:۴/۳۲۶

(٤) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في الطلاق علیٰ مال:٤/۳۲۸

(٥) الموسوعة الفقهية نقلاً عن المغني وشرح المهذب، مادة خلع:۱۹/۲٤٤

مسائل الخلع

(خلع کے مسائل کا بیان)

اسلام میں خلع کا تصور

سوال نمبر(225):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں خلع کا تصور کیا ہے؟ بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ، زوجین کا باہمی تعلق اور پردہ وحیا ہمیشہ باقی رہے اور اس کے توڑنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ جہاں کہیں کسی مسئلہ پر باہمی نزاع اور اختلاف پیدا ہو جائے، وہاں پر افہام وتفہیم اور سمجھ بوجھ کے ساتھ صلح کرنے کی ہدایات موجود ہیں، لیکن بسا اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ اصلاح کی بھرپور سعی بھی ناکام ہو جاتی ہے اور آپس میں گھل مل کر بیٹھنا اور رہنا عذاب بن کر زندگی اجیرن بن جاتی ہے، ایسی صورت میں ایک طرف اگر شریعت نے خاوند کو طلاق کا راستہ دیا ہے تو عورت کو بھی حقوق نہ ملنے کی صورت میں اپنے شوہر کے بے جا ظلم وستم سے نجات پانے کے لیے یہ گنجائش دے رکھی ہے کہ وہ خاوند کو کچھ رقم پر راضی کر کے خلع کرائے اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو آزاد کر لے یا حاکم شرعی کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرے۔

والدّليل على ذلك:

إذاتشاق الزوجان، وخافاأن لايقيماحدود الله، فلا بأس بأن تفتديَ نفسها منه بمال يخلعهابه؛ فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال.(١)

ترجمہ: جب میاں بیوی میں اختلافات پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے (خاوند مال پر اس بیوی کے ساتھ خلع کر لے) جب یہ دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے مرد کے لیے مال لازم ہو جائے گا۔

❁❁❁

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع: ١/ ٤٨٨

خلع کے ارکان وشرائط

سوال نمبر(226):

خلع کے ارکان وشرائط بیان کیجیے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح کی طرح خلع ایجاب وقبول کے ذریعے ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر میاں بیوی میں سے ایک کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ ہو تو خلع درست نہ ہوگا۔ لہٰذا ایجاب وقبول خلع کے لیے رکن ہیں۔ اسی طرح طلاق کے جو شرائط ہیں وہ خلع کے بھی ہیں، یعنی عورت کا نکاح یا عدت میں ہونا ضروری ہے۔ تب خلع کر سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

الخلع إزالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع ...... وشرطه شرط الطلاق، وحكمهٗ وقوع الطلاق البائن. (١)

ترجمہ: خلع بدل کے ذریعے لفظِ خلع سے ملکِ نکاح کو زائل کرنے کا نام ہے۔۔۔۔۔۔ اور خلع کے لیے وہ شرائط ہیں جو کہ طلاق کے لیے شرائط ہیں اور خلع کا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

❁❁❁

خلع طلاق ہے یا فسخِ نکاح

سوال نمبر(227):

خلع طلاق ہے یا فسخِ نکاح؟ اور کیا خلع کے بعد زوجین باہم رجوع کر سکتے ہیں؟

بیّنوا تؤجروا

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع: ١/ ٤٨٨

الجواب وباللہ التوفیق:

خلع کے حکم میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔احناف کے ہاں خلع طلاقِ بائن ہے اور شوافع کے ہاں فسخِ نکاح ہے۔یہی وجہ ہے کہ احناف کے ہاں اگر خلع کی عدت میں شوہر اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور شوافع کے ہاں واقع نہیں ہوگی۔تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ خلع کے بعد شوہر رجوع نہیں کرسکتا البتہ اگر زوجین آپس میں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔یہ بھی واضح رہے کہ اس نکاح میں ایجاب و قبول کے ساتھ گواہان اور مہر کا ہونا ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

قال علماؤنا: الخلع طلاق بائن ينتقص به عدد الطلاق، وقال الشافعيؒ: فسخ لاينتقص عدد الطلاق به...... و تظهر ثمرة الاختلاف فيماإذا طلّقها في عدّة الخلع تطليقة رجعية عندناتقع، وعند الشافعي لا تقع......وأجمعوا على أنه لا يحل له وطوها إلا بنكاحٍ جديد. (١)

ترجمہ: ہمارے علمائے کرام (احناف) فرماتے ہیں کہ خلع طلاق بائن ہے جو عددِ طلاق کو گھٹاتا ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خلع فسخ نکاح ہے،اس کے ساتھ عدد طلاق کم نہیں ہوتا۔۔۔۔ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر خاوند نے عدتِ خلع میں بیوی کو طلاقِ رجعی دے دی تو احناف کے ہاں یہ طلاق واقع ہوتی ہے اور شوافع کے ہاں واقع نہیں ہوتی۔۔۔۔البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس خاوند کے لیے پھر جماع حلال نہیں،جب تک کہ وہ نکاحِ جدید نہ کرلے۔

بدل خلع ادا نہ ہونے کی صورت میں وقوعِ طلاق

سوال نمبر(228):

اگر خلع کرنے کی صورت میں خاوند کو بیوی کی طرف سے وہ رقم نہ ملے جو عقدِ خلع میں طے ہوئی تھی تو طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟اور اس کو بیوی سے مذکورہ رقم لینے کا کیا طریقہ ہے؟

بیّنوا تؤجروا

(١) الفتاوى التاتارخانية،كتاب الطلاق،الفصل السادس عشر في الخلع:٣/٣٢٣

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہی حوالے سے خلع ایجاب وقبول سے عبارت ہے، مثلاً: بیوی شوہر سے یوں کہے کہ:'' اتنے مال کے بدلے مجھ سے خلع کرو''اور شوہر کہہ دے کہ:'' ٹھیک ہے'' تو اس سے خلع واقع ہو کر عورت کو ایک طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے، میاں بیوی کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے اور عورت کے ذمے شوہر کے لیے مال لازم ہو جاتا ہے۔ جہاں تک مال حوالہ نہ کرنے کا تعلق ہے تو یہ بات طلاق سے مانع نہیں ہو سکتی، بلکہ طلاق واقع ہو کر مال عورت کے ذمہ دین ہوگا جس کی ادائیگی اس پر لازم ہے اور انکار کی صورت میں شوہر عدالت سے رجوع کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

وأما ركنه: فهو الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوضٍ، فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول.(١)

ترجمہ: خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے طلاق پر عقد کرنا ہے چنانچہ قبول کے بغیر نہ فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ عوض کا مستحق بنتا ہے۔

مبارات کی حقیقت

سوال نمبر(229):

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ:'' تم میرے گھر پر رہو، میں تمہارے ساتھ ازدواجی تعلقات سے بری ہوں اور میں تیرا برائے نام خاوند ہوں'' بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ مبارات ہے۔ امداد الفتاوی، فتاوی عزیزیہ اور فتاوی رحیمیہ میں ''المباراة کالخلع'' مذکور ہے۔ کیا مندرجہ بالا گفتگو فارغ خطی کے معنی میں ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ازروئے شریعت ''مبارات یا فارغ خطی'' میں میاں بیوی کے جملہ حقوقِ زوجیت ایک دوسرے سے منقطع ہو جاتے ہیں اور میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کو حقوق کے بارے میں بری کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مبارات

(١) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ٤/ ٣١٥

تو خلع کے حکم میں شمار ہوگی اور طلاق بائن کا موجب ہونے کی بنا پر دوبارہ ازدواجی زندگی شروع کرنے کے لیے سوائے تجدیدِ نکاح کے اور کوئی چارہ نہیں۔اس کے متعلق مذکورہ فتاوٰوں کے اقوال درست ہیں،لیکن جہاں تک صورتِ مسؤلہ کا تعلق ہے تو اس میں خاوند نے جماع سے برائت کا اعلان تو کیا ہے،لیکن ساتھ ساتھ نفقہ وغیرہ کی استثنا بھی موجود ہے۔ ''اور میں تیرا برائے نام خاوند ہوں''اس جملے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔اسی طرح اس جملے میں قسم نہ ہونے کی وجہ سے ایلا پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا۔علاوہ ازیں مباراۃ میں مہر،نفقہ سمیت جملہ حقوقِ زوجیت سے برائت ضروری ہے۔ان وجوہات کی بنا پر مذکورہ جملہ کو مبارات یا فارغ خطی کے زمرہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

والمباراۃ کالخلع ، کلاھمایسقطان کلّ حقّ لکلّ واحدٍ من الزوجین علی الاٰخر مِمّا یتعلّق بالنکاح. (١)

ترجمہ: اور مبارات خلع کی مانند ہے،نکاح سے متعلق جو حقوق زوجین کے ایک دوسرے پر ہیں،یہ دونوں ان حقوق کو ساقط کردیتے ہیں۔

ولوقال لامرأته أنابريء من ثلاث تطليقاتك، قال بعضهم يقع الطلاق إذا نوى، وقال بعضهم لايكون طلاقاً وإن نوى، وهو الظاهر.(٢)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ:''میں تیری تین طلاقوں سے بری ہوں''تو بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو یہ واقع ہوئی اور بعض فرماتے ہیں اگرچہ نیت بھی کی ہو،طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے۔

❁❁❁

مہر سے زیادہ رقم پر خلع کرنا

سوال نمبر(230):

زید کی شادی ایک لاکھ روپے مہر کے عوض ہوئی تھی،بیوی زید کے عقدِ نکاح سے رہائی حاصل کرنا چاہتی ہے، لیکن عقدِ خلع میں جو رقم مقرر کی گئی ہے،وہ مہر مقررہ سے زیادہ ہے۔کیا عقدِ خلع کی رقم مہر کی رقم سے زیادہ مقرر کرنا جائز ہے؟

(١)الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع:٢/ ٤١٦

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق:١/ ٣٧٦

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

خلع ایک مالی معاملہ ہے جوزوجین کی رضامندی پر موقوف ہے،خواہ وہ مہر معاف کرنے کی صورت میں ہو یا دیگر مالی معاوضات پر ہو،لیکن واضح رہے کہ اگر نکاح ختم کرنے میں قصور مرد کی طرف سے ہوتو دیانۃً عورت سے مال لینا صحیح نہیں،ہاں اگر قصور عورت کا ہوتو اس صورت میں مقدار مہر تک مال لینا چاہیے،مہر سے زیادہ لینا مناسب نہیں،اگرچہ قضاءً زیادہ لینا بھی جائز ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إن كان النشوز من قبل الزوج، فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع، و هذا في حكم الديانة...... وإن كان النشوز من قبلها، كرهنا أن يأخذ أكثر ممّا أعطاها من المهر،و لكن مع هذا يجوز أخذ الزيادة في القضاء.(١)

ترجمہ:

اگر نافرمانی شوہر کی طرف سے ہوتو خلع کرنے پر شوہر کے لیے دیانۃً عوض میں کوئی چیز لینا جائز نہیں۔۔۔۔ اوراگر عورت کی طرف سے نافرمانی ہوتو شوہر کے لیے مہر سے زیادہ رقم وصول کرنا ہمارے ہاں مکروہ ہے،تاہم قضاءً مہر سے زیادہ لینا بھی جائز ہے۔

مال کے بدلے نکاح ختم کرنا

سوال نمبر(231):

ایک آدمی نے عورت سے نکاح کیا۔کچھ عرصہ بعد گھریلو ناچاقی کی بنا پر عورت خاوند سے ناراض ہوئی۔ چنانچہ خاوند نے دوسری شادی کی اور بیوی کو گھر سے نکال کر سسرال بھیج دیا۔اب شوہر نہ اس کے نان نفقہ کا بندوبست کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔وہ اس شرط پر راضی ہے کہ بیوی طلاق کے بدلے کچھ رقم دے۔کیا کوئی عورت شرعی اعتبار سے رقم کے عوض جان چھڑا سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثامن في الخلع:١/٤٨٨

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق مقرر کیے ہیں، ان حقوق کی پاس داری کرتے ہوئے وہ دونوں خوش گوار زندگی بسر کرسکتے ہیں، تاہم اگر طبائع مختلف ہونے کی وجہ سے تعلقات کا استوار رکھنا مشکل ہو اور فساد کا خطرہ ہو تو شریعت نے خاوند کے لیے طلاق اور عورت کے لیے خلع کی صورت نکالی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر باہمی تعلق اور ازدواجی زندگی برقرار رکھنا مشکل ہو تو عورت خاوند کو کچھ عوض دے کر خلع کرکے نکاح سے جان چھڑا سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذاتشاق الزوجان، وخافاأن لايقيماحدود الله، فلا بأس بأن تفتديَ نفسها منه بمال يخلعهابه، فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال.(١)

ترجمہ: جب میاں بیوی کا آپس میں اختلاف پیدا ہوجائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑالے، یعنی خاوند مال پر اس بیوی کے ساتھ خلع کرلے، جب دونوں یہ کام کرلیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور عورت کے ذمے (مرد کے لیے) مال لازم ہوجائے گا۔

❁❁❁

گونگے شخص سے شادی کے بعد خلع کرنا

سوال نمبر(232):

ایک عورت نے گونگے مرد سے شادی کی ہے۔ اب وہ اس کے ساتھ خوش نہیں اور چاہتی ہے کہ وہ اس نکاح سے آزاد ہوکر کسی اور شخص کے ساتھ شادی کرے۔ کیا شریعت میں ایسے شوہر سے چھٹکارا پانے کی کوئی تدبیر ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ نے زوجین کے آپس میں خوش گوار زندگی گزارنے اور باہمی ہمدردی اور صلح وآشتی کا درس دیا ہے، اس لیے شریعت حتی الامکان طلاق دینے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے، تاہم اگر کسی وجہ سے آپس میں خوشی اور سکون

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع: ١/٤٨٨

سے رہنا ناممکن ہوتو ایسی صورت میں جہاں شریعت نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، وہاں عورت کو خاوند سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کسی عوض کے ذریعے اس کو راضی کر کے اس سے خلع حاصل کر کے اپنے آپ کو آزاد کرانے کا حق دیا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس عورت کے لیے اس گونگے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو تو وہ اُس کو مہر معاف کرنے یا اس کے علاوہ مال دینے پر راضی کر کے خلع کر لے۔ یوں عقدِ نکاح سے اپنے آپ کو آزاد کرا سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذاتشاق الزوجان، وخافاأن لایقیماحدود اللّٰہ، فلا بأس بأن تفتديَ نفسهامنه بمال يخلعهابه فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال.(١)

ترجمہ: جب میاں بیوی کا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے، یعنی خاوند مال پر اس بیوی کے ساتھ خلع کر لے، جب دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے (مرد کے لیے) مال لازم ہو جائے گا۔

❁❁❁

مہر اور شادی کے خرچہ کے بدلے میں خلع کرنا

سوال نمبر (233):

ایک شخص اپنی بیوی سے خلع کرنا چاہتا ہے، لیکن عقدِ خلع میں جو رقم مقرر کی ہے، وہ شادی کا خرچہ اور مہر ہے یعنی شادی کے اخراجات پر جو رقم خرچ کی گئی تھی اور جو مال مہر میں دیا تھا، یہ سب کچھ بدلِ خلع قرار پایا ہے۔ کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر خاوند اور بیوی کے درمیان کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں کے لیے ازدواجی تعلق برقرار رکھنا مشکل ہو جائے تو شریعتِ مطہرہ خاوند کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اس سے دونوں جدا ہو جائیں گے یا عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور خاوند چاہتا ہے کہ وہ طلاق کے عوض اس سے کچھ وصول کرے تو بیوی خاوند سے خلع

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع: ١/ ٤٨٨

کرلے اور دونوں باہمی رضامندی سے ایک عوض پر متفق ہو جائیں۔اس خلع سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔عوض کے لیے شریعت میں کوئی خاص مقدار متعین نہیں۔خاوند اور بیوی جس مقدار پر بھی راضی ہو کر خلع کرلیں تو عورت آزاد ہو جائے گی،البتہ اگر ظلم وزیادتی خاوند کی جانب سے ہو تو خاوند کے لیے عوض وصول کرنا مکروہ ہے اور اگر عورت نافرمان اور بدچلن ہو تو پھر حق مہر کی مقدار میں عوض مقرر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا مناسب نہیں ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

إن كان النشوز من قبل الزوج، فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع، و هذا في حكم الديانة......وإن كان النشوز من قبلها كرهنا أن يأخذ أكثر ممّا أعطاها من المهر،و لكن مع هذا يجوز أخذ الزيادة قضاءً.(١)

ترجمہ:اگر نافرمانی شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کرنے پر شوہر کے لیے دیا ہوا عوض میں کوئی چیز لینا جائز نہیں۔۔۔۔اور اگر عورت کی طرف سے نافرمانی ہو تو شوہر کے لیے مہر سے زیادہ رقم وصول کرنا مکروہ ہے،لیکن قضاءً مہر سے زیادہ لینا بھی جائز ہے۔

❁❁❁

شریعت کی طرف سے عورت کو خلع کا حق

سوال نمبر(234):

بیوی نے کئی مرتبہ مجھے خلع کی پیش کش کی ہے اور وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی،حالانکہ میں گھر کو آباد رکھنے کا متمنی ہوں،لیکن بیوی کا اس گھر میں جی نہیں لگتا۔کیا وہ ازخود خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے؟شرعی حکم کیا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ زوجین کو نکاح پر باقی رہنے اور آپس میں خوشگوار زندگی گزارنے کا درس دیتی ہے،لیکن کبھی زوجین کے درمیان ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں جن میں صلح کی تمام تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں،ایسی صورت میں شریعت نے جس طرح شوہر کو طلاق کا حق دیا ہے،اسی طرح بیوی کو حقوق نہ ملنے کی صورت میں شریعت نے اس کو خلع کا حق دیا ہے،لیکن خلع میں خاوند کی رضامندی ضروری ہے،اگر خاوند اپنی رضا سے خلع کے لیے تیار نہ ہو تو اس صورت میں

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثامن في الخلع:١/٤٨٨

خلع واقع نہ ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

وأما ركنه: فهو الإيجاب والقبول؛لأنه عقد على الطلاق بعوضٍ، فلا تقع الفرقة، ولا يستحق العوض بدون القبول.(١)

ترجمہ: خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے طلاق پر عقد کرنا ہے۔ چنانچہ قبول کے بغیر نہ فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ عوض کا مستحق بنتا ہے۔

(إذاتشاق الزوجان، وخافاأن لايقيماحدود الله، فلا بأس بأن تفتديَ نفسهامنه بمال يخلعهابه) لقوله تعالى: ﴿فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (فإذافعلا ذلك، وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال). (٢)

ترجمہ: جب میاں بیوی کے مابین اختلاف پیدا ہوجائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے، مال کے ذریعے اس سے خلع کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: ''تو ان دونوں کے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے'' جب یہ دونوں یہ کام کرلیں تو خلع سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی اور عورت کے ذمے مال لازم ہوجائے گا۔

❁❁❁

اختیارِ خلع مجلس کے اختتام تک

سوال نمبر(235):

میرے شوہر نے مجھے ایک طلاق دی۔ پھر ہم راضی ہوئے، کچھ مدت بعد ایک اور طلاق دی اور پھر ہم راضی ہوئے، پھر ایک مدت بعد مجھے غصہ آیا اور میں نے شوہر سے طلاق مانگ لی تو میرے شوہر نے جواب دیا کہ میں نے مہر کے بدلے میں خلع کیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک ماہ بعد میں نے خلع کو قبول کیا۔ اب میں بہت پریشان ہوں کہیں طلاق تو نہیں ہوئی؟ مجھے میرے مسئلے کا حل جلدی بتادیجیے؟ بیّنوا توجروا

(١) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق،فصل فيمايرجع إلى المرأة في الطلاق:٤/٣١٥

(٢) الهداية، الخلع ،٢/٤١٣

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت کی رُو سے خاوند کو تین طلاق کا حق حاصل ہے۔تین طلاق دینے کے بعد بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔نیز خلع بھی ایک طلاقِ بائن ہے۔اگر شوہر نے دو طلاقوں کے بعد خلع کی ہو،تب بھی بیوی بائنہ مغلظہ ہوتی ہے۔تاہم خلع ایک ایسا عقد ہے جس میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔خاوند کے الفاظ منہ سے نکالنے کے بعد اس وقت تک خلع منعقد نہیں ہوگا،جب تک بیوی اپنی رضامندی سے اس کو قبول نہ کرلے اور بیوی کو خلع قبول کرنے کا اختیار اسی مجلس کے اختتام تک ہوتا ہے جس مجلس میں اس کو خلع کا علم ہوا ہو،اس کے بعد اگر قبول کرلے تو خلع معتبر نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں خلع منعقد نہیں ہوا اور خاوند کو حسبِ سابق ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

هو إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع......فلا يصح رجوعه عنه قبل قبولها، ولا يصح شرط الخيار له، ولا يقتصر على المجلس، أي مجلسه، ويقتصر قبولها على مجلس علمها.(۱)

ترجمہ:

خلع لفظِ خلع کے ساتھ ملکِ نکاح کے زائل کرنے کا نام ہے جو کہ بیوی کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔۔۔۔اس لیے عورت کے قبول کرنے سے پہلے شوہر کا رجوع صحیح نہیں ہے اور شوہر کے لیے خیارِ شرط بھی صحیح نہیں اور نہ ہی یہ خلع شوہر کے مجلسِ ایجاب تک محدود ہوگا۔البتہ عورت کو جس مجلس میں علم ہو جائے عورت کا قبول کرنا اُسی مجلس تک محدود رہے گا۔

❁❁❁

بیوی کے والد سے بدلِ خلع کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر(236):

عدالت نے اس شرط پر خلع کیا تھا کہ عورت مہر واپس کرے گی۔اب وہ واپس نہیں دے رہی۔تو کیا شوہر عورت کے والد سے مطالبہ کرسکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع:۵/۸۳۔۸۹

الجواب وباللہ التوفیق:

عقدِ خلع میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے طے ہوتا ہے، جب تک دونوں راضی نہ ہوں، کسی ثالث کا کردار اس میں معتبر نہیں ہوگا، البتہ اگر عورت نے کسی کو اجازت دی ہو کہ وہ عقدِ خلع کر کے عوض بھی طے کردے تو ایسا کرنا گویا عورت کی اپنی اجازت سے ہے۔ اب بدلِ خلع کا مطالبہ بھی اس سے ہوگا جس پر دین ہے اور دین تو عورت پر ہے، والد پر نہیں، لیکن اگر والد نے باقاعدہ طور پر عہد کیا ہو اور بدلِ خلع ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہو تو پھر مرد کا حق بنتا ہے کہ وہ عورت کے والد سے اس عوض کا مطالبہ کرے۔

والدّلیل علی ذلك:

قال :حيث أضاف الأب البدل إلى نفسه صحّ، ولزمه، ولا يسقط من مهرها شيء،فتطالب الزوج بما لها عليه، ولا يرجع به على الأب إذا لم يضمن ذلك، وإنما يلزمه البدل الذي التزمه في عقدالخلع.(١)

ترجمہ:

فرمایا: جب بدل خلع والد اپنی طرف منسوب کرلے تو صحیح ہے اور وہ اس پر لازم ہوجاتا ہے، لیکن عورت کے مہر سے کوئی چیز ساقط نہ ہوگی، پس بیوی شوہر سے اپنے اس مال کا جو اس پر لازم ہے، مطالبہ کرسکتی ہے۔ اور اگر والد نے ذمہ داری نہ لی ہو تو شوہر والد سے مطالبہ نہیں کرے گا۔ عقدِ خلع میں بدل اس پر لازم ہے جس نے اپنے اوپر لازم کیا ہو۔

۞۞۞

خاوند کی رضامندی کے بغیر خلع کرنا

سوال نمبر(237):

ایک آدمی بالکل صحت مند ہے۔ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ حقوق (نان نفقہ وغیرہ) کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا، اس بیوی سے نوسال کا ایک بیٹا بھی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ عورت اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرتی رہتی ہے۔ خاوند اس پر راضی نہیں۔ کیا شریعت ایسی صورت میں عورت کو حقِ خلع دیتی ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(١)الطرابلسي،محمد كامل بن مصطفى،الفتاوى الكاملية، كتاب الطلاق،باب الخلع:ص/٢٩،المكتبة الحقانية،پشاور

الجواب وباللہ التوفیق:

جب خاوند بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو ایسی صورت میں خاوند کی رضامندی کے بغیر کسی عورت کو خلع وتفریق کرانے کا حق نہیں۔اس طرح کا مطالبہ کرنا بے جا اور نامناسب ہے، اس لیے کہ عقدِ خلع کی صحت کے لیے میاں بیوی دونوں کا متفق ہونا ضروری ہے۔طلاق اور خلع شوہر کی رضامندی کے بغیر واقع نہیں ہوسکتے۔

والدلیل علی ذلك:

وأما ركنه: فهو الإيجاب والقبول؛لأنه عقد على الطلاق بعوضٍ، فلا تقع الفرقة، ولا يستحق العوض بدون القبول.(١)

ترجمہ: خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے طلاق پر عقد کرنا ہے چنانچہ قبول کے بغیر نہ فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ عوض کا مستحق بنتا ہے۔

❀❀❀

ناچاقی عورت کی طرف سے ہو تو خلع کا حکم

سوال نمبر(238):

ہماری شادی کو تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا، شادی کے بعد بیوی نے اقرار کیا کہ منگنی کے وقت بھی میری نیت نہیں تھی، لیکن اپنے بڑوں کی وجہ سے ان کے سامنے بات نہیں کرسکتی تھی، اس لیے میں خاموش رہی، جس دن شادی ہوئی تو روزانہ طلاق کا مطالبہ کرتی تھی۔اب اس کے بھائی اس کو زبردستی رکھوانا چاہتے ہیں اور بیوی ہمارے گھر میں وقت نہیں گزارتی اور بار بار طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، لیکن وہ حاملہ ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اس کی طلاق کی کیا صورت ہوگی اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حقِ مہر اس کو دینا چاہیے یا نہیں؟ حالانکہ نافرمانی اس کی طرف سے ہے، میری طرف سے نہیں؟

بيّنوا توٴجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

زوجین کا آپس میں الفت ومحبت سے رہنا شرعاً مطلوب ہے۔اگر کسی وجہ سے آپس میں ناچاقی ہوجائے جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی مشکل ہو تو ایسی صورت میں خاوند کو شرعاً طلاق کا حق حاصل ہے۔

(١) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فیمایرجع إلی المرأة في الطلاق: ٤/٣١٥

لہٰذا صورتِ مسؤلہ میں اگر میاں بیوی کے درمیان ایسی ناچاقی ہو جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی گزارنا دشوار ہو اور مصالحت کی کوئی صورت بظاہر ناممکن ہو اور ناچاقی عورت کی طرف سے ہو تو اس صورت میں خاوند عورت سے حق مہر پر خلع کر لے۔ اگر عورت حق مہر یا اور مال کے عوض خلع کے لیے تیار ہو جائے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی۔ عدت گزارنے کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

قال تبارك و تعالیٰ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾ (١)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تم ان کے درمیان ناچاقی پر ڈرتے ہو تو ایک ثالث خاوند کی طرف سے اور ایک بیوی کی طرف سے بھیجو، اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ ان دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرما دے گا، بے شک اللہ بہت علم والا، اور بہت خبردار ہے۔

إذاتشاق الزوجان، وخافاأن لايقيماحدود الله، فلا بأس بأن تفتديَ نفسهامنه بمال يخلعهابه فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال. (٢)

ترجمہ: جب میاں بیوی کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے، خاوند مال کے عوض بیوی کے ساتھ خلع کر لے، جب دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے مرد کے لیے مال لازم ہو جائے گا۔

❁❁❁

عورت کو ابدی اختیارِ خلع دینا

سوال نمبر (239):

مسماۃ ب کو خاوند نے چند مہینوں کے وقفہ سے دو طلاقیں دے دیں اور ہر بار رجوع کر لیا، اس کے بعد ایک لڑائی میں مسماۃ ب نے خاوند سے حقِ خلع مانگا تو خاوند نے ساری زندگی خلع کا حق دے دیا اور کہا کہ تم خلع کے کاغذات

(١) سورة النساء/٣٥

(٢) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع: ١/ ٤٨٨

بھیج دو، میں دستخط کردوں گا۔اب خاوند کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بیوی علیحدگی میں حق خلع کا استعمال کر سکتی ہے، بلکہ میری مراد تو یہ تھی کہ خلع تب واقع ہوگا، جب وہ کاغذات بھیجے اور میں دستخط کرلوں۔اب شریعت میں ایسی صورت کا کیا حکم ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر اختیار دیتے وقت خاوند نے بیوی سے رقم کے بدلے خلع دینے کا صریح ذکر کیا ہو تو پھر خلع اس صورت میں واقع ہوگا جب بیوی خاوند کی نیت اور منشا کے مطابق کاغذات بھیج کر دستخط کرادے، تاہم اگر خلع کا اختیار دیتے وقت رقم کا تذکرہ نہ ہوا ہو تو پھر یہ خلع طلاقِ بائن شمار ہوگا۔اس صورت میں کاغذات بھیجنے اور دستخط کرانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور پچھلے دو طلاقوں کے بعد اس سے تیسری طلاق واقع ہوجائے گی۔

والدلیل علی ذلک:

أفاد أن التعريف خاص بالخلع المسقط للحقوق، فقوله لها: خلعتك بلا ذكر مال لا يسمىٰ خلعاً شرعاً، بل هو طلاق بائن غير متوقف على قبولها. بخلاف ما إذا ذكر معه المال،أو كان بلفظ المفاعلة،أو الأمر، فإنه لا بد من قبولها.(۱)

ترجمہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تعریف اس خلع کے ساتھ خاص ہے جو حقوق کو ساقط کرنے والا ہے، پس شوہر کا بیوی کو مال کے ذکر کے بغیر یہ کہنا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا، یہ شرعاً خلع نہیں کہلائے گا، بلکہ یہ طلاق بائن ہوگی جو بیوی کے قبول کرنے پر موقوف نہ ہوگی، بخلاف اس کے جب وہ اس کے ساتھ مال ذکر کرے یا لفظِ مخالعہ استعمال کرے یا خلع کا حکم دیدے، ان صورتوں میں عورت کی طرف سے قبول کرنا بھی ضروری ہے (ورنہ خلع نہیں ہوگا)

❁❁❁

اسٹامپ پیپر پر خلع کی دستاویز تیار کر کے دستخط کرنا

سوال نمبر(240):

ایک عورت نے باقاعدہ طور پر خاوند کی مرضی سے اسٹامپ پیپر پر گواہوں کے سامنے صاف طور پر لکھ دیا کہ میں اپنا حق مہر معاف کر کے شوہر سے خلع چاہتی ہوں اور اس پر دستخط بھی کردیا۔پھر لڑکی والوں نے مہر سونا وغیرہ واپس بھی کر

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۸٦/٥

دیا۔شوہر نے بھی کاغذ پر دستخط کردیے۔اس واقعے کا تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔کیا یہ شرعی خلع ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت نے جس طرح طلاق کا حق شوہر کو دیا ہے،اسی طرح اگر عورت کی زندگی شوہر کے ساتھ دشوار ہو،آپس میں تعلقات خراب ہوں اور اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو وہ شوہر سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے،چنانچہ جب وہ مال کے بدلے شوہر کو راضی کرکے خلع لے تو عورت پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی۔عدت گزارنے کے بعد اس خاوند سے آزاد ہوکر جہاں چاہے شادی کرسکتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب عورت نے شوہر کے ساتھ بہ بقائے ہوش وحواس گواہوں کے سامنے خلع کے اسٹامپ پیپر پر دستخط کردیا اور شوہر نے بھی دستخط کیا تو خلع ہوگیا۔جب ایک بار خلع ثابت ہوجائے تو پھر شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا،لہٰذا عورت جہاں چاہے شادی کرسکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وشرطه كالطلاق، وصفته ما ذكره بقوله (هو يمين في جانبه)لأنه تعليق الطلاق بقبول المال (فلا يصح رجوعه) عنه (قبل قبولها، ولا يصح شرط الخيار له، ولا يقتصر على المجلس،وفي جانبها معاوضة)بمال (فصح رجوعها) قبل قبوله......(و)حكمه أن (الواقع به) ولو بلا مال(وبالطلاق) الصريح (على مال طلاق بائن).(١)

ترجمہ: خلع کی شرط طلاق کی طرح ہے اور اس کی صفت وہ ہے جو مصنفؒ نے ذکر کی ہے،اس قول کے ساتھ کہ یہ خلع شوہر کی جانب یمین ہے،کیونکہ یہ مال کے قبول کرنے سے طلاق کو معلق کرنا ہے۔چنانچہ عورت کے قبول کرنے سے پہلے شوہر کا رجوع صحیح نہ ہوگا اور اس کے لیے شرط خیار بھی صحیح نہ ہوگا اور یہ عقد شوہر کے مجلس کے ساتھ محدود بھی نہیں ہوگا اور عورت کی طرف میں مال کے بدلے معاوضہ ہے تو شوہر کے قبول کرنے سے پہلے اس کا رجوع صحیح ہوگا۔۔۔۔اور خلع کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعے طلاقِ بائن واقع ہوگی،اگرچہ وہ بلا مال کیوں نہ ہو یا طلاقِ صریح (مال کے بدلے) کیوں نہ ہو۔

---

(١)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق،باب الخلع:٥/٨٨۔٩٢

خلع میں مہر سے زیادہ کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر (241):

ایک آدمی اپنی نافرمان بیوی سے خلع کرنا چاہتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ شوہر نے جتنا مہر ادا کر دیا ہے کیا اسی کا مطالبہ کرے گا یا اس سے زیادہ کا بھی کر سکتا ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر خاوند بیوی سے مال کے عوض خلع کرنا چاہتا ہے اور بیوی اس کو قبول کرتی ہے تو فقہائے کرام کے ہاں اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قصور اور زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کی صورت میں بیوی سے مال لینا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر نافرمانی بیوی کی طرف سے ہو تو پھر شوہر کے لیے مال کا لینا جائز ہے البتہ مہر کی مقدار میں لینے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس سے زیادہ کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ زیادہ لینا جائز تو ہے، لیکن خلافِ اولیٰ ہے۔

خلع سے خود بخود عورت پر طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے جس کے بعد آدمی کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہوتا اور عدت گزرنے کے بعد عورت جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

(وکرہ) تحریماً (أخذ شيء إن نشز، وإن نشزت لا)، ولو منه نشوزاً أیضا،ولو بأکثر مما أعطاها علی الأوجه.(۱)

ترجمہ:

اگر شوہر زیادتی کرے تو خلع کے بدلے مال لینا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو پھر اگرچہ اس وقت شوہر کی طرف سے بھی نافرمانی پائی جاتی ہو، مکروہ نہیں۔ راجح قول کے مطابق شوہر نے بیوی کو جو کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ پر خلع کرنا بھی جائز ہے۔

❁❁❁

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۹۳-۹۵

باب تنسیخ النکاح

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

نکاح کے بعد شریعت کی طرف سے زوجین پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ حتی المقدور شرعی احکامات کی رعایت کرتے ہوئے خوش گوار زندگی گزاریں، تاہم اگر کسی رنجش کی بنا پر احکاماتِ شرعیہ کی فوتگی کا خوف ہو جائے اور نکاح کے بندھن کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے تو ایسی صورت میں طلاق یا خلع کا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

فقہی نقطہ نظر سے خلع میاں بیوی کی باہمی رضامندی کا معاملہ ہے۔ کوئی بھی شخص دوسرے کی طرف سے نہ تو طلاق دے سکتا ہے اور نہ اس کا نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ نہ باپ کو یہ حق حاصل ہے، نہ قانون کو اور نہ ہی کسی حکم اور ثالث کو، تاہم بعض مخصوص حالات میں فقہائے کرام نے قاضی کو تفریق کا حق دیا ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) جب شوہر نامرد ہو اور بیوی کے حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہو۔

(۲) جب شوہر پاگل ہو گیا ہو۔

(۳) جب خاوند بیوی کو نہ باقاعدہ رکھتا ہو اور نہ طلاق دے کر فارغ کرتا ہو، جس کو فقہا متعنت کہتے ہیں۔

(۴) جب شوہر بالکل لاپتہ ہو۔ یعنی مفقود الخبر ہو۔

(۵) جب شوہر غائب غیر مفقود ہو۔

ان میں سے ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ دراصل یہ چیزیں ایسی ہیں جو نکاح کے ان بنیادی مقاصد سے متصادم ہیں جن کو شریعت نے بزورِ عدالت شوہر سے وصول کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگر شوہر ان حقوق کی ادائیگی سے عاجز ہو تو قانون اور قاضی اس کو طلاق پر مجبور کر سکتا ہے، اگر وہ انکار کر دے تو قاضی کو خود تفریق کا حق حاصل ہے۔ اس لیے اگر شوہر بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کسی غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتا اور عورت محض ناپسندیدگی کی بنا پر نکاح فسخ کرنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں اگر بالفرض حاکم یا قانون عورت کی بات پر فیصلہ کر کے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرے، تب بھی اگرچہ قانوناً یہ عورت آزاد ہو جائے گی، لیکن شرعاً زوجِ اول ہی کے نکاح میں رہے گی، کیوں کہ اس صورت میں تنسیخ نکاح کے جواز کے لیے کوئی سبب موجود نہیں۔ (۱)

---

(۱) الحیلة الناجزة، ص: ۲۴۲،۲۴۳

عنین، یعنی نامرد ہونے کی صورت میں فسخِ نکاح کی تفصیل:

فقہائے کرام کی اصطلاح میں عنین اس شخص کو کہتے ہیں جو عضوِ مخصوص ہونے کے باوجود عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو، خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اس پر جادو کیا ہو۔ جو شخص بعض عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہو اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہ ہو، اس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔(۱)

نکاح فسخ کرنے کا طریقہ کار:

اگر عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے تو قاضی شوہر سے دریافت کرے، اگر وہ خود اقرار کرلے کہ بے شک میں اس عورت سے ہم بستری پر قادر نہیں تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لیے دے دے اور اگر وہ اقرار نہ کرے، بلکہ جماع کا دعویٰ کرے اور اس پر قسم بھی کھائے تو عورت اگر باکرہ نہ ہو تو شوہر کی بات مانی جائے گی، اگر عورت باکرہ ہو اور ایک یا دو عورتیں بکارت کی گواہی دیں یا شوہر قسم کھانے سے انکار کردے تو پھر قاضی اس کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دے دے گا، اگر اس دوران وہ جماع پر قادر ہوا اور ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا تو عورت کے لیے فسخ نکاح کا حق باقی نہیں رہا، بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ حق باطل ہوگیا اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کرسکا تو عورت کی دوبارہ درخواست پر قاضی تحقیق کرے گا، اگر واقعی شوہر جماع کا قابل نہ ہو تو اس سے طلاق دلوائی جائے گی اور اگر وہ انکار کردے تو خود قاضی تفریق کردے گا۔ مذکورہ طلاق یا تفریق دونوں طلاقِ بائن کے حکم میں ہیں۔(۲)

فسخ نکاح کی شرائط:

زوجۂ عنین کو شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے:

(۱) نکاح سے پہلے اس کو اپنے شوہر کی نامردی کا علم نہ ہو۔(۳)

(۲) نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔(۴)

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ۵۲۲/۱

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ۵۲۴-۵۲۲/۱

(۳) الفتاوی الهندية، حواله بالا: ۵۲۵/۱، الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره: ۱٦۷/۵

(٤) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره: ۱٦۸،۱٦۷/۵

(۳) جس وقت سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔ محض سکوت یہاں پر رضا نہیں سمجھی جائے گی۔(۱)

(۴) سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد جب قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے۔ اگر اسی مجلس میں اس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس ختم ہوگئی تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا۔(۲)

(۵) عنین کو سال بھر کی مہلت دینا، عورت کو اختیار دینا سب قاضی کا کام ہے۔ قاضی کے بغیر از خود کسی اور کو تفریق کا اختیار نہیں۔(۳)

تفریق کے بعد کے احکام:

تفریق کے بعد خلوتِ صحیحہ کی وجہ سے عنین شوہر پر پورا مہر واجب ہوتا ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہو جاتی ہے، البتہ اگر خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو تو عدت بھی واجب نہیں، ایسی صورت میں اگر مہر مسمّی ہو، یعنی نکاح کے وقت اس کی تعیین کی گئی ہو تو اس معین مہر کا نصف حصہ واجب ہوگا، ورنہ متعہ، یعنی جوڑا وغیرہ واجب ہوگا۔(۴)

ملاحظہ:

عنین کے حکم میں خنثیٰ، خصی اور شیخ کبیر بھی ہیں۔ ان کو بھی سال بھر کی مہلت دی جائے گی، البتہ مجبوب (جس کا عضو تناسل کٹ چکا ہو) یا وہ شخص جس کا آلہ تناسل خلقتاً بہت کم (نہ ہونے کے برابر) ہو، اس کو سال بھر مہلت دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ پہلی ہی درخواست پر اگر تحقیق ہو جائے تو عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔(۵)

مجنون ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے مطالبۂ تفریق کا حکم:

شیخین کے نزدیک شوہر کے جنون کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں، لیکن امام محمدؒ کے ہاں اس کو یہ حق

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ :٥/١٦٧، ١٧٢

(٢) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ١/٥٢٤

(٣) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ :٥/١٧٠

(٤) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ :٥/١٧١، ١٧٢، الفتاوى الهندية حواله بالا: ١/٥٢٤

(٥) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ :٥/١٦٦، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ١/٥٢٥، الحيلة الناجزة، ص: ٤٣-٥٠

حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کردے، بشرطیکہ جنون اس درجے کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا اور زندگی گزارنا برداشت سے باہر ہو یا اس سے قتل کا اندیشہ ہو۔(۱)

تاہم امام محمدؒ نے جنون حادث (صحت مند شخص کو عارض ہونے والے پاگل پن) کے بارے میں عنین کی طرح ایک سال مہلت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اگر اس ایک سال میں وہ تندرست ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ قاضی عورت کو فسخ کا اختیار دے دے۔ مذکورہ تفریق کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔

حنفیہ کے ہاں قاضی کی یہ تفریق فسخ نکاح ہے، طلاق بائن نہیں، اس لیے کہ مبسوط اور کتاب الآثار میں اس کے لیے ردِّ نکاح اور فتح القدیر میں فسخ کے الفاظ موجود ہیں۔(۲)

مہر اور عدت کا حکم:

اگر فسخ نکاح خلوتِ صحیحہ سے قبل ہوا ہے، تب تو مہر بالکل ساقط ہوگا اور عدت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے پہلے خلوتِ صحیحہ ہو چکی تھی تو پھر کامل مہر اور عدت بھی واجب ہوگی۔(۳)

مفقود سے متعلق احکامات کا خلاصہ:

مفقود کے مال کے بارے میں جمہور کا نظریہ:

مفقود وہ شخص ہے جو اس طرح غائب ہو کہ نہ تو اس کے مکان و موضع کا پتہ ہو اور نہ اس کی زندگی و موت کا کوئی یقینی علم ہو۔

"هو الغائب الذي لم يدر موضعه ولم يدر أحي هو أم ميت".(٤)

مفقود کو باتفاق جمہور اپنے مال کے بارے میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا جائے گا، جب تک اس کے ہم عمر و ہم قرن لوگ زندہ ہوں، البتہ میراث کے معاملے میں وہ دوسروں کے حق میں مردہ تصور کیا جائے گا، لہٰذا وہ کسی کا

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره: ٥/١٧٥، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ١/٥٢٦، كتاب الآثار لإمام محمد، كتاب النكاح، باب الرجل يتزوج وبه العيب والمرأة، ص: ٨٥، المبسوط، باب الخيار في النكاح: ٥/٩٥، ٩٧

(٢) الحيلة الناجزة، ص: ٥١-٥٤

(٣) الحيلة الناجزة، حكم زوجة مجنون، ص: ٥٥، ٥٦

(٤) كتاب التعريفات للجرجاني، مادة نمبر (١٤٤٣)، ص: ١٥٦

وارث نہیں بن سکے گا۔ مفقود کے ہم عمر لوگوں کی موت کے بعد اس کی موت کا فیصلہ کر کے اس کی میراث تقسیم کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔(۱)

زوجہ مفقود کے بارے میں متقدمین حنفیہ کا مسلک:

حنفیہ وشافعیہ اور اکثر مجتہدین نے زوجہ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا ہے کہ جب تک ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں، اس وقت تک اس کی بیوی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک ہم عمر لوگوں کی موت کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس سے قبل بھی قاضی عورت کو نکاح کی اجازت دے سکتا ہے۔ یہ تب ہے، جب مفقود کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت اور موت کا غالب گمان ہو، جیسے کوئی شخص معرکۂ جنگ میں گم ہو گیا یا ایسے مرض کی حالت میں گم ہو گیا جس میں موت کا گمان غالب ہو یا سمندر میں سفر کیا اور ساحل پر پہنچنے کا علم نہ ہو سکا تو قاضی اس کی موت پر غلبۂ ظن ہو جانے کے بعد اس کی بیوی کی عدت گزارنے کے بعد نکاح کی اجازت دے دے گا۔(۲)

زوجہ مفقود کے بارے میں متاخرین حنفیہ کا مفتیٰ بہ مسلک:

فقہائے حنفیہ میں سے متاخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے کہ شوہر کی ہلاکت کا غلبہ ظن ہو یا نہ ہو، قاضی اور حاکم تفتیش کے بعد جب مفقود کے ملنے سے نا اُمید ہو جائیں تو اس کی بیوی کو چار سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ علامہ شامیؒ قہستانیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لو أفتى به في موضع الضرورة لابأس به علىٰ ماأظنّ".(۳)

چنانچہ یہ مسئلہ اب فقہ حنفی میں داخل ہے، تاہم عورت جب تک صبر کر سکے، اس وقت تک اصل مذہبِ حنفی پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہاں بوقتِ ضرورتِ شدیدہ کہ خرچ کا انتظام نہ ہو سکے یا بوجہ خوفِ معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے، اس وقت مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں، تاہم یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ مسئلہ فقہ مالکی سے لیا گیا ہے، لہٰذا اس مسئلے میں امام مالک کے نزدیک جو شرطیں ہوں، ان سب کی رعایت کی جائے گی، اس

---

(۱) الدرالمختار، کتاب المفقود:٦/٤٥٧، ٤٦٥

(۲) الدرالمختار حواله بالا، وردالمحتار على الدرالمختار، کتاب المفقود:٦/٤٦٢، ٤٦٣

(۳) ردالمحتار، کتاب المفقود، مطلب في الإفتاء لمذهب مالك في زوجة المفقود:٦/٤٦١

لیے کہ تلفیق اور خلط فی المذہب حرام اور قبیح ہے۔(۱)

علیحدگی کا طریقہ کار:

عورت عدالت میں مقدمہ درج کرے اور بذریعۂ شہادتِ شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولا پتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں خود قاضی بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور چار سال گزرنے پر عورت چار ماہ دس دن عدتِ وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی قابل ہو جائے گی۔ قاضی کے فیصلے کے چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قضاء قاضی کی ضرورت نہیں، بلکہ خود ہی عدت وفات گزار دے، تاہم احتیاط اس میں ہے کہ دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کرلے، البتہ اگر قاضی کی طرف دوبارہ رجوع کرنا دشوار ہو تو پھر قضاءِ اول ہی پر عمل کرلے۔(۲)

مفقود کی واپسی کے احکام:

وہ مفقود جس پر مرافعہ وتفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہو، اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوتِ صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجائے، خواہ عدتِ وفات کے اندر ہو یا بعد میں، اور خواہ نکاحِ ثانی سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ زوجہ بالاتفاق شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی، دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے وقت میں واپس آئے، جب کہ عدت وفات گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح اور خلوتِ صحیحہ بھی کر چکی ہو۔ اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مفقود واپس آجائے تو اس کی عورت ہر حال میں اس کو ملے گی، خواہ عدتِ وفات کے اندر آجائے یا انقضاءِ عدت، نکاحِ ثانی اور خلوتِ صحیحہ کے بعد آجائے۔ یہ ذہن نشین رہے کہ دونوں صورتوں میں زوجِ اول کے آنے سے نکاحِ ثانی باطل ہو جائے گا۔

---

(۱) الحیلة الناجزة، حکم زوجه مفقود، ص: ۵۹، ۶۰

(۲) أیضاً ص: ۶۲، ۶۳

دونوں صورتوں میں درج ذیل احکام کی رعایت ہوگی:

(۱) تجدیدِ نکاح اور تجدید مہر کی ضرورت نہیں، اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت کرچکی ہو۔

(۲) دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے، جب تک عدت ختم نہ ہو، اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں، البتہ عدت شوہر اول کے گھر میں گزارے گی۔

(۳) اگر خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہو تو دوسرے شوہر پر پورا مہر مسمیٰ ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۴) زوج ثانی سے جو اولاد ہوجائے یا تفریق کے بعد زمانہ عدت میں ہوجائے تو اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔(۱)

حکم زوجہ متعنت:

متعنت اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق اور نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے۔ اس کا حکم بھی بوقتِ ضرورتِ شدیدہ ستم رسیدہ عورتوں کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے۔

تفریق کن صورتوں میں ہوگی؟

زوجہ متعنت کے لیے اول تو یہ لازم ہے کہ وہ کسی طرح خاوند سے خلع کرلے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہوسکے، یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت عزت وآبرو کے ساتھ کسبِ معاش پر قدرت رکھتی ہو۔

(۲) دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہوسکتا ہے، لیکن شوہر سے علاحدہ رہنے میں ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

تفریق کا طریقہ:

عورت اپنا مقدمہ قاضی یا مسلمان حاکم کے سامنے پیش کرے۔ قاضی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے۔ اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو اس کے خاوند سے کہا جائے گا کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کریں گے۔ اس کے بعد بھی اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی طلاق واقع کردے۔ اس میں

(۱) الحیلۃ الناجزۃ، والپسی مفقود کے احکام، ص:۶۷۔۷۱

کسی مہلت وانتظار کی ضرورت نہیں۔

تعنت سے باز آنے کی صورت میں بیوی سے رجوع کا حکم:

چونکہ اس صورت میں واقع ہونے والی طلاق، طلاقِ رجعی ہوتی ہے، اس لیے متعنت اگر اپنی حرکت سے عدت کے اندر اندر باز آجائے اور اپنی بیوی کو رجوع کرلے تو اس صورت میں عورت کو اسی کے پاس رہنا پڑے گا، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو، کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں، مگر احتیاطاً تجدیدِ نکاح ہو جائے تو بہتر ہے۔

البتہ اگر متعنت اس وقت باز آجائے کہ تفریق کے بعد عورت کی عدت بھی گزر گئی ہو تو اب اس کو زوجہ پر کوئی اختیار باقی نہیں رہا، البتہ تراضی طرفین سے نکاح جدید ہو سکتا ہے۔(١)

غائب غیر مفقود کے زوجہ کا حکم:

جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اس کا معلوم ہو، لیکن نہ وہ خود آتا ہو، نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہو، نہ اس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہو اور نہ طلاق دیتا ہو تو اس صورت میں اگر عورت مجبور ہو کر شوہر سے نجات حاصل کرنا چاہے تو فقہ مالکی کی رو سے اس کو نجات حاصل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

تفریق کا طریقۂ کار:

ائمہ اربعہ کے ہاں اولاً خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے اور اگر وہ خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ہے، ورنہ جب گزارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مذہب مالکیہ کے موافق اولاً قاضی کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں کے ذریعے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے، پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے میرے لیے نفقہ بھیج رہا ہے اور نہ یہاں کوئی انتظام کیا ہے اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا ہے۔ ان چیزوں کے اثبات کے بعد قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیج دے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو اپنے پاس بلالو یا وہیں سے انتظام کرلو، ورنہ اس کو طلاق دے دو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں مانی تو پھر ہم تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ مزید انتظار کے بعد اس عورت کو اپنے غائب شوہر سے الگ کردے گا۔ یاد رہے کہ اگر غائب کے پاس بلا مشقت کوئی شخص بھیجا جا سکتا ہو تو دو ثقہ آدمیوں کو اس کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ صرف خط بھیجنا کافی نہ ہوگا۔

(١) الحیلة الناجزة، حکم زوجہ متعنت، ص: ٧٤،٧٣

غائب غیر مفقود کی واپسی کے احکام:

اگر غائب عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں اس کو رجعت کا حق ہے۔ اگر رجوع کرلے تو درست ہے، ورنہ عدت گزرنے کے بعد طلاقِ بائن ہو کر عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ رجوع کی صورت میں تجدیدِ نکاح یا تجدیدِ مہر کی ضرورت نہیں۔

اور اگر عدت ختم ہو جانے کے بعد واپس آجائے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس عورت کے دعویٰ کے خلاف کوئی بات اس نے ثابت کردی، مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دیا تھا یا میں بھیجتا رہا یا اس نے معاف کردیا تھا تو بہر صورت بیوی اس کو واپس ملے گی، اگرچہ زوجِ ثانی سے اس کی اولاد بھی ہو، اس لیے کہ مذکورہ صورت میں شوہر ثانی کا نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔(۱)

اہم نوٹ:

مذکورہ تمام صورتوں میں تنسیخِ نکاح کے لیے قضائے قاضی شرط ہے یعنی عورت یا اس کے اولیا طلاق یا فسخِ نکاح میں خود مختار نہیں، بلکہ قاضی خود تحقیق کرکے تنسیخِ نکاح کا حکم دے گا۔ جن علاقوں میں عدالت یا قاضی نہ ہو، وہاں ان کی طرف سے اس قسم کے معاملات کو حل کرنے کے لیے جو لوگ یا محکمہ مقرر ہو، وہ بھی قاضی کی طرح متصور ہوں گے، بشرط یہ کہ غیر مسلم نہ ہوں۔

اگر مسلمان قاضی نہ ہو یا اس کی عدالت میں مقدمہ لے جانا کسی وجہ سے ناممکن ہو تو اس صورت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرتے ہوئے دین دار اور سمجھ دار علما کی ایک کمیٹی (پنچائیت) بھی شرعاً فسخ کرنے کا حق رکھتی ہے، بشرط یہ کہ معاملہ کی تحقیق و تفتیش میں خوب دیانت داری سے کام لیا جائے۔(۲)

❁❁❁❁❁

---

(۱) الحیلة الناجزة، حکم زوجه غائب غیر مفقود، ص:۷۷، ۷۹

(۲) ملخص أز الحیلة الناجزة، ص:۲۹_۳۵

عدالتی تنسیخ نکاح ڈگری کی شرعی حیثیت

سوال نمبر(242):

میری بیوی جب بھی میکے گئی ہے تو رضامندی سے گئی ہے، لیکن وہاں پر اس نے ناراضگی ظاہر کردی ہے، حالانکہ میں نے کبھی اس کے حقوق زوجیت، نان نفقہ وغیرہ میں کوتاہی نہیں کی۔ ہاں ایک بات ہے کہ وہ پردہ میں کوتاہی کرتی ہے، جس کی وجہ سے اس نے مجھ پر عدالت میں مقدمہ دائر کردیا، پس جج نے میرے روبرو میری رضامندی کے بغیر اس کو تنسیخ نکاح ڈگری جاری کردی، حالانکہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی ہے پھر میرے سسرال والوں نے مجھ سے پوچھے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کردیا ہے۔ کیا خاوند کی طلاق کے بغیر عورت کا دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر میاں بیوی کے مابین ازدواجی تعلقات قائم ہونے کے بعد شوہر استطاعت رکھتے ہوئے بھی بیوی کے حقوق کی ادائیگی یا نان نفقہ کی ادائیگی سے انکار کرلے تو ایسی صورت میں عورت شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی کرکے خود کو چھڑا سکتی ہے، البتہ اگر خاوند نہ نان نفقہ دینے کو تیار ہو نہ طلاق یا خلع کو تیار ہو تو ایسے شوہر کو متعنت کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ مجبور و مظلوم عورت کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے۔ قاضی تحقیق وتصدیق کے بعد تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرے اور انقضائے عدت کے بعد یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

تاہم اگر شوہر شرعی احکام کے مطابق باقاعدہ بیوی کو آباد رکھتا ہو اور حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہ لیتا ہو پھر بھی عورت نکاح ختم کرنے کا بے جا مطالبہ کرتی ہو تو ایسی صورت میں اس عورت کا عدالت کو مراجعت کرنا اور تنسیخِ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا شرعاً معتبر نہیں۔ اس لیے قانوناً اگرچہ یہ عورت آزاد ہوتی ہے، لیکن شرعاً بدستور یہ اُسی شوہر کے نکاح میں رہتی ہے، اس لیے کسی دوسرے مرد کا اس عورت سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قال في الفتح: ومنها أي من محاسنه جعله بيد الرجال دون النساء لاختصاصهن بنقصان العقل، وغلبة الهوى، ونقصان الدين.(۱)

(۱) رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق: ٤/٤٢٩

ترجمہ: فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ: طلاق کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے۔ عقل کی کمی، خواہشات کے غلبہ اور دین کی کمی کی وجہ سے اس کا اختیار عورت کو نہیں دیا گیا۔

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ و کذلك المعتدۃ.(۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے کسی اور کی بیوی اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں۔

❁❁❁

عدالتی تنسیخِ نکاح کے بعد نکاح کرنا

سوال نمبر(243):

ایک عورت عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعوی دائر کرتی ہے۔ عدالت شوہر کو طلب کرتی ہے، اگر مقررہ میعاد پر شوہر عدالت میں حاضر نہ ہوجائے تو عدالت ضابطہ دیوانی مجریہ 1908ء کے آرڈر نمبر9، رُول نمبر6 کے تحت عورت کو یک طرفہ ڈگری صادر کرتی ہے۔ جب کہ آرڈر نمبر9 رُول نمبر1300 کے تحت اگر شوہر عدالت میں حاضر ہوکر معقول عذر پیش کرے تو عدالت اس یک طرفہ ڈگری کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ عدالت جب یک طرفہ ڈگری تنسیخ نکاح صادر کرتی ہے تو یہ حکم بھی دیتی ہے کہ عورت عدت گزارنے کے بعد دوسری شادی کرسکتی ہے۔

اب ازروئے شریعت:

۱......اس ڈگری کے بعد کیا فریقین دوبارہ شادی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

۲......اس میں عدت گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟

۳......کیا اس دوران عورت دوسری شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند عورت کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو تو عورت کی طرف سے تنسیخ نکاح کا مطالبہ ناجائز اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ ایسی صورت میں عورت اگرچہ قانونی طور پر آزاد ہوجائے گی، لیکن شرعی طور پر آزاد نہیں ہوتی، اس لیے کسی اور سے شادی بھی نہیں کرسکتی، تاہم اگر شوہر متعنت ہو، یعنی نان نفقہ اور دوسرے حقوق کی

(۱) الفتاوی الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السادس: ۱/ ۲۸۰

ادائیگی کی استطاعت کے باوجود ادا نہیں کرتا اور ساتھ ساتھ طلاق یا خلع سے بھی انکار کرے تو پھر ایک مسلمان قاضی یا جہاں مسلمان قاضی (جج) نہ ہو تو دین دار و سمجھ دار مسلمانوں کی ایک جماعت دونوں کے مابین تفریق لانے کا مجاز ہے، بشرطیکہ عدالت کی طرف سے تحقیق کے شرعی تقاضے پورے کیے گئے ہوں۔ایسی صورت میں عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں عدالت کے ذریعے جو طلاق عورت کو دی جاتی ہے، اس سے دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو جاتی ہے، اس لیے اگر فریقین دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو تجدیدِ نکاح سے ان کا نکاح بغیر عدت گزارنے کے ہو سکتا ہے۔اگر کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے عدت گزارنا لازمی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وأما المتعنّت الممتنع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصّه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام، فإن لم يثبت عسره أنفق أو طلّق، وإلا طلّق عليه، قال محشّيه :قوله (وإلّا طلق عليه)الحاكم من غير تلوّم.(١)

ترجمہ:

جہاں تک متعنت (ضدی) نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہو جائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر انتظار کیے اس عورت کو طلاق دے گا۔

ويجوز لصاحب العدة أن يتزوجها؛ لأن النهي عن التزوج للأجانب لا للأزواج.(٢)

ترجمہ:

اور صاحبِ عدت کے لیے اس معتدہ کی عدت میں نکاح جائز ہے، کیونکہ نہی اجنبی کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں ہے، اپنے شوہروں نکاح کے بارے میں نہیں۔

❁❁❁

(١)حیلہ ناجزہ:ص/١٣٢

(٢)بدائع الصنائع، کتاب الطلاق،فصل في أحكام العدة:٥/٤٤٦

تفریقِ زوجین میں قاضی کا دائرۂ اختیار

سوال نمبر(244):

وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کردے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کو میاں بیوی کا نکاح پر رہ کر باہمی تعلقات کو احسن طریقے سے گزارنا پسند ہے۔تاہم کچھ وجوہات کی بنا پر اگر باہمی افہام وتفہیم اور مصالحت کی کوششیں ثمر آور ثابت نہ ہوں اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے عذاب بن گئے ہوں، تو ایسی صورت میں وہ خود قاضی بن کر فیصلہ نہیں کرسکتے، بلکہ اس معاملہ کو حاکمِ شرعی کے سامنے پیش کریں گے۔حاکمِ شرعی دونوں کے بیانات کو سن کر فیصلہ کرے گا۔تاہم فقہائے کرام نے چند وجوہات بیان کی ہیں جن کو حضرت تھانویؒ نے حیلہ ناجزہ میں بیان فرمایا ہے۔قاضی اِن وجوہات کی غیر موجودگی کی صورت میں میاں بیوی کے مابین تفریق کا فیصلہ نہیں کرسکتا جو درج ذیل ہیں:

١-زوج عنین ہو، یعنی خاوند بالکل نامرد ہو اور علاج سے صحت یابی کی امید نہ ہو۔

٢-زوج متعنت ہو یعنی نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور طلاق دینے سے بھی انکاری ہو۔نہ بیوی رکھنے کے لیے تیار ہو اور نہ چھوڑنے کے لیے۔

٣-زوج غائب ہو، یعنی عدالت میں یا قاضی کے سامنے پیش نہ ہوتا ہو۔

٤-مفقود ہو، یعنی لاپتہ ہو کہ باوجود تلاش کے نہ ملے۔

٥-مجنون ہو۔(١)

والدّلیل علی ذلک:

العنین:ھو من لایقدر علی جماع فرج زوجته......(فرّق)الحاکم بطلبها.(٢)

ترجمہ: اور عنین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ صحبت پر قادر نہ ہو۔۔۔۔بیوی کے مطالبہ پر قاضی ان کو جدا کرے گا۔

---

(١)حیلہ ناجزہ:ص/٢٤٢

(٢)الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق،باب العنین:٥/١٦٥۔١٦٧

وأما المتعنّت الممتنع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصّه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام،فإن لم يثبت عسره أنفق، أوطلّق، وإلا طلّق عليه، قال محشّيه :قوله (والا طلق عليه) الحاكم من غير تلوّم.(١)

ترجمہ: جہاں تک ضدی نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہوجائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر انتظار کیے اس عورت کو طلاق دے گا۔

❁❁❁

تنسیخِ نکاح کی ڈگری کب معتبر ہے؟

سوال نمبر (245):

میں ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہوں، میرا شوہر بھی میڈیکل ڈاکٹر ہے۔ ہماری شادی پانچ سال پہلے ہوئی، ان سے میری ایک بچی بھی ہے، مجھ سے شادی کرنے کے بعد اس نے دوسری شادی کرلی، دوسری شادی کے بعد تقریباً ایک سال تک میرے ہاں آتا رہا، لیکن پھر مجھے بالکل نظر انداز کر کے دوسری بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور مجھے کہا کہ نہ طلاق دخلع وغیرہ کرتا ہوں اور نہ ہی خرچہ برداشت کرتا ہوں، کچھ عرصہ بعد مجھے اطلاع دیے بغیر سعودی عرب چلا گیا اور دوسری بیوی کو بھی بلوالیا، میرے ساتھ کوئی رابطہ ہی نہ کیا، میں نے سسرال والوں سے معلومات کرنا چاہا، لیکن وہ لوگ بات کو گول مول کرتے۔ اس بات کو تقریباً چار، ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں۔ ان چار سالوں میں اس نے نہ میری خیر خبر لی اور نہ ہی اپنی بچی کی، سارا خرچہ میں خود برداشت کرتی رہی۔ ان وجوہات کی بنا پر میں نے کورٹ سے رابطہ کیا، وہاں سے باقاعدہ بار بار میرے شوہر کو اطلاع دی گئی کہ وہ کورٹ میں مقدمہ کی سماعت کے لیے حاضر ہو، لیکن وہ حاضر نہ ہوا۔ ایک سال بعد کورٹ نے مجھے تنسیخ نکاح کی ڈگری دے دی جس کے کاغذات ارسال خدمت ہیں، کیا شرعاً میں آزاد ہوگئی ہوں؟ شرعی حل بتا کر ممنون فرمائیں۔ بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہونے کے بعد اگر شوہر باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق

(١) حیلہ ناجزہ: ص/١٣٣

اور نان نفقہ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کرے جس کی وجہ سے عورت کے لیے خاوند کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں اصل حکم تو یہ ہے کہ عورت شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کرے، تاہم اگر شوہر نہ تو حقوق ادا کر رہا ہو اور نہ ہی طلاق یا خلع پر راضی ہوتا ہو تو ایسی صورت میں یہ شوہر متعنّت کہلاتا ہے اور متعنّت کی بیوی کو مسلمان حاکم یا عدالت کی طرف رجوع کرنے کا اختیار ہے، بشرط یہ کہ یہ عورت حفظِ آبرو کے ساتھ کسبِ معاش پر قادر نہ ہو یا نفقہ پیدا کرنے کی قدرت تو ہو، لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے کی صورت میں معصیت میں مبتلا ہونے کا گمان غالب ہو، ایسی صورت میں عدالت مکمل تحقیق کرلے، اگر عورت شوہر کے ظلم وتعدی کو ثابت کرلے تو عدالت شوہر کو حکم دے کہ یا بیوی کو صحیح طریقے سے آباد کرو یا طلاق دے دو، اگر وہ آباد کرے تو ٹھیک، اگر انکار کرے یا عدالت کا سمن ملنے کے باوجود عدالت میں حاضر نہ ہو تو تب عدالت عورت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری دے سکتی ہے اور یہ تنسیخ شرعاً معتبر ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی سائلہ کا خاوند باوجود قدرت کے چار سال سے بیوی اور بچی کا خرچ نہیں اٹھا رہا اور نہ ہی طلاق یا خلع کے لیے تیار ہو تو اس پر متعنّت کی تعریف صادق آتی ہے۔ ایسی صورت میں بیوی کا عدالت کی طرف رجوع کرنا درست ہے۔ اگر واقعی عدالت نے اپنی وسعت کے مطابق مکمل تحقیق کرلی ہو اور شوہر کو بطور مدعیٰ علیہ عدالت میں حاضر ہونے کی اطلاع دے دی ہو لیکن اطلاع ملنے کے باوجود اس نے عدالت سے رابطہ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں عدالت کی جاری کردہ تنسیخ نکاح کی ڈگری طلاق کے قائم مقام ہوگی۔ بیوی اس ڈگری کے جاری ہونے کی تاریخ سے عدت گزار کر کسی اور شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وأما المتعنّت الممتنع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصّه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام،فإن لم يثبت عسره أنفق، أو طلّق، وإلا طلّق عليه، قال محشّيه :قوله (وإلّا طلق أي عليه) الحاكم من غير تلوّم.(١)

ترجمہ: جہاں تک متعنت (ضدی) نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہو جائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر مہلت کے اس عورت کو طلاق دے گا۔

(١) الحيلة الناجزة، صفحه : ١٣٣

مسلم شرعی قانون کونسل لندن (یو۔کے) کی تنسیخِ نکاح ڈگری کی حیثیت

سوال نمبر(246):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس ڈگری کے بارے میں جو ان وجوہات کی بنا پر جاری کی گئی ہو:

۱.....بیوی شوہر سے 2/6/1997 میں جدا ہوئی۔اس کے بعد خاوند کے ساتھ اس کا ازدواجی تعلق نہیں رہا۔

۲.....جدائی کے بعد شوہر نے نہ اس کو بیوی برقرار رکھا اور نہ اس کے ساتھ تعاون کیا۔

۳.....جدائی کے اس وقفہ چھ سال چھ ماہ کے درمیان جھگڑوں کے حل کے لیے مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔

لہٰذا کافی غور وخوض کے بعد مسلم شرعی قانون کونسل لندن (یو۔کے) نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق ختم ہو چکا ہے۔تنسیخ نکاح کے بعد لازمی امور یہ قرار پائے:

۱.....جب تک بیوی کے پاس یہ سرٹیفکیٹ ہو تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عورت مذکورہ شوہر کے نکاح میں ہے۔

۲.....عدت کی پابندی لازمی ہے،جو کہ 30/12/2004 سے شروع ہو کر مکمل تین حیضوں پر مشتمل ہوگی۔

۳.....اسلامی تعلیمات کی رُو سے والد اور بچوں کے درمیان رابطہ مہیا کر کے برقرار رکھنا چاہیے۔

برائے مہربانی اس ڈگری کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اسلام خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ناروا رویہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا جس میں بیوی کو نکاح میں رکھ کر اس کے حقوق کی ادائیگی میں ناقابلِ تحمل غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ کیا جاتا ہو،جہاں پر زوجین کی باہمی چپقلش سے سکون واطمینان اور مصالحت قائم کرنے کی تمام تر کوششیں بارآور ثابت نہ ہوتی ہوں تو خاوند کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بیوی کو باقاعدہ طلاق دے کر فارغ کرے،اگر کوئی خاوند نہ بیوی کو آباد رکھتا ہو اور نہ طلاق دے کر فارغ کرتا ہو تو ایک مجبور ومظلوم عورت انصاف کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے کسی مسلمان عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے،تاکہ اُسے انصاف مل سکے۔اگر کہیں مسلمان عدالت میسر نہ ہو تو وہاں پر کسی ایسی بااختیار اسلامی تنظیم یا اسلامی ادارہ یا جرگہ کے تعاون سے یہ کارروائی بروئے کار لائی جاسکتی ہے۔اگر وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کر کے اس نتیجے پر پہنچیں کہ واقعی

اس عورت کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور وہ اس عورت کے لیے فسخ نکاح کی ڈگری کا حکم صادر کرے تو یہ فیصلہ طرفین کے حق میں نافذ ہو کر طلاق کے حکم میں رہے گا، جب کہ عورت عدت گزار کر اپنی پسند کی جگہ میں شادی کر سکے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر کونسل فریقین کے حالات و بیانات کا جائزہ لے کر اس نتیجے پر پہنچی ہو کہ ان دونوں کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کی تمام کوششیں بے سود ہیں، خاوند نہ حقوق ادا کر رہا ہے اور نہ اپنی مرضی سے چھوڑنے کو تیار ہے تو کونسل عورت کے حقوق کے تحفظ کے لیے نکاح فسخ کر سکتی ہے، لیکن اگر خاوند باقاعدہ حقوق کی ادائیگی کا مقر اور پابند ہے اور بیوی بلاوجہ نافرمانی اور ضد پر ڈٹی ہوئی ہے تو پھر خاوند کے باقاعدہ طلاق کے بغیر یہ عورت آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔ کوئی بھی شخص یا ادارہ اس کا نکاح فسخ نہیں کر سکتا۔

جہاں تک اولاد کا تعلق ہے تو شرعی نقطۂ نظر سے لڑکے کی پرورش کا حق ماں کو سات سال تک ہے، اس کے بعد باپ کا حق ہے، جب کہ لڑکی بالغ ہونے تک ماں کے ہاں پرورش پائے گی اس کے بعد باپ کا حق ہے۔

والدّليل على ذلك:

وأما المتعنّت الممتنع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصّه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام،فإن لم يثبت عسره أنفق، أو طلّق، وإلا طلّق عليه، قال محشّيه :قوله وإلّا طلق أي عليه) الحاكم من غير تلوّم.(١)

ترجمہ: جہاں تک نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے، تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہوجائے، تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر مہلت کے اس عورت کو طلاق دے گا۔

قال في الفتح : ومنها أي من محاسنه جعله بيد الرجال دون النساء لاختصاصهن بنقصان العقل، وغلبة الهوى، ونقصان الدين.(٢)

ترجمہ: فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ طلاق کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا اختیار آدمی کو دیا گیا ہے۔ عقل کی کمی، خواہشات کے غلبہ اور دین کی کمی کی وجہ سے عورت کو نہیں دیا گیا۔

---

(١) حيلہ ناجزہ:ص/١٣٣

(٢) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق:٤٢٩/٤

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجۃ غیرہ، و کذلك المعتدۃ.(١)

ترجمہ: آدمی کے لیے کسی کی بیوی اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں۔

والأم والجدۃ أحق بالغلام حتی یستغني وقدر بسبع سنین و قال القدوري: حتی یأکل وحدہ و یشرب وحدہ، و یستنجي وحدہ، و قدرہ أبو بکر الرازي بتسع سنین، والفتوی علی الأول. والأم والجدۃ أحق بالجاریۃ حتی تحیض. (٢)

ترجمہ:

ماں اور نانی لڑکے (کی پرورش) کی زیادہ حق دار ہیں، جب تک وہ (کسی کے سہارے کا) محتاج رہے۔اس کا اندازہ سات سال تک لگایا گیا ہے۔قدوری نے فرمایا ہے کہ جب وہ خود کھا، پی سکے اور اکیلے استنجا کر سکے۔ابوبکر رازی نے اس کا اندازہ نو سال لگایا ہے، جب کہ فتوی پہلے قول پر ہے۔اور ماں اور نانی لڑکی کی پرورش کا حق بالغ ہونے تک رکھتی ہیں۔

❁❁❁

تنسیخِ نکاح سے عدت کا مسئلہ

سوال نمبر(247):

خاوند نے عورت کا مہر معجل روک لیا تو عورت نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعوی دائر کیا۔اب خاوند صلح کرنا چاہتا ہے، جب کہ مدعیہ تنسیخ نکاح کا اصرار کر رہی ہے، چنانچہ فیملی کورٹ نے زیرِ شق 10 فیملی کورٹ ایکٹ 1962ء (ترمیم شدہ 2002ء) کے تحت مدعیہ کو ابتدائی ڈگری، یعنی قبل از سماعت کے فیصلے کے تحت 16.6.2002 سے پابند عدت کر کے شوہر کو مہر لوٹانے کے احکامات جاری کیے۔عدت پوری ہونے میں چند ایام باقی ہیں، جب کہ عورت تا حال دعوی واپس نہ لینے میں حتی المقدور سعی کر رہی ہے اور مقدمہ کو نہ روکنے پر سنجیدہ ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ مسئلہ بالا میں:

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم السادس: ١/ ٢٨٠

(٢) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ١/ ٥٤٢

۱......عدت کی حیثیت کیا ہے؟

۲......کیا عدت پوری ہونے پر مدعیہ (عورت) شرعاً آزاد ہو جائے گی؟

۳......اگر نہیں تو زوجین کا سابقہ رشتہ کب تک برقرار رہے گا؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند عورت کے حقوق، نان نفقہ کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو اور عورت محض تنسیخ نکاح پر مصر ہے تو ایسی صورت میں عورت کا عدالت سے تنسیخ نکاح کی ڈگری لینا نامناسب اور ناجائز ہے اور ڈگری حاصل کرنے کی صورت میں عورت اگرچہ قانوناً آزاد ہوتی ہے، لیکن شرعاً آزاد نہیں ہوتی اور مسئولہ تینوں سوالوں (عدت کی حیثیت، عدت گزارنے پر آزادی اور زوجین کے سابقہ رشتہ کی حیثیت) کا یہی جواب ہے کہ شرعاً وہ اسی شوہر کی بیوی ہے، اس لیے کہ نہ تو یہ طلاق واقع ہوئی ہے اور نہ ہی عدت وغیرہ لازم ہے۔اس کے برعکس اگر خاوند ظالم ہو، عورت کے حقوق کی ادائیگی کا منکر ہو، وہ طلاق اور خلع پر راضی نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں یہ مظلومہ عورت کسی مسلمان قاضی یا اس کے قائم مقام عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے۔مسلمان قاضی شواہد اور تحقیقات کے بعد شوہر کو طلب کرکے اس کو طلاق دینے پر یا خلع پر راضی کرنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد زوجین کے مابین فسخ نکاح سے جدائی کا مجاز متصور ہوگا اور پھر عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر صلح پسند ہے اور حقوق کی ادائیگی کا اقرار کرتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کا تنسیخ نکاح کا مطالبہ بے جا ہے لہٰذا شرعی لحاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرسکتی ہے۔اگرچہ قانوناً یہ عورت آزاد متصور ہوتی ہو، البتہ مہر معجّل کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جب تک شوہر ادا نہ کرے، تب تک عورت اس کو جماع سے روک سکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

وأمـا المتعنّت الممتنع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصّه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام،فإن لم يثبت عسره أنفق، أوطلّق، وإلا طلّق عليه، قال محشّيه :قوله (وإلّا طلّق) أي عليه الحاكم من غير تلوّم.(١)

---

(١)حيله ناجزه:ص/١٣٣

ترجمہ:

جہاں تک متعنت نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہوجائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر مہلت کے اس عورت کو طلاق دے گا۔

والدّلیل علی ذلك:

قال في الفتح: ومنها أي من محاسنه جعله بيد الرجال دون النساء لاختصاصهن بنقصان العقل، وغلبة الهوى، ونقصان الدين. (١)

ترجمہ: فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ طلاق کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا اختیار آدمی کو دیا گیا ہے۔ عقل کی کمی، خواہشات کے غلبہ اور دین کی کمی کی وجہ سے عورت کو نہیں دیا گیا۔

وللمرأة أن تمنع نفسها حتى تأخذ المهر. (٢)

ترجمہ: اور عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مہر لینے تک شوہر سے اپنے آپ کو منع کرے۔

❀❀❀

نامرد (عنین) شوہر سے خلاصی کی صورت

سوال نمبر (248):

میں نے اپنی بیٹی ایک شخص کو دو سال پہلے نکاح میں دی، کچھ دن پہلے بیٹی نے شوہر کے نامرد ہونے کی اطلاع دی کہ شوہر نے اب تک اس سے ہم بستری نہیں کی، اب ہماری بیٹی کی یہ خواہش و مطالبہ ہے کہ کسی طرح اس شوہر سے اس کی جان چھڑائی جائے، برائے مہربانی ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جو شخص عضوِ مخصوص رکھنے کے باوجود بیوی سے ہم بستری پر قادر نہ ہو، اصطلاح میں اس کو عنین (نامرد) کہا

---

(١) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق: ٤٢٩/٤

(٢) الهداية، كتاب الطلاق، باب المهر: ٣٥٤/٢

جاتا ہے، عنین کی بیوی کے لیے اپنے شوہر سے خلاصی حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اول تو وہ یا اس کے اولیا شوہر کو طلاق دینے پر آمادہ کریں، لیکن اگر شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہ ہو تو عورت اپنا معاملہ مسلمان قاضی کی عدالت میں پیش کرے، قاضی پہلے شوہر سے دریافت کرے گا، اگر وہ یہ اقرار کرلے کہ وہ ایک دفعہ بھی بیوی سے ہم بستری نہیں کر سکا ہے تو قاضی اس کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے گا، اگر سال بھر کے علاج سے وہ ایک مرتبہ بھی ہم بستری پر قادر ہو گیا تو عورت کا حقِ فسخ ختم ہو جائے گا، جس کے بعد وہ علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکے گی اور اگر اس مدت میں شوہر ایک مرتبہ بھی قادر نہ ہو سکا تو ایک سال کے بعد عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے گا، اگر شوہر نے اقرار کرلیا کہ وہ سال بھر کے علاج سے ایک دفعہ بھی ہم بستری پر قادر نہیں ہوا تو قاضی عورت کو اختیار دے دے جس پر اگر عورت اسی مجلس میں علیحدگی کا مطالبہ کرے تو شوہر سے طلاق دلوائی جائے، اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی خود تفریق کر دے۔

مذکورہ بالا تفصیل تو اس صورت میں ہے جب کہ شوہر عورت کی جانب سے دونوں دفعہ کے دعوؤں میں اقرار کرلے، لیکن اگر شروع میں جب عورت خاوند کے نامرد ہونے کی بنا پر مقدمہ دائر کر کے جدائی کا مطالبہ کرے اور قاضی کے شوہر سے دریافت کرنے پر شوہر عورت کی تکذیب کرتے ہوئے یہ دعوی کرے کہ اس نے اس بیوی سے ہم بستری کی ہوئی ہے تو اب اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو، تب تو قاضی دو تجربہ کار، دین دار خواتین ڈاکٹرز سے اس کا معائنہ کرائے، اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ ہے تو پھر شوہر کو علاج کی مہلت دے دے اور اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ نہیں تو قاضی شوہر سے قسم لے کہ اس نے کم از کم ایک مرتبہ شادی کے بعد سے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہے، اگر شوہر قسم اُٹھالے تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں رہے گا اور اگر وہ حلف نہ اٹھائے تو ایک سال کی مدت علاج کے لیے دینے کی مذکورہ بالا تفصیل اختیار کی جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی نہ ہو تو اس صورت میں قاضی شوہر سے حلف لے کہ اس نے جماع کیا ہے، اگر اس نے قسم کھالی تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں رہے گا اور اگر وہ حلف سے انکار کرے، تو قاضی اس کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے۔ سال بھر کے علاج کے بعد جب عورت دوبارہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے دعوی کرے کہ شوہر ایک دفعہ بھی ہم بستری پر قادر نہیں ہوا تو اگر شوہر بیوی کے دعوے کی تصدیق کرے تو بیوی کے مطالبہ پر قاضی شوہر کو طلاق دینے کا حکم کرے اور انکار کی صورت میں خود جدائی کا حکم کردے، لیکن اگر شوہر یہ دعوی کرے کہ مہلت کی اس ایک سالہ مدت میں وہ ایک دفعہ ہم بستری کر چکا ہے تو ایسی

صورت میں قاضی شوہر سے حلف وغیرہ کی مذکورہ بالا تفصیل پر عمل کرے گا، یعنی اگر عورت نے بکارت کا دعوی کیا تھا اوراب بھی معائنہ سے باکرہ ثابت ہوئی تو عورت کو تفریق کا اختیار دیا جائے گا، اگراس نے اس مجلس میں کہہ دیا کہ وہ اس شوہر سے الگ ہونا چاہتی ہے تو قاضی شوہر سے طلاق دلوائے، اگر شوہر انکار کرے تو خود ان میں تفریق کردے اوراگر عورت باکرہ ہونے کی مدعیہ نہیں تھی یا تھی، مگراب وہ معائنہ کرنے سے ثیبہ ثابت ہوئی تو شوہر سے حلف لیا جائے گا، اگر وہ حلف کرلے کہ علاج سے وہ کم ازکم ایک مرتبہ ہم بستری کرنے پر قادر ہو چکا ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہیں کی جائے گی اوراگر شوہر نے اس وقت بھی قسم سے انکار کردیا تو عورت کو جدائی کا اختیار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ عورت کے لیے تفریق کا یہ اختیار درج ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

(۱) نکاح سے پہلے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔

(۲) نکاح کے بعد اس شخص نے ایک مرتبہ بھی بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔

(۳) نکاح کے بعد جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کا علم ہوا، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو، لیکن واضح رہے کہ عورت کا محض خاموش رہنا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں۔

(۴) جب مہلت کی مدت ختم ہونے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے

(۵) یہ سارا معاملہ قاضی کی عدالت میں طے کیا جائے، قاضی کے بغیر عورت کو تفریق کا اختیار حاصل نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

إذارفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادعت أنه عنين، وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها، أولم يصل؟......إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين لايصل إلى النساء لايكون لهاحق الخصومة، وإن لم تعلم وقت النكاح، وعلمت بعد ذلك كان لهاحق الخصومة، ولايبطل حقها بترك الخصومة.(۱)

ترجمہ: جب بیوی اپنے شوہر کا مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے کر جائے اوراس کے عنین ہونے کا دعوی کرکے جدائی طلب کرے تو قاضی شوہر سے پوچھے گا کہ کیا اس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے یا نہیں؟۔۔۔۔اگر عورت نکاح کے وقت جان گئی تھی کہ اس کا شوہر ایسا عنین ہے جو عورتوں سے ہم بستری نہیں کرسکتا تو اس کے لیے خصومت کا حق نہیں ہوگا اوراگر وہ نکاح کے وقت نہیں جانتی تھی، بعد میں معلوم ہوا تو اس کو خصومت کا حق ہوگا۔اور خصومت ترک

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ۱/۵۲۲-۵۲۴

کرنے کی وجہ سے عورت کا حق باطل نہیں ہوتا۔

❁❁❁

عورت کا بغیر کسی عذرِ شرعی کے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا

سوال نمبر(249):

ایک لڑکی نے اپنے خاوند کے ساتھ آٹھ سال گزارے، لیکن ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی، لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ خوش نہیں تھی، لڑکی والوں نے خلع کرنا چاہا، مگر لڑکا نہ مانا اور اس دوران وہ دبئی چلا گیا، پھر لڑکی والوں کا مجھ سے رابطہ ہوا، میں نے کہا کہ اگر اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں، لڑکی والوں نے عدالت سے رجوع کرکے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرلی جو مجھے دکھائی گئی، لہٰذا میں نے اس سے نکاح کرلیا۔ اب پہلا شوہر واپس آیا ہے اور جرگے کروا کے یہ بیان دیتا ہے کہ میں نے تو طلاق نہیں دی، پھر کس طرح تم نے لڑکی سے نکاح کرلیا؟ از راہِ کرم مذکورہ تنسیخِ نکاح کی ڈگری کے بعد میرا اس لڑکی سے نکاح کرنا درست تھا یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر خاوند اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کا پابند ہو، لیکن پھر بھی بیوی اس خاوند کے ساتھ مزید نہیں رہنا چاہتی تو ایسی صورت میں اپنی خلاصی کے لیے اس خاوند سے باقاعدہ طلاق لینے کے بغیر کوئی چارہ نہیں، چنانچہ اس صورت میں جب کہ خاوند کی طرف سے کوئی تعنت (ہٹ دھرمی) نہیں پائی جارہی، اگر خاتون عدالت کا سہارا لیتے ہوئے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرلے، تب بھی شرعاً یہ عورت اس خاوند کی منکوحہ ہے، لہٰذا اس عورت سے کیا جانے والا نکاح منکوحۃ الغیر سے نکاح کے حکم میں ہوکر کالعدم ہوگا اور وہ پہلے خاوند ہی کی بیوی رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلك المعتدة.(۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے کسی کی بیوی اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں۔

❁❁❁❁❁

(۱) الفتاوی الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السادس: ۱/ ۲۸۰

زوجہ مفقود الخبر کا حکم

سوال نمبر(250):

میری بہن کی شادی مسمّی مظہر سے ہوئی تھی، مظہر اکثر گھر میں والدین کے ساتھ لڑتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ گھر سے نکلا اور پھر واپس نہ آیا، حتیٰ کہ اس کے واپس آنے کے انتظار میں ساڑھے تین سال بیت چکے ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر اخبارات، ٹی وی وغیرہ پر اعلانات بھی کروائے، لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ ہم مظہر سے اپنی بہن کو آزاد کروانا چاہتے ہیں۔ مظہر کے والدین کی طرف سے بھی کوئی اعتراض نہیں، مہربانی فرما کر اس کا کوئی شرعی طریقہ بتادیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جس عورت کا شوہر ایسا گم ہوجائے کہ بالکل زندگی اور موت کا پتہ ہی نہ چلے اور اس سے مزید انتظار اور صبر نہ ہوتا ہو تو ایسی مجبوری میں امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور گواہوں کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے، پھر گواہوں ہی کے ذریعے اس کا لاپتہ ہونا بھی ثابت کرے، اس تمام کارروائی کے بعد قاضی ہر ممکن صورت سے اس شخص کی تفتیش وتلاش کروائے، جب قاضی اس شخص کے ملنے سے بالکل ناامید ہوجائے تو عورت کو چار سال انتظار کرنے کا حکم کرے، اگر ان چار سالوں میں شوہر آجائے تو بہت خوب، ورنہ مدت پوری ہونے پر عورت دوبارہ عدالت میں درخواست پیش کرے جس پر قاضی شوہر کے مردہ ہونے کا فیصلہ سنادے، اس کے بعد عورت چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر کسی جگہ مسلمان حاکم (قاضی) موجود نہ ہو تو مسلمانوں کے کم ازکم تین دین دار وسمجھ دار ارکان پر مشتمل جماعت مذکورہ طریقہ سے فیصلہ کرسکتی ہے، ضروری ہے کہ ان ارکان میں کم ازکم ایک رکن ایسا ماہر عالم ہو جو شہادت وقضا کے احکام سے بخوبی واقف ہو۔

واضح رہے کہ زوجہ مفقود کے لیے قاضی کے فیصلے میں مزید چار سال کے انتظار کا حکم دیا جانا اس صورت میں ہے، جب کہ اس عورت کو عفت اور پاک دامنی کے ساتھ یہ چار سال گزارنے کی قدرت ہو اور اسی طرح اس مدت میں اس کے لیے نان ونفقہ کا بھی کچھ انتظام (مفقود کے مال یا کسی عزیز وغیرہ کے تکفل کے ذریعے) ہو، لیکن اگر عورت حلفاً زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر کرے تو ''الحیلۃ الناجزۃ ص/۱۶۲'' کے حوالہ سے ایسی صورت میں چار سال کی بجائے

ایک سال انتظار کا حکم دیا جاسکتا ہے، اگرچہ یہ ایک سال شوہر کے لاپتہ ہونے کے وقت سے گزر جائے تو بھی کافی ہے۔ اسی طرح اگر زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ تو نہیں، لیکن مفقود کا اتنا مال نہیں، جو ان چار سالوں میں بیوی کے نان ونفقہ کے لیے کافی ہو تو اس صورت میں کم از کم ایک سال کے انتظار کا حکم دیا جاسکتا ہے اور اس مذکورہ صورت میں سال کی مدت پوری ہونے پر قاضی شوہر کی طرف سے اس کو طلاق دے دے، یہ طلاقِ رجعی ہوگی، لہٰذا عدتِ طلاق کے دوران اگر مفقود نے آکر حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرلی تو اسے رجوع کا حق ہے اور اگر وہ عدت گزرنے کے بعد آیا یا عدت کے دوران آیا لیکن قولی یا فعلی رجوع نہ کی، تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہوکر خود مختار ہو جائے گی، خواہ دوبارہ اس شوہر سے نکاح کرے یا کسی دوسرے سے نکاح کرے۔

والدّليل على ذلك:

قال مالك والأوزاعي:إلى أربع سنين، فينكح عرسه بعدها كمافي النظم، فلوأفتى به موضع الضرورة،ينبغي أن لابأس به على ماأظن.(١)

ترجمہ:

امام مالکؒ اور اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ زوجہ مفقود چار سال تک انتظار کرے گی، اس کے بعد اس کی بیوی (دوسری جگہ) نکاح کرسکتی ہے، جیسا کہ نظم میں ہے، پس اگر ضرورت کے وقت اس قول پر فتویٰ دے دیا جائے، تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

ومذهب الحنفية في الباب، وإن كان قوياً روايةً، ودرايةً، ولكن المتأخرين منا قد أجازوا الإفتاء بمذهب مالك عندالضرورة نظراًإلى فساد الزمان.(٢)

ترجمہ:

اگرچہ احناف کا مذہب اس باب میں روایت اور درایت دونوں لحاظ سے قوی ہے، لیکن متاخرین احناف نے زمانے کے فساد کے پیش نظر بوقتِ ضرورت امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی اجازت دی ہے۔

❁❁❁

(١)القهستاني، شمس الدين محمد،جامع الرموز، كتاب المفقود:٣/ ٣٩٠،ایچ۔ ایم۔ سعید، کراچی

(٢)إعلاء السنن، كتاب المفقود، باب امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها البيان:٦٧/١٣

جہاد میں غائب ہونے والے شوہر کی بیوی

سوال نمبر (251):

ایک عورت کا شوہر جہادِ افغانستان میں شریک تھا اور پھر اچانک وہاں سے اس کا رابطہ گھر والوں سے منقطع ہو گیا، آج تک اس کی زندگی یا موت کا کوئی علم نہ ہوسکا۔ اب اس عورت کے لیے دوسری جگہ شادی کرنے کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں چونکہ شوہر کی موت کا یقین نہیں، اس لیے اس پر مفقود کے احکام جاری ہوں گے، لہٰذا یہ عورت مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے اور شرعی شہادت سے یہ ثابت کرے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے اور وہ فلاں واقعہ میں تاحال لاپتہ ہے، پھر اس صورت میں چونکہ مفقود کے ظاہر حال سے اس کی موت کا غالب گمان ہوتا ہے، اس لیے اگر لاپتہ ہونے کے وقت سے اتنی مدت گزر چکی ہے کہ حاکم کو شوہر کے مرجانے کا غالب گمان ہوتا ہو تو وہ مزید انتظار کا حکم دیے بغیر بھی اس شخص کی موت کا حکم جاری کرسکتا ہے اور اگر اتنی مدت نہیں گزری تو پھر حاکم عورت کو اتنی مدت تک انتظار کا حکم دے گا جس میں حاکم کو شوہر کی موت کا غالب گمان ہو جائے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد دوبارہ عورت کی طرف سے مطالبہ ہونے پر حاکم مفقود کی موت کا حکم کردے۔ جس کے بعد عورت چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذافقد في وقت الملاقاة مع العدو،أومع قطاع الطريق ...... وماأشبه ذلك، حكم بموته؛ لأنه الغالب في هذه الحالات...... لكن لايخفى أنه لابدمن مضي مدة طويلة، حتى يغلب على الظن موته لابمجرد فقده عندملاقاة العدو،أوسفر البحرونحوه.(١)

ترجمہ: جب کوئی شخص دشمنوں یا ڈاکوؤں سے لڑتے ہوئے لاپتہ ہو جائے۔۔۔۔۔یا اس جیسے اور حالات میں لاپتہ ہو جائے تو قاضی اس کی موت کا حکم کرے گا، کیونکہ ان حالات میں غالب احتمال یہی ہے۔۔۔۔۔لیکن یہ بات بھی

(١)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب المفقود،مطلب في الإفتاء بمذهب مالكؒ في زوجة المفقود: ٦/٤٦٢-٤٦٣

مخفی نہ رہے کہ صرف دشمن سے لڑنے یا بحری سفر کرنے وغیرہ کی صورت میں لاپتہ ہوجانے سے اس کی موت کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ اتنی طویل مدت کا گزرنا ضروری ہے جس میں اس کی موت کا غالب گمان ہوجائے۔

❁❁❁

شوہر کے لاپتہ ہونے کے بعد موت کی اطلاع ملنا

سوال نمبر (252):

ایک عورت کا شوہر ایک جہادی تنظیم کے ساتھ افغانستان چلا گیا، مہینہ، دو مہینوں کے بعد اس کا رابطہ گھر والوں سے منقطع ہوگیا اور پھر تقریباً ایک سال بعد تنظیم کے کچھ لوگ آئے جو بظاہر کافی معتبر معلوم ہوتے تھے اور اس شخص کے نام، ولدیت، علاقہ وغیرہ کی پوری تفصیل بیان کرکے معرکہ میں اس کے مرنے اور وہیں پر اس کے دفنا دینے کی خبر دی سوال یہ ہے کہ کیا اس کی بیوی کو بھی اپنے شوہر سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے قاضی کی عدالت سے رجوع کرنا ضروری ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہوجائے اور پھر کوئی عادل مسلمان آکر اس کو یہ خبر دے کہ اس کا شوہر وفات پا گیا ہے اور اس نے خود اس کو مردہ حالت میں دیکھا ہے یا یہ کہے کہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہوا ہے تو اس عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ عدتِ وفات گزار کر کسی دوسری جگہ نکاح کرلے ایسی صورت میں اس کے لیے عدالت سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ بالا صورت میں جب کہ بیان کے مطابق چند معتبر اشخاص نے آکر شوہر کی نشان دہی کرکے اس کی موت اور خود ہی اس کے جنازے اور دفنانے میں شریک ہونے کی خبر دی ہے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی قاضی کی عدالت سے رجوع کیے بغیر بھی عدتِ وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ واضح رہے کہ عدت کے دنوں (چار ماہ دس دن) کا حساب شوہر کی وفات کے دن سے شروع ہوگا، نہ کہ خبر ملنے کے دن سے، لہٰذا اگر خبر ملنے کے دن تک شوہر کی وفات کو چار ماہ دس دن گزر چکے ہوں تو عدت پوری ہوچکی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إذا غاب الرجل عن امرأته، فأتاها مسلم عدل، فأخبرها أن زوجها طلقها ثلاثاً، أو مات عنها، فلها

إن تعتد وتتزوج بزوج آخر، وإن كان المخبر فاسقاً تتحرى ثم إذا أخبرها عدل مسلم أنه مات زوجها إنما تعتمد على خبره إذا قال عاينته ميتاً، أو قال شهدت جنازته، أما إذا قال أخبرني مخبر لا تعتمد على خبره.(۱)

ترجمہ: جب آدمی اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور ایک عادل مسلمان آکر اس کو یہ خبر دے کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دے دی ہیں یا وہ مر گیا ہے تو اس عورت کے لیے جائز ہے کہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے شادی کرلے اور اگر خبر دینے والا فاسق ہو تو وہ تحری کرے گی (سوچ و بچار کے بعد اگر اس کی بات کے سچا ہونے کا غالب گمان ہو گیا تو اس پر عمل کی گنجائش ہے، ورنہ نہیں) پھر عادل مسلمان جب موت کی خبر دے تو اس کی خبر پر اعتماد اس صورت میں کیا جا سکتا ہے، جب کہ وہ کہے کہ میں نے خود اُسے مردہ حالت میں دیکھا ہے، یا یہ کہے کہ میں اس کے جنازے میں موجود تھا، چنانچہ اگر وہ یہ خبر دے کہ ایک شخص نے مجھے مذکورہ خبر دی ہے تو اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة، فإذا لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة، فقد انقضت عدتها.(۲)

ترجمہ: طلاق میں عدت کی ابتدا طلاق دیے جانے کے بعد اور وفات میں شوہر کی وفات کے بعد سے ہوتی ہے، لہٰذا جب عورت کو طلاق یا وفات کا علم نہ ہو، حتی کہ عدت کی مدت گزر جائے تو عدت پوری ہو جائے گی۔

❁❁❁

قاضی کے فیصلے کے بغیر زوجۂ مفقود کا نکاح کرنا

سوال نمبر(253):

ایک عورت کا شوہر تقریباً سات سال سے لاپتہ تھا۔ اس نے اس کو مردہ سمجھ کر دوسری جگہ نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر کو حقیقتِ حال سے آگاہ نہ کیا، اب اس عورت کا پہلا شوہر واپس آگیا ہے، کیا پہلے شوہر کے آنے سے دوسرے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ نیز اس دوسرے نکاح کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوئی ہو، وہ کس کی ہوگی؟

بیّنوا تؤجروا

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الثاني: ۳۱۲/۵

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر: ۵۳۲،۵۳۱/۱

الجواب وباالله التوفیق:

جس عورت کا شوہر لاپتہ ہوجائے، اس کو زوجۂ مفقود کہا جاتا ہے، اگر ایسی عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی خواہش مند ہو تو اس کے لیے قاضی کی عدالت سے رجوع کرکے ایک مخصوص کارروائی کے ذریعے قاضی سے اس کی موت کا حکم یا فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اس کے لیے کسی دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

چونکہ صورتِ مسئولہ میں قضائے قاضی کا سہارا لیے بغیر عورت نے از خود شوہر کو مردہ فرض کرکے دوسری جگہ نکاح کرلیا ہے، اس لیے یہ نکاح بالکل جائز نہیں۔ وہ بدستور پہلے شوہر ہی کے نکاح میں ہے، بلکہ اگر مفقود کی بیوی قاضی سے حکم بالموت حاصل کرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرلے، تب بھی پہلے شوہر کے واپس آنے کی صورت میں بیوی اسی کو ملے گی، چہ جائیکہ جب بیوی نے قضائے قاضی کا سہارا بھی نہ لیا ہو، البتہ پہلے شوہر کو اس سے انتفاع حاصل کرنا اس وقت جائز ہوگا جب وہ دوسرے شوہر سے عدت گزار لے اور دوسری شادی سے چھ ماہ یا اس کے بعد اس عدت تک ہونے والی اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا۔

والدّلیل علی ذلك:

إنمایحکم بموته بقضاء؛لأنه أمرمحتمل، فمالم ینضم إلیه القضاء، لایکون حجة.(١)

ترجمہ: مفقود کی موت کا حکم قضا کے ذریعے کیا جائے گا، کیونکہ یہ ایک احتمالی بات ہے، پس جب تک اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ پیوست نہیں ہوگا، اس وقت تک اس کی موت کا حکم حجت ودلیل نہیں بن سکتا۔

(غاب عن امرأته، فتزوجت بآخر، وولدت أولادا)ثم جاء الزوج الأول (فالأولادللثاني على المذهب)الذي رجع إليه الإمام، وعليه الفتوى.قال العلامة ابن عابدين:قوله :(حكي أربعة أقوال) ...... لأن الولدللفراش الحقيقي، وإن كا ن فاسداً، وعندأبي يوسف:للأول إن أتت به لأقل من ستة أشهر من عقد الثاني؛ لتيقن العلوق من الأول، وإن لأكثر فللثاني......وبه يظهرأن هذه الرواية عن الإمام المفتى بهاهي أخذبها أبويوسف.(٢)

ترجمہ: شوہر اپنی بیوی سے غائب ہوگیا تو اس کی بیوی نے کسی اور سے شادی کرکے اولاد جنی، پھر شوہر اول آگیا تو اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی، اس مذہب کے مطابق جس کی طرف امام صاحب نے رجوع فرمایا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(١)الدر المختارعلى صدرردالمحتار، كتاب المفقود:٤٦٣/٦

(٢)رد المحتار، كتاب الطلاق، كتاب العدة،فصل في ثبوت النسب: ٢٤٧/٥، ٢٤٨

علامہ ابن عابدینؒ ماتن کے قول "حکی أربعة أقوال" کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ بچہ فراش حقیقی کا ہوتا ہے اگر چہ یہ فراش فاسد کیوں نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر عورت نے بچہ دوسری جگہ شادی کرنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم عرصہ میں جنا تو پہلے شوہر کا ہوگا، کیونکہ اس صورت میں علوق اول سے متیقن ہے، بصورت دیگر دوسرے شوہر کا ہوگا۔۔۔۔اور اس تحقیق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب سے جو مفتی بہ روایت منقول ہے، وہ وہی ہے جو امام ابو یوسفؒ نے لی ہے۔

❁❁❁

مفقود کی واپسی کے احکام

سوال نمبر(254):

زوجۂ مفقود کے بارے میں امام مالکؒ کے مذہب پر فتوی دیا جاتا ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے اور پھر ایک مخصوص کارروائی کے بعد قاضی کی طرف سے مفقود کی موت کا حکم یا تنسیخِ نکاح کی ڈگری حاصل کی جاتی ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر قاضی کے فیصلے کے بعد عورت کسی دوسری جگہ نکاح کر لے اور پھر مفقود واپس آجائے تو اس صورت میں یہ عورت کس کی بیوی قرار پائے گی؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

زوجۂ مفقود جب دوسرا نکاح کرے، اس کے بعد شوہر اول واپس آجائے تو یہ دوسرا نکاح خود بخود باطل ہو جائے گا، اگر چہ زوجۂ مفقود نے باقاعدہ مقدمہ دائر کرنے اور قاضی کی طرف سے تفتیش وغیرہ کی مکمل کارروائی ہونے کے بعد قاضی کے حکم سے معینہ مدت تک انتظار کرنے کے بعد شوہر کی موت کا حکم حاصل کیا اور پھر عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کیا ہو اور عورت بغیر کسی تجدیدِ نکاح وغیرہ کے شوہر اول ہی کو ملے گی، اگر شوہر ثانی سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں شوہر اول کے گھر میں شوہر ثانی سے عدت گزارنا بھی لازم ہے اور عدت گزرنے سے پہلے شوہر اول کو اس سے صحبت وغیرہ کرنا درست نہیں۔

مذکورہ تفصیل تو اس صورت میں ہے، جب کہ قاضی نے مفقود شوہر کی موت کا حکم صادر کیا ہو، لیکن اگر عورت کے ابتلائے زنا یا عدمِ نان ونفقہ کے دعوی کی بنیاد پر قاضی نے تنسیخ نکاح کا حکم جاری کیا ہو تو یہ تفریق طلاقِ رجعی ہوگی، جس کا حکم یہ

ہے کہ اگر مفقود نے عدتِ طلاق کے اندر اندر واپس آکر حقوق زوجیت ادا کرنے کی حامی بھر لی تو اسے رجوع کا اختیار ہے، لہٰذا اگر وہ رجوع کرلے تو رجوع صحیح ہوگا اور اگر عدت کے دوران آکر اس نے رجوع نہ کیا یا عدت گزرنے کے بعد آیا تو اب عورت پر طلاقِ بائن ہوچکی ہے۔ اب وہ خود مختار ہوگی، خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرے یا کسی اور سے، لہٰذا اس صورت میں اگر عورت نے عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا تو شوہر اول کے آنے پر یہ نکاح باطل نہ ہوگا، نہ ہی اب یہ عورت شوہر اول کو ملے گی، البتہ یہاں یہ واضح رہے کہ اگر فسخ نکاح کا حکم عدم نفقہ کی بنا پر کیا گیا ہو اور عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرلیا، مگر مفقود نے آکر گواہوں کے ذریعے یہ ثابت کردیا کہ وہ نفقہ دیتا رہا ہے یا وہ اتنی مدت کا نفقہ دے کر گیا تھا تو ایسی صورت میں یہ عورت اس مفقود (شوہر اول) کو ملے گی۔

والدّليل على ذلك:

وقدصح رجوعه عنه إلى قول عليؓ، فإنه كان يقول: تردإلى زوجها الأول، ويفرق بينها، وبين الأخر، ولها المهر، بمااستحل من فرجها، ولايقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الأخر، وبهذا كان يأخذ أبراهيمؒ، فيقول :قول عليؓ أحب إليّ من قول عمرؓ وبه نأخذأيضا؛لأنه تبين أنها تزوجت وهي منكوحة، ومنكوحة الغير ليست من المحللات، بل هي من المحرمات في حق سائر الناس.(١)

ترجمہ: حضرت عمرؓ کا اپنے قول سے حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کرنا صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ (مفقود کی واپسی کے بعد) زوجہ مفقود اپنے پہلے شوہر کو لوٹائی جائے گی اور اس کے اور دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور (شوہر ثانی کے لیے) اس سے انتفاع کو حلال قرار دیئے جانے کی وجہ سے اس کو مہر کا بھی حق ہے، البتہ شوہر اول اس وقت تک اس کے قریب نہ ہوگا، جب تک وہ دوسرے شوہر سے عدت پوری نہ کرلے اور ابراہیمؒ اسی قول کو لیتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے حضرت علیؓ کا قول حضرت عمرؓ کے قول سے زیادہ پسند ہے اور یہی قول ہم نے بھی اپنے مذہب کے لیے لیا ہے، کیونکہ شوہر اول کے زندہ آجانے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس عورت نے منکوحہ ہونے کی حالت میں دوسری شادی کی ہے، جب کہ غیر کی منکوحہ حلال عورتوں میں سے نہیں، بلکہ سب لوگوں کے حق میں محرمات میں سے ہے۔

لوعادحياً بعدالحكم ...... أن زوجته له، والأولاد للثاني.(١)

ترجمہ: اگر مفقود حکم (کہ اس پر قاضی مرنے کا حکم لگائے) کے بعد زندہ واپس آجائے ۔۔۔۔ تو اس کی بیوی اس کو ملے گی اور اولاد دوسرے شوہر کی شمار ہوگی۔

---

(١)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب المفقود،مطلب في الإفتاء بمذهب مالكؒ في زوجة المفقود: ٦/٤٦٢-٤٦٣

باب التحلیل

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

شریعتِ مطہرہ میں عقدِ نکاح کو بے شمار دنیوی واخروی مصالح کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ ان مصالح اور بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ عقدِ نکاح کو دوام اور استحکام حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طلاق کو ابغض المباحات قرار دیا ہے اور تین طلاق دینے کے بعد شوہر کے لیے بیوی کے پاس جانے کو ہمیشہ کے لیے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، سوائے اس کے کہ مطلقہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے بالترتیب نکاح، جماع، طلاق یا موت اور عدت کے مراحل سے گزر جائے۔ مذکورہ طریقۂ کار کو شرعاً تحلیل، احلال اور حلالہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تحلیل کا لغوی معنی:

تحلیل اور احلال دونوں کا لغوی معنی ہے "مباح کرنا، جائز کرنا اور حلال کرنا"۔ فقہاے کرام کے ہاں "حلّ المرأۃ" کا معنی ومقصد ہے "جاز تزوجھا" یعنی اس سے نکاح جائز ہوا۔ علامہ ابن منظور افریقیؒ فرماتے ہیں:

"أحللت له الشيئ جعلته له حلالا......ويقال أحللت المرأة لزوجها". (١)

تحلیل کا اصطلاحی معنی:

علامہ ابن منظور افریقیؒ نے حدیث "لعن الله المحلل والمحلل له" کے تناظر میں تحلیل کی تعریف یوں کی ہے:

"هو أن يطلق الرجل امرأته ثلاثا فيتزوجها رجل آخر بشرط أن يطلقها بعد مواقعته إياها لتحل للزوج الأول".

تحلیل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، پھر کوئی اور شخص اس عورت سے اس شرط پر نکاح کرلے کہ اس سے جماع کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا، تاکہ اس (عورت) کو زوجِ اول کے لیے حلال کردے۔ (٢)

---

(١) لسان العرب، مادۃ حلل: ٢٩٨/٣، القاموس الفقهي لغةً واصطلاحاً، مادة حلّ، ص: ٩٩،٩٨، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی

(٢) حوالہ بالا

تاہم یہ تعریف تحلیل کی اس صورت کے ساتھ خاص ہے جس کی قباحت پر نص وارد ہے۔اس کی عام تعریف فقہانے یہ کی ہے:

"تحليل المطلقة ثلاثاً لمطلقها"

تین طلاقوں کے ساتھ مطلقہ عورت کوزوجِ اول کے لیے (مخصوص طریقے) پرحلال کرنا تحلیل کہلاتا ہے۔(۱)

تحلیل کی اس سے بھی سے زیادہ آسان تعبیر خودقرآن نے ذکر کی ہے:

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(۲)

پس اگر شوہر نے اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دی تو اب یہ عورت اس شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں، جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح (جماع) نہ کر لے۔

تحلیل سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) تحلیل: مطلقہ ثلاثہ کو نکاح ثانی کے ذریعے زوجِ اول کے لیے حلال کرنا۔

(۲) محلِّل یامحلّ: نکاح ثانی کے ذریعے عورت کو زوجِ اول کے لیے حلال کرنے والا۔

(۳) محلّل لہ یامحلّ لہ: زوجِ اول، جس کے لیے مطلقہ ثلثہ عورت کو دوبارہ حلال کیا جائے۔(۳)

تحلیل کا ثبوت:

تحلیل کا ثبوت خودقرآن وحدیث سے ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ پس اگر شوہر نے اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دی تو اب یہ عورت اس شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں، جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت رفاعہ قرظیؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی، جس کے بعد اُس (زوجہ رفاعہ) نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا، لیکن وہ عبدالرحمٰن بن زبیر سے جنسی اعتبار سے مطمئن نہیں تھی اور چاہتی تھی کہ اس سے طلاق لے کر اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرے۔ چنانچہ جب اُس نے آپ ﷺ کی خدمت میں اس ارادے کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) الموسوعة الفقهية، مادة تحليل: ۲۵۳/۱۰ (۲) البقرة: ۲۳۰

(۳) لسان العرب، مادة حلل: ۲۹۸/۳، القاموس الفقه ص ۱۰۰)

جب تک تم اُس کا اور وہ تمھارا شہد نہ چکھ لے، یہ اس وقت تک جائز نہیں ہوگا، یعنی ایک دوسرے سے جنسی لذت نہ اٹھائیں۔حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک.(۱)

تحلیل کا حکم:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ طریقے پر بیوی کو حلال کرنے والے زوج ثانی اور زوج اول دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

تاہم فقہاے کرام اور محدثین نے اس بارے میں چند صورتوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ زوجِ ثانی نکاح اور اس کے بعد طلاق کے بدلے اجرت لے کر مطلقہ ثلاثہ سے نکاح اور جماع کرے اور طلاق دے دے، تاکہ زوجِ اول کے لیے حلال ہو جائے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اجرت تو نہ لے، لیکن نکاح کے وقت یہ شرط لگا دیں کہ یہ نکاح محض تحلیل کے لیے ہے اور جماع کے بعد عورت کو طلاق دے دی جائے گی۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اصلاح اور نیک نیتی کی بنا پر نکاح کرلے اور زبان سے تحلیل کا اقرار اور شرط موجود نہ ہو، بلکہ ہر قسم کی شرط سے خاموش ہو۔ پھر نکاح اور جماع کے بعد وہ اس عورت کو طلاق دے دے، تاکہ وہ پہلے شوہر کے ساتھ سابقہ طریقے پر زندگی گزار سکے۔

ان میں سے پہلی دو صورتوں کو بالاتفاق فقہاے کرام نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور حدیث میں جو محلّل اور محلّل لہ پر لعنت کی بات آئی ہے تو اس سے مراد بھی یہی دو صورتیں ہیں، اس لیے کہ یہ دونوں صورتیں بے غیرتی، بے مروتی، خودغرضی اور مفاد پرستی کی منہ بولتی مثالیں ہیں۔ نکاح کی مشروعیت تو دائمی مصالح کے حصول کے لیے ہوئی ہے اور مذکورہ دونوں صورتوں میں محلّل جفتی کرنے والے کرائے کے بکرے کی طرح بہیمانہ طور پر سب کچھ کر گزرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی محلّل اور محلّل لہ آجائے تو میں ان دونوں کو رجم کردوں گا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے مذکورہ فعل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "کلاھما زان ولو مکثا عشرین سنۃ" کہ یہ دونوں زنا کار ہیں، اگرچہ بیس سال تک ایک ساتھ زندگی گزاریں۔(۲)

(۱)سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب المبتوتة لا يرجع اليها زوجها حتى تنكح غيره......: ۳۳٦/۱(مرقاة المفاتيح، باب المطلقة ثلاثا رقم الحديث : ٦،۳۲۹٥/٤٤۱(۲)عمدة القاري، كتاب الطلاق،باب من اجاز طلاق الثلاث: ۲۳٦/۲۰)

اس کے برعکس تیسری صورت کے بارے میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں تحلیل جائز ہے اور اصلاح ونیک نیتی کے جذبات کی بنا پر یہ شخص عنداللہ ماجور ہے۔

تحلیل کا دینوی حکم:

پہلی دوصورتوں (طلاق کی شرط والی صورتوں) میں امام مالکؒ کے ہاں نکاحِ ثانی جائز ہی نہیں، تاہم حنفیہ کے ہاں چونکہ شرطِ فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا، بلکہ خود شرط باطل ہوجاتی ہے، اس لیے نکاحِ ثانی جائز ہے اور چونکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو محلِّل، یعنی حلال کرنے والا کہا ہے، اس لیے مذکورہ نکاح اور اس کے نتیجے میں ہونے والے جماع سے یہ عورت زوجِ اول کے لیے حلال ہوجائے گی۔ یہ قول حنفیہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ کا ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ کی طرح نکاحِ ثانی کے جواز کے قائل ہی نہیں، اس لیے کہ طلاق کی شرط لگانے سے یہ نکاحِ موقت کے حکم میں ہوگیا ہے، لہٰذا نکاحِ موقّت کی طرح یہ بھی باطل ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ نکاحِ ثانی کے جواز کے تو قائل ہے، لیکن وہ اس سے زوجِ اول کے لیے حلّت کے قائل نہیں، تاہم فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔

جہاں تک تیسری صورت کا تعلق ہے، یعنی تحلیل کی شرط کے بغیر نکاح کرنا تو اس کے جواز اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تحلیل میں کسی کا اختلاف نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ تینوں صورتوں میں اگر زوجِ ثانی اس عورت کو اپنے ساتھ روکنا چاہے تو اس کو حق حاصل ہے، زوجِ اول یا قاضی اس کو طلاق پر مجبور نہیں کرسکتا۔

تحلیل کی شرائط اور احکام:

درج ذیل شرائط کی موجودگی میں نکاحِ ثانی اور تحلیل درست رہے گی، اگر ان میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہو جائے تو عورت زوجِ اول کے لیے جائز نہیں ہوگی:

(١) زوجِ اول کی طرف سے دی گئی تین طلاقوں کی عدت گزرنے کے بعد نکاحِ ثانی ہوجائے، عدت کے اندر کیے جانے والے نکاح کا کوئی اعتبار نہیں۔

(٢) زوجِ ثانی اس کے ساتھ نکاحِ صحیح کرلے، نکاح فاسد اور موقوف کی صورت میں ہونے والے جماع وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

---

(١) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٤٧/٥، ٤٨، عمدة القاري ومرقاة المفاتيح حواله بالا، الاختيار لتعليل المختار كتاب الطلاق باب الرجعة: ١٥١/٣) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٤١/٥، ٤٢)

(۳)زوجِ ثانی اس عورت کے ساتھ جماع کرلے۔
(۴)زوجِ ثانی بالغ یا مراہق، یعنی قریب البلوغ ہو۔(۱)
(۵)زوجِ ثانی عورت کے ساتھ ایلاج (دخول حشفہ) کرلے، انزال ہونا شرط نہیں۔(۲)
(۶)زوجِ ثانی یقین کے ساتھ بلاشبہ عورت کے سامنے والی شرم گاہ میں جماع کرلے۔ پیچھے کی جانب سے معاملہ کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر زوجِ ثانی کو صحیح محل (قُبل) میں جماع کا یقین نہ ہو تو اس سے بھی تحلیل جائز نہیں رہے گی۔
(۷)عورت بے ہوش یا نیند کی حالت میں نہ ہو، بلکہ دونوں جماع کے اثرات محسوس کرسکیں۔
(۸)دخول کے بعد شوہر طلاق دے دے یا مر جائے، دخول کے بغیر موت یا خلوتِ صحیحہ کا کوئی اعتبار نہیں۔(۳)

نکاحِ ثانی کا ماقبل طلاقوں پر اثر:

اس بات پر تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ نکاحِ ثانی کی وجہ سے عورت پر اس سے پہلے جو تین طلاق واقع ہوئی ہوں وہ سب ختم ہوجائیں گی، لہٰذا اگر یہ عورت زوجِ ثانی سے طلاق یا موت کے بعد اپنے سابقہ شوہر کے پاس جانا چاہے تو شوہر کو ایک مرتبہ پھر تین طلاق کا اختیار مل جائے گا، تاہم تین سے کم طلاق بھی نکاحِ ثانی سے ختم ہوں گی یا نہیں تو اس میں شیخین کا قول یہی ہے کہ نکاحِ ثانی ماقبل طلاقوں کو ختم کردے گا، جب کہ امام محمدؒ وائمہ ثلاثہ کے ہاں تین سے کم طلاق نکاحِ ثانی سے ختم نہیں ہوسکتیں۔(۴)

❀❀❀❀❀

(۱)ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة :٥/٤١، الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل في ماتحل به المطلقة: ٢/٤٠٩)
(هدايه حواله سابقه: ٢/٤٠٩، ٤١٠، الاختيار لتعليل المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة:٣/١٥٠)
(٢)عمدة القاري، كتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث: ٢٠/٢٣٦، الد رالمختار كتاب الطلاق باب الرجعة:٥/٤٤)
(٣)عمدة القاري حواله بالا)
(٤)عمدة القاري حواله بالا، الد رالمختار، كتاب الطلاق باب الرجعة:٥/٤٥، الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل في ماتحل المطلقة:٢/٤٠٩)

باب التحلیل

(حلالہ سے متعلقہ مسائل کا بیان)

حلالہ میں زوجِ ثانی کے لیے طلاق کی شرط مقرر کرنا

سوال نمبر(255):

کچھ دن ہوئے میں نے میڈیا پر ایک عالم دین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی عورت کو تین طلاق ہو جائے تو وہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے صحبت کے بعد اگر طلاق ہو جائے تو عدت کے بعد زوجِ اول کے لیے حلال ہو سکتی ہے، ورنہ پہلے سے زوجِ ثانی کے ساتھ طے شدہ وعدہ طلاق کے تحت عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح حرام ہے۔ مولانا نے ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ براہِ کرم آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں کہ طلاق ثلاثہ کے بعد بیوی کس طرح اول خاوند کے لیے حلال ہو سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو یہ عورت اس پر مغلظہ ہو جاتی ہے۔ اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے، پھر اگر یہ دونوں رشتہ ازدواج کو قائم کرنا چاہیں تو بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے جماع کرے، پھر دوسرا شوہر اگر اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا مر جائے تو عدت گزارنے کے بعد یہ عورت اگر پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ دوسرے نکاح کے وقت اس شرط کو ''کہ ہمبستری کر کے طلاق دینا ہوگی'' فقہائے کرام نے مکروہ تحریمی لکھا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت بھیجی ہے، البتہ نکاح میں شرطِ طلاق نہ ہو اور دوسرا شخص محض احسان کے واسطے صحبت کے بعد طلاق دے دے تو کوئی گناہ نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ دوسرے نکاح میں مذکورہ بالا شرط لگانا مکروہِ تحریمی ہے لیکن اگر ایسے نکاح کے نتیجے میں دوسرے شوہر سے ہمبستری کے بعد طلاق مل جائے یا وہ مر جائے تو عدت گزار کر یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ پہلے شوہر سے نکاح کی حرمت صرف اس صورت میں ہے، جب کہ دوسرے شوہر سے صحبت وہم بستری کیے بغیر صرف نکاح کر کے طلاق ملی ہو۔

والدلیل علی ذلک:

(و کرہ) التزوج للثاني (تحريما) لحديث "لعن المحلل والمحلل له "(بشرط التحليل) كتزوجتك على أن أحللك.....(أما إذا أضمرا ذلك لا) يكره، (وكان) الرجل (مأجوراً) لقصد الإصلاح.(۱)

ترجمہ: اوراس حدیث کی وجہ سے حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ" آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ ہو رہا ہو، دونوں پر لعنت بھیجی ہے" مثلاً: یوں کہے کہ میں تم کو حلال کرنے کے واسطے نکاح کرتا ہوں۔ اگر دونوں نے دل میں یہ بات چھپائی ہو تو یہ مکروہ نہیں اور اصلاح کے ارادے سے یہ آدمی ماجور ہوگا۔

❁❁❁

تین طلاق کے بعد بیوی سے رجوع کرنا

سوال نمبر(256):

تین طلاق کے بعد کیا خاوند بیوی سے رجوع کرسکتا ہے؟ نیز مطلقہ ثلاثہ کا نکاح دیور سے عارضی طور پر ہوسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو یہ عورت اس پر مغلظہ ہو جاتی ہے جس کے ساتھ بغیر حلالہ کیے ازدواجی زندگی گزارنا جائز نہیں اور حلالہ کے لیے شرعی طریقہ یہ ہے کہ یہ عورت عدت پوری کرنے کے بعد کسی اور آدمی سے نکاح کر کے صحبت کرلے، پھر اگر زوجِ ثانی نے رضامندی سے طلاق دے دی تو دوبارہ عدت گزارنے پر اگر یہ عورت چاہے تو زوجِ اول سے نکاح کر سکتی ہے، تاہم زوجِ ثانی کے ساتھ نکاح کی صورت میں طلاق کی شرط لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں تین طلاق دینے کے بعد شوہر کو دوبارہ رجوع کا حق حاصل نہیں، تاوقتیکہ یہ عورت شرعی طریقہ سے حلالہ کر کے عدت گزارے، خواہ حلالہ دیور کے ذریعے ہو یا کسی اور سے ہو جائے، تاہم حلالہ کے وقت شرطِ طلاق صحیح نہیں۔

---

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ٤٨،٤٧/٥

والدّلیل علی ذلک:

(و کرہ) التزوج للثاني (تحریما) لحدیث "لعن المحلل والمحلل له "(بشرط التحلیل) کتزوجتك علی أن أحللك......(أما إذا أضمرا ذلك لا)یکرہ، (و کان) الرجل (ماجوراً) لقصدالاصلاح.(١)

ترجمہ: اوراس حدیث کی وجہ سے حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ" آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ ہو رہا ہو، دونوں پر لعنت بھیجی ہے" مثلاً: یوں کہے کہ میں تم کو حلال کرنے کے واسطے نکاح کرتا ہوں۔ ۔۔۔اگر دونوں نے دل میں یہ بات چھپائی ہو تو یہ مکروہ نہیں اور اصلاح کے ارادے سے یہ آدمی ماجور ہوگا۔

❁❁❁

حلالہ میں ولی کی اجازت کی ضرورت

سوال نمبر(257):

ایک آدمی نے دو سالوں میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں، اب کئی سالوں سے عورت عار کی وجہ سے ان طلاقوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی اور والدین کے ڈر کی وجہ سے حلالہ بھی نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا خیال ہے کہ حلالہ میں والدین یا ولی کی اجازت ضروری ہے۔کیا از روئے شریعت حلالہ میں ولی کی اجازت ضروری ہے؟　بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے عاقلہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، اس میں وہ ولی کی اجازت کی پابند نہیں۔ لہٰذا اس میں بدوں اجازت ولی کے نکاح کر سکتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت کو شوہر نے تین طلاقیں دی ہوں اور اب عورت اس رشتے کو دوبارہ بحال کرنا چاہتی ہو تو شریعت کی رُو سے یہ تب ممکن ہے کہ عدت گزارنے کے بعد یہ عورت کسی اور سے نکاح کرلے اور اس سے ہمبستری کرنے کے بعد اِسے طلاق ملے، پھر عدت گزارے تو زوجِ اول سے نکاح کر سکتی ہے، اس کے علاوہ بغیر نکاح کے زوجِ اول کے پاس جانا جائز نہیں، بلکہ اس حالت میں پیدا ہونے والے بچے ولد الزنا شمار ہوں گے۔

---

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ٤٨،٤٧/٥

والدلیل علی ذلك:

نفذ نکاح حرّة مکلفة بلاولي عندأبي حنیفةؒ، وأبي یوسفؒ في ظاهر الروایة. (١)

ترجمہ: عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح شیخین کے نزدیک بغیر ولی کے نافذ ہوتا ہے۔

لایحل للرجل أن یتزوج حرة طلقها ثلاثا قبل إصابة الزوج الثاني......وکما لایجوزله نکاحها، لایحل له وطئها.(٢)

ترجمہ: کسی آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اُس عورت سے نکاح کرے جس کو اس نے تین طلاقیں دی ہوں، جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ کرے۔۔۔اور جس طرح اس سے نکاح جائز نہیں، اس طرح اس شوہر کے لیے اس عورت کے ساتھ جماع بھی جائز نہیں۔

❁❁❁

زنا سے حمل ٹھہرنے کے بعد زوجِ ثانی کا جماع کرنا

سوال نمبر(258):

ایک عورت کو طلاق دی گئی۔ عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر نے اس کے ساتھ زنا کیا، جس سے حمل ٹھہر گیا اس دوران اسی عورت کا نکاح زوجِ ثانی سے ہوا۔ کیا وہ اس عورت سے دورانِ حمل جماع کر سکتا ہے؟ اور کیا اس سے وہ زوجِ اول کے لیے حلال ہوگی؟ **بینوا توجروا**

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

تمام فقہاے کرام کے نزدیک زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے، لیکن اگر زنا کرنے والے کے علاوہ کسی اور نے اس سے نکاح کیا ہو تو دورانِ حمل وضع حمل سے پہلے اُس کے لیے جماع کرنا جائز نہیں، البتہ اگر زوجِ ثانی حلالہ کے لیے ایسا کرے تو جماع اگرچہ ناجائز ہے، لیکن نکاحِ صحیح موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے شوہر کے جماع کو زنا نہیں کہا جائے گا، لہٰذا اس دوسرے خاوند کے جماع سے یہ زوجِ اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بھی اگرچہ زنا سے حاملہ ہونے کی وجہ سے دوسرے خاوند کا جماع کرنا جائز نہیں، تاہم اگر وہ

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ٢٨٧/١

(٢) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات: ٢٨٢/١

اس وقت حاملہ سے جماع کرے اور طلاق دے دے تو عدت گزارنے کے بعد یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی۔

والدّليل علی ذلك:

فإن تزوج حبلى من زناء جاز النكاح، ولا يطؤها حتى تضع حملها.(۱)

ترجمہ: پس اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جو (کسی دوسرے شخص سے) زنا کے سبب حاملہ ہو تو یہ نکاح جائز ہے، لیکن بچہ جننے تک اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کرے گا۔

(والإيلاج في محل البكارة يحلها) يشترط أن يكون الإيلاج موجباً للغسل، وهو التقاء الختانين بلا حائل يمنع الحرارة...... ولوفي حيض، ونفاس، وإحرام، وإن كان حراما، وإن لم ينزل؛ لأن الشرط الذوق لاالشبع.(۲)

ترجمہ:

اور فرج میں وطی کرنا اس کو حلال کر دیتا ہے، ایلاج میں شرط یہ ہے کہ وہ موجب غسل ہو اور یہ شرم گاہوں کا آپس میں ملنا ہے بغیر اس رکاوٹ کے جو حرارت کو روکتا ہے۔۔۔۔۔ چاہے ہمبستری حیض، نفاس یا احرام میں ہو، اگر چہ اِن حالات میں ہمبستری حرام ہے، اور اگر چہ انزال نہ ہوا ہو اس لیے کہ شرط اس میں چکھنا ہے، سیر ہونا نہیں۔

❁❁❁

مطلقہ مغلظہ بغیر حلالہ کے اپنے پاس رکھنا

سوال نمبر (259):

ایک شخص نے لاعلمی میں بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب حلالہ کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی، لیکن حلالہ میں احباب واقارب اور ماحول کی وجہ سے رکاوٹیں ہیں، اب اگر ان رکاوٹوں کی وجہ سے بیوی اپنے پاس رکھے اور اس سے ازدواجی تعلقات برقرار رکھے تو کیا یہ زنا کے حکم میں ہوگا؟ حج سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ آدمی حج کو جائے تو کیا یہ گناہ معاف ہو سکتا ہے؟ اور اس کے لیے پھر یہ بیوی حلال ہو سکتی ہے؟

بيّنوا تؤجروا

---

(۱) الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲/۳۳۲

(۲) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۵، ۴۶

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر صورتِ مسئولہ میں واقعی خاوند نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو مطلقہ مغلظہ کو اپنے پاس رکھنے کے لیے حلالہ کے بغیر کوئی صورت نہیں، اگر چہ یہ طلاق جہالت اور لاعلمی میں دی ہو، یعنی شوہر کو یہ پتہ نہ ہو کہ یہ کہنے سے یہ حکم لاگو ہوگا اور اگر چہ حلالہ کرنے میں شوہر کو بہت ساری رکاوٹیں ہوں۔

اگر مذکورہ شخص نے باوجود علم کے مطلقہ بیوی سے جماع کیا تو یہ زنا شمار ہوگا اور حج میں توبہ واستغفار کرنے سے یہ بیوی اس کے لیے ہرگز حلال نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ ہر کام کے لیے شریعت نے نجات کا راستہ بتلا دیا ہے، مذکورہ مسئلہ کا حل شریعت نے حلالہ بتلایا ہے، اس لیے حج کرنے کے باوجود یہ بیوی اس شوہر پر بدستور حرام رہے گی۔

بنابریں اس کے لیے فی الفور تمام ازدواجی تعلقات ختم کرنا چاہیے، جب حلالہ کی کوئی صورت نکل آئے، پھر اگر حج کے لیے چلا جائے اور وہاں اپنی لاعلمی پر توبہ واستغفار کرے تو اس گناہ کی معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

إن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحا صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.(١)

ترجمہ: آزاد عورت کی صورت میں اگر تین طلاقیں دی جائیں اور لونڈی کی صورت میں دو طلاقیں دی جائیں تو زوجِ اول کے لیے یہ عورت اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ دوسرے آدمی سے نکاحِ صحیح کر کے ہمبستری کرے، پھر وہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے یا وہ فوت ہوجائے۔

❀❀❀

نکاحِ فاسد سے حلالہ

سوال نمبر (260):

ایک مطلقہ عورت نے عدت گزارنے کے بعد ایک شخص کو تحلیل کی شرط پر نکاحِ ثانی کا وکیل بنالیا، اس نے بغیر گواہوں کے ایک شخص کے ساتھ اس عورت کا نکاح کروالیا۔ زوجِ ثانی نے نکاح کے بعد جماع کر کے اس عورت کو طلاق دے دی۔ اس بارے میں درج ذیل امور مطلوب ہیں:

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ١/٤٧٣

نمبر١......کیا یہ عورت اب زوجِ اول کے لیے حلال ہے؟

نمبر٢......ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نکاح میں گواہ نزاع کے واسطے بنائے جاتے ہیں، یہاں کوئی نزاع نہیں، لہٰذا یہ حلالہ درست ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

نمبر٣......اگر نکاحِ ثانی صحیح نہ ہو تو کیا زوجِ ثانی کے ساتھ دوبارہ نکاح مفید حلت ہو سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

١......نکاح میں ایجاب وقبول کے وقت گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب وقبول کا سننا انعقادِ نکاح کے لیے شرط ہے، بغیر گواہوں کے صرف ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور حلالہ کے لیے نکاحِ صحیح کا ہونا شرط ہے۔ چونکہ صورتِ مسئولہ میں بقولِ مستفتی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح بغیر گواہوں کے ہوا ہے، لہٰذا نکاح درست نہیں، اس لیے مذکورہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ نیز تحلیل کی شرط پر نکاح کرنے سے اگرچہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے، مگر ایسا کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

٢......مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ نکاح میں گواہ محض نزاع کے واسطے بنائے جاتے ہیں، محض غلط، سراسر باطل اور صریح گمراہی ہے۔ اول تو حدیث میں صراحتاً گواہی کا ذکر آیا ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ فقہائے کرام نے دو گواہوں کو نکاح کے وقت موجود ہونا شرط قرار دیا ہے۔ اس میں نزاع ہونے یا نہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی۔

٣......جس شخص کے ساتھ بغیر گواہوں کے نکاحِ ثانی ہوا ہو، اس کے ساتھ اگر دوبارہ نکاحِ صحیح کر لے اور ہمبستری ہو جائے تو پھر حلالہ کا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

منها الشهادة، قال عامة العلماء إنها شرط جواز النكاح. (١)

ترجمہ: نکاح کے شرائط میں سے ایک گواہی ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ یہ جوازِ نکاح کے لیے شرط ہے۔

(لا) ينكح (مطلقة) من نكاح صحيح نافذ......(بها) أي بالثلث ......(حتى يطئها غيره، ولو) الغير...... (بنكاح) نافذ خرج الفاسد، و الموقوف. (٢)

ترجمہ: اور تین طلاق پانے والی نکاحِ صحیح سے زوجِ اول کے لیے حلال نہیں ہوتی۔۔۔۔ جب تک کوئی اور اس سے

(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ١/٢٦٧

(٢) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٥/٤٠-٤٢

نکاح صحیح کر کے وطی نہ کر لے، اس نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف خارج ہو گئے۔

❁❁❁

حلالہ میں زوجِ ثانی کے ساتھ صحبت کی شرط کی حیثیت

سوال نمبر(261):

اگر کوئی عورت شوہر سے طلاق پا کر شادی کر لے اور دوسرے شوہر سے طلاق لے کر عدت گزار کر پھر زوجِ اول کے نکاح میں جانا چاہے تو زوجِ ثانی سے محض نکاح کیوں کافی نہیں، حالانکہ قرآن کریم میں نکاح کا ذکر ہے، وطی کا نہیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

قرآن مجید میں یہ حکم ﴿حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ کے الفاظ سے مذکور ہے۔ اصول فقہ کی رُو سے اُصولیین حضرات اس آیت میں لفظِ نکاح سے جماع مراد لیتے ہیں۔ روایات کے ذخیرہ میں بھی ایک حدیث ہے جو حدیثِ عُسیلہ کے نام سے معروف ہے، اس میں نبی کریم ﷺ نے صراحتاً ایک عورت سے فرمایا کہ تم پہلے شوہر کے پاس تب تک نہیں جا سکتی، جب تک تم دوسرے شوہر کی مٹھاس نہ چکھو، مراد جماع ہے۔ گویا آیت کریمہ حدیث کی رُو سے اس قید کے ساتھ مقید ہے، لہٰذا اس کے بغیر صرف نکاح حلالہ کے لیے کافی نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا آخَرُ ثُمَّ طَلَّقَهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمَسَّهَا، قَالَ: لَا يَنْكِحُهَا الْأَوَّلُ حَتّٰى تَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِهِ وَيَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِهَا. (۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ: ’’نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر دوسرے آدمی نے اس سے نکاح کیا پھر اس دوسرے شوہر نے جماع کرنے سے پہلے اس کو طلاق دی، (اس کے بعد وہ پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی تھی تو) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’جب تک (یہ عورت) اُس دوسرے شوہر کی مٹھاس نہ چکھے اور (وہ دوسرا شوہر) اس عورت کی مٹھاس نہ چکھے تب تک پہلا شوہر اس سے نکاح نہیں کر سکتا‘‘

❁❁❁❁❁

(۱) مسند أحمد، مسند عائشةؓ: ۵۸/۷، دار إحياء التراث العربي بيروت

باب الظہار

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت حرمت:

اسلام سے قبل دورِ جاہلیت میں طلاق کی طرح یہ بھی رُواج تھا کہ شوہر غصہ میں آکر بیوی کو اپنی ماں وغیرہ کی پشت یا کسی دوسرے خفیہ عضو سے تشبیہ دے دیتا جس کے بعد اس کی بیوی اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی۔ اس فعل کو دورِ جاہلیت میں بھی ''ظہار'' کہا جاتا تھا۔ قرآن کریم میں مذکورہ بے ہودہ گوئی کو سراسر ناجائز، قبیح اور جھوٹ قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا﴾ (۱)

جاہلیت کے برعکس اسلام نے مذکورہ فعل کی قباحت کے باوجود اس کو دائمی حرمت کا ذریعہ قرار نہیں دیا، بلکہ اس میں شوہر پر بطورِ زجر کفارہ لازم کر دیا، تاکہ وہ آئندہ ایسے لایعنی اور عبث فعل کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ (۲)

ظہار کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ:

ظہار ظہر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''پشت اور پیٹھ'' ہے، چونکہ دورِ جاہلیت میں بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کے لیے یہ استعارہ استعمال ہوتا تھا کہ: ''تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے'' مذکورہ استعارے میں خاص طور پر ''ظہر'' یعنی پشت کو اس لیے ذکر کیا جاتا تھا کہ ''ظہر'' یعنی پشت سواری کی جگہ ہے اور منکوحہ عورت پر شوہر کی قدرت بمنزلہ سواری ہے۔ گویا ظہر، یعنی پشت کو سواری کا اور سواری کو نکاح کا قائم مقام بنا دیا گیا اور مطلب یہ ہوا کہ ''نکاح کی وجہ سے تجھ پر سواری (جماع وغیرہ) میرے اوپر اس طرح حرام ہے جس طرح میرے لیے نکاح کی وجہ سے اپنی ماں کے ساتھ ہمبستری حرام ہے۔'' (۳)

ظہار کا اصطلاحی معنی:

هو تشبيه الزوجة أو جزء منها شائع أو معبرّ به عن الكل بما لا يحلّ النظر إليه من المحرمة على التأبيد ولو برضاع أو صهريّة.

---

(۱) المجادلة : ۲ (۲) بدائع الصنائع مع الحاشية، كتاب الظهار: ۵/۳

(۳) حواله بالا

کسی شخص کا اپنی بیوی کو یا اس (بیوی) کے مشترک حصے (نصف، ثلث وغیرہ) یا اس کے ایسے عضو کو جس کو بول کر پورا جسم مراد لیا جاتا ہو (مثلاً سر، گردن وغیرہ) محرماتِ ابدیہ یا ان کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ جس عضو کو دیکھنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ اگرچہ یہ دائمی حرمت، رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔(١)

باب سے متعلقہ اصطلاحات:

(١) ظہار: اپنی بیوی کو محرماتِ ابدیہ سے مخصوص طریقے سے تشبیہ دینا۔

(٢) مظاہر یا مشبِّہ: ظہار کرنے والا شوہر، یعنی اپنی بیوی کی تشبیہ محرمات سے دینے والا شخص۔

(٣) مظاہر منہا یا مشبَّہ: بیوی، جس کی تشبیہ محرمات سے دی گئی ہو۔

(٤) مظاہر بہ یا مشبہ بہ: وہ محرمات جن کے ساتھ بیوی کی تشبیہ دی گئی ہو۔(٢)

بابِ ظہار سے متعلقہ دیگر فقہی اصطلاحات:

(١) طلاق: لفظ طلاق یا کنائی الفاظ سے عقد نکاح ختم کرنا طلاق کہلاتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں اگرچہ ظہار، طلاق ہی کی ایک قسم تھی، تاہم شریعت اسلامیہ میں یہ طلاق شمار نہیں ہوتا۔

(٢) ایلا: شوہر کا یہ قسم کھانا کہ وہ چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک بیوی کے پاس نہیں جائے گا، ایلا کہلاتا ہے دورِ جاہلیت میں ایلا بھی ظہار کی طرح دائمی حرمت کا سبب تھا، تاہم شریعت نے اِن دونوں کے احکام میں تبدیلیاں کی ہیں۔(٣)

احکام ظہار کی مشروعیت:

دور جاہلیت میں ظہار اور ایلا دونوں عورت کے حق میں انتہائی افراط اور سختی پر مشتمل سماجی برائیاں شمار ہوتی تھیں۔ ظہار اور ایلا کے بعد عورت نہ تو خاوند کے نکاح میں برقرار رہ کر منکوحہ شمار ہوتی اور نہ مطلقہ شمار ہوتی، بلکہ درمیان میں معلق رہ کر کسی دوسرے شخص کے لیے بھی ہمیشہ حرام ہو جاتی تھی۔ اس ظالمانہ رواج کا اختتام اس وقت ہوا جب

---

(١) فتح القدیر علی الهدایة، باب الظهار: ٤/٨٥، الدر المختار، باب الظهار، کتاب الطلاق: ٥/١٢٥

(٢) الموسوعة الفقهية، مادة ظهار: ٢٩/١٩٢، بدائع الصنائع، کتاب الظهار: ٥/٤

(٣) الموسوعة الفقهية مادة ظهار: ٢٩/١٩٠

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنتِ ثعلب رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا اور وہ فریاد لے کر نبی کریم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئی۔ان کے بارے میں سورۂ مجادلہ کی ابتدائی چار آیتیں نازل ہوئیں، جن میں ظہار کے بنیادی احکام تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے۔(۱)

ظہار کا رُکن:

ظہار کا رکن وہ لفظ ہے جس سے شوہر اپنی بیوی کی تشبیہ محرماتِ ابدیہ کے کسی ایسے عضو سے دے، جس کو دیکھنا حرام ہو۔(۲)

ظہار کی شرائط:

ان میں بعض شرائط مظاہر (شوہر) سے متعلق ہیں، بعض مظاہر منہا (بیوی) سے جب کہ بعض مظاہر بہ (مشبہ بہ) سے متعلق ہیں۔ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مظاہر، یعنی شوہر سے متعلقہ شرائط:

(۱) شوہر عاقل، بالغ اور مسلمان ہو، لہٰذا مجنون، بچے، کافر، معتوہ، مدہوش، اور نائم کا ظہار درست نہیں۔سکران کے ظہار کا حکم سکران کی طلاق کی طرح ہے۔ظہار کی تحقیق کے لیے سنجیدہ ہونا، با اختیار ہونا یا ظہار کا قصد و ارادہ کرنا شرط نہیں، لہٰذا گپ شپ اور مزاح میں، حالتِ اکراہ میں اور حالتِ خطا میں بھی ظہار لازم ہوگا۔اسی طرح گونگے کے لیے اشارے اور کتابت کے ساتھ ظہار کرنا بھی درست ہے۔(۳)

(۲) ظہار کی بعض اقسام میں شوہر کی طرف سے ظہار کی نیت بھی ضروری ہے۔دراصل ظہار کے الفاظ اور تعبیرات طلاق کی طرح دو قسم پر ہیں: صریحی اور کنائی۔صریحی سے مراد ایسی تعبیرات ہیں جن میں ظہار کے سوا کسی اور معنی کی گنجائش نہ ہو، جیسے: یوں کہے: ''تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ، پیٹ، ران، شرم گاہ کی طرح ہے''۔اس صورت میں نیت کی ضرورت نہیں بلکہ یہ قول بہر صورت ظہار پر محمول ہوگا، اگرچہ کہنے والے نے اس سے کرامت، شرافت، طلاق، تحریم یا ایلا وغیرہ کی نیت کی ہو یا ان میں سے کسی بھی چیز کی نیت نہیں کی ہو۔

---

(۱) المجادلة:۱۔۴،الموسوعة الفقهية،مادة ظهار :۲۹/۱۹۰

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الظهار :۵/۵،٤

(۳) بدائع الصنائع،فصل في شرائط الظهار:۵/٤۔۵،الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب التاسع في الظهار:۱/۵۰۸

اور کنائی سے مراد ایسے الفاظ ہیں جن میں ظہار کے معنی کی بھی گنجائش ہو اور دوسرے معنی کی بھی، جیسے: ''تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے'' تو اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر شوہر نے کہا کہ میری مراد ماں جیسی احترام اور شرافت تھی تو کچھ بھی نہیں ہوگا، طلاق کا ارادہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، ایلا مراد ہو تو ایلا کا حکم لاگو ہوگا اور اگر ظہار مراد ہو تو ظہار کا حکم لگے گا، البتہ اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے (مفتیٰ بہ) قول کے مطابق کوئی بھی حکم نہیں لگے گا۔(۱)

البتہ اگر تشبیہ کے ساتھ حرام کا لفظ بھی بولا جائے، مثلاً: ''تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے'' تو اس صورت میں اس کی جو نیت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا اور اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو امام محمدؒ و امام ابوحنیفہؒ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق یہ ظہار پر محمول ہوگا۔(۲)

بیوی (مظاہر منہا) سے متعلق شرطیں:

(۱) جس عورت سے ظہار کر رہا ہے، ضروری ہے کہ وہ ظہار کرنے والے کے نکاح میں ہو، البتہ اگر اجنبی عورت سے بہ شرطِ نکاح ظہار کرے جیسے کہے: ''اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے'' تو نکاح کے ساتھ ظہار کا بھی تحقق ہو جائے گا۔

(۲) جس عورت کو ظہار کی نسبت کی ہو، وہ عورت ''من کل وجہ'' شوہر کے نکاح میں ہو، لہٰذا مطلقہ ثلثہ، مطلقہ بائنہ اور مختلعہ وغیرہ سے ظہار کرنا درست نہیں، اگرچہ وہ ابھی تک عدت گزار رہی ہو، البتہ اگر بیوی طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو اور اس وقت شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو جائے گا، اس لیے کہ عدت گزرنے تک شوہر کے لیے اس عورت سے استمتاع کا حق باقی ہے۔(۳)

(۳) ظہار کی نسبت عورت کے تمام بدن کی طرف ہو یا کسی مشترک اور شائع جز کی طرف ہو اور یا ایسے جز کی طرف ہو جس سے پورا بدن مراد لیا جا سکتا ہو، جیسے: سر، گردن، چہرہ، اور شرم گاہ وغیرہ۔(۴)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الظهار، فصل في شرائط الظهار: ٥/٨،٧، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع: ١/٥٠٧

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار: ١/٥٠٧

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في مايرجع إلى المظاهر منه: ٥/١٠، ١١، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار: ١/٥٠٨۔ (٤) بدائع، حواله بالا: ٥/١٢

طلاق کی طرح ظہار کا حق بھی صرف مرد کو حاصل ہے۔اگر عورت مرد سے ظہار کرے، یعنی مرد کو اپنے محرم سے یا اپنے آپ کو شوہر کے محرم سے تشبیہ دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، البتہ بعض فقہا نے بیوی پر کفارۂ یمین لازم ہونے کا حکم کیا ہے۔(۱)

مظاہر بہ، یعنی جس سے تشبیہ دی جائے اس سے متعلق شرائط:

(۱) جس سے تشبیہ دی جارہی ہو، وہ عورتوں کی جنس سے ہو، یعنی محرماتِ ابدیہ میں سے جو عورتیں ہیں، اُن کے خاص اعضا سے تشبیہ دینا ظہار ہوگا، لہٰذا اپنے باپ یا بیٹے کی پشت سے تشبیہ دینا ظہار نہیں۔(۲)

البتہ اگر یوں کہے کہ: ''تو مجھ پر میرے باپ یا بیٹے کی شرم گاہ کی طرح ہے'' تو ظہار ہو جائے گا۔(۳)

(۲) تشبیہ ایسے عضو سے دی جائے، جس کی طرف دیکھنا حلال اور جائز نہ ہو۔جیسے پیٹھ، پیٹ، ران، شرم گاہ وغیرہ۔

(۳) جس عورت سے تشبیہ دے رہا ہو، وہ نسب، صہر، یعنی سسرالی یا رضاعی رشتہ کی وجہ سے اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، جیسے: ماں، بہن، دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، ساس، رضاعی ماں اور بہن وغیرہ۔(۴)

حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق مزنیہ عورت کی ماں یا بیٹی سے تشبیہ دینا بھی ظہار کے حکم میں ہے۔اسی طرح باپ یا بیٹے کی مزنیہ سے تشبیہ دینے کا بھی یہی حکم ہے۔(۵)

شراب، خنزیر، سود، زنا جیسے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینے کا حکم:

حنفیہ کے ہاں اپنی بیوی کی تشبیہ خون، شراب، خنزیر، غیبت، چغل خوری، زنا، سود، رشوت، قتل، وغیرہ جیسے محرمات کے ساتھ دینا ظہار کے حکم میں نہیں، اگرچہ شوہر نے ظہار کی نیت بھی کی ہو، البتہ اگر شوہر نے اس سے طلاق یا ایلائی نیت کی ہو تو نیت کے مطابق حکم کیا جائے گا۔(٦)

---

(۱) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب الظهار:١٢٧/٥

(٢) بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في ما يرجع إلى المظاهر به:١٢/٥

(٣) الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الظهار:١٢٦/٥، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار:٥٠٧/١

(٤) بدائع الصنائع، فصل في ما يرجع إلى المظاهر به:١٢/٥

(٥) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار:٥٠٦/١، ردالمختار، كتاب الطلاق، باب الظهار:١٢٦/٥

(٦) رد المختار، كتاب الطلاق، باب الظهار:١٢٦/٥، ١٢٧، بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في شرائط الظهار:٩/٥

ظہار کے مختلف انواع کا حکم:

ظہار مشروط بھی ہوسکتا ہے اور غیر مشروط بھی، کسی وقت کے ساتھ مؤقت ومحدود بھی ہوسکتا ہے اور غیر مؤقت و غیر محدود بھی، ہر ایک کی تفصیل اور مثال ملاحظہ ہو:

(۱)''تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے'' غیر مشروط ہے، لہٰذا اس سے فوراً ہی ظہار واقع ہوجائے گا۔

(۲)''اگر تو نے فلاں شخص سے گفتگو کی تو تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔'' یہ مشروط ظہار ہے، لہٰذا اگر بیوی مذکورہ شخص سے گفتگو کرے گی تو ظہار ہوگا، ورنہ نہیں۔

(۳)''تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے یا تو مجھ پر ہمیشہ میری ماں کی طرح ہے۔'' یہ غیر محدود اور مطلق ظہار ہے، اس صورت میں جب تک کفارہ ادا نہ کرے، ظہار کا حکم باقی رہے گا۔

(۴)''تم میرے لیے ایک مہینہ تک میری ماں کی طرح ہو۔'' یہ محدود اور مؤقت ظہار ہے۔ مذکورہ صورت میں مقررہ وقت گزرنے کے بعد ظہار ختم ہوجاتا ہے اور شوہر کفارہ کے بغیر بیوی کے قریب جاسکتا ہے۔(۱)

ظہار کے احکام:

ظہار پر درج ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں:

(۱) کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے جماع کرنا، مباشرت یا بوس وکنار سب حرام ہیں۔

(۲) عورت شوہر کو جماع کرنے سے روک سکتی ہے، البتہ اس کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ شوہر سے جماع کا مطالبہ کر دے، جماع کے مطالبہ کے بعد یا تو شوہر خود کفارہ ادا کرے یا قاضی شوہر کو کفارہ کی ادائیگی یا طلاق دینے پر مجبور کر دے، تاکہ عورت کے ازدواجی حقوق متاثر نہ ہوں۔

(۳) کفارہ کی ادائیگی سے قبل اگر عورت سے جماع وغیرہ کرلیا تو اس سے دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوتا، البتہ معصیت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ کفارہ کی ادائیگی سے قبل پھر اس قبیح اور حرام فعل کا ارتکاب نہ کرے۔(۲)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الظهار، فصل في ما يرجع إلى المظاهر منه : ۵/۱۰، و فصل في ما ينتهي به حكم الظهار : ۵/۱۹۔(۲) بدائع الصنائع، کتاب الظهار، فصل في حكم الظهار : ۵/۱۴۔۱۹، الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق باب الظهار: ۵/۱۲۸۔۱۳۰

کفارۂ ظہار کے احکام:

ظہار کے بعد جب تک کفارہ ادا نہ کیا جائے، بیوی سے صحبت جائز نہیں، البتہ کفارہ تب واجب ہوتا ہے، جب شوہر بیوی سے صحبت کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ اس ارادہ صحبت کو قرآن مجید نے ''عود'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہی حنفیہ کی رائے ہے۔(۱)

حنفیہ کے ہاں اگر ایک ہی قول سے ایک سے زیادہ بیویوں سے ظہار کرلے تو ہر بیوی کے لیے الگ کفارہ واجب ہوگا۔(۲)

اگر ایک ہی مجلس میں متعدد بار ظہار کے کلمات کہے اور اس کی نیت تاکید وتکرار کی ہو تو ایک ہی کفارہ واجب ہو گا اور اگر اس طرح کی نیت نہ ہو تو کفارہ بھی متعدد ہوگا اور اگر مختلف مجالس میں متعدد بار ظہار کے کلمات کہے تو متعدد کفارات واجب ہوں گے۔(۳)

کفارہ ظہار کی تعیین خود قرآنِ کریم میں ہوئی ہے کہ یہ تین قسم کے کفارات ہیں جو بالترتیب واجب ہیں: غلام کا آزاد کرنا، دو ماہ مسلسل روزے رکھنا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو روزہ رکھے، روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلائے۔(۴)

کفارہ کے روزوں میں تسلسل ضروری ہے، اس لیے ایسے مہینوں کا انتخاب کرے کہ درمیان میں رمضان، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور ایامِ تشریق نہ آئیں۔ اگر دو ماہ کے درمیان ہی دن میں یا رات میں مظاہرہ بیوی سے صحبت کرلی تو ازسرِ نو روزے رکھنے ہوں گے۔ اسی طرح اگر کسی مرض، سفر یا عید وغیرہ کی وجہ سے افطار کرلے، تب بھی استیناف لازمی ہوگا۔

اگر روزہ آغازِ ماہ سے رکھے تو دو ماہ روزے رکھے، اگرچہ دونوں مہینے ۲۹ دن کے ہوں، البتہ اگر مہینے کے درمیان سے شروع کردے تو پورے ساٹھ دن روزے رکھنے ہوں گے۔(۵)

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في كفارة: ۵/۲۲، الفتاوى الهندية، الباب العاشر في الكفارة: ۱/۵۰۹

(۲) بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في حكم الظهار: ۵/۱۷

(۳) الدر المختار مع رد المختار، كتاب الطلاق، باب الظهار: ۵/۱۳۲-۱۳۳

(٤) المجادلة: ۳-٤

(۵) الفتاوى الهندية، الباب العاشر في الكفارة: ۱/۵۱۲

اگر کفارہ کے طور پر مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہے تو تین صورتیں ہیں:

ہر مسکین کو صدقہ فطر کے بقدر غلہ دے دے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ساٹھ الگ الگ فقرا کو دے یا ایک ہی محتاج شخص کو ساٹھ دن دے دے، ایک ہی شخص کو ایک ہی دن میں ساٹھ مسکینوں کا نصاب دینا جائز نہیں، چاہے ایک ساتھ دے دے یا ساٹھ مرتبہ الگ الگ دے دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پکا ہوا کھانا کھلا دیا جائے۔ ایسی صورت میں دن رات دونوں وقت کا کھانا کھلانا ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک صدقہ فطر (نصف صاع گندم) کی قیمت ادا کرے۔

اطعام یعنی کھلانے کی صورت میں بھی یہ ضروری ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے کھانا کھلا دے، تاہم اگر کھانا کھلانے کے درمیان صحبت کر لے تو از سرِ نو کھانا کھلانے کی ضرورت نہیں۔(۱)

ظہار کا حکم کن چیزوں سے باطل ہوتا ہے؟

(۱) احد الزوجین کی موت سے۔

(۲) کفارہ کی ادائیگی سے۔

(۳) ظہار مؤقت میں وقت گزرنے سے۔

بیوی سے ظہار کر لینے کے بعد طلاق دینے سے ظہار کا حکم باطل نہیں ہوتا، چاہے وہ طلاقِ بائن ہو یا طلاقِ ثلاثہ ہو، لہٰذا تجدیدِ نکاح یا حلالہ کرنے کے بعد پھر بھی کفارہ کی ادائیگی واجب رہے گی، اسی طرح ارتداد احد الزوجین سے بھی ظہار کا حکم ختم نہیں ہوتا۔(۲)

❁❁❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندية، الباب العاشر في الكفارة: ۱/۵۱۳، ۵۱۴

(۲) بدائع الصنائع، كتاب الظهار، فصل في ما ينتهي به حكم الظهار: ۵/۱۹

مسائل الظّهار

(ظہار سے متعلقہ مسائل کا بیان)

''اگر تیرے ساتھ بات کی تو تجھ سے پیدا ہوں گا'' کہنا

سوال نمبر (262):

میاں بیوی کی آپس میں کسی بات پر ناچاقی ہوئی، بیوی نے بات کرنا چھوڑ دیا، شوہر ایک دن گھر آیا تو بیوی نے منہ موڑ لیا تو اس نے غصے میں بیوی سے کہا: ''اگر میں نے تیرے ساتھ بات کی تو تجھ سے پیدا ہوں گا۔'' کیا اس سے طلاق یا ظہار لازم آتا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جو الفاظ عرف میں طلاق یا ظہار کی بجائے گالی گلوچ یا دھمکی یا سخت ناراضگی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اُن سے طلاق یا ظہار نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: ''اگر تیرے ساتھ بات کی تو میں تجھ سے پیدا ہوں گا'' نہ یہ الفاظِ ظہار میں سے ہے اور نہ عرف میں یہ الفاظ طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے ان الفاظ سے نہ تو ظہار ہوگا اور نہ ہی ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی۔

والدّلیل علی ذلك:

لو قال: إن وطئتك وطئت أمي، فلاشيء عليه.(١)

ترجمہ:

اگر شوہر (بیوی کو) کہے کہ: ''اگر میں تجھ سے ہم بستری کروں تو اپنی ماں سے ہم بستری کروں'' اس سے شوہر پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔

❁❁❁

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظهار: ١/ ٥٠٧

بیوی کو (اے بہن) کہہ کر پکارنا

سوال نمبر (263):

ایک شوہر اپنی بیوی کو یوں آواز دیتا ہے کہ ''اے بہن'' کبھی کہتا ہے ''اے ماں'' کیا اس صورت میں اس طرح کہنے سے ظہار واقع ہوجاتا ہے؟ نیز شریعت میں اس طرح الفاظ بولنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے شوہر کا بیوی کو اپنے محرمات ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ محض نسبت کرنے سے جب اس میں حرفِ تشبیہ کا استعمال نہ ہوا ہو، ظہار کا حکم ثابت نہیں ہوتا، مثلاً: یوں کہے کہ: ''اے بیٹی، اے بہن، اے ماں'' وغیرہ۔ تاہم بیوی کو ان الفاظ سے پکارنا فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں بیوی کو ''اے بہن'' یا ''اے ماں'' کہنے والے پر ظہار واقع نہیں ہوتا، تاہم آئندہ اس طرح کے الفاظ سے پکارنے سے اجتناب ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

ولو قال لها:أنت أمي لايكون مظاهراً، و ينبغي أن يكون مكروهاً،و مثله أن يقول يا ابنتي،ويا أختي و نحوه.(۱)

ترجمہ: اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ''تو میری ماں ہے'' تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: ''اے بیٹی'' اور ''اے بہن'' وغیرہ۔

❁❁❁

حرفِ تشبیہ کے بغیر بیوی کو ماں کہنے سے ظہار

سوال نمبر (264):

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''تم میری ماں

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب التاسع في الظهار:۱/۵۰۷

ہو' اور اس میں نیت طلاق کی نہ تھی۔اب کیا یہ خاتون مطلقہ، یعنی طلاق یافتہ شمار ہوگی؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

الفاظِ تشبیہ کے بغیر اپنی بیوی کو محرمات ِابدیہ کے نام سے پکارنا مکروہ ضرور ہے لیکن اس سے ظہار یا طلاق واقع نہیں ہوتا۔لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر شخص مذکور نے طلاق کی نیت کے بغیر یہ الفاظ کہے ہوں تو طلاق واقع نہیں ہوگی، تاہم ایسے الفاظ سے احتراز ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

ولو قال لها:أنت أمي لايكون مظاهراً، و ينبغي أن يكون مكروهاً،و مثله أن يقول يا ابنتي،ويا أختي و نحوه.(١)

ترجمہ: اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ''تو میری ماں ہے'' تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: ''اے بیٹی'' اور ''اے بہن'' وغیرہ۔

❁❁❁

جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہے ہیں تم بھی گزارو

سوال نمبر(265):

ایک شخص نے غصہ میں عورت کو کہا کہ: ''تم میرے لیے میری ماں بہن کی طرح ہو، جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہی ہیں اس طرح تم بھی گزارو۔'' اس سے طلاق یا ظہار واقع ہوتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے اگر کسی نے اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دی تو اس میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا،اس کی جو نیت ہوگی، اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر کی نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہوگی، اگر ظہار کی ہو تو ظہار واقع ہوگا۔حکم

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب التاسع في الظهار:١/٥٠٧

نیت کے تابع رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براأو ظهارا،أو طلاقاصحت نيته)......لأنه كناية(وإلا) ينو شيئاً،أو حذف الكاف (لغا)وتعيّن الأدنى أي البر يعني الكرامة.(١)

ترجمہ: اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنیٰ متعین ہوگا۔

❁❁❁

دو بیویوں کو''تم مجھ پر ماں، پھوپھی ہو'' کہنے سے ظہار

سوال نمبر(266):

میں نے آج سے دس مہینے پہلے حالتِ غصہ میں اپنی دونوں بیویوں کو یوں کہا کہ:''تم مجھ پر تین پتھر، تین پتھر ہو، بہن ہو، ماں ہو، پھوپھی ہو'' ان الفاظ سے یہ مذکورہ بیویاں مجھ سے جدا ہوتی ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ میں جمرود کا باشندہ ہوں، ہمارے یہاں اس سے طلاق دینا مقصود ہوتا ہے؟ بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفيق:

بیوی کو ماں، بہن اور پھوپھی وغیرہ کہنا اگر الفاظِ تشبیہ کے ساتھ ہو تو اس سے ظہار واقع ہوتا ہے اور الفاظِ تشبیہ کے ذکر کیے بغیر کہنا نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتا، البتہ بیوی کو اس طرح کے الفاظ کہنا مکروہ ضرور ہے۔ ہاں اگر عرف اور علاقائی محاورہ کے لحاظ سے بیوی کو ماں، بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور وہاں کے لوگ یہ الفاظ طلاق کے لیے ہی استعمال کرتے ہوں تو پھر ان الفاظ سے طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں جہاں یہ مسئلہ پیش آیا ہے، وہاں اگر واقعی عرف و عادت یہ ہو کہ بیوی کو ماں، بہن کہہ کر طلاق دینا مقصود ہوتا ہو تو سائل کی دونوں بیویوں پر طلاقِ بائن واقع ہوگئی، بظاہر تین پتھر کے الفاظ سے اس کی نیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ طلاقِ مغلظہ کی نیت کر کے خاوند نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وہ شخص اپنی دونوں بیویوں کو جدا کرلے۔

---

(١)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظهار:١٣١/٥

والدّلیل علی ذلك:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي برا أو ظهارا، أو طلاقا صحت نيته...... لأنه كناية (وإلا) ينو شيئا، أو حذف الكاف (لغا) وتعيّن الأدنىٰ أي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي ونحوه. (١)

ترجمہ: اوراگرکوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنی درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔ اور اپنی بیوی کو یہ کہنا ''تو میری ماں ہے'' اور ''اے میری بیٹی'' اور ''اے میری بہن'' وغیرہ مکروہ ہے۔

❁❁❁

اگر بھائی کے ساتھ بات کی تو میری بیوی میری ماں ہوگی سے ظہار

سوال نمبر (267):

ایک آدمی اپنے بھائی کے ساتھ صلح اور باتوں سے انکاری ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں نے اپنے بھائی کے ساتھ صلح یا باتیں کیں تو مجھ پر میری بیوی ''ماں بہن'' ہوگی۔ کیا اس سے ظہار واقع ہوتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی کو ''ماں بہن'' کہنا اگر حرفِ تشبیہ کے بغیر ہو تو اس سے ظہار واقع نہیں ہوتا، البتہ مکروہ ہے، مگر عرف و عادت اور علاقائی محاورات میں اگر لوگ بیوی کو ''ماں، بہن'' کہہ کر طلاق مراد لیتے ہوں اور وہاں یہ لفظ طلاق ہی کے مترادف سمجھا جاتا ہو تو طلاق کے حکم میں ہو کر اس سے طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں جس علاقے سے متعلق ہے، اگر وہاں پر بیوی کو ''ماں بہن'' کہنا طلاق کے مترادف ہو تو شرط کے موجود ہونے سے طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

والدّلیل علی ذلك:

والحاصل أنّ المتأخرين خالفوا المتقدمين في وقوع البائن بالحرام بلا نيّة، حتى لا يصدّق إذا قال

---

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الظهار: ١٣١/٥

لم أنو، لأجل العرف الحادث في زمان المتأخرين،فيتوقف الآن وقوع البائن به على وجود العرف. (١)

ترجمہ:

اور حاصل یہ کہ متاخرین نے متقدمین کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاقِ بائن بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی تو اس کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی۔اس کی وجہ متاخرین کے زمانے میں نئے عرف کا بن جانا ہے،لہٰذا اس دور میں اس سے بائن طلاق کا وقوع عرف پر موقوف رہے گا۔

❁❁❁

ظہارِ معلق کا حکم

سوال نمبر(268):

میں نے اپنی بیوی کو فون پر یوں کہا:''اگر تم بار بار مجھے فون کر کے مجھے چچازاد بھائیوں کے سامنے رسوا کرتی رہی اور میری عزت کی لاج نہیں رکھتی تو تم مجھ پر ایسی ہو،جیسی میری فلاں بہن اور میں تجھ پر ایسا ہوں، جیسا کہ تمہارا بھائی آصف اور اگر تم میرے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تو تم مجھ پر طلاق ہو۔'' کیا اس صورت میں ظہار واقع ہوا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اگر کوئی شخص طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔اس طرح اگر ظہار کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں یہ شخص مظاہر سمجھا جائے گا اور جب تک یہ آدمی کفارۂ ظہار ادا نہ کر لے، اس وقت تک اس کے لیے بیوی سے ازدواجی تعلقات رکھنا ناجائز ہے۔

صورتِ مسئولہ میں سائل نے دو جملے کہے ہیں۔ پہلا جملہ''اگر تم بار بار مجھے فون کر کے مجھے چچازاد بھائیوں کے سامنے رسوا کرتی رہی اور میری عزت کی لاج نہیں رکھتی تو تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری فلاں بہن اور میں

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ٤/ ٥٣٠

تجھ پر ایسا ہوں جیسا کہ تمہارا بھائی آصف،'' یہ جملہ ظہارِ معلق کے حکم میں ہے، لیکن چونکہ یہ جملہ ظہار کے لیے صریح نہیں، اس لیے نیت کا اعتبار ہوگا کہ ظہار کی نیت ہے یا طلاق کی یا کوئی بھی نیت نہیں، لہٰذا اگر عورت نے خاوند کو چچازاد بھائیوں کے سامنے رسوا کرنے کے لیے بار بار فون کیا تو اس صورت میں ان الفاظ سے اس کی جو بھی نیت تھی، وہ واقع ہوگی، اگر طلاق کی نیت تھی تو یہ عورت مطلقہ بائنہ ہوگی اور شوہر کے لیے بیوی کے ساتھ تعلقات رکھنا ناجائز رہے گا۔ اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار واقع ہوگا۔

دوسرا جملہ یہ ہے ''اگر تو میرے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تو تم مجھ پر طلاق ہو'' یہ معلق طلاق ہے، اگر مجلس ہی میں عورت نے جواباً یہ کہا ہو کہ ہاں میں تمہارے پاس زندگی گزارنا پسند نہیں کرتی تو اس صورت میں بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگی، ورنہ دوسرے وقت میں بیوی کا زندگی نہ گزارنے کا عندیہ دینے پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(برا أو ظهارا،أو طلاقاصحت نيته)......لأنه كناية(وإلا) ينو شيئاً،أو حذف الكاف (لغا)وتعين الأدنى:أي البر،الكرامة.(١)

ترجمہ:

اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔

و يصح ظهار زوجته تعليقاًبأن قال إن دخلت الدار، أوإن كلّمت فلاناً فأنت عليّ كظهرِ أمي.(٢)

ترجمہ:

اور زوجہ سے معلّق ظہار کرنا بھی صحیح ہے، مثلاً کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی یا تم نے فلاں سے بات کی تو مجھ پہ یوں ہوگی جس طرح میری ماں کی پیٹھ۔

❁❁❁

(١)الدرالمختار على صدرردالمحتار، كتاب الطلاق،باب الظهار:٥/١٣١

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب التاسع في الظهار:١/٥٠٩

جبراً کسی پر بیوی کے سامنے ''تو میری بیٹی ہے'' کہلوانا

سوال نمبر(269):

اگر حکومت یا کسی اور شخص کی طرف سے جبراً شوہر کو کہا جائے کہ تم بیوی سے کہو کہ: ''تو میری بیٹی ہے'' اور بیوی بھی تم کو باپ کہے تو کیا اکراہِ ملجی کی صورت میں طلاق یا نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہے کہ: ''تو میری بیٹی ہے یا اے بیٹی!'' تو چونکہ اس کلام میں محرمات ابدیہ کے ساتھ تشبیہ کے الفاظ نہیں ہیں، اس لیے باوجود تحریم یا ظہار کی نیت کے اس طرح کہنا بیوی کے حرام ہونے کا باعث یا ظہار یا طلاق کا مترادف متصور نہیں ہوگا، تاہم عام محاورات میں اس طرح کے جملے کراہت سے خالی نہیں۔ نیز شریعت نے عورت کو ظہار یا طلاق کا حق نہیں دیا ہے، بلکہ ان امور کا اختیار صرف شوہر کو دیا ہے، اس لیے اگر عورت ظہار کے الفاظ استعمال کرے تب بھی کوئی حرمت لازم نہیں ہوتی۔

سوال میں مذکور الفاظ سے ظہار یا طلاق واقع نہیں ہوتی، خواہ طوعاً کہے ہوں یا اکراہِ ملجیٔ سے یا غیر ملجیٔ سے۔

والدلیل علی ذلک:

ولو قال لها: أنت أمي لايكون مظاهراً، و ينبغي أن يكون مكروهاً، و مثله أن يقول يا ابنتي، ويا أختي و نحوه.(١)

ترجمہ:

اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ''تو میری ماں ہے'' تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: ''اے بیٹی'' اور ''اے بہن'' وغیرہ۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار: ٥٠٧/١

مکرر ظہار کرنے کا مسئلہ

سوال نمبر(270):

خاوند نے بیوی کو ٹیلی فون پر کہا کہ: ''اگر تو کراچی نہ آئی تو جس طرح زینب میری بہن ہے، اس طرح تو بھی میری بہن ہوگی'' یہ الفاظ ایک دفعہ بیوی سے اور دو دفعہ ساس سے کہہ دیے۔ کیا اس سے نکاح پر اثر پڑتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ میں بیوی کو محرمات ابدیہ سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ثبوتِ ظہار پر شوہر بیوی سے حقو جت اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا، جب تک مسلسل دو ماہ روزے نہ رکھ لے یا ساٹھ مسکینوں کو بقدرِ فطرانہ صدقہ نہ دے دے۔

اگر صورتِ مسئولہ میں شوہر کی ان الفاظ سے نیت ظہار کی ہو تو بیوی کا کراچی نہ جانے کی صورت میں ظہار واقع ہو جائے گا۔ نیز یہ الفاظ شوہر نے ساس کے سامنے بھی دو مرتبہ کہے ہیں، لہٰذا ظہار کی نیت کی صورت میں یہ تین ظہار ہوں گے، جس کے لیے چھ مہینے روزے رکھنے پڑیں گے۔ بشرطیکہ شوہر کا ساس سے کہنے میں نئے ظہار کی نیت ہو، ورنہ سابقہ بات کی تاکید یا خبر دینے پر ایک ہی ظہار واقع ہوگا۔

اور اگر ان الفاظ سے شوہر کی مراد طلاق دینا ہو تو پھر مذکورہ تفصیل کے مطابق کراچی نہ جانے کی صورت میں ایک طلاق بائن ہوگی، کیونکہ پہلی دفعہ بیوی کو کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی اور ساس کو دوبارہ کہنے میں اگر طلاق کی نیت ہو تو بائن چونکہ بائن سے ملحق نہیں ہوتی، اس لیے یہ طلاق لغو شمار ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

لو ظاهر من امرأته مراراً في مجلس، فعليه لكلّ ظهار كفارة إلّا أن ينوي به الأول.(١)

ترجمہ:

اگر کسی نے ایک مجلس میں عورت سے کئی بار ظہار کیا ہو تو شوہر پر ہر ایک ظہار کے لیے کفارہ واجب ہے، مگر یہ کہ اس کی نیت پہلے والے ظہار کو بار بار ذکر کرنا ہو تو پھر ایک ہی ظہار ہوگا۔

---

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ٥/١٣٢

(وإن نوى بأنت علي مثل أمي)......(براً أو ظهاراً، أو طلاقاً صحت نيته)...... لأنه كناية (وإلا) ينوِ شيئاً، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى: أي البر، يعني الكرامة.(١)

ترجمہ: اور اگر کوئی "أنت علي مثل أمي" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔

❁❁❁

''ہم بہن بھائی ہیں'' سے ظہار کا وقوع

سوال نمبر (271):

ایک مرتبہ بیوی سے تلخ کلامی ہوئی۔ بیوی نے غصہ میں کہا کہ: ''ہم بہن بھائی ہیں، لڑنے کی ضرورت نہیں'' تو میں نے کہا کہ: ''یہاں تو ہم بہن بھائی ہیں، لیکن پشاور میں بہن بھائی نہیں'' آیا ان الفاظ سے ظہار ہوتا ہے؟

بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہی نقطۂ نظر سے ظہار کے مسئلہ میں حرفِ تشبیہ کا استعمال ضروری ہے، مثلاً شوہر یوں کہے کہ: ''تم مجھ پر بہن کی طرح ہو''۔

صورتِ مسئولہ میں خاوند کے الفاظ ''یہاں تو ہم بہن بھائی ہیں'' میں اداتِ تشبیہ نہیں، اس لیے یہ کلام لغو ہے، تاہم عرف کا معاملہ الگ ہے، لیکن واضح رہے کہ اس طرح الفاظ بیوی کو کہنا کراہت سے خالی نہیں۔

والدّليل على ذلك:

ولو قال لها: أنت أمي لايكون مظاهراً، و ينبغي أن يكون مكروهاً، و مثله أن يقول يا ابنتي، ويا أختي و نحوه.(٢)

---

(١) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الظهار: ٥/١٣١

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار: ١/٥٠٧

ترجمہ:

اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ''تو میری ماں ہے'' تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: ''اے بیٹی'' اور ''اے بہن'' وغیرہ۔

❁❁❁

میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی

سوال نمبر (272):

میرے بھائی نے والد صاحب سے جھگڑا کیا اور کہا: ''میں آئندہ اس گھر میں نہیں آؤں گا، اگر میں دوبارہ آیا تو میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی''۔ اب وہ والد صاحب کے گھر آنے کی خواہش رکھتا ہے، لیکن بیوی حرام ہونے کے ڈر سے ہچکچاتا ہے، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ الفاظ ''اگر میں دوبارہ اس گھر میں آیا تو میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی'' ظہار کے الفاظ نہیں، کیونکہ ظہار میں حرفِ تشبیہ کا استعمال ضروری ہے جو اس کلام میں موجود نہیں، تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف میں بیوی کو بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق مراد لیتے ہوں تو پھر مذکورہ شخص کا گھر میں رہنے یا داخل ہونے سے طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

اور اگر عرف میں یہ طلاق کے لیے استعمال نہ ہوں تو پھر ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

قال العلماء: لابد في الظهار من التشبيه، وإذا قال أنت أمي لايكون ظهاراً بل لغواً.
أقول: لابد من أن يكون طلاقاً بائناً عند النية، وقد روي عن أبي يوسف، كمافي العمدة.(١)

---

(١) العرف الشذي على هامش الترمذي، ابواب الطلاق والرضاع، باب ماجآء في كفارة الظهار: ١/٣٥٧

ترجمہ: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے بغیر) کہے کہ ''تو میری ماں ہے'' تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدۃ میں ہے۔

❁❁❁

''میں تیرا بیٹا ہوں گا یا تجھ کو اپنی بہن سمجھوں گا'' سے ظہار

سوال نمبر(273):

گھر میں کسی بات پر بیوی کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی۔ میں نے بیوی سے کہا کہ: ''میں نے اپنے بچوں کو دو سال کے اندر ختنہ کرایا تو میں تیرا بچہ ہوں گا یا تم کو اپنی بہن سمجھوں گا''۔ اب میرے گھر میں بڑی بھابھی چاہتی ہے کہ وہ یہ کام سرانجام دے جس میں ہم دونوں کا ہاتھ نہیں ہوگا۔ آپ صاحبان سے قرآن وسنت کی روشنی میں پوچھنا ہے کہ کیا اس صورت میں مجھے کفارۂ ظہار ادا کرنا پڑے گا؟ اور اگر میں خود دو سال سے پہلے کروانا چاہوں تو کیا مجھ پر کوئی کفارہ ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ظہار میں لفظِ تشبیہ کا صراحتاً استعمال ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں جب کہ آپ نے بیوی سے کہا کہ: ''میں نے اگر اپنے بچوں کو دو سال کے اندر ختنہ کرایا تو میں تمہارا بچہ ہوں گا یا تم کو اپنی بہن سمجھوں گا'' اس سے ظہار واقع نہیں ہوا۔ اس لیے کلام لغو ہو جائے گا اور بچہ کے ختنہ کرانے سے کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

وإلالغا...... قال فى الشرح قوله(أو حذف الكاف) بأن قال أنت أمي...... ويدلّ عليه ما نذكره عن الفتح من أنّه لابد من التصريح بالأداة.(۱)

---

(۱) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الظهار: ۱۳۱/۵

ترجمہ:

اگر کسی چیز کی نیت نہ کی ہو یا اس نے کاف (حرف تشبیہ) کو حذف کر دیا، مثلاً یوں کہا کہ: ''تو میری ماں ہے'' تو یہ کلام لغو ہو جائے گا۔ اور اس بات پر وہ عبارت دلیل ہے جو ہم فتح القدیر سے ذکر کریں گے کہ'' بے شک ظہار میں حرف تشبیہ پر تصریح کرنا ضروری ہے''۔

۞۞۞

بیوی کے قریب ہونے کو ماں کا قریب شمار کرنا

سوال نمبر (274):

میں نے ایک دن بیوی سے لڑائی کے دوران کہا: ''میں تیرے قریب نہیں ہوں گا اگر تیرے قریب ہوں تو اپنی ماں کے قریب ہوں'' کیا بیوی کو یہ الفاظ کہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی کو مذکورہ الفاظ کہنے سے کچھ بھی واقع نہیں ہوتا، یہ ایک لغو کلام ہے، البتہ آئندہ اس قسم کی بے ہودہ گوئی سے احتراز کریں۔

والدّلیل علی ذلک:

لو قال: إن وطئتك وطئت أمي، فلاشيء عليه.(۱)

ترجمہ:

اگر شوہر (بیوی کو) کہے کہ: ''اگر میں تجھ سے ہم بستری کروں تو اپنی ماں سے ہم بستری کروں'' تو شوہر پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔

۞۞۞

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع فى الظهار: ۱/۵۰۷

بیوی ظہار کوکسی فعل پر معلق کردے اور شوہر اس کوتسلیم کرلے

سوال نمبر(275):

بیوی نے شوہر سے کہا کہ:''اگر تو نے فلاں کام کیا تو میں تجھ پر تیری ماں کی طرح ہوں گی''اور شوہر نے اس بات کوتسلیم کرتے ہوئے کہا کہ:''ٹھیک ہے''اس صورت میں اگر شوہر وہ کام کرلے تواس کا کیا حکم ہوگا؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے ظہار کی نسبت جب شوہر اپنی بیوی کی طرف کرے تواس میں ضروری ہے کہ وہ بیوی کی اپنے محرماتِ ابدیہ میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دے دے۔نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان محرمات کے پورے بدن یا کسی خاص عضو کے ساتھ تشبیہ ہو، جیسے پیٹھ، پیٹ وغیرہ۔

صورتِ مسؤلہ میں جب کہ شوہر نے بیوی کی بات کوتسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ٹھیک ہے تو یہ ایسا ہے گویا خود شوہر نے یہ کہا ہو کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہوگی،لہٰذا اگر ان الفاظ سے شوہر کی نیت طلاق کی ہو تو یہ کام کرنے کی صورت میں اس کی بیوی کوطلاقِ بائن ہوجائے گی اور اگر ظہار یا بیوی کواپنے اوپر حرام کرنے کی نیت ہو تو ظہار ہوجائے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

لوقال لها: أنت عليّ مثل أمي،أو كأمي ينوي، فإن نوى الطلاق وقع بائناً، وإن نوى الكرامة أوالظهار،فكما نوى، هكذا في فتح القدير...... وإن نوى التحريم اختلفت الروايات فيه، والصحيح أنه يكون ظهاراً عندالكل.(۱)

ترجمہ:

اگر شوہر بیوی سے کہے کہ:''تو مجھ پر میری ماں جیسی یا میری ماں کی طرح ہے''تو اگر اس کی نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر اس کی نیت شرافت واحترام یا ظہار کی ہو تو وہی حکم ہوگا جو اس کی نیت ہے،اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔۔۔۔۔اور اگر اس کی نیت بیوی کو حرام کرنے کی ہے تو اس سلسلے میں روایات مختلف

(۱)الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار:۱/۵۰۷

ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ تمام کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔

قال في الخانية: لو قال: واللّٰه لتفعلن كذا، فقال الآخر نعم، فهو على خمسة أوجه: أحدها أن ينوي كل من المبتدئ والمجيب الحلف على نفسه، فهما حالفان:

أما الأول فظاهر، وأما الثاني فلأن قوله نعم يتضمن إعادة ماقبله، فكأنه قال: واللّٰه لأفعلن كذا، فإذا لم يفعل حنثا جميعا.

والثاني: أن يريد المبتدئ الاستحلاف، والمجيب اليمين على نفسه، فالحالف هو المجيب فقط. (۱)

ترجمہ:

خانیہ میں کہا ہے کہ: اگر ایک شخص نے کسی کو کہا کہ: ''اللہ کی قسم! تو ضرور فلاں کام کرے گا'' دوسرے شخص نے جواب میں کہا: ''ہاں'' تو اس کی پانچ صورتیں ہیں: پہلی یہ ہے کہ ابتدا کرنے والے اور جواب دینے والے دونوں اشخاص کی نیت قسم کھانے کی ہو تو ایسی صورت میں دونوں حالف شمار ہوں گے، پہلے شخص کا حالف ہونا تو ظاہر ہے اور دوسرا اس وجہ سے حالف ہوگا کہ اس کا ہاں کہنا ماقبل کلام کے اعادہ کو متضمن ہے، تو گویا اس نے یوں کہا ''اللہ کی قسم! میں فلاں کام کروں گا'' پس جب وہ یہ کام نہ کرے گا تو دونوں حانث ہو جائیں گے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ابتدا کرنے والے کی نیت تو قسم دینے کی ہو اور جواب دینے والے کی نیت قسم کھانے کی ہو تو اس صورت میں صرف جواب دینے والا ہی حالف ہوگا۔

(۱) رد المحتار على الدر المختار، كتاب الايمان، باب اليمين فى الضرب، مطلب: قال لتفعلن كذا: ٥/٦٧٦

باب ثبوت النسب

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

اسلام میں نسب اور نسل کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اس باریک نوعیت کے معاملے میں شرعی احکام کافی ٹھوس اور محتاط ہیں، تاکہ کسی بھی انسان کی نسل کو حتی الوسع اختلاط اور اشتباہ سے بچایا جاسکے اور وہ معاشرے میں ایک قوم یا قبیلے کا باقاعدہ فردشمار ہوکر سرخ روئی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔شریعتِ مطہرہ میں زنا اور جنسی بے حیائیوں کے بارے میں سخت رویے اور عبرت ناک سزاؤں کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ حتی المقدور کسی معصوم مولود کو ولد الزنا ہونے کی تہمت سے بچایا جاسکے اور اس کے مستقبل کو محفوظ کیا جاسکے۔اسی مقصد کے لیے فقہاے کرام نے چند بنیادی اصول وضع کیے ہیں جو "ثبوت النسب" کے عنوان سے فقہی ذخائر میں پائے جاتے ہیں۔

نسب کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغت میں ایک چیز کی نسبت کسی دوسری چیز کی طرف کرنے کا نام نسب ہے، جب کہ اصطلاح میں نسب وہ قرابت ہے جو دو انسانوں کے مابین ولادتِ قریبہ (باپ بیٹا) یا ولادتِ بعیدہ (کسی اور رشتہ) کی وجہ سے حاصل ہوجائے۔(۱)

ثبوتِ نسب سے متعلق بنیادی اصول اور شرعی ہدایات:

ثبوتِ نسب کا تمام تر دارومدار احتیاط پر ہے۔جہاں تک ممکن ہوسکے کسی انسان کے نسب کو تحفظ دیا جائے، اس لیے کہ ایک انسان کے نسب کو تحفظ دینے میں اس بچے کا بھی حق ہے کہ اس کا تعلق ایک ایسے باپ سے استوار ہوجاتا ہے، جس کا اپنا تشخص اور اپنا خاندان وقبیلہ ہوتا ہے جو اس بچے کا کفیل اور غم خوار بن جاتا ہے۔نسب کے تحفظ میں ماں کا بھی حق ہے،اس لیے کہ بغیر باپ کے بچہ جننا ماں کے زانیہ ہونے پر دلیل ہے۔باپ کا بھی حق ہے کہ اس کو عمر بھر کے لیے ایک ایسا پشتی بان میسر آیا، جس سے اس کے ہاتھ مضبوط ہوگئے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نسب کے تحفظ میں اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے کہ اس نے صلہ رحمی اور ایک دوسرے کی عزت کا حکم دیا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کے نسب کا تحفظ کرنے

(۱) الموسوعة الفقهية، مادة نسب: ۲۳۱/٤٠

سے سب سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے اور یہ عزت بھرا لباس اتارنے پر سب سے زیادہ غصہ بھی اس کو ہوتا ہے۔
نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"أیما رجل جحد ولده وهو ینظر إلیه احتجب الله منه وفضحه علی رؤس الأولین والآخرین".

جو شخص بھی اپنے بچے (کے نسب سے) انکار کرے، حالانکہ وہ بچہ اس کی طرف دیکھ رہا ہو (یعنی اس کی نسبت کا محتاج ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے حجاب فرمائے گا (یعنی اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے محروم کردے گا) اور قیامت کے دن اس کو اولین اور آخرین تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کردے گا۔(١)

لہٰذا جہاں کہیں بھی کسی بچے کی نسبت حقیقی باپ کی طرف کرنے میں معمولی سی بھی گنجائش اور شرعی دلیل موجود ہو وہاں پر بحث وکرید اور غیر ضروری تفتیش حرام اور ناجائز ہے چاہے ایسا کرنے والا خود شوہر ہو یا کوئی اور ہو۔(٢)

ثبوتِ نسب کے طریقے:

اسلام میں ثبوتِ نسب کے چار طریقے ہیں: نکاحِ صحیح، نکاحِ فاسد، وطی بالشبہ اور ملکیت۔(٣)

(١) نکاحِ صحیح:

نکاحِ صحیح سے مراد یہ ہے کہ مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس میں نکاح کی تمام شرطوں کی رعایت ہو، اس کے بعد اس عورت کو جو بچہ پیدا ہو، اس کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا، بشرطیکہ تین باتیں پائی جائیں۔

(الف)...... شوہر بالغ یا قریب البلوغ ہو۔ حنفیہ کے ہاں کم از کم اس کی عمر بارہ سال ہو۔ چونکہ مراہق سے کم عمر بچے میں مادہ تناسل کا موجود ہونا ناممکن ہے، اس لیے حدیث "الولد للفراش......" کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا، جب صاحب فراش کی طرف سے کم از کم جماع کا تصور موجود ہو۔(٤)

(ب)...... نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو۔ حنفیہ کے ہاں نکاح کے وقت سے لے کر بچہ پیدا ہونے تک چھ ماہ مراد ہیں، اس لیے کہ نکاح وطی کا امکان پیدا کرتا ہے اور ثبوتِ نسب میں یہ امکان بھی کافی ہے، البتہ اگر نکاح پر ابھی چھ ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ عورت کو ولادت ہوگئی تو بچے کا نسب مرد سے ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ

(١) سنن أبي داؤد، کتاب الطلاق، باب التغلیظ في الانتفاء: ١/ ٣٠٨، المیزان

(٢) الموسوعة الفقهیة، مادة نسب: ٤٠/ ٢٣٣، ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ٥/ ٢١٦

(٣) ملخص از قاموس الفقه: ٣/ ٣٥

(٤) الهدایة مع الحاشیة للکهنوي: ٢/ ٤٣٠، الفتاوی الهندیة: ٥/ ٦١

ہو۔(۱)

(ج)......جمہور کے نزدیک زوجین کے درمیان کسی بھی طور پر ملاقات ممکن ہو، یعنی عادتاً اس طرح ملاقات ہوسکتی ہو۔حنفیہ کے ہاں امکانِ عقلی بھی کافی ہے۔ممکن ہے کہ درمیان کی مسافتیں اور رکاوٹیں شوہر کے لیے بطور اظہار کرامت ختم کردی گئی ہوں اور وہ بیوی سے مل چکا ہو۔(۲)

مذکورہ استدلال میں سقم تو بہرحال موجود ہے، البتہ موجودہ دور میں جدید ذرائع مواصلات کے ذریعے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کی مسافتیں جس طرح سمٹ گئی ہیں، اس کو مدنظر رکھ کر کسی کرامت کے قائل ہونے کی ضرورت نہیں۔حنفیہ کے ہاں مذکورہ شرائط پائے جانے کے بعد نکاح صحیح کی صورت میں نسب کا ثبوت شوہر کے دعوے کا محتاج نہیں، بلکہ دعوے کے بغیر بھی نسب ثابت ہوگا، اس لیے کہ فرمانِ نبوی کے مطابق بچہ صاحبِ فراش، یعنی شوہر کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر (سنگسار ہونا یا خالی ہاتھ رہنا) ہے۔(۳)

عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا ثبوتِ نسب:

حنفیہ کے ہاں نکاحِ صحیح میں طلاق دینے کے بعد درج ذیل صورتوں میں عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا نسب معتدہ عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا۔

(۱) مطلقہ رجعیہ کو طلاق کے بعد دوسال کے اندر بچہ پیدا ہو تو نسب ثابت ہو جائے گا اور وضع حمل کی وجہ سے عورت کی عدت ختم ہو کر وہ شوہر کے لیے بائنہ ہوجائے گی۔

(۲) مطلقہ رجعیہ نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا ہو اور واقعہ طلاق کے دوسال بعد بچہ پیدا ہو تو بچے کا نسب بھی ثابت ہوگا اور یہ بھی کہ شوہر نے بیوی سے رجوع کرلیا ہے، اس لیے کہ زیادہ سے زیادہ مدتِ حمل دوسال ہے، پس دوسال سے زیادہ مدت میں بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ یہ اس وطی کا نتیجہ ہے جو عدت کے دوران اس نے رجوع کرکے اپنی بیوی سے کی ہے۔

(۳) مطلقہ بائنہ کو طلاق کے بعد دوسال کے اندر بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔دوسال کے بعد پیدا ہو تو ثابت نہیں ہوگا، ہاں اگر خود مرد دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے عدت میں شبہۂ حلت

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ١/ ٥٤٠، الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٢/ ٤٣٥۔ (٢) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ٥/ ٢٤٥

(٣) سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ١/ ٣١٠

کی بنا پر اس سے وطی کرلی ہوگی۔

مطلقہ رجعیہ اور بائنہ کا یہ حکم تب ہے جب اس عورت نے عدت گزرنے کا اعتراف نہ کیا ہو۔ اگر اعتراف کیا ہو تو پھر طلاق کی مدت کے بعد سے چھ ماہ کے اندر ہی نسب ثابت ہوگا زیادہ میں نہیں۔(۱)

(۴) بیوہ عورت کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا نسب بھی فوت شدہ شوہر سے ثابت ہوگا، بشرطیکہ وفات سے دو سال کے اندر ولادت ہوا اور اس نے انقضائے عدت کا دعویٰ نہیں کیا ہو۔ یا انقضائے عدت کا اقرار کیا ہو مگر اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو جائے تو بھی یہ بچہ ثابت النسب ہوگا ورنہ نہیں۔(۲)

اصولی نکتہ نمبر 1:

اگر معتدہ عورت عدت ختم ہونے کا اقرار کرلے اور اقرار کر لینے کے بعد طلاق کی مدت سے لے کر چھ ماہ کے اندر اندر اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، البتہ اگر چھ ماہ سے زائد میں ولادت ہو جائے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔(۳)

اصولی نکتہ نمبر 2:

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ جن مطلقہ عورتوں پر عدت واجب نہیں ہوتی، مثلاً غیر مدخول بہا عورت تو اس کے پیدا ہونے والے بچے کا نسب عمومی حالات میں ثابت نہیں ہوگا، البتہ اس وقت ثابت ہوگا جب یہ تعیین ہو کہ واقعی یہ بچہ اسی شوہر کا ہے اور اس یقین کے لیے فقہائے کرام نے قاعدہ یہ رکھا ہے کہ بچہ طلاق کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو جائے۔ اور جن مطلقہ عورتوں پر عدت واجب ہوتی ہے، ان کے پیدا ہونے والے بچے کا نسب شوہر سے بہر صورت ثابت ہوگا، الّا یہ کہ یقین ہو کہ یہ بچہ اس شوہر سے نہیں اور اس یقین کے لیے فقہائے کرام نے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ بچہ طلاق کے بعد دو سال سے زیادہ مدت میں پیدا ہو جائے۔(۴)

ثبوتِ نسب کن صورتوں میں شوہر کے دعوے کا محتاج ہے اور کن میں نہیں؟

ثبوتِ نسب کے چار مراتب ہیں: ضعیف، متوسط، قوی اور اقویٰ۔

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/ ۴۳۵، ۴۳۶

(۲) الهداية حواله بالا، بدائع الصنائع، فصل في أحكام العدة: ۴/ ۴۸۹

(۳) الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/ ۴۳۶

(۴) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة: ۴/ ۴۸۱

(۱)ضعیف......: باندی سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب، نسب ضعیف کہلاتا ہے، اس لیے کہ یہ آقا کے دعوے کا محتاج ہے۔

(۲)متوسط......: ام ولدہ سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب بغیر دعوے کے ثابت ہوتا ہے، تاہم مالک بغیر لعان کے اس نسب کی نفی کرسکتا ہے۔

(۳)قوی......: منکوحہ (نکاحِ صحیح کے ساتھ) اور مطلقہ رجعیہ سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب، نسب قوی کہلاتا ہے۔ یہ نسب بغیر دعوے کے ثابت ہوتا ہے اور شوہر اس کی نفی نہیں کرسکتا۔ اگر نفی کرنا چاہے تو صرف لعان کے ذریعے نفی کرے گا۔

(۴)اقویٰ......: مطلقہ بائنہ کی عدت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب بھی بلا دعوے کے ثابت ہوتا ہے اور شوہر کو کسی بھی صورت یہاں تک کہ لعان کے ذریعے بھی نسب کے انتفا کا حق نہیں بلکہ یہ بچہ بہر صورت اس کا ہوگا، اس لیے کہ لعان کے لیے زوجیت ضروری ہے اور معتدہ بائنہ میں زوجیت ختم ہوگئی ہے۔(۱)

(۲)نکاحِ فاسد میں ثبوتِ نسب:

ثبوتِ نسب کا دوسرا طریقہ نکاحِ فاسد ہے، یعنی ایسا نکاح جس میں تمام شرائط کی رعایت نہ کی گئی ہو۔ نکاحِ فاسد کی منکوحہ عورت کو دخول کے بعد کم از کم چھ ماہ پورے ہونے پر بچہ پیدا ہو تو بھی ثبوتِ نسب کے لیے وہی شرطیں ہیں جو نکاحِ صحیح کی صورت میں ہیں۔(۲)

امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسفؒ کے نزدیک نکاحِ صحیح کی طرح نکاحِ فاسد سے بھی چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہو، اس کا نسب ثابت ہوگا، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک وطی کے وقت سے چھ ماہ کا اعتبار ہوگا۔ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔(۳)

(۳)وطی بالشبہ میں ثبوتِ نسب:

وطی بالشبہ سے مراد یہ ہے کہ کسی مرد نے کسی اجنبی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر غلط فہمی میں وطی کرلی یا اپنی بیوی

---

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مطلب الفراش علی أربع مراتب:۵/۲۴۵

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر:۱/۵۳۶، بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في النکاح الفاسد:۳/۶۱۵

(۳) البحرالرائق، کتاب النکاح، باب المهر:۳/۲۹۹، الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثامن في النکاح الفاسد و أحکامه:۱/۳۳۰

سے طلاقِ بائن کے بعد عدت میں وطی کر لی اور یہ خیال کیا کہ طلاقِ رجعی کی طرح طلاقِ بائن کی عدت میں بھی وطی جائز ہوگی اور اس کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا، اس لیے کہ شبہ نکاح حقیقتِ نکاح کے ساتھ ان تمام احکام میں برابر ہے جن کا دارومدار احتیاط پر ہو، جیسے عدت اور ثبوتِ نسب۔(۱)

(۴) باندی کے بچے کا ثبوتِ نسب:

ثبوتِ نسب کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جس عورت کو بچہ پیدا ہوا ہو، وہ اس کی باندی ہو۔ اگر عام باندی ہو تو مالک کے اقرار کے ساتھ نسب ثابت ہوگا اور اگر امّ ولد ہو تو دعویٰ اور اقرار کے بغیر ہی نسب ثابت ہوگا۔(۲)

زنا سے نسب کا ثبوت نہیں ہوتا:

جمہور فقہائے کرام کے ہاں زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: ''بچہ صاحبِ فراش (شوہر) کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے'' یعنی اس کے لیے یا تو سنگسار ہونا ہے یا اس کے لیے کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح نکاحِ باطل سے بھی نسب ثابت نہیں ہوتا۔(۳)

نسب ثابت کرنے کے طریقے:

حنفیہ کے ہاں نسب کا اثبات تین ذرائع سے ہوسکتا ہے:

(۱)......نکاح صحیح یا نکاحِ فاسد موجود ہو۔ (اس کی تفصیل گزر چکی)(۴)

(۲)......اقرار، اس کی دو صورتیں ہیں:

اول ایسا اقرار جو خود اقرار کنندہ کے حقوق سے متعلق ہو، مثلاً کوئی شخص کسی کے بارے میں اس بات کا اقرار کرلے کہ وہ اس کا بیٹا ہے تو یہ اقرار تین شرائط کے ساتھ معتبر ہے۔

(الف) اقرار کنندہ اس عمر کے بچے کا باپ بن سکتا ہو۔

---

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب:٤/٢٦٧، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في مقادير العدة ومانتقضي به:٤/٤٢٣، ٤٢٤، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة:٥/١٩٨، ١٩٩!

(۲) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مطلب الفراش علی أربع مراتب:٥/٢٤٥

(۳) الفتاوی الهندية، کتاب الدعوی، الباب الرابع عشر، الفصل الثامن في دعوة الولد من الزنا:٤/١٢٧، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب:٥/٢٥٢

(٤) الفتاوی الهندية، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب:١/٥٣٦

(ب) جس کے متعلق اقرار کررہا ہے، وہ کسی اور باپ کی طرف منسوب نہ ہو۔
(ج) جس کے متعلق اقرار کررہا ہے، اگر وہ صاحب عقل وتمیز ہو تو وہ خود بھی اس دعوے کی تصدیق کررہا ہو۔

اقرار کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا اقرار دوسروں کے حقوق پر بھی اثرانداز ہو، مثلاً ایک شخص نے دوسرے کے بارے میں کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور اول صورت والی مذکورہ شرائط موجود ہوں تو اس صورت میں اگر اقرار کنندہ کا والد اور اس کے دیگر بھائی بھی اس کی تصدیق کردیں تو ٹھیک ہے، ورنہ نسب ثابت نہ ہوگا۔(۱)

(۳)......شہادت وگواہی:

امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی شہادت دیں کہ یہ بچہ فلاں شخص کا ہے۔ واضح رہے کہ لوگوں کے مابین عام شہرت اور تسامع کی بنیاد پر بھی نسب، نکاح، قضا اور موت وغیرہ اشیا پر گواہی دی جاسکتی ہے۔(۲)

بچے کی ولادت پر گواہی کا حکم:

منکوحہ عورت کا بچہ پیدا ہو تو بالاجماع دایہ یا صرف ایک عورت کی شہادت اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہوگی کہ یہی بچہ اس عورت سے پیدا ہوا ہے۔ اگر شوہر اس بچے کا باپ ہونے سے انکار کرے تو لعان کے بغیر بچے کا نسب اس سے منقطع نہیں ہوگا۔ وہ عورت جو طلاق کی عدت گزار رہی ہو اور دورانِ عدت اس کو ولادت ہوئی تو صاحبین کے ہاں اب بھی ایک ہی عورت کی گواہی کافی ہوگی، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اگر حمل پہلے سے ظاہر نہ ہو یا شوہر کو خود اس کا اقرار نہ ہو تو اب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہوگی۔(۳)

اور اگر عورت شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو تو بچے کی ولادت پر گواہی کے بغیر بھی اگر ورثہ اس کی تصدیق کرلیں تو بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا۔(۴)

❁❁❁❁❁

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الإقرار، الباب السابع عشر في الإقرار بالنسب: ٢١٠/٤، الفقه الإسلامي وأدلته: ٦٩٥/٧

(٢) تكملة ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الشهادات: ١٢١/١١، ١٢٢، ١٢٨، ١٢٩، المبسوط، كتاب الشهادات، باب الشهادة في النسب وغيره: ١٤٩/١٦، ١٥٠

(٣) الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٤٣٦، ٤٣٧

(٤) البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٢٧١/٤، ٢٧٢

مسائل ثبوت النسب

(ثبوتِ نسب سے متعلقہ مسائل کا بیان)

طلاقِ مغلظ کے بعد اکٹھے رہنے کی صورت میں بچے کا نسب

سوال نمبر(276):

ایک شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دی، پھر رجوع کر کے دو سال بعد ایک اور طلاق دی اور دو مہینے بعد ایک اور طلاق دے دی، اس طرح یہ بیوی اس پر تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگئی، خاوند کو یہ علم نہ تھا کہ اب بیوی اس پر مکمل حرام ہوگئی ہے اس لیے اس کے بعد بھی کئی سالوں تک اکٹھے رہے، اس تیسری طلاق کے چار سال بعد ان کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔ کئی سال بعد کسی سے معلوم ہوا کہ یوں تین طلاق ہوجانے کے بعد میاں بیوی کو اکٹھا رہنا جائز نہیں۔ اب اس بچے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کا نسب کس کی طرف منسوب ہوگا؟ بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد اُس سے ہم بستری کرتا ہے اور لاعلمی کی وجہ سے اِسے جائز سمجھتا ہے تو یہ فقہاے کرام کے ہاں وطی بشبہۃ (شبہ کی وجہ سے ہم بستری کرنا) کہلاتا ہے اور اس میں شبہ فی الفعل ہے۔ شبہ فی الفعل کی صورت میں حد نہیں ہوتا البتہ اگر اِس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہو تو اُس کا نسب اِس آدمی سے ثابت نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر تین طلاقوں کے بعد بھی لاعلمی کی وجہ سے بیوی کے ساتھ کئی سال تک اکٹھا رہا ہو اور ازدواجی تعلقات قائم رکھے ہوں تو یہ اِس نے حرام کا ارتکاب کیا ہے جس سے سچے دِل کے ساتھ توبہ کرنا اور آئندہ کے لیے مکمل الگ ہوجانا ضروری ہے۔ اِس دوران تیسری طلاق کے چار سال بعد اِن کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے اُس بچے کا نسب اِس شخص سے ثابت نہیں ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

...فالحد يسقط بالنوعين والنسب يثبت في الثاني إن ادعى الولد ولا يثبت في الأول وإن ادعاه.(١)

ترجمہ: ...شبہ کی دونوں قسموں (شبہ فی الفعل اور شبہ فی المحل) میں حد ساقط ہوتا ہے البتہ نسب دوسری قسم (شبہ فی

(١) الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحدّ.......:١٤٧/٢

شکل) میں ثابت ہوتا ہے، بشرطیکہ آدمی بچے کے نسب کا دعویٰ کرے، اور پہلی قسم (شبہ فی الفعل) میں نسب ثابت نہیں ہوتا اگرچہ آدمی دعویٰ بھی کرے۔

❁❁❁

محارم سے نکاح کے بعد ثبوتِ نسب کا مسئلہ

سوال نمبر(277):

زید نے چند سال پہلے اپنی بھانجی کو اغوا کیا۔ کافی عرصہ ڈھونڈنے کے بعد مل گئی، جب کہ اس عورت کے اس سے بچے بھی ہیں۔ زید نے پوچھ گچھ کے بعد لاعلمی ظاہر کر دی ہے، مگر بعض قرائن سے وہ جھوٹا معلوم ہوا ہے۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اسلام میں محارم کے ساتھ نکاح ابدی حرام ہے جس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں بن سکتی، اگر کوئی شخص کسی محرمہ کے ساتھ، باوجود اس علم کے کہ یہ میری محرمہ ہے، شادی کرلے تو یہ نکاح سرے سے منعقد نہیں ہوتا، بلکہ زنائے محض کے حکم میں ہو کر اس سے پیدا ہونے والے بچے حرامی اور غیر ثابت النسب ہوں گے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی زید سے بھانجی کے بچے پیدا ہوں تو یہ دونوں حرام کے مرتکب ہوئے ہیں، اب دونوں کے درمیان فوری تفرقہ لازمی ہے، جہاں تک اولاد کا مسئلہ ہے، وہ غیر ثابت النسب ہوں گے، تاہم بغیر ثبوت و حقائق کے کسی پر تہمت لگانا و افترا باندھنا گناہ عظیم ہے، جب تک حقائق کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں۔

والدلیل علی ذلک:

نعم في البزازية حكاية قولين في أن نكاح المحارم باطل،أو فاسد، والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه، ولذا لا يثبت النسب، ولا العدة في نكاح المحارم. وفسر القهستاني هنا الفاسد بالباطل ومثله بنكاح المحارم. (۱)

ترجمہ: ہاں بزازیہ میں دو قول نقل ہیں کہ بے شک محارم سے نکاح باطل ہے یا فاسد ہے اور ظاہراً "باطل ہے" سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجود عدم کی طرح ہے، اسی لیے محارم کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ عدت۔ قہستانی نے یہاں فاسد کی تفسیر باطل سے کی ہے اور اس کی مثال محارم کے ساتھ نکاح کرنے کی دی ہے۔

(۱) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ٤/ ٢٧٤

ولد الزنا کے ثبوت النسب اور میراث کا مسئلہ

سوال نمبر(278):

ایک آدمی نے ایک لڑکی سے زنا کیا۔زنا کے پانچ مہینے بعد اس کا حمل ظاہر ہو گیا،ظہورِ حمل پر جرگہ والوں نے فیصلہ سنایا کہ وہ آدمی اس لڑکی کو نکاح پر لے گا،اس آدمی نے اس لڑکی سے نکاح کیا اور شادی کے دو ماہ بعد اس کا بچہ پیدا ہوا۔اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ بچہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟اور یہ مذکورہ آدمی کی میراث کا مستحق بن سکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جس زانی کی وجہ سے مزنیہ کا حمل ٹھہرا ہے، اس کے لیے اس حاملہ سے نکاح اور نکاح کے بعد ہم بستری بالاتفاق جائز ہے۔اگر یہ بچہ نکاح کے چھ ماہ یا زائد مدت کے بعد پیدا ہوا ہو تو اس بچے کا نسب اس آدمی سے ثابت ہوگا اور بچہ اس آدمی کی میراث کا بھی حق دار ہوگا،لیکن اگر نکاح اور ولادت کے درمیان چھ مہینے سے کم مدت ہو تو ایسی صورت میں بچے کا نسب اس آدمی سے ثابت نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی میراث کا مستحق ہوگا،الا یہ کہ یہ آدمی خود یہ دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہی ہے تو اس صورت میں قضاءً نسب ثابت ہو جائے گا،بشرطیکہ وہ یہ نہ کہے کہ یہ بچہ میرے زنا کرنے سے پیدا ہوا ہے،تاہم دیانتاً خاوند کے لیے اس بچے کے بارے میں اپنا بچہ ہونے کا دعویٰ کرنا جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

ولوزني بامرأة فحملت، ثم تزوجها، فولدت إن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً ثبت نسبه، وإن جاء ت به لأقل من ستة أشهرلم يثبت نسبه إلا أن يدعيه، ولم يقل أنه من الزنا،أما إن قال أنه مني من الزنا فلا يثبت نسبه ولا يرث منه.(١)

ترجمہ: اگر کسی آدمی نے ایک عورت سے زنا کیا، پس وہ حاملہ ہوئی، پھر اس سے شادی کی، پس اس نے بچہ جنا،اگر چھ مہینے یا زیادہ مدت بعد بچہ جنا ہو تو اس بچے کا نسب ثابت ہے اور اگر چھ مہینے سے کم مدت میں بچہ جنا ہو تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں،مگر یہ کہ آدمی خود اپنا بچہ ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ زنا سے ہے، چنانچہ اگر اس نے یہ کہا کہ یہ میرے زنا سے ہے تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ اس سے میراث لے گا۔

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الخامس عشرفي ثبوت النسب:١/٥٤٠

منی میں جرثومہ نہ ہو اور بچہ پیدا ہو

سوال نمبر(279):

میری بیوی بدکاری میں ملوث تھی اور اس سے میرے چار بچے بھی ہیں۔ بعد میں، میں نے اس بیوی کو طلاق دے دی، پھر میں نے دوسری شادی کی، اس سے میرا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تم میں بچے پیدا کرنے کے جراثیم نہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ چار بچے میرے ہیں یا نہیں؟ اور اگر میں ان کو میراث سے محروم کردوں تو کیا میرے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے دورانِ نکاح مدت حمل میں پیدا ہونے والے بچے اسی شخص کے متصور ہو کر ثابت النسب رہیں گے جس شخص کے نکاح میں یہ بیوی ہو۔ صورتِ مسئولہ میں یہ چار بچے بقول مستفتی نکاح کے قیام کے دوران پیدا ہوئے، اس لیے یہ ثابت النسب ہو کر باپ کی میراث میں حصہ دار ہوں گے، ان کو میراث سے محروم کرنا جائز نہیں۔ محض ٹیسٹ میں جرثومہ نہ ہونے کا رپورٹ ملنے پر اپنے بچوں سے انکار جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

قام رجل فقال: يا رسول اللہ ﷺ إن فلانا ابني عاهرت بأمه في الجاهلية، فقال رسول اللہ ﷺ: لا دعوة في الإسلام ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش، و للعاهر الحجر.(١)

ترجمہ:

ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ: ''یا رسول اللہ ﷺ! بے شک یہ فلاں میرا بیٹا ہے۔ میں نے دورِ جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام میں دعوی کا کوئی تصور نہیں، جاہلیت کا دستور ختم ہوگیا، بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زنا کار کے لیے رجم ہوگا''۔

❀❀❀

(١)سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ١/ ٣١٠

نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ

سوال نمبر (280):

بہشتی زیور کے ایک مسئلہ پر بعض لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ مقلدین کی کتب میں یہ خرافات موجود ہیں کہ اگر ایک آدمی نکاح کر لے اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی کہ بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ شوہر کا ہی ہوگا، اس طرح اگر کوئی شادی کے بعد برسوں گھر نہ آئے اور بیوی کا بچہ پیدا ہو جائے تو یہ بھی شوہر کا شمار ہوگا، یہ صورتیں عقل سے بالاتر ہیں، اس لیے ہمارے محلے میں بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو! آپ کی کتابوں میں یہ خرافات ہیں اور یہ آپ کے مفتیان کا مسلک بھی ہے۔

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اللہ تعالی نے دین کی سمجھ بوجھ جیسی بڑی نعمت سے خاص طور پر فقہائے کرام کو نوازا ہے جو عام لوگوں کی طرح ظاہر بینی سے کام نہیں لیتے، بلکہ ہر مسئلے کی حقیقت اور تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے بعد مسائل کا استنباط کرتے ہیں، ان مسائل میں ایک اہم مسئلہ ثبوت النسب کا بھی ہے جس پر بعض ظاہر بینوں نے فقہائے کرام بالخصوص احناف کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ حقیقتِ نسب بالکل ایک امر مخفی ہے، معلوم نہیں کہ یہ بچہ کس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اس لیے شریعت نے علاماتِ ظاہرہ کو نسب کا معیار اور دار و مدار قرار دیا ہے جو شرعاً معتبر بھی ہے اور علامتِ ظاہرہ نکاح ہے، پس یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ جس شخص سے نکاح ہوا ہے، نسب اسی کا حق ہے، البتہ شوہر اگر خود اس کی نفی کر دے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے اور عورت کی زنا پر گواہ پیش کر دے یا عورت خود اس کی تصدیق کر دے تو نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا، بلکہ بچہ مجہول النسب رہے گا، لیکن اگر میاں بیوی دونوں انکار نہ کریں یا خاموش رہیں تو ایسی صورت میں بچہ اپنی ماں کے موجودہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر میاں بیوی کے ساتھ ملنے کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو، مثلاً نکاح ہو جائے اور رخصتی سے قبل حمل ہو جائے، بشرطیکہ نکاح اور وضع حمل کے درمیان کم از کم چھ ماہ کی مدت موجود ہو یا کوئی شخص شادی کے بعد چند سال گھر سے باہر گزارے جس میں وہ گھر نہ آیا ہو اور اسی اثنا میں عورت کا حمل ٹھہر جائے تو اس صورت میں جس طرح کوئی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ یہ بچہ اپنے باپ سے ہے، اسی طرح یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بچہ ولد

اڑتا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ درمیان میں شوہر چپکے سے گھر آیا ہو اور چپکے سے واپس گیا ہو، جیسا کہ اشتہاری مجرموں کا معمول ہوتا ہے۔ اسی طرح بزرگانِ دین سے مہینوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے کرنا بھی ثابت ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کی بدولت میاں بیوی کے ملنے کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ بچہ ولد الزنا ہے اور نہ یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ بچہ اپنے باپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، بلکہ جب شوہر گھر پر بھی ہو، تب بھی کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ بچہ باپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ عورت نے خدانخواستہ بدکاری کی ہو اور اس سے حمل ٹھہرا ہو تو جس طرح یہاں ظاہری علامت، یعنی نکاح اور حدیث "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کو مدِ نظر رکھ کر ہم بچے کو باپ ہی سے سمجھتے ہیں تو وہاں بھی اس علامت کی موجودگی اور احادیث صحیحہ کی وجہ سے بغیر کسی دلیل کے بچے پر ولد الزنا ہونے کی تہمت لگانے کے مجاز نہیں۔ ہاں چونکہ حقیقتِ حال میاں بیوی کو معلوم ہے، اس لیے اگر وہ اس بچے کے نسب سے گواہوں کی موجودگی میں یا عورت کے اقرار سے انکار کر دیں تو وہ الگ بات ہے اور اگر شوہر اپنے بچے کے نسب کا انکار کرے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور عورت بھی اقرار یعنی شوہر کی تصدیق نہ کرے تو ایسی صورت میں اس کا حل لعان ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ﴾.(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ تر بدگمانیوں سے بچو، بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔

قال علیه السلام "الولد للفراش وللعاهر الحجر".(۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زنا کار کے لیے رجم ہوگا"۔

❁❁❁

زنا کار حاملہ عورت سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

سوال نمبر (281):

ایک شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کر لیا تو پتہ چلا کہ وہ حاملہ ہے، چونکہ وہ اس سے پہلے کسی کے نکاح میں نہیں

(۱) الحجرات/۱۲

(۲) سنن أبي داؤد، کتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۱/ ۳۱۰

تھی، اس لیے یہ حمل زنا سے تھا، نکاح کے بعد اس عورت کا بچہ پیدا ہوا، شرعی نقطہ نظر سے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح اور اس بچے کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شریعت کی رو سے ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے جو زنا سے حاملہ ہو، ایسی عورت کے ساتھ نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ زنا کرنے والے کے علاوہ کسی اور شخص نے نکاح کیا ہو تو وضع حمل تک اس سے ہم بستری نہیں کی جاسکتی۔ وضع حمل کے بعد شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے، جب کہ نکاح کے چھ مہینے یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جانے پر پیدا ہونے والا بچہ اسی شوہر کا بچہ شمار ہو کر ثابت النسب رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى :يجوز أن يتزوج امرأة حاملا من الزنا،ولا يطؤها حتىٰ تضع.(١)

ترجمہ:

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اور وہ اس کے ساتھ ہمبستری تب تک نہیں کرے گا جب تک وضع حمل نہ ہو۔

وإذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر منذتزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهرفصاعدا يثبت نسبه.(٢)

ترجمہ:

اور جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور وہ عورت شادی کے بعد چھ ماہ سے کم عرصے میں بچہ جن لے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوتا اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصے میں بچہ جن دے تو اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔

(١)الفتاوى الهندية،كتاب النكاح،الباب الثالث في بيان المحرمات:١/٢٨٠

(٢)الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق،الباب الخامس عشرفي ثبوت النسب:١/٥٣٦

نکاح کے تین ماہ بعد باہم زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب

سوال نمبر(282):

ایک لڑکے کی منگنی ہوگئی،لیکن رخصتی و نکاح سے پہلے ہی اس نے اپنی منگیتر سے ملنا شروع کیا،ہم بستری بھی کر لیتا تھا۔ جب نکاح ہوگیا تو اس کے تین ماہ بعد لڑکی کا بچہ پیدا ہوگیا۔ایسے بچے کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا نسب ثابت رہے گا یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

مرد وعورت کے ازدواجی تعلقات کے جواز کے لیے نکاح کا انعقاد ضروری ہے۔اگر منگنی کی تقریب میں باقاعدہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرانے کی بجائے محض وعدۂ نکاح اور رشتہ کی بات طے ہوئی ہو تو ایسی صورت میں انہیں ازدواجی تعلق رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔اس صورت میں شرعی نکاح ہو جانے کے بعد چھ ماہ سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا، بلکہ یہ بچہ ولد الزنا کہلائے گا جس پر توبہ واستغفار ضروری ہے اور اگر منگنی میں شرعی نکاح کے تقاضے بجالائے ہوں اور منگنی کے بعد بچہ جننے تک چھ ماہ بھی گزر گئے ہوں تو یہ بچہ اسی شخص کا بیٹا شمار ہو کر ثابت النسب رہے گا۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق جب ان دونوں کی صرف منگنی ہوئی تھی اور شرعی طور پر باقاعدہ نکاح منعقد نہیں ہوا تھا تو ان دونوں کا میل ملاپ اور ازدواجی تعلق قائم کرنا شرعاً حرام تھا،لہٰذا اس دوران جماع سے ٹھہرنے والا حمل بھی ولد الزنا (حرامی) شمار ہوگا۔اس حرکت پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔البتہ اگر یہ شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو قضاء بچے کا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ یہ نہ کہے کہ یہ بچہ میرے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وأكثرمدة الحمل سنتان، وأقله ستة أشهر.(۱)

ترجمہ: حمل کی اکثر مدت دو سال اور کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔

❀❀❀❀❀

(۱)الهداية، كتاب الطلاق،باب ثبوت النسب:۲/۴۳۷

کتاب النفقات

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

نظام عالم کے استحکام، اعتدال اور توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار حقوق وفرائض کے مابین پیدا فرمایا ہے۔ بچپن میں جب انسان اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ والدین کے دلوں میں اس کے لیے رحم وشفقت ڈال کر اس کے خوراک، لباس اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری ان پر ڈال دیتا ہے۔ جوان ہوجاتا ہے تو اپنی ضروریات کی ذمہ داری خود اس کے ذمے آجاتی ہے، ساتھ ساتھ اپنی بیوی، بال بچوں اور والدین کے اخراجات کا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر اُٹھالیتا ہے۔ ایک خاندانی نظام کے تحت زندگی گزارتے ہوئے بعض دوسرے قریبی رشتہ دار بھی اس کی توجہات اور مالی تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، جب کہ اس کی خدمت پر مامور غلام اور باندیاں بھی ضروریاتِ زندگی کے حصول میں اس کو اپنی امیدوں کا محور بنالیتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں بیوی، اولاد، والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خوراک، لباس اور رہائش کی ذمہ داری نبھانے کو نفقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ بے شمار مصالح پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شریعتِ اسلامیہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت ہے۔(۱)

نفقہ کا لغوی معنیٰ:

نفقہ یا تو نفوق سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں یا نفاق سے مشتق ہے جس کے معنی ''مروج ہونا'' ہے۔ مذکورہ لغوی معانی سے اصطلاحی مفہوم کی مطابقت یہ ہے کہ چونکہ اصطلاحی نفقات میں بھی مال ہلاک اور خرچ ہوتا ہے اور حالات رواج اور عرف کے مطابق چلتے ہیں، اس لیے نفوق یا نفاق کو اصل مادہ قرار دینا درست ہے۔(۲)

تاہم علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ نفقہ نہ تو نفوق سے مشتق ہے اور نہ نفاق سے، بلکہ نفقہ بذاتِ خود اس شے کا نام ہے جو کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کر رہا ہو۔(۳)

---

(۱) مجموع شرح المهذب، كتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ۲۲/ ۲۵۸، حاشية على هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/ ۲۷۵، ۲۷۶۔(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/ ۲۷۵۔۲۷۷

(۳) البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/ ۲۹۳

نفقہ کا اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں خوراک، پوشاک اور رہائش کے انتظام کو نفقہ کہتے ہیں۔

"النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى".(۱)

حنفیہ کی یہ تعریف اگرچہ انسانوں کے ساتھ خاص ہے، تاہم ان کے ہاں انسان اور حیوان کے علاوہ زمین بھی قابل نفقہ ہے کہ سیراب کرنا اس کا نفقہ شمار ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔(۲)

باب سے متعلقہ دیگر فقہی اصطلاحات:

عطاء:۔۔۔امام یا قاضی کی طرف سے مستحقین کے لیے بیت المال سے مقرر کیا جانے والا حصہ عطا کہلاتا ہے۔ عطا اور نفقہ میں فرق یہ ہے کہ نفقہ شریعت کی طرف سے خود انسان پر واجب ہے اور عطا قاضی یا امام کی صواب دید پر بیت المال سے دیا جاتا ہے۔(۳)

نفقہ کے اسباب وانواع:

حنفیہ کے ہاں تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب پائے جانے کی وجہ سے ایک انسان پر کسی دوسرے کا نفقہ واجب ہوتا ہے: زوجیت، قرابت اور ملک۔(۴)

علامہ کاسانیؒ اور علامہ شامیؒ نے ان تین اسباب کی تحلیل کرتے ہوئے نفقہ کے درجہ ذیل انواع ذکر کئے ہیں۔

(۱) بیویوں کا نفقہ۔

(۲) رشتہ داروں کا نفقہ۔

(۳) غلاموں کا نفقہ۔

(۴) حیوانات اور جمادات کا نفقہ۔(۵)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۷۵۔۲۷۷، البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۲۹۳

(۲) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۷۸

(۳) الموسوعة الفقهية مادة نفقة: ۴۱/۳۴

(۴) الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۷۸

(۵) بدائع الصنائع، كتاب النفقة: ۵/۱۰۸، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۷۸

اپنے نفس کا نفقہ:

سب سے پہلے انسان پر خود اپنا نفقہ واجب ہے کہ آدمی اولاً خود اپنی ضروریات کو پورا کرے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ابدأ بنفسك فتصدق عليها، فإن فضل شيئ فلأهلك، فإن فضل عن أهلك شيئ ففي ذي قرابتك، فإن فضل عن ذي قرابتك، فهكذا وهكذا". (١)

اپنے آپ سے شروع کرو اور اپنے نفس پر صدقہ کرو، اگر کچھ رہ جائے تو وہ آپ کے اہل وعیال کے لیے ہے اور اگر آپ کے اہل وعیال سے کچھ رہ جائے تو وہ آپ کے رشتہ داروں کے لیے ہے اور اسی طرح اور اسی طرح (یعنی جب نفقہ موجود ہو تو دوسرے مستحقین کو دیا جائے گا)۔

دراصل انسان کے ہاتھ میں اس کا وجود اللہ کی امانت ہے اور حتی المقدور اس کی صیانت وحفاظت واجب ہے۔ شریعت میں اس کی بے شمار مثالیں اور نظائر موجود ہیں۔

زوجہ کا نفقہ:

بیوی کے نفقہ کا وجوب خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ﴾(٢)

ترجمہ: چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(٣)

ترجمہ: اور باپ پر ان عورتوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿أَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ﴾(٤)

ترجمہ: ان بیویوں کو اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق گھر دو، رہنے کے واسطے، جہاں تم خود رہتے ہو۔

---

(١) مسند أبي عوانة، كتاب الوصاية، باب إباحة الرجوع في التدبير، رقم ٥٨٠٥: ص٣/٤٩٠

(٢) الطلاق: ٧ (٣) البقرة: ٢٣٣ (٤) الطلاق: ٦

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ولهن عليكم كسوتهن ورزقهن بالمعروف".(١)

ترجمہ: تم پر بیویوں کا رزق اور ان کا لباس معروف طریقہ پر واجب ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "جب وہ خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے اور جب خود پہنے تو اس کو بھی پہنائے"۔(٢)

اسی طرح بیوی کے نفقہ کے وجوب پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہے اور عقل بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ چونکہ عورت شوہر کے حقوق کی وجہ سے گھر میں محبوس ہو کر کمائی سے قاصر ہے، اس لیے اس کا نفقہ حبس کرنے والے کے ذمے ہونا چاہیے۔(٣)

بیوی کے نفقہ کے وجوب کے لیے سبب:

حنفیہ کے ہاں نکاح صحیح کی وجہ سے عورت پر شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے لیے شوہر کے گھر میں جو حبس اور استقرار پایا جائے، وہ نفقہ کے وجوب کے لیے سبب ہے۔ اسی قاعدے پر اکثر مسائل کا دار و مدار ہے۔(٤)

لہٰذا مذکورہ حبس کے بعد بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہو جاتا ہے، چاہے بیوی مال دار ہو یا تنگ دست ہو، جب کہ بیوی کے علاوہ دیگر رشتہ داروں (اولاد، والدین، ذی رحم محرم) کے نفقہ کے وجوب کے لیے بنیادی شرط ان کی محتاجی اور تنگ دست ہونا ہے۔(٥)

بیوی کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط:

(١) میاں بیوی کے مابین نکاحِ صحیح موجود ہو۔ نکاحِ فاسد اور نکاحِ باطل کی وجہ سے نفقہ واجب نہیں ہوتا۔(٦)

---

(١) سنن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب حجة رسول الله ﷺ، ص:٢٢٨

(٢) سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب حق المرأة على الزوج: ص:١٣٣

(٣) بدائع الصنائع، كتاب النفقة: ١١٣/٥، ١١٤، البحر الرائق، كتاب الطلاق باب النفقة: ٢٩٣/٤، ٢٩٤

(٤) بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في سبب الوجوب: ١١٤/٥، الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢٨١/٥، ٢٨٢

(٥) بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في كيفيته الوجوب: ١٩٧/٥

(٦) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢٧٩/٥، ٢٨٠

(۲) نکاحِ صحیح کے بعد اگر عورت سے دخول وغیرہ ہوگیا ہوتو اس کے بعد طلاق رجعی، طلاق بائن، خلع یا تفریق قاضی کی وجہ سے عورت پر جو عدت واجب ہوتی ہے، اس میں بھی نفقہ واجب ہوتا ہے۔ چاہے عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔(۱)
نکاحِ فاسد کی عدت میں عورت کے لیے نہ تو نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ ہے۔(۲)

(۳) عورت اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے، یعنی بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو جو شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو یا جماع کرنے کے قابل ہو۔(۳)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھوٹی بچی (۹ سال سے کم) کسی قدر خدمت یا موانست کے قابل ہوتو شوہر کے گھر منتقل ہونے کے بعد شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ اگرچہ فی الحال جماع کرنے کے قابل نہ ہو۔(۴)

(۴) عورت کی طرف سے کوئی ایسا مانع نہ ہو جس کی وجہ سے شوہر ازدواجی حقوق حاصل نہ کر سکے، یعنی عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور شوہر کے مابین تخلیہ کر دے اور شوہر کے گھر میں آکر خود کو سپرد کر دے، تاہم اگر عورت کی طرف سے تخلیہ میں کوئی مانع نہ ہو، بلکہ شوہر خود ہی رخصتی اور انتقال کا مطالبہ نہیں کر رہا ہوتو نفقہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت کسی جائز حق، مثلاً مہر معجّل کی ادائیگی تک شوہر کے گھر نہیں آنا چاہتی تو اس صورت میں بھی نفقہ واجب ہوگا۔(۵)

(۵) اگر عدت میں ہوتو ضروری ہے کہ تفریق کا سبب کوئی ایسا فعل نہ ہو جو عورت کی طرف سے ہو اور وہ شرعاً حرام اور ممنوع ہو، مثلاً ارتداد یا شوہر کے بیٹے یا دوسرے اصول وفروع کو اپنے اوپر قدرت دے کر خود کو شوہر پر حرام کرنا وغیرہ۔ مذکورہ صورت میں اس عورت کے لیے نفقہ نہیں ہوگا، بلکہ صرف سکنیٰ ہوگا، تاہم اگر سببِ تفریق عورت کی وجہ سے ہو، لیکن وہ شرعاً حرام نہ ہو، مثلاً خیارِ عنین، خیارِ عتق، خیارِ بلوغ وغیرہ تو ایسی صورت میں عورت کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہوں گے اور اگر تفریق کا سبب شوہر ہوتو چاہے وہ سبب شرعاً ممنوع ہو یا غیر ممنوع؛ بہر صورت عدت کے دوران

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل في سبب الوجوب: ٥/١٢١

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل في سبب الوجوب: ٥/١١٧، ١٢٠

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٨٣، الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ١/٥٤٤

(٤) بدائع الصنائع، فصل في شرط الوجوب: ٥/١٣٣

(٥) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٨٤، ٢٨٥، بدائع الصنائع، فصل في شرط الوجوب: ١٢٩، ١... الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ١/٥٤٥

عورت کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہوگا۔(۱)

مذکورہ شرائط کی موجودگی میں بیوی کے لیے نفقہ واجب ہوگا، چاہے بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، بالغہ ہو یا نابالغہ (جو صحبت یا موانست اور الفت کے قابل ہو) مال دار ہو یا غریب، شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو یا نہیں، عورت سلیم العقل ہو یا فاترالعقل، انتہائی سن رسیدہ ہو یا کم عمر، بشرطیکہ شوہر کے گھر میں ہو اور کم سے کم خدمت اور موانست کے لائق ہو، خود شوہر نابالغ ہو یا بالغ، مال دار ہو یا محتاج؛ بہر صورت اس کا نفقہ واجب ہوگا۔(۲)

بیوی کن صورتوں میں نفقہ کی حق دار نہیں ہوتی؟

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ گیارہ صورتوں میں بیوی نفقہ کی حق دار نہیں رہتی:

(۱) عورت مرتدہ ہو جائے۔

(۲) اپنے سوتیلے بیٹے کے ساتھ کوئی شہوانی فعل کر کے اپنے شوہر پر حرام ہو جائے۔

(۳) عدتِ وفات میں ہو، اگرچہ حاملہ ہو۔

(۴) نکاحِ فاسد میں ہو۔

(۵) نکاحِ فاسد کی عدت میں ہو۔

(۶) کسی اور کی باندی ہو کر شوہر کے پاس قیام پذیر نہ ہو۔

(۷) اتنی کم عمر ہو کہ صحبت اور موانست کے قابل نہ ہو (بشرطیکہ خدمت لینے کے بھی قابل نہ ہو)۔

(۸) عورت ناشزہ، یعنی نافرمان ہو۔ شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ عورت ناشزہ ہے جو کسی جائز حق کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر رہے یا شوہر کو گھر آنے سے روک دے یا کسی عذر کے بغیر وہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے اور شوہر زبردستی اپنے ازدواجی حقوق حاصل کرنے کی طاقت نہ رکھے۔(۳)

(۹) عورت کسی بھی وجہ سے قید میں ہو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل في سبب الوجوب: ۱۲۵/۵، ۱۲۶، وفصل في شرط الوجوب: ۱۴۴/۵

(۲) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۷۸/۵ـ۲۸۵، الفتاوی الهندية، الباب السابع عشر، الفصل الأول: ۵۴۴/۱

(۳) ملحض أز الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۸۵/۵ـ۲۸۸، بدائع الصنائع، فصل في شرط الوجوب: ۱۴۰/۵، ۱۴۴

(١٠) عورت کو کسی نے اغوا کیا ہو، چاہے اس کی رضامندی سے ہو یا غیر رضامندی سے ہو۔(١)

(١١) عورت اپنے باپ کے گھر میں مریض ہو جائے اور رخصتی کے قابل نہ ہو۔ یہ صورت اگر چہ علامہ حصکفیؒ نے ذکر فرمائی ہے، لیکن علامہ شامیؒ کو اس سے اتفاق نہیں، اس لیے کہ مریضہ کی طرف سے تسلیم نفس موجود ہے، یہ اور بات ہے کہ قدرتی مجبوری کی وجہ سے وہ شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس کے لیے نفقہ واجب ہوگا، البتہ اگر مرض اس درجے کا ہو کہ شوہر کے گھر رخصتی اور انتقال بالکل ناممکن ہو جائے تو علامہ شامیؒ بھی عدم وجوبِ نفقہ کے قائل ہیں۔(٢)

حج کرنے والی عورت کا نفقہ:

اگر عورت شوہر کی بجائے کسی اور محرم کے ساتھ حج پر گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی علامہ حصکفیؒ کے ہاں شوہر پر واجب نہیں، چاہے فرض حج ہو یا نفلی حج ہو، البتہ اگر شوہر کے ساتھ ہو تو حالتِ اقامت کے اعتبار سے نفقہ اس پر واجب ہوگا۔ سفر کے لحاظ سے نفقہ واجب نہیں ہوگا، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حجِ فرض کی صورت میں شوہر ساتھ نہ ہو تو پھر بھی حالتِ اقامت کا نفقہ اس کو ادا کرنا ہوگا، کیونکہ حجِ فرض کے لیے سفر کرنا بھی اس کے لیے عذر ہے۔(٣)

نفقہ کی کیفیت میں کس کا معیار معتبر ہوگا؟

نفقہ کا بنیادی مقصد ضروریات کی تکمیل ہے جو ہر زمانہ کے عرف اور رواج اور میاں بیوی کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں نفقہ کے ساتھ "بالمعروف" کی قید لگائی گئی ہے۔(٤)

نفقہ کی کیفیت سے متعلق فقہاء حنفیہ کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس میں میاں بیوی کی حالتوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر میاں بیوی دونوں مال دار ہوں تو مال داری کا نفقہ واجب ہوگا، اگر دونوں تنگ دست ہو تو تنگ دستی کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں کی حالت مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کے مطابق شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر شوہر مال دار ہو تو مالداری کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر غریب ہو تو تنگ دستی کا نفقہ واجب ہوگا، تاہم مفتی بہ قول کو دیکھتے ہوئے میاں بیوی کے مالی حالات مختلف ہونے کے وقت متوسط یعنی درمیانی درجے کا نفقہ واجب ہوگا۔

---

(١) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة:٥/٢٨٨-٢٩٠

(٢) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٨٩، ٢٩٠

(٣) الدرالمختار مع ردالمحتار حواله بالا، قاموس الفقه، مادة نفقه: ٥/٢٠٥

(٤) البقرة: ٢٣٣، سنن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب حجة رسول الله: ص ٢٢٨

جس میں میاں بیوی کے حالات اور ''بالمعروف'' ہر ایک کی رعایت ممکن ہو سکے گی، لہٰذا اگر شوہر انتہائی غریب ہو اور بیوی آسودہ ہو تو شوہر کی موجودہ وسعت کے مطابق نفقہ واجب ہوگا اور متوسط نفقہ میں جو کمی رہ گئی ہو، وہ آسودگی کے وقت تک مؤخر تصور کیا جائے گا۔

اور اگر شوہر آسودہ ہو اور عورت غریب ہو تو شوہر پر متوسط نفقہ واجب ہوگا، تاہم مستحب یہ ہے کہ وہ عورت کو وہی کچھ کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہو۔(۱)

نفقہ کے انواع اور مشتملات:

قرآن وحدیث اور شریعت کے مزاج ومذاق کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں جو ہر زمانے اور عرف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، تاہم بعض فقہانے ان کی تعیین وتحدید کرتے ہوئے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے: طعام (روٹی)، سالن، صفائی ستھرائی اور ضروری زینت کا سامان، لباس، گھر کا ضروری اثاثہ اور سامان، رہائش گاہ اور اگر عورت ایسے سماج سے تعلق رکھتی ہو جس میں خدام سے کام لیا جاتا ہے تو خادموں کا نظم بھی ان چیزوں میں شامل ہے۔(۲)

(۱) خوراک:

شریعت کی رو سے شوہر پر کھانے کی کوئی خاص مقدار اور کیفیت واجب نہیں، بلکہ عرف ورواج کے مطابق جتنی مقدار کافی ہو سکے، اتنی مقدار واجب ہوگی۔(۳)

عورت پر دیانتاً واجب ہے کہ وہ خود ہی کھانا تیار کرلے اور امور خانہ داری انجام دے، آپ ﷺ نے خود حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان امور تقسیم فرما کر گھر کے کام حضرت فاطمہؓ کے ذمے لگائے تھے، تاہم اگر عورت ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہو جس میں عورتیں خود کھانا نہیں پکاتیں یا وہ کھانا تو پکا سکتی ہو، لیکن کسی مرض کی وجہ سے پکانے کے قابل نہ ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ عورت کے لیے تیار کھانے کا بندوبست کرے یا کوئی خادم رکھ لے(۴)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/ ٢٨٤، البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٤/ ٢٩٧

(۲) مغني المحتاج، كتاب النفقات: ٣/ ٤٢٦

(۳) البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٤/ ٢٩٦، بدائع الصنائع، فصل في مقدار الواجب: ٥/ ١٤٥-١٤٩

(٤) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول في نفقه الزوجة: ١/ ٥٤٨، الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/ ٢٩٠، ٢٩١

جیسے غذا کی فراہمی شوہر کے ذمے ہے، اسی طرح کھانے پینے کے برتن وغیرہ بھی شوہر کے ذمے ہوں گے۔ ہمارے زمانے میں عرف کے مطابق جو اشیا ضرورت کے دائرے میں آتی ہوں، ان کی فراہمی بھی نفقہ میں شامل ہوکر شوہر پر واجب ہوگی۔ (۱)

شوہر کے لیے مناسب ہے کہ وہ خود ہی عورت کے مذکورہ اخراجات کا بندوبست کرتا رہے، البتہ اگر عورت شوہر کے طریقۂ خرچ سے راضی نہ ہو اور معاملہ قاضی تک پہنچ جائے تو قاضی شوہر پر سالانہ، ماہانہ، ہفتہ وار یا یومیہ نفقہ بھی واجب کر سکتا ہے، تاہم یہ میاں بیوی کے حالات اور قاضی کی صواب دید پر موقوف ہے۔ (۲)

(۲) کسوہ یعنی پوشاک:

بیوی کی پوشاک کا انتظام بھی شوہر پر واجب ہے۔ لباس میں بھی مقدار اور نوعیت متعین نہیں، بلکہ مختلف مقامات کے عرف اور موسم کی رعایت کرتے ہوئے لباس فراہم کرنا واجب ہے۔ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ سال میں کم از کم دو جوڑے بنانے ضروری ہیں۔ (۳)

لباس کے معیار میں شوہر کی مالی استطاعت اور عورت کے خاندان کے لوگوں کے معیار زندگی کا بھی اعتبار ہوگا۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"ویختلف ذلك یساراً، وإعساراً، وحالاً، وبلداً"

آپؒ کا یہ بھی قول ہے کہ اگر عورت کے پاس اپنے کپڑے اور بستر وغیرہ ہوں، تب بھی اس لیے اس کا استعمال واجب نہیں، بلکہ یہ اشیا شوہر کے ذمے واجب ہوں گے۔ شوہر کی طرف سے عورت کو ذاتی اشیا کے استعمال پر مجبور کرنا حرام ہے۔ (۴)

---

(۱) الفتاوی الهندية، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول في نفقه الزوجة: ١/٥٤٨، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٩١

(٢) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٩٢، ٢٩٣

(٣) البقرة: ٢٣٣، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٩٢

(٤) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٢٩٧، ٢٩٨

(۳) زیب وزینت کی اشیا:

سامانِ آرائش میں بعض چیزیں تو لازمی درجہ کی ہیں، جیسے کنگھی، تیل، نہانے اور کپڑے دھونے کا صابن، ایسی خوشبو یا پاؤڈر جس سے پسینے کی بدبو دور کی جاسکے، البتہ ایسی چیزیں جو خصوصی آرائش کے درجے میں ہوں اور شوہر آرائش کا طالب نہ ہو تو ان اشیا کی فراہمی شوہر پر واجب نہیں، اس لیے کہ ضرورت سے زائد زینت شوہر کا حق ہے۔ وہ خود ہی نہ لینا چاہے تو اس کو اختیار ہے۔(۱)

(۴) علاج اور تداوی:

فقہائے کرام کے ہاں بیوی کا علاج اور تداوی قضاءً شوہر پر واجب نہیں، تاہم مروتاً شوہر یہ اخراجات برداشت کرے گا، البتہ قابلہ، یعنی دایہ وغیرہ کی اجرت (زچہ بچہ کے اخراجات) شوہر پر واجب ہوگی۔(۲)

(۵) رہائش:

شوہر کے ذمے بیوی کی رہائش کا انتظام بھی واجب ہے۔(۳)

رہائش کے سلسلے میں بنیادی احکام یہ ہیں:

(۱) یہ ضروری نہیں کہ رہائشی مکان مملوکہ ہو، کرایہ یا عاریت کا مکان بھی رہائش کے لیے کافی ہے۔(۴)

(۲) معیار کے اعتبار سے میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔(۵)

(۳) بیوی کو ایسا گھر فراہم کیا جائے جس میں اس کی خواہش کے بغیر اس کو دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ اس بارے میں علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) اگر مکان ایک ہی کمرے کا ہو اور اس میں زوجین کے ساتھ کوئی اور مرد یا خاتون مقیم ہو یا ایسا بچہ جو صنفی تعلق کا شعور رکھتا ہو تو ایسا مکان سکنی کے لیے ناکافی ہے۔

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ١/٥٤٩

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة: ١/٥٤٩، بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في شرط الوجوب: ٥/١٣٧

(۳) الطلاق: ٦

(۴) ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة: ٥/٣٢٠

(۵) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة: ٥/٣٢٠

(ب) مکان کا ایک احاطہ ہو، اس میں کئی علیحدہ کمرے ہوں اور ہر کمرہ علیحدہ طور پر مقفل کیا جا سکتا ہو، اس کمرے کا بیت الخلا اور باورچی خانہ بھی الگ الگ ہو، دوسرے کمروں میں سوکن کے علاوہ دوسرے سسرالی رشتہ دار رہتے ہوں اور عورت کو ان سے کوئی اذیت نہ پہنچ رہی ہو تو راجح قول کے مطابق یہ سکنی کافی ہے۔

(ج) اور اگر یہی صورت ہو، لیکن دوسرے کمرے میں سوکن مقیم ہو تو اس صورت کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر بیوی اونچے خاندان کی ہو تو اس کے لیے علیحدہ گھر کا مطالبہ کرنا درست ہے اور اگر متوسط یا غریب درجے کی ہو تو وہ دوسرے گھر کا مطالبہ نہیں کر سکتی، البتہ اگر سوکن سے ضرر کا خطرہ ہو تو علیحدہ گھر دلانا واجب ہے۔ علامہ شامی آخر میں فرماتے ہیں:

"فعلى المفتي به أن ينظر إلى حال أهل زمانه، وبلده إذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف، وقد قال تعالى ﴿وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾ (١)

(د) یہ بھی ضروری ہے کہ مکان ایسی جگہ ہو جہاں نیک لوگوں کا پڑوس ہو اور عورت خوف اور وحشت محسوس نہ کرے۔ اگر پڑوس میں لوگ نہ ہوں تو ضروری ہے کہ مکان بھی محفوظ ہو اور شوہر بیوی کے ساتھ کوئی ایسی خاتون بھی رکھے جس سے وہ مانوس ہو، تاکہ تنہائی کی وحشت سے عقل اور نفسیات پر اثر نہ پڑے۔ (٢)

(ھ) شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے رشتہ داروں اور اس کے کسی سابقہ شوہر سے ہونے والی اولاد کو بیوی کے ساتھ اقامت کرنے سے منع کرے۔ (٣)

(و) بیوی کے والدین کو ہفتے میں ایک دن اور دوسرے محرم رشتہ داروں کو سال میں ایک دن آنے کا حق حاصل ہوگا۔ شوہر کو روکنے کا حق تو حاصل نہیں، البتہ رات گزارنے سے وہ ان کو منع کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کو بھی حق ہے کہ اگر والدین نہ آسکتے ہوں تو وہ ہفتہ میں ایک دن والدین کی ملاقات کے لیے جائے۔ (٤)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن والدین کے ہاں جانا تب ہے، جب والدین آنے سے معذور ہوں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ عرف و رواج کے مطابق شوہر کبھی کبھی اس کو والدین سے ملاقات کی

---

(١) الطلاق:٦، الدر المختار مع الرد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة:٥/٣١٩-٣٢٢

(٢) رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المونسة:٥/٣٢٢، ٣٢٣

(٣) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة:٥/٣٢٠

(٤) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة:٥/٣٢٣، ٣٢٤ ملخص از قاموس الفقه٥/٢٠٨

اجازت دیتا رہے۔

"ينبغي أن يأذن لها في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف".(۱)

(ز) اگر بیوی کے والدین معذور ہوں اور کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو تو عورت ان کی تیمارداری کرسکتی ہے اور شوہر کو حق نہیں، کہ وہ عورت کو اس سے روکے، اگرچہ اس کے والدین کافر ہوں۔(۲)

خادم کا انتظام اور اس کا نفقہ:

اگر شوہر کی معاشی حالت بہتر ہو تو بیوی کے لیے خادم کا انتظام کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کے ہاں تو ایک ہی خادم کافی ہے، تاہم قاضی ابو یوسفؒ کے ہاں اگر عورت کسی بڑے خاندان اور نوکر چاکر والی ہو تو کم از کم دو خادم رکھنے ہوں گے، جن میں سے ایک گھر کے امور پر اور دوسرا باہر کے امور پر مامور ہوگا اور ان خادموں کا نفقہ بھی بقدر عرف و عادت شوہر کے ذمے واجب ہوگا۔(۳)

بیوی کے لیے گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ کب شوہر پر دَین بن سکتا ہے؟

اگر کسی شخص نے کافی مدت تک بیوی کو نفقہ ادا نہیں کیا ہو اور عورت گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کی طالبہ ہو تو حنفیہ کے ہاں تین صورتوں میں شوہر پر گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ قضاءً و دیانتاً واجب ہوتا ہے۔

(۱) اس مدت کے دوران عورت نے قاضی کی اجازت سے یا قاضی کی اجازت کے بغیر قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کی ہوں، تاہم قاضی کی اجازت کے بغیر قرض لینے کی صورت میں اولاً قرض کا مطالبہ بیوی سے ہوگا، پھر بیوی شوہر سے رجوع کرے گی۔

(۲) قاضی نے اس مدت سے پہلے اپنے فیصلہ کے ذریعے نفقہ متعین کردیا ہو، اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہ کیا ہو۔

(۳) زوجین کے مابین ماہانہ نفقہ کی مقدار متعین ہوگئی ہو اور اس پر صلح ہوگئی ہو، پھر اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہ کیا ہو،

---

(۱) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳۲۴،۳۲۳/۵

(۲) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۲۴،۳۲۳/۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في نفقة خادم المرءة: ۳۰۶-۳۰۳/۵، الفتاوى الهندية، لباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۵۵۶/۱

پھر ان میں سے پہلی صورت جو قرض لینے کی ہے، اس میں شوہر یا بیوی کی موت یا طلاق کے باوجود نفقہ واجب الادا رہتا ہے، لیکن قاضی کے فیصلے اور باہمی صلح کی وجہ سے عائد ہونے والا نفقہ زوجین میں سے کسی ایک کی موت یا طلاق یا بیوی کی نافرمانی (نشوز) کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ طلاقِ رجعی سے نفقہ کے سقوط کے بارے میں حنفیہ کے دو قول ہیں اور دونوں فقہائے حنفیہ کے ہاں مفتی بہ ہیں، تاہم علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے طلاق رجعی کو سقوطِ نفقہ کے لیے وسیلہ بنایا ہو تو پھر نفقہ ساقط نہ ہونا فتوے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (۱)

یاد رہے کہ آخری دو صورتوں میں صرف بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمے دین بنتا ہے۔ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ قضائے قاضی یا صلح کی وجہ سے شوہر کے ذمے دَین نہیں بنتا۔ (۲)

جب کہ پہلی صورت (قاضی کی اجازت سے قرض لینے کی صورت میں) قرض چاہے بیوی کے نفقہ کے لیے لیا گیا ہو یا اولادِ صغار کے لیے؛ بہر صورت شوہر کے ذمے واجب رہے گا۔ (۳)

پیشگی نفقہ لوٹانے کا حق:

اگر کسی شخص نے (حالتِ نکاح یا حالتِ عدت میں) بذاتِ خود یا اس کے والد نے اس کی طرف سے اس کی بیوی یا معتدہ کا نفقہ پیشگی ادا کر دیا، اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا یا طلاق واقع ہو گئی یا کسی وجہ سے بیوی نفقہ کی مستحق باقی نہ رہی یا (عدت کی صورت میں) چند ہی دنوں میں بیوی کا وضع حمل ہو گیا تو جتنے زیادہ دنوں کا نفقہ شوہر سے وصول ہو چکا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ واپس نہیں لیا جا سکتا۔ امام محمدؒ کے نزدیک شوہر کو واپس لینے کا حق ہے، تاہم فتویٰ شیخین کے قول پر ہے۔ (۴)

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، مطلب في الأمر بالاستدانه على الزوج: ٥/ ٣٠٨، ٣٠٩، مطلب لاتصير النفقة ديناً إلا بالقضاء أو الرضاء: ٥/ ٣١١_٣١٤، بدائع الصنائع، فصل في كيفيته الوجوب ٥/ ١٦٣، ١٦٤، ٥/ ١٥٤

(٢) رد المحتار على الدرالمختار، مطلب لاتصير النفقة ديناً إلا بالقضاء أو الرضاء: ٥/ ٣١١، بدائع الصنائع، فصل في كيفيته الوجوب: ٥/ ١٦٣

(٣) رد المحتار على الدرالمختار، مطلب في الأمر بالاستدانة على الزوج: ٥/ ٣٠٩

(٤) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب النفقة: ٥/ ٣١٤، ٣١٥

قبل از وقت نفقہ معاف کرنا:

اگر عورت مستقبل کا نفقہ معاف کردے تو بالاتفاق اس کا اعتبار نہیں اور آئندہ عورت دوبارہ نفقہ کی طلب گار ہوسکتی ہے، اس لیے کہ ابھی تو یہ نفقہ واجب ہی نہیں ہوا، لہٰذا اس پر معافی کا ترتب کیسے ہوسکتا ہے؟ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

اول یہ کہ خلع یا طلاق کے عوض عورت نفقۂ عدت معاف کردے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عورت ایسی مدت کا نفقہ معاف کردے، جو مدت عملاً شروع ہوچکی ہو، جیسے مہینہ شروع ہوچکا ہے اور اس مہینے کا نفقہ معاف کردے۔(۱)

اولاد کا نفقہ:

نفقہ واجب ہونے کا دوسرا سبب قرابت ہے۔ ان میں سب سے اہم سبب قرابتِ ولادت ہے۔ قرابت ولادت سے مراد اولاد اور والدین ہیں۔ ان کا نفقہ خود قرآن سے بھی ثابت ہے، احایث سے بھی اور اس پر اجماع واتفاق بھی ہے۔(۲)

کن صورتوں میں اولاد کا نفقہ واجب ہوگا اور کن میں نہیں؟ علامہ ابن ہمامؒ نے اس کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) باپ مال دار ہو اور اولاد بالغ ہوں، اس صورت میں اگر بچے خود اپنی کفالت کے قابل ہوں اور کسبِ معاش سے عاجز نہ ہوں تو ان کا نفقہ باپ کے ذمے نہیں ہوگا اور اگر بچے محتاج ہوں، یعنی اپنا مال بھی نہ ہو اور کمائی کے قابل نہ ہوں تو (الف) نکاح تک لڑکیوں کا نفقہ باپ کے ذمے ہوگا، اگرچہ وہ کسب معاش کی قابل ہوں۔ باپ بیٹیوں کو کسبِ معاش پر مجبور نہیں کرسکتا۔ اس طرح شادی شدہ لڑکیاں مطلقہ یا بیوہ ہوجائیں، تب بھی ان کا نفقہ باپ کے ذمے ہوگا۔

(ب) لڑکے مفلوج، نابینا، فاتر العقل ہونے کی وجہ سے کسب معاش کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں یا ابھی حصول تعلیم میں مشغول ہوں یا ان کی عزت کی وجہ سے کوئی ان سے مزدوری نہیں کروانا چاہتا تو ان کا نفقہ بھی باپ کے ذمے ہوگا۔(۳)

(۲) باپ مال دار ہو اور بچے نابالغ ہوں تو:

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النفقة،فصل في مایسقط بعد وجوبها وصیرورتها دیناً في الذمة:۱۶۵/۵، الفقه الإسلامي وأدلته،الفصل الخامس في النفقات،المطلب الرابع، سابعا الابراء من النفقة:۸۱۹/۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النفقة،فصل في نفقة الأقارب:۱۶۶/۵۔۱۷۲

(۳) الدرالمختار، کتاب الطلاق،باب النفقة:۳٤۱/۵

الف: اگر بچے خود اتنی جائیداد کے مالک نہ ہوں جس سے ان کی کفالت ہو سکے تو لڑکوں کے کمائی کے لائق ہونے تک اور لڑکیوں کی شادی تک باپ پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی اور باپ کو تنہا کفالت کی ذمہ داری اُٹھانی ہوگی۔ کسب تک پہنچنے کے بعد باپ لڑکوں سے اپنا خرچہ کمانے کے لیے کوئی کام کاج بھی کرواسکتا ہے، لڑکیوں سے نہیں کرواسکتا۔

ب: اور اگر بچے خود صاحب استطاعت ہوں اور مال ان کے پاس موجود ہو تو باپ ان ہی کا مال ان پر خرچ کرسکتا ہے اور اگر مال اس کی دسترس میں نہ ہو اور قاضی کی اجازت سے باپ خرچ کرے یا بچوں کی جائداد سے وصول کرنے کی نیت سے خرچ کرے تو بعد میں بچے کے مال پر دسترس حاصل ہونے کے بعد اپنا پیسہ وصول کرسکتا ہے، تاہم قضاء اپنے پیسے واپس لینے کے لیے اپنی نیت پر گواہ بنانا ضروری ہے۔

(۳) باپ خود محتاج ہو اور نفقہ ادا کرنے کی قوت نہ رکھے، بچے نابالغ ہوں، لیکن مال دار ہوں یا بالغ ہوں اور مال دار ہوں یا خود کسبِ معاش کے لائق ہوں تو ان تمام صورتوں میں باپ پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں۔

(۴) باپ محتاج ہو، بچے بھی نابالغ محتاج ہوں یا بالغ ہوں، لیکن کسب معاش کے قابل نہ ہوں تو باپ کو کسبِ معاش پر مجبور کیا جائے گا، جس کے لیے اس کو قید بھی کیا جاسکتا ہے، تاہم اگر باپ خود بھی کسبِ معاش سے عاجز ہو تو پھر اگر دادا، ماں، چچا، ماموں وغیرہ ان کی کفالت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو ان پر ان لوگوں کی کفالت واجب ہوگی اور وہ اس پر مجبور کیے جائیں گے، البتہ جب باپ کے حالات بہتر ہو جائیں تو ان قرابت داروں کو حق ہوگا کہ وہ اپنے کیے ہوئے اخراجات اس سے وصول کرلیں۔ قریب کے رشتہ داروں کی عاجزی کی صورت میں دور کے رشتہ داروں کو بھی نفقہ پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔(۱)

ان تمام صورتوں میں فقہائے کرام کا یہ قاعدہ مدنظر رہے کہ اصل تو یہ ہے کہ ہر شخص (بالغ ہو یا نابالغ) کا نفقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ ہاں اگر ذاتی مال نہ ہو، تب باپ پر نفقہ واجب ہوگا۔(۲)

اگر باپ اتنا غریب ہو کہ نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور کفالت کا کوئی اور طریقہ نہ ہو تو آخری درجہ میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، جب کہ امام خصاف کے ہاں لوگوں سے سوال کر کے ضروریات پوری کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے گی۔(۳)

---

(۱) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل و نفقه أولاد الصغار: ۴/۲۱۷

(۲) الهدایةمع فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل و نفقه أولاد الصغار: ۴/۲۲۰

(۳) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل و نفقة أولاد الصغار: ۴/۲۱۷

بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری:

اگر کوئی حقیقی عذر نہ ہو تو بچے کو دودھ پلانا ماں کا اخلاقی اور شرعی فریضہ ہے۔ اسی طرح اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہیں پیتا اور اس کے لیے دودھ پلانے کی کوئی متبادل صورت فراہم نہ ہو سکے یا باپ متبادل صورت پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں دودھ پلانا ماں پر قانوناً بھی فرض ہے، البتہ مناسب متبادل موجود ہو اور باپ اس پر قادر ہو اور عورت دودھ نہیں پلانا چاہتی ہو تو دودھ پلانے کی ذمہ داری اور اس کا خرچہ باپ کے ذمے ہوگا۔(١)

بیٹے کا نکاح:

جب اولاد بالغ ہو جائے اور نکاح کی حاجت محسوس کرے تو اس کا نکاح کرنا باپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔(٢)

حنفیہ کے ہاں بیٹے کا نکاح کرنا باپ کی قانونی ذمہ داری نہیں۔(٣)

البتہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بچے کا نکاح کر دیا اور بچہ محتاج ہو یا بالغ ہو، لیکن معذور ہو تو باپ پر اس کی بیوی کا نفقہ واجب ہوگا۔(۴)

نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟

اگر کسی شخص کی اولاد اور والدین دونوں محتاج ہوں تو جہاں تک ممکن ہو، دونوں کی ضروریات کا خیال رکھے، البتہ اگر ایسا کرنا ناممکن ہو تو جو بچے کسبِ معاش کے قابل نہیں ہیں وہ مقدم ہوں گے۔(۵)

والدین کا نفقہ:

والدین کے نفقہ کے وجوب پر قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس چاروں کے دلائل موجود ہیں۔(٦)

---

(١) فتح القدير، كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل ونفقة أولاد الصغار: ٢١٨/٤، الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ٥٦٠/١

(٢) كنز العمال، الباب السابع في برّ الأولاد وحقوقهم، الفصل الاول في الأسماء والكنى، رقم ٤٥١٩١: ص١٦/٤١٧

(٣) المجموع شرح المهذب، كتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ٢٢/٣٠١، ٣٠٢

(٤) الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة زوجة الأب: ٥/٣٤٤

(٥) الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٣٤٣، ٣٤٤

(٦) بدائع الصنائع، فصل في نفقة الأقارب: ٥/١٦٧-١٧١

والدین کا نفقہ واجب ہونے کے لیے اصول وضوابط:

(۱) حنفیہ کے ہاں اگر باپ محتاج ہو اور کسبِ معاش پر قدرت رکھتا ہو، لیکن نہ کماتا ہو، تب بھی اس کا نفقہ بیٹے کے ذمے واجب ہے، تاہم ایسی صورت میں وجوبِ نفقہ کے لیے شرط یہ ہے کہ بیٹا موسر، یعنی آسودہ حال ہو، یعنی ذاتی خرچے اور اہل وعیال کے نفقہ سے کچھ بچت کرسکتا ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ تنگ دستی کی صورت میں اس کو اپنی بیوی اور اولاد کے خرچے کے علاوہ کسی اور شخص کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اگر والد کسی عذر یا بڑھاپے کی وجہ سے کسبِ معاش پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں چاہے بیٹا آسودہ حال ہو یا تنگ دست؛ بہر صورت اس کو باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا، بشرطیکہ بیٹا کسبِ معاش پر قادر ہو۔ ایسی صورت میں باپ کا نفقہ برداشت کرنے کی تین صورتیں ہیں:

الف: اگر کمائی سے بچت ممکن ہو تو بچت کے بقدر باپ پر خرچہ کرنے پر اس کو مجبور کیا جائے گا۔

ب: اگر بچت ممکن نہ ہو اور بیٹا اکیلا (بغیر اہل وعیال) ہو اور صرف اپنے نفس کے لیے کمائی کرسکتا ہو تو دیانۃ اس کو یہ حکم کیا جائے گا کہ تم باپ کو اپنے ساتھ ملاؤ اور ایک شخص کے نفقہ پر دونوں گزارہ کرلو۔

ج: اور اگر بچت ممکن نہ ہو لیکن بیٹا کثیر العیال ہو تو اس کو دیانۃً وقضاءً دونوں طرح مجبور کیا جائے گا کہ اپنے والد کو اپنے ساتھ ملاؤ، اس لیے کہ زیادہ لوگوں کے خرچے میں ایک شخص کے خرچے کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

(۳) ماں اگر فقیر اور تنگ دست ہو تو اس کا نفقہ بہر صورت بیٹے پر واجب ہوگا، چاہے بیٹا موسر ہو یا معسر ہو اور چاہے ماں کسبِ معاش پر قدرت رکھے یا نہ رکھے، اس لیے کہ نفس انوثت یعنی عورت ہونا ہی نفقہ کے وجوب کے لیے کافی ہے(۱)

(۴) حنفیہ کے ہاں والدین کے نفقہ میں بیٹا بیٹی کا کوئی فرق نہیں۔ والدین کا خرچہ دونوں پر تقسیم ہوگا۔ امام شافعیؒ وغیرہ کے ہاں بقدرِ میراث نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے۔(۲)

(۵) اگر کسی شخص کے ماں باپ دونوں ہوں اور دونوں کی معاشی حالت کمزور ہو تو حتی الوسع دونوں کی ضروریات کی رعایت رکھنی ضروری ہے، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو نفقہ کے اعتبار سے ماں کا حق مقدم ہے، اس لیے کہ ماں کے لیے

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول و مطلب صاحب الفتح من أهل الاجتهاد: ٥/٣٥٠_٣٥٥، المجموع شرح المهذب، كتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ٢٢/٢٧٤، ٢٧٥

(٢) الدرالمختارمع ردالمحتارحواله بالا: ٥/٣٥٥، الهداية مع فتح القدير، باب النفقة، فصل وعلى الرجل أن ينفق على أبويه: ٤/٢٢٣

کسب معاش دشوار ہے، تاہم مناسب یہ ہے کہ دونوں میں زیادہ ضرورت مند کی رعایت رکھی جائے۔(۱)

باپ کا نکاح اور سوتیلی ماں کا نفقہ:

اگر باپ نکاح کی حاجت رکھتا ہو اور اس کی خدمت یا پاک دامنی کے لیے نکاح ضروری ہو، لیکن وہ خود ایسا کرنے پر قادر نہ ہو تو اولاد کے لیے دیانتاً واخلاقاً ضروری ہے کہ وہ اس کے لیے نکاح کا انتظام کردیں۔ ائمہ ثلاثہ باقاعدہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ حنفیہ میں سے علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"علیه نفقة زوجة أبیه ......بل وتزویجه أو تسرّیه".(۲)

باپ کی طبعی ضرورت یا خدمت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی شادی کرائی جائے یا اس کے لیے باندی (اس وقت کے اعتبار سے) کا بندوبست کیا جائے۔

اسی طرح اگر باپ معذور اور محتاج ہو تو اس کی بیوی (سوتیلی ماں) کا نفقہ ادا کرنا بھی اولاد کی ذمہ داری ہے۔(۳)

دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ:

نفقہ کے جو احکام والدین سے متعلق ہیں ان میں دادا، دادی اور نانا، نانی بھی شامل ہیں۔ اگر وہ محتاج ہوں تو پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ان کا نفقہ ادا کریں گے، اگرچہ ان کا دین وملت الگ ہو۔(۴)

دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ:

حنفیہ کے ہاں ذی رحم محرم رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوتا ہے، جب کہ امام مالک وشافعیؒ کے ہاں قرابت ولادت (اولاد اور والدین) کے علاوہ دوسرے قرابت داروں کا نفقہ واجب نہیں۔ غیر ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ ائمہ اربعہ کے ہاں بالاتفاق واجب نہیں۔(۵)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة:۵/۳۴۳

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة:۵/۳۴۴، المجموع شرح المهذب، کتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ۲۲/۳۰۱، ۳۰۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في نفقه زوجة الأب:۵/۳۴۴

(٤) الهداية مع فتح القدير، فصل وعلى الرجل أن ينفق على أبويه:٤/۲۲۰، ۲۲۱

(۵) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل في نفقة الأقارب:۵/۱۷۲-۱۷٤

ذی رحم محرم رشتہ داروں کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط:

ذی رحم محرم (اولاد اور والدین کے علاوہ) رشتہ داروں کے نفقہ کے وجوب کے لیے فقہائے کرام نے درج ذیل شرائط عائد کیے ہیں۔

(۱) وہ رشتہ دار محتاج ہو یعنی اتنا غریب ہو کہ اس کے لیے صدقہ لینا جائز ہو، جب کہ دوسرے قول کے مطابق محتاج وہ ہے جس کا اپنا گھر اور ضرورت کا سامان تو موجود ہو، لیکن وہ ان اشیا کو فروخت کیے بغیر اپنی ضروریات پوری نہ کرسکتا ہو۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ دوسری صورت میں گھر فروخت کرنے کی بجائے قریبی رشتہ داروں کو نفقہ کا حکم کیا جائے گا۔

(۲) وہ رشتہ دار کسب معاش سے عاجز ہو، یعنی معذور، اپاہج، نابینا، معتوہ، مقطوع الیدین والرجلین وغیرہ ہو۔

(۳) جس شخص کے ذمے نفقہ واجب قرار دیا جائے، وہ صاحبِ گنجائش اور آسودہ حال ہو۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں اس کے پاس کسی بھی نوعیت کا اتنا مال ہو جو نصابِ زکوۃ کو پہنچ جائے، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ایک ماہ کی ضروریات سے زیادہ مال اس کے پاس موجود ہو۔ جو شخص صاحبِ حرفت ہو، یعنی ہر روز کماتا ہو تو اس کے حق میں صاحبِ وسعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن نفقہ ادا کرنے سے کچھ بچ جاتا ہو۔

(۵) دونوں رشتہ داروں کا دین اور مذہب ایک ہو۔

(۶) دونوں کے درمیان اتحادِ دارین ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک دارالحرب میں جب کہ دوسرا دارالاسلام میں ہو۔(۱)

ملاحظہ الف:

رشتہ داروں کا نفقہ بھی بقدر کفایت واجب ہوتا ہے، یعنی کھانا پینا، لباس اور رہائش وغیرہ واجب ہوں گے(۲)

ملاحظہ ب:

مذکورہ شرائط زوجات، اولاد اور والدین کے نفقہ میں لاگو نہیں ہوں گے۔ ان لوگوں کا نفقہ ان شرائط کے بغیر بھی واجب ہوگا جس کی تفصیل گزر گئی۔(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الفقة، فصل في شرائط وجوب هذه النفقة:٥/١٨٠-١٩١، الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة قرابة غير الولاد من الرحم المحرم:٥/٣٦١، ٣٦٢

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل في مقدار الواجب من هذه النفقة:٥/١٩٤

(۳) بدائع الصنائع، فصل في شرائط وجوب هذه النفقة:٥/١٨٠-١٩٣، وفصل في كيفية الوجوب:٥/١٩٤-١٩٧

ملاحظہ (ج)......:

ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ میراث کے تناسب سے واجب ہوتا ہے، یعنی جو رشتہ دار اس محتاج شخص کی موت کی صورت میں اس سے جتنی میراث پاسکتے ہیں، اسی تناسب سے وہ نفقہ بھی ادا کریں گے۔(۱)

رشتہ داروں کا نفقہ کب دین بنتا ہے اور کب ساقط ہوتا ہے؟

بیوی کے علاوہ رشتہ داروں (والدین، اولاد، ذی رحم محرم) کا نفقہ وقت گزرنے سے ساقط ہوتا ہے، اگرچہ قاضی کا فیصلہ یا باہمی تراضی اور صلح ہوچکی ہو، البتہ فیصلہ کرنے کے بعد اگر محتاج رشتہ دار نفقہ پر قبضہ کرلے یا قاضی کے حکم اور فیصلے سے قرض لے لیں تو ان دو صورتوں میں اب نفقہ ساقط نہیں ہوسکتا۔(۲)

غائب شخص کے مال سے بقدرِ نفقہ مال لینا:

اگر کوئی شخص غائب ہو اور اس کا مال موجود ہو تو قاضی اس مال میں سے بیوی، نابالغ اولاد اور والدین کا نفقہ دلاسکتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ رشتہ دار خود بھی (قاضی کے فیصلے کے بغیر) اس مال میں سے بقدرِ ضرورت لے سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں باپ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا منقولی سامان اپنے نفقہ کے لیے فروخت کرے، تاہم زمین وغیرہ (غیر منقولی اشیا) فروخت نہیں کرسکتا۔(۳)

غلام کا نفقہ:

غلام کا وجود اگرچہ اس زمانے میں نہیں، تاہم فقہی ذخائر میں غلام کے لیے بھی نفقہ کے تمام انواع آقا کے ذمے واجب قرار دیے گئے ہیں۔(۴)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٣٦٣/٥، ٣٦٤

(۲) بدائع الصنائع، فصل في كيفته الوجوب: ١٩٤/٥، وفصل في المسقط لها بعد الوجوب: ١٩٨/٥، الهداية مع فتح القدير، باب النفقة، فصل وعلى الرجل أن ينفق على أبويه: ٢٢٩/٤، رد المحتار، مطلب في موضع لا يضمن فيها المنفق إذا قصد الإصلاح: ٣٧٠/٥

(۳) الهداية مع فتح القدير، باب النفقة، فصل وعلى الرجل أن ينفق على أبويه: ٢٢٧/٤، ٢٢٨

(٤) بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في نفقة الرقيق: ١٩٨/٥، ١٩٩، الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة المملوك: ٣٧٤/٥

جانوروں کا نفقہ:

اسلام دین رحمت ہے اور جیسے اس نے انسانوں کے ساتھ ظلم و جبر کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح حیوانات پر بھی اپنا دامنِ رحمت دراز کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو جہنم میں دیکھا جو اس لیے جہنم میں داخل کی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا، نہ خود کھانے کا انتظام کیا اور نہ اسے چھوڑا کہ کچھ کھائے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔(۱)

اس لیے جانور کا نفقہ بھی انسان پر واجب ہے، البتہ حنفیہ کے ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ وجوب دیانتاً ہے۔ قاضی جانور کے مالک کو اس پر مجبور نہیں کرسکتا۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں چونکہ اس میں تعذیبِ حیوان اور تضییع مال ہے، اس لیے اس کو مجبور کیا جاسکتا ہے۔(۲)

البتہ اگر کسی جانور کی ملکیت میں دو آدمی شریک ہوں، ایک چارہ دیتا ہو اور دوسرا فریق اپنی باری میں بھوکا رکھتا ہو تو بالاتفاق دوسرے شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ یا تو اسے چارہ دے یا اپنا حصہ فروخت کردے، تاکہ دوسرے فریق کو نقصان نہ ہو۔(۳)

جمادات کا نفقہ، یعنی حقوق:

فقہائے کرام کے ہاں زمین، مکانات اور فصل وغیرہ کو باقی اور محفوظ رکھنے کے لیے جو لوازم ہوں، ان کو اختیار کرنا چاہیے۔ اگرچہ اس پر مجبور تو نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس میں کوتاہی کراہت سے خالی نہیں، اس لیے کہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے اور بلا مقصد تضییع مال مکروہ ہے۔(۴)

---

(۱) مسند أحمد رقم ۱٤۰۰۸: ص٤/۲٦۰، ۲٦۱

(۲) بدائع الصنائع، فصل في كيفتة وجوبها:٥/۲۰۱

(۳) الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/۳۷۷

(٤) بدائع الصنائع، فصل في كيفتة وجوبها:٥/۲۰۱، الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/۳۷۷

باب النفقة کے مباحث تغییر یسیر اور بعض اضافوں کے ساتھ قاموس الفقہ سے لیے گئے ہیں۔

مسائل النفقات

(نفقہ سے متعلقہ مسائل کا بیان)

نکاح نامہ میں درج کردہ ماہانہ خرچ

سوال نمبر (283):

زید نے نکاح کرتے وقت اسٹامپ پیپر پر حقِ مہر و دیگر لوازماتِ نکاح لکھنے کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی منکوحہ بیوی کو ماہانہ دو ہزار نقدی بطور نفقہ دیا کروں گا۔ شرعی نقطۂ نظر سے وعدہ کی گئی ایسی رقم کا کیا حکم ہے۔؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کر لینے سے شوہر کے ذمہ نہ صرف منکوحہ عورت کا مہر لازم ہو جاتا ہے، بلکہ اس کا نفقہ بھی لازم ہو جاتا ہے، تاہم شریعت نے نفقہ کی تعیین کسی خاص مقدار کی نقد مالیت سے نہیں کی، بلکہ کھانا، پینا، لباس اور رہائش جیسی عام طبعی ضروریات کی فراہمی لازم قرار دی ہے، البتہ جس نقد رقم پر میاں بیوی کا اتفاق ہو جائے اور وہی رقم دونوں کے مابین نان و نفقہ کے طور پر طے ہو، تو یہ طے شدہ رقم، وقت و مقدار کے مطابق لازم ہو گی۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولو فرضت لها النفقة مشاهرة يد فع إليها كل شهر، فإن لم يدفع و طلبت كل يوم، لها أن تطالب عند المساء. (۱)

ترجمہ:

اور اگر اس کے لیے نفقہ ماہ وار مقرر کر دیا جائے تو ہر مہینے میں دیا جائے گا اور اگر نہیں دیا گیا اور اس نے ہر روز طلب کرنا شروع کر دیا تو وہ شام کو مانگ سکتی ہے۔

❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات: ۱/ ۵۴۷

نفقہ کی مقدار مقرر کرنا

سوال نمبر (284):

ایک عورت کے لیے شوہر نے بطور نفقہ ماہانہ خرچہ مقرر کیا ہوا ہے، جو کہ وہ بیرون ملک سے اسے ماہانہ بھیج دیتا ہے۔جس رقم پر ان کا اتفاق ہوا تھا کہ کافی ہے، وہ آج کل کے حساب سے کم پڑ رہی ہے تو کیا بیوی اپنے نفقہ کے بارے میں مقرر شدہ حد سے زائد کا مطالبہ بقدرِ کفایت کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

عورت کا نفقہ بقدرِ کفایت شوہر کے ذمہ لازم ہے، جسے رقم کی صورت میں شریعت نے متعین نہیں کیا البتہ اگر میاں بیوی باہم رضامندی سے کوئی مقدار طے کرلیں تو شوہر کے ذمے وہی لازم ہوگا۔تاہم حالات بدلنے اور مہنگائی بڑھنے سے اگر وہ مقرر کردہ رقم ناکافی ہوجائے تو عورت کو اس میں اضافے کا مطالبہ کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(ولاتقدر بدراهم ودنانير)أي: لاتقدر بشيء معين بحيث لاتزيد ولاتنقص في كل مكان وزمان ...... وإنما على القاضي في زماننا اعتبار الكفاية بالمعروف.(١)

ترجمہ: نفقہ کو درہم و دینار سے مقرر نہیں کیا جائے گا یعنی معین چیز سے مقرر نہیں کیا جائے گا بایں طور کہ وہ کسی جگہ اور وقت میں کم یا زیادہ نہ ہوسکے۔۔۔۔۔بلکہ ہمارے زمانے میں قاضی کو چاہیے کہ (نفقہ کا) اندازہ عرف کے مطابق بقدر کفایت لگائے۔

❁❁❁

بیوی کے گذشتہ سالوں کا نفقہ نہ دینے کی وجہ سے شوہر کو میراث سے محروم کرنا

سوال نمبر (285):

ایک عورت شوہر کے ظلم وتشدد کی وجہ سے میکے چلی گئی اور عرصہ دس سال وہاں رہی۔اس دوران شوہر نے اسے واپس لانے کی کوئی کوشش نہیں کی، دس سال بعد عورت وفات پاگئی، شوہر نے اپنے حصۂ میراث کا مطالبہ کردیا، لیکن

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في أخذ المرأة كفيلا بالنفقة: ٥/٢٩٧

بیوی کے بھائیوں نے یہ کہہ کر اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا کہ ہماری بہن کا دس سال نفقہ تمہارے ذمے باقی ہے، اس کی ادائیگی کے بعد آپ میراث کا مطالبہ کر سکتے ہیں، شرعی نقطۂ نگاہ سے گذشتہ سالوں کا نفقہ کیا حکم رکھتا ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

نکاح منعقد ہونے پر شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں، ان میں سے نان ونفقہ بھی ہے جو عدمِ ادائیگی کی صورت میں تب دَین بنتا ہے جب قضا کے طور پر شوہر کے ذمے اس کی مقدار متعین کی گئی ہو یا میاں بیوی کے مابین کسی مقدار پر اتفاق ہوا ہو، جب کہ روٹھی ہوئی بیوی کا نفقہ اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب وہ شوہر کی نافرمانی کرے اور اس کے حکم کے باوجود اس کے پاس نہ لوٹے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت نے شوہر کے ناروا سلوک اور ناجائز برتاؤ اور رویہ سے پناہ لی ہو اور شوہر کی حکم عدولی نہ کی ہو، ساتھ ہی اس کا نفقہ قضاءً یا ان دونوں کی باہمی رضامندی سے متعین ہو تو جتنا عرصہ اسے نفقہ نہیں دیا گیا ہو، وہ نفقہ حسبِ مقدارِ معینہ شوہر کے ذمے دَین رہے گا۔ موت کی صورت میں اس کے ترکہ کا حصہ بنے گا، جب کہ شوہر دیگر ورثا کی طرح حقِ وارثت کا حق دار ہے اور اگر مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو شوہر کے ذمے گزرے عرصے کا نفقہ واجب نہیں اور ترکہ میں حصہ کا حق دار ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(وإذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها، وطالبته بذلك، فلاشيء لها إلا أن يكون القاضي فرض لها النفقة، أو صالحت الزوج على مقدار نفقتها، فيقضى لها بنفقة مامضى.(١)

ترجمہ:

اور جب کچھ عرصہ ایسا گزر جائے جس میں شوہر اس پر خرچ نہ کرے اور بیوی اس کا مطالبہ کر دے تو بیوی کا کوئی حق نہیں، ہاں اگر قاضی نے اس کے لیے نفقہ مقرر کر دیا ہو یا شوہر نے اس کے نفقہ کی مقدار پر اس سے مصالحت کی ہو تو گزرے نفقہ کا اس کے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔

❁❁❁

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢/٤٤٤

روٹھی ہوئی بیوی کا نان ونفقہ

سوال نمبر(286):

ایک شخص کی بیوی اپنے شوہر کے حق میں کوتاہی کا ارتکاب کرتی رہی، بعدازاں یہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کے گھر چلی گئی اور مدتِ دراز تک وہاں بیٹھی رہی تو کیا از روئے شریعت ایسی روٹھی ہوئی بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے نکاح ہوجانے کے بعد شوہر اور بیوی کی ازدواجی زندگی شروع ہوجاتی ہے۔اکٹھی زندگی میں دونوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق لازم ہوتے ہیں جن کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے، چونکہ عورت شوہر کے حق میں محبوس ہوکر اس کے گھر رہتی ہے، اس لیے شریعت نے شوہر پر عورت کا نان ونفقہ اور سکنیٰ لازم کردیا ہے، لیکن عورت کی نافرمانی اور گھر سے نکل جانے پر اس کا یہ حق ساقط ہوجاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ عورت شوہر کے حق میں محبوس نہیں بلکہ گھر سے نکل چکی ہے تو شوہر کے گھر واپس آنے تک یہ عورت نان ونفقہ کا کوئی مطالبہ نہیں کرسکتی۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزه هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه.(١)

ترجمہ:

اور نافرمان عورت کے لیے نفقہ کا کوئی حق حاصل نہیں، جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہ آئے اور ناشزہ وہ عورت ہے جو شوہر کے گھر سے نکل جائے اور اپنے آپ کو شوہر سے روکے رکھے۔

❁❁❁

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق،الباب السابع عشر في النفقات:١/٥٤٥

بڑے گھر کا مطالبہ

سوال نمبر (287):

زید کا ذاتی گھر نہیں ہے، کرائے کے مکان میں زندگی بسر کر رہا ہے، بیوی اس مکان سے نسبتاً بڑے مکان کا مطالبہ کر رہی ہے، کیا اس کا یہ مطالبہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے جہاں شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ لازم قرار دیا ہے، وہاں اس کی رہائشی ضرورت کی کفالت بھی واجب قرار دی ہے جس کی نوعیت یہ ہونی چاہیے کہ جس رہائشی جگہ اور ماحول پر میاں بیوی کا اتفاق ہوجائے، وہی کافی ہے، البتہ بیوی کی جانب سے بطورِ حق کسی خاص رہائشی سہولت کے مطالبہ کی صورت میں اس کی معاشی کیفیت ار شوہر کی اپنی ذاتی معاشی توفیق کا اعتبار ہوگا۔ چنانچہ بیوی کا تعلق اگر نسبتاً امیر و مال دار طبقہ سے ہوتو اس کے لیے سب رشتہ داروں سے الگ رہائشی مکان دیا جائے گا۔ متوسط طبقہ سے تعلق کی صورت میں کسی مکان کے اندر ایک رہائشی کمرہ، باورچی خانہ، غسل خانہ اور بیت الخلا کی سہولت دینا ضروری ہوگا، جب کہ ادنی طبقہ سے تعلق رکھنے کی صورت میں صرف ایک رہائشی کمرہ کی سہولت دینا ضروری ہے، جب کہ دیگر طبعی ضرورتوں کے لیے مشترکہ سہولیات سے استفادہ کرے گی۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ رہائشی سہولت دینے میں شوہر کی اپنی رہائش کا بھی اعتبار ہے کہ وہ جس نوعیت کی رہائش اختیار کیے ہوئے ہے اس کے مناسب بیوی کو بھی دے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قوله:(و مفاده لزوم كنيف و مطبخ)أي: بيت الخلاء، وموضع الطبخ، بأن يكونا داخل البيت، أو في الدار لايشار كها فيهما أحد من أهل الدار قلت :و ينبغي أن يكون هذا في غير الفقراء الذين يسكنون في الربوع، و لأحواش، بحيث يكون لكل واحد بيت يخصه، و بعض المرافق مشتركة، كالخلاء، والتنور، و بئرالماء.(۱)

ترجمہ: اس کا مفاد، بیت الخلا اور باورچی خانے کا ہونا ہے یعنی بیت الخلا اور کھانا پکانے کی جگہ کہ وہ کمرے کے اندر ہوں یا گھر کے اندر، جن میں گھر کا کوئی فرد اس میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو، میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ یہ حکم

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة: ۵/ ۳۲۰، ۳۲۱

غیر فقراء لوگوں کے لیے ہے جو کہ عام اور کھلے گھروں میں اس طرح بستے ہیں کہ ہر ایک کے لیے الگ خاص کمرہ ہوتا ہے اور بعض منافع (لوازماتِ خانہ) مشترک ہوتے ہیں، جیسا کہ بیت الخلا، تنور اور پانی کا کنواں۔

❁❁❁

بطورِ نفقہ ملنے والی رقم کا استعمال

سوال نمبر (288):

زید اپنی بیوی کو مختلف اوقات میں رقم دیتا رہتا ہے جس میں اس کی ضرورت کی رقم بھی ہوتی ہے تو کیا بیوی اس رقم کا استعمال اپنی مرضی سے مختلف مصارف میں کرسکتی ہے؟ اگر بعض مصارف میں خرچ کرنا شوہر کو ناگوار ہو تو بیوی کا یہ تصرف شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟ بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفيق:

شریعتِ مطہرہ نے خاوند پر بیوی کے جن حقوق کی پاس داری لازم کی ہے، ان میں نان ونفقہ بھی ہے، بلکہ بعض اخراجات شوہر کو مروتاً برداشت کرنے پڑتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے وہ رقم بھی دے سکتا ہے اور براہِ راست بھی ضرورت کا احساس کر کے مطلوبہ اشیا فراہم کرسکتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جو رقم اسے ذاتی ضروریات کی کفالت کے لیے دی جائے، اس میں وہ ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتی ہے اور جو رقم اُسے اماناً دی جائے، اس میں اجازت کی صورت میں شوہر کے منشا کے مطابق تصرف کرسکتی ہے، چاہے اجازت صراحتاً ہو یا دلالتاً یا عرفاً، البتہ امانت کی صورت میں اس کی حفاظت لازم ہے اور اس میں ایسا تصرف نہیں کرنا چاہیے جو شوہر کے منشا کے خلاف ہو۔ بالخصوص اس میں ایسا تصرف کرنا جس کی وجہ سے ان کی خانگی زندگی متأثر ہوتی ہو، ناجائز ہے۔

والدّليل علىٰ ذلك:

وليس لها أن تعطي شياءً من بيته بغير إذنه. (۱)

ترجمہ: عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

❁❁❁

(۱) الفتاوى الخانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل في حقوق الزوجية: ۱/۴۴۳

بیوی کا خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر(289):

شوہر کے گھر میں ایک عورت کو سُسر سے شکایت ہے، اس کو سُسر کی بعض حرکات کی وجہ سے یہ شک ہے کہ اس کی نیت خراب ہے تو ایسے حالات میں کیا بیوی خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی لحاظ سے عورت کو نکاح کے سبب جو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان میں رہائش بھی ہے، چنانچہ حسب توفیق کم از کم ایک الگ کمرے کی فراہمی شوہر پر لازم ہے اور معاشرتی لحاظ سے شوہر کے والدین وغیرہ کی خدمت اور اس کا خیال رکھنا عورت کی اخلاقی ذمہ داری ہے، لیکن اگر واقعی شوہر کا کوئی نسبی رشتہ دار اس کی بیوی کے بارے میں غلط ارادہ اور منفی سوچ رکھتا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ بیوی کو کسی الگ رہائش گاہ میں رکھے، ایسی صورت میں بیوی پر مذکورہ رشتہ داروں کی خدمت بھی لازم نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ویشترط أن لایکون في الدارأحد من أحماء الزوج یؤذیها، کمافي الخانیة. قالوا: للزوج أن یسکنهاحیث أحب، ولکن بین جیران صالحین. (۱)

ترجمہ:

اور یہ شرط ہے کہ رہائشی جگہ میں کوئی ایسا سسرالی رشتہ دار نہ ہو جو عورت کے لیے باعث تکلیف ہو، جیسا کہ خانیہ میں لکھا ہے۔ علما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شوہر اپنی من پسند جگہ میں بیوی کو ٹھہرا سکتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہاں ہم سایہ نیک لوگ ہوں۔

❀❀❀

(۱) البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة، تحت قوله: والسکنیٰ في بیت خال: ۳۲۹/۴

علاج ومعالجہ کی ذمہ داری

سوال نمبر(290):

عورت کی بیماری کا علاج ومعالجہ کس کے ذمے ہے؟ کیا شوہر سے نفقہ کے لزوم کی وجہ سے ان اخراجات کی ادائیگی کا مطالبہ درست ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

ازدواجی بندھن کے سبب شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ واجب ہوجاتا ہے،جس میں فقہائے کرام نے کھانا،لباس اور رہائش شامل کی ہے،البتہ زمانہ،عرف،خاندانی روایات اور معاشی حالت کے فرق کے مطابق نفقہ میں شامل ذمہ داریوں کی کیفیت ومقدار میں فرق ضرور آتا ہے،چنانچہ علاج معالجہ کو بھی عصر حاضر کے بعض فقہائے کرام نے مذکورہ فرق کے لحاظ سے نفقہ میں شامل کیا ہے،چونکہ نفقہ کی کیفیت بدل سکتی ہے،لہٰذا اس میں شامل ذمہ داریوں کو بڑھانے کی بھی گنجائش ہے۔

صورتِ مسئولہ میں عرف وزمانہ کے لحاظ سے علاج ومعالجہ کے اخراجات کو شوہر کی ذمہ داری قرار دیا جائے گا، البتہ کیفیتِ علاج میں ان کی معاشی حالات کا اعتبار ضرور ہوگا،لہٰذا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی مالی وسعت اور ضرورتِ علاج کا موازنہ کرکے بیوی کا علاج کرائے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

لیس فی النفقة عندناتقدیرلازم؛لأن المقصودمن النفقة الكفاية وذلك ممايختلف فيه طباع الناس وأحوالهم، ويختلف باختلاف الأوقات أيضاً.(١)

ترجمہ:

ہمارے نزدیک نفقہ کی مقدار مقرر کرنے میں کوئی خاص اندازہ نہیں،کیونکہ اس سے مقصود عورت کی ضرورت پوری کرنا ہے اور یہ لوگوں کے طبائع اور حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں،ایسا ہی اوقات کے اعتبار سے بھی نفقہ بدلتا رہتا ہے۔

---

(١)البحرالرائق، باب النفقة:٤/٢٩٦

وهذا كله في عرفهم، أمافي عرفنا نفقة المرأة تختلف باختلاف الناس والأوقات. (١)

ترجمہ: یہ ان کا عرف ہے، ہمارے عرف میں عورت کا نفقہ اوقات اور شخصیات کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔

❁❁❁

کسی خاص علاقہ کی رہائش کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر (291):

زید کی شادی کو عرصہ دس سال بیت چکا ہے۔ یہ سارا عرصہ سسرال کی طرف سے مختلف مطالبات کے پورا کرنے اوران کے مزاج کا خیال رکھنے میں گزرا، لیکن اب ان کی طرف سے یہ مطالبہ سامنے آیا ہے کہ ہماری بیٹی کو دو مرلہ مکان خرید کر دو اور انہیں فلاں شہر میں بساؤ۔ تم لوگ جہاں رہ رہے ہو، ہمیں وہاں کے امن وامان کا اعتماد نہیں، جب کہ زید ان مطالبات کے پورا کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا، ایسی صورت میں شریعت ان کے مطالبات کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نکاح کر لینے سے شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق لازم ہو جاتے ہیں، ان میں مہر کی ادائیگی، نان ونفقہ اور رہائشی سہولت کی فراہمی ہے جس میں دونوں کی معاشی وذاتی حیثیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، حیثیت سے زائد مالی ودیگر مفادات کا مطالبہ درست نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا ہو تو اس بعد ملکیتی بنیاد پر کسی قسم کا مطالبہ جائز نہیں، جب کہ پرامن رہائش دلانا بیوی کا حق ضرور ہے، جس کا وہ مطالبہ کر سکتی ہے، لیکن اس مطالبہ میں کسی خاص علاقہ یا شہر کے تعیین کا میکے والوں یا بیوی کو کوئی حق حاصل نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ويشترط أن لايكون في الدارأحد من أحماء الزوج يؤذيها، كمافي الخانية. قالوا: للزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين. (٢)

---

(١) فتاوی قاضي خان على هامش الهندية: ١/٤٢٦

(٢) البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، تحت قوله: والسكنى في بيت خال: ٤/٣٢٩

ترجمہ: اور یہ شرط ہے کہ رہائشی جگہ میں کوئی ایسا سسرالی رشتہ دار نہ ہو جو عورت کے لیے باعثِ تکلیف ہو، جیسا کہ خانیہ میں لکھا ہے۔ علما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شوہر اپنی من پسند جگہ میں بیوی کو ٹھہرا سکتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہاں ہم سایہ نیک لوگ ہوں۔

❁❁❁

نفقہ میں بچت کے باوجود مزید مطالبہ

سوال نمبر (292):

زید اپنی بیوی کو روزانہ خرچ کے حساب سے بطورِ نفقہ رقم دیتا ہے جس میں اس کی بیوی بچت کرتی رہتی ہے، چنانچہ بچت کرتے کرتے اس عورت کے ساتھ ہزاروں روپے جمع ہو چکے ہیں، لیکن اب بھی روزانہ خرچ کا مطالبہ برابر کر رہی ہے۔ شرعی لحاظ سے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ نے شوہر پر بیوی کے نان ونفقہ کی ادائیگی کی جو ذمہ داری ڈالی ہے، اس سے مراد معاشی طور پر عورت کی بنیادی ضروریات کا پورا کرنا ہے جس میں کھانا، پینا، رہائش اور لباس جیسی چیزیں شامل ہیں، چنانچہ ان ضروریات کو اپنی معاشی کیفیت اور توفیق کے مطابق پورا کر لینے سے یہ واجبی ذمہ داری ادا ہو جائے گی، جب کہ رقم دینا نان ونفقہ کی ادائیگی کا لازمی جز نہیں ہے، لہٰذا اگر مذکورہ رقم اس نے بیوی کو تملیکاً دی ہو تو بیوی اس کی مالکہ ہو کر اس میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتی ہے، لیکن اگر شوہر نے یہ رقم اس کو بقدرِ ضرورت استعمال کرنے کے لیے دی ہو تو بچت شدہ رقم پر شوہر کا حق ہے، تاہم آئندہ کے لیے اگر وہ نان ونفقہ مطلوبہ چیزوں کی فراہمی کی صورت میں ادا کرتا رہے تو بیوی کو کسی خاص رقم کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں پہنچے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

النفقة الواجبة :المأكول، والملبوس، والسكنى، أما المأكول فالدقيق، والماء، والحطب، والملح والدهن. وفي جامع الجوامع، والنفقة الواجبة :الأكل، والشرب، واللبس، والسكنى، والرضاع وكذا خادم تحتاج إليه.(١)

(١) الفتاوى التاتارخانية، كتاب النفقات، الفصل الأول:٤/١٣٢

ترجمہ:

واجب نفقہ کھانا، لباس اور رہائش ہے۔ کھانا، آٹا، پانی، لکڑی (ایندھن) نمک اور تیل ہے۔ جامع الجوامع میں ہے کہ واجب نفقہ کھانا، پینا، لباس، رہائش اور دودھ پلانا ہے، اسی طرح خادم بھی اگر وہ (عورت) خادم کو محتاج ہو۔

۞۞۞

طلاق پاکر عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ

سوال نمبر(293):

زینب کو شوہر سے طلاق مل گئی، چونکہ ان کے تعلقات شروع ہی سے ناگواری کا شکار رہے جو کہ طلاق پر منتج ہوگئے، اس لیے طلاق کے بعد دورانِ عدت بھی شوہر بیوی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے اور اسے نفقہ بھی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کے ضروری اخراجات کا خیال رکھتا ہے، شرعی نقطۂ نظر سے عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح ہوجانے کے بعد جب تک عورت شوہر کے گھر میں رہ کر اس کی فرماں بردار رہے، تب تک شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے، البتہ نکاح ختم ہوجانے کے بعد شوہر نفقہ کا ذمہ دار نہیں رہتا، لیکن طلاق کے بعد جب تک عورت کی پوری عدت نہ گزر جائے، تب تک نکاح پوری طرح ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ میاں بیوی کے درمیان نکاح بعض احکام کے لحاظ سے قائم رہتا ہے، لہٰذا عدت کے اختتام تک بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، اُسے چاہیے کہ اپنی واجبی ذمہ داری سے پہلو تہی نہ کرے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة، والسكنى كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت المرأة، أولم تكن.(۱)

ترجمہ: طلاق سے عدت گزارنے والی عورت نفقہ اور سکنی کا حق رکھتی ہے، چاہے طلاق رجعی ہو یا بائن ہو یا تین طلاقیں ہوں اور چاہے عورت حاملہ ہو یا (حاملہ) نہ ہو۔

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث: ۱/۵۵۷

گھریلو استعمال کی چیزوں میں شوہر کی اجازت

سوال نمبر (294):

گھریلو استعمال کی چیزیں شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو ہدیتاً یا عاریتاً دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ نیز شوہر کا مال کس طور پر استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

معاشرے میں رہتے ہوئے، عزیز واقارب، پڑوسیوں اور دیگر ضرورت مندوں کا خیال رکھنا ایک بہترین مسلمان کی شان ہے، تاہم اس میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ دوسرے محتاج کی حاجت روائی سے کسی کا حق متاثر نہ ہو۔

صورتِ مسئولہ میں گھر کے اندر جو چیزیں بیوی کی ملکیت ہوں، انہیں تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسی کو دے سکتی ہے، البتہ جو چیزیں شوہر کی ملکیت ہوں، ان میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے، اسی طرح شوہر کے مال کو ایسے مصارف میں خرچ کرنا چاہیے، جو واقعی گھر کی ضرورت ہوں اور ان میں شوہر کی ناگواری بھی نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولیس لها أن تعطی شیئاً من بیته بغیر إذنه.(١)

ترجمہ:

عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

❁❁❁

شوہر کے بغیر کسی سے حسبِ وعدہ نفقہ کا مطالبہ

سوال نمبر (295):

زید نے اپنے بیٹے کے لیے خالد سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا، لیکن زید کے بیٹے کی بے روزگاری اور دوسرے غیر ضروری مشاغل کی وجہ سے وہ آمادہ نہ ہوا تو اسلم نے یہ کہہ کر دوبارہ پیغام بھیجا کہ لڑکا روزگار شروع کرلے گا، بلکہ

(١) الفتاوی الخانیة علی هامش الهندیة، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل في حقوق الزوجة: ٤٤٣/١

میں بذاتِ خود اس کی بیوی کے نان ونفقہ کا ذمہ دار رہوں گا، لہٰذا رشتہ طے کر لیجیے، چنانچہ اس یقین دہانی پر نکاح کر دیا گیا، لیکن اسلم کے اپنے موقف سے ہٹ جانے پر لڑکی کی شادی (رخصتی) روک دی گئی، بعدازاں اس کا رشتہ دوسری جگہ طے کر کے نکاح کرا دیا گیا، شرعاً اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے، ان میں سے وہ عورت بھی ہے جو کسی اور کے نکاح میں ہو۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی زید کے بیٹے کے ساتھ خالد کی بیٹی کا نکاح شرعی تقاضوں کے مطابق باقاعدہ طور پر کر لیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اس نکاح کے ہوتے ہوئے منکوحہ عورت کا نکاح کہیں اور جائز نہیں، جہاں تک شرط پوری نہ ہونے کا تعلق ہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے، اسی سے مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے، کسی دوسرے شخص کے وعدہ کی پاسداری نہ کرنے پر نکاح نہیں توڑا جا سکتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا) بأنواعھا الثلاثة (ولا بعدم إیفائه) لو غائبا (حقھا، ولو موسرا). (١)

ترجمہ: میاں بیوی کے درمیان نفقہ کے تینوں قسموں سے عاجز آنے سے تفریق نہیں لائی جائے گی اور نہ اس صورت میں کہ وہ غائب ہو اور بیوی کا حق ادا نہ کرتا ہو، اگرچہ مال دار ہو۔

لأن النکاح لایبطل بالشروط الفاسدة. (٢)

ترجمہ: کیونکہ نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔

❁❁❁

نافرمان بیوی اور اس کی نابالغ اولاد کا نفقہ

سوال نمبر (296):

دو بھائیوں کی شادی دو لڑکیوں (جو کہ آپس میں بہنیں ہیں) سے ہوگئی، چھوٹے بھائی کا اپنی بیوی کو باہمی

(١) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٣٠٦

(٢) الھدایة، کتاب النکاح: ٢/٣٣٤

تنازعے کی بناپر طلاق دینے سے بڑی بہن غیرت میں آکر اپنے شوہر اور گھر کو خیر باد کہہ گئی اور میکے جا کر بیٹھ گئی، شوہر کی متعدد بار کوششوں کے باوجود واپسی پر آمادہ نہیں ہورہی۔ اب اپنے چھوٹے شیر خوار بچے اور اپنے لیے نان ونفقہ اور خرچہ کا مطالبہ کررہی ہے، اس مسئلہ کے بارے میں شریعت کا فرمان واضح کردیجیے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی منکوحہ عورت کا نان ونفقہ اس کے شوہر کے ذمے واجب ہے، لیکن جہاں شوہر کے ذمے بیوی کے حقوق لازم ہیں وہاں اس کے بدلے عورت کا شوہر کے ہاں رہ کر اس کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے، لہٰذا عورت کی نافرمانی کی صورت میں اس کا حقِ نفقہ متاثر ہوجاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی عورت اپنی ذاتیات اور ضد وعناد کی وجہ سے شوہر سے روٹھ کر چلی گئی ہو تو اس کے اس نامناسب اقدام کی وجہ سے اس کا حقِ نفقہ ساقط ہوگا، جب کہ بچوں کا نفقہ بلوغ تک بدستور والد ہی کے ذمے واجب ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فإن كان الزوج قد طالبها بالنقلة، فإن لم تمتنع عن الانتقال إلى بيت الزوج، فلها النفقة، فأما إذا امتنعت عن الانتقال، فان كان الامتناع بحق، بأن امتنعت لتستوفي مهرها، فلها النفقة، وأما إذا كان الامتناع بغير حق، بأن كان أوفاها المهر، أو كان المهر مؤجلا، أو وهبته منه، فلا نفقة لها.(١)

ترجمہ: اگر شوہر اس (بیوی) سے منتقل ہوجانے کا مطالبہ کردے تو اگر وہ شوہر کے گھر منتقل ہونے سے انکار نہ کرے تو اس کے لیے نفقہ لازمی ہے اور اگر منتقل ہونے سے انکار کرے اور منتقل نہ ہونا کسی حق کی وجہ سے ہو، مثلاً: وہ اس لیے جانے سے انکار کرے تاکہ اپنا مہر وصول کرلے۔ تو اس کے لیے نفقہ ثابت ہے اور اگر منتقل نہ ہونا کسی حق کے بغیر ہو، مثلاً: شوہر نے مہر ادا کردی ہو یا مہر مؤجل ہو یا اس نے شوہر کو ہبہ کردیا ہو تو اس عورت کا کوئی نفقہ نہیں۔

نفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد.(٢)

ترجمہ: چھوٹی (نابالغ) اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/٥٤٥

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/٥٦٠

عورت کی آمدنی سے گھر کا خرچہ پورا کرنا

سوال نمبر(297):

زید کی بیوی سکول میں استانی ہے، اِسے ہر ماہ جو تنخواہ ملتی ہے، زید اس تنخواہ پر نظر رکھتا ہے اور اپنی آمدنی کا بے دریغ استعمال صرف اس لیے کرتا ہے کہ اخراجات کے لیے آمدنی کے کم پڑ جانے کی صورت میں بیوی کی آمدنی کو استعمال کرلے گا، وہ متعدد بار بیوی کی آمدنی سے گھر کا خرچہ چلا چکا ہے۔ کیا شرعی لحاظ سے عورت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی آمدنی سے گھر کا خرچہ برداشت کرلے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی اور بال بچوں کا نفقہ سمیت گھر کا خرچہ چلانا شوہر کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ اپنی آمدنی سے یہ خرچہ پورا کرلے یا بوقتِ ضرورت کسی سے قرض حاصل کرلے، بیوی پر ایسی کوئی معاشی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، بلکہ عورت کا ذاتی نفقہ بھی شوہر کے ذمے واجب ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں شوہر گھر کے تمام اخراجات کا تنہا ذمہ دار ہے۔ بیوی کی اجازت اور حقیقی رضامندی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنا شوہر کے لیے جائز نہیں، البتہ بیوی ضرورت کے وقت خاندان کے ذمہ دار فرد کی حیثیت سے اپنی مرضی سے شوہر کے ساتھ مالی تعاون کرنا چاہے تو شوہر کے لیے اس کا تعاون لینا جائز رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلى منزله، فعليه نفقتها، وكسوتها، وسكناها.(١)

ترجمہ:

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے، چاہے وہ (بیوی) مسلمان ہو یا کافر، جب کہ وہ اپنے آپ کو اس کے گھر میں حوالہ کردے تو اس (شوہر) پر نفقہ، لباس اور رہائش لازم ہے۔

❀❀❀

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢/ ٤٤١

اولاد کا نفقہ: کیفیت اور مدت

سوال نمبر(298):

اگر کوئی والد اولاد کے نفقہ میں کوتاہی کا ارتکاب کرے، چاہے کمانے کے لحاظ سے یا لگانے کے لحاظ سے، اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق والد پر بیٹوں کا نفقہ ان کے بالغ ہونے تک واجب ہے اور بیٹیوں کا نفقہ تب تک واجب ہے، جب تک وہ نکاح نہ کرلیں یا ان کے پاس مال نہ آجائے۔ بیٹے اگر بلوغ کے بعد اپنی کمائی کسی مجبوری کی وجہ سے نہ کرسکیں تو والد ان کو کسی کام یا مزدوری وغیرہ پر لگائے گا۔ اور پھر ان کی کمائی اور روزگار بنانے کے لیے بھی خرچ کرے گا اور پھر ان کی کمائی سے ان پر خرچ کرے گا یہ اس پر لازم ہے، اسی طرح جو اولاد بلوغ کے باوجود اپنا مال نہ رکھتے ہوں اور کمائی بھی نہ کرسکتے ہوں، مثلاً: معذور یا بیمار یا طالب علم ہوں تو ان کا نفقہ بھی والد کے ذمے ہے، اگر والد اس کی مالی توفیق رکھے، چنانچہ نفقۂ واجبہ کے سلسلے میں والد اگر مال دار ہونے کے باوجود نفقہ کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب کرے تو اُسے بذریعۂ قاضی وعدالتِ وقت نفقہ کی ادائیگی پر مجبور بھی کیا جاسکتا ہے، چنانچہ قاضی وعدالت اس کے مال سے نفقہ مقرر کردے گا، اسی طرح اگر وہ مالدار تو نہ ہو، البتہ وہ کمائی کرسکتا ہو، لیکن کماتا نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اُسے کمانے اور خرچ کرنے پر مجبور ومحبوس کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اولاد نابالغ یا بیمار ومعذور اور کمانے سے عاجز یا بیٹیاں فقیر ہوں، ورنہ والد کی صحتِ بدن اور کمانے کی لیاقت کے باوجود بالغ بیٹوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ والد کی راحت رسانی کے لیے اس کے کاندھوں سے کمائی کا بوجھ ہٹادیں اور خود کما کر والد کی خدمت ومدد کریں اور اس پر خرچ کریں۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

نفقه الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد...... فإن أبى أن يكتسب، وينفق عليهم يجبرعلى ذلك، و يحبس كذافي المحيط...... الذكورمن الأولاد إذا بلغوا حدالكسب، ولم يبلغوا في أنفسهم يدفعهم الأب إلى عمل؛ليكسبوا أو يواجرهم، وينفق عليهم من أجرتهم

وكسبهم ......إذا كان الابن من أبناء الكرام، ولا يستأجره الناس، فهو عاجز، وكذا طلبة العلم إذا كانوا عاجزين عن الكسب لايهتدون إليه لاتسقط نفقتهم عن آبائهم إذا كانو مشتغلين بالعلوم الشرعية......ونفقة الأناث واجبة مطلقاً على الآباء، مالم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال......ولا يجب على الأب نفقة الذكور الكبارإلا أن يكون الولد عاجزاً عن الكسب لزمانة أو مرض.(١)

ترجمہ:

چھوٹے بچوں کا نفقہ باپ کے ذمے (واجب) ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔۔۔۔۔پس اگر وہ کمانے یا خرچ کرنے سے انکار کردے تو اُسے اس پر مجبور کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا۔۔۔۔۔مذکر اولاد جب (عمر کے لحاظ سے) کمانے کی حد تک پہنچ جائیں اور (صلاحیت کے لحاظ سے) اپنے طور پر نہ پہنچ سکیں تو والد انہیں کسی کام پر لگائے گا، تاکہ خود کما لیں یا مزدوری پر لگادے گا اور ان کی کمائی اور اجرت سے ان پر خرچ کرے گا۔۔۔۔۔جب بیٹا شریف لوگوں کی اولاد ہو اور لوگ اُس کو مزدوری پر نہ رکھتے ہوں تو وہ عاجز ہے۔طالب علموں کا بھی یہی حکم ہے، جب وہ کمائی نہ کرسکیں، ان کا نفقہ ان کے آبا کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا، جب وہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں۔ ۔۔۔۔لڑکیوں کا نفقہ آبا پر مطلقاً واجب ہے، جب تک وہ شادی نہ کرلیں یا ان کا اپنا مال نہ ہو۔۔۔۔۔اور باپ پر بڑے (بالغ) بیٹوں کا نفقہ واجب نہیں، ہاں اگر بیٹا کمانے سے عاجز ہو، کسی دائمی بیماری (مثلاً اپاہج) یا مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے۔

ويجبر الولد الموسر على نفقة الأبوين المعسرين مسلمين كانا،أوذميين قدرا على الكسب، أو لم يقدرا. (٢)

ترجمہ:

مالدار (صاحب استطاعت) بیٹے کو نادار والدین کے نفقہ پر مجبور کیا جائیگا، چاہے (والدین) مسلمان ہوں یا ذمی، کمائی کرسکیں یا نہ کرسکیں۔

❁❁❁

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/ ٥٦٠-٥٦٣

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/ ٥٦٤

بالغ اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری

سوال نمبر(299):

جس گھر میں والدین کے ساتھ اس کے سارے بچے اکھٹے رہ رہے ہوں، جن میں بالغ اور بڑے بیٹے بھی شامل ہوں تو بڑے بیٹوں کا نان ونفقہ والدین پر واجب ہے یا وہ خودکو اس سے بری الذمہ قرار دے سکتے ہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ والد اپنے ان بچوں کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے جو نابالغ اور چھوٹے ہوں، جب کہ بڑے اور بالغ بیٹوں کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب نہیں، تاہم بلوغ اور بڑے ہونے کے باوجود اگر بیٹے بے روزگار ہوں یا معذور ہوں، یعنی ان کو روزی کمانے کا موقع میسر نہ آتا ہو یا وہ کمانے کی اہلیت وصلاحیت نہ رکھیں تو والد مروّتاً ان بیٹوں کی ضروریات کی بھی کفالت کرتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولایجب علی الأب نفقة الذکور الکبار إلا أن یکون الولد عاجزاعن الکسب لزمانة أومرض، ومن یقدرعلی العمل لکن لا یحسن العمل، فھو بمنزلة العاجز. (١)

ترجمہ: باپ پر بڑے بیٹوں کا نفقہ واجب نہیں ہاں اگر بیٹا کمانے سے عاجز ہو کسی دائمی بیماری، مثلا: اپاہج یا مرض میں مبتلا ہو (تو واجب ہے) اور جو کام کے کرنے پر قدرت رکھتا ہو، لیکن اچھی طرح نہ کرسکتا ہو تو وہ بھی عاجز کی طرح ہے۔

❁❁❁

بالغ بیٹیوں کا نفقہ

سوال نمبر(300):

جس لڑکی کی منگنی ہو چکی ہو، لیکن رخصتی نہیں ہوئی ہو اور وہ باپ کے گھر رہ رہی ہو تو اس کا نان نفقہ اور ضروری اخراجات کس کے ذمے ہوں گے؟

بیّنوا توجروا

---

(١) الفتاوی الھندیة، کتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/ ٥٦٣

الجواب وباللہ التوفیق:

منگنی سے مراد اگر محض رسمی کلمات کی بنیاد پر وعدۂ نکاح ہو تو اس صورت میں شوہر کے ذمے اخراجات واجب نہیں، البتہ اگر نکاح بھی ہو چکا ہو تو پھر نکاح کی وجہ سے نان ونفقہ لازم تو ہو جاتا ہے، لیکن عورت جب تک شوہر کے گھر آ کر اس کے پاس نہ رہے، بلکہ والد کے پاس رہے تو شوہر کے ذمے نان ونفقہ واجب نہیں۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ جس بیٹی کی رخصتی شوہر کے گھر نہ ہوئی ہو اور لڑکی نادار ہو تو اس کا نان ونفقہ اور ضروری بنیادی اخراجات تب تک برداشت کرلیں، جب تک اُسے شوہر کے گھر رخصت نہ کریں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ونفقة الإناث واجبة مطلقاً على الآباء مالم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال. (١)

ترجمہ: لڑکیوں کا نفقہ تب تک والدین پر واجب ہے، جب تک شادی نہ کرلیں، اگر وہ خود مالدار نہ ہوں۔

❁❁❁

بچے کو بازار کا کھلا یا ڈبوں کا دودھ پلانا

سوال نمبر (301):

شیر خوار بچوں کو اپنی ماں کا دودھ پلانا کیا حکم رکھتا ہے، اگر بچوں کو اپنی ماں کے دودھ کی بجائے عام کھلا دودھ یا ڈبوں کا دودھ پلایا جائے تو والدہ یا والدین اس سے گناہ گار تو نہیں ہوں گے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق شیر خوار بچے کو دودھ پلانا اس کی ماں پر دیانتاً واجب ہے اور یہی دودھ اس کی بہترین صحت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

لہٰذا ماں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی غیر ذمہ دارانہ رویے کی مرتکب نہ ہو، لیکن اگر خدانخواستہ کسی معقول وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے والد کو چاہیے کہ کسی دوسری عورت سے بچے کو دودھ پلوائے، اس میں اگر اجرت دینے کی ضرورت پڑے تو بھی والد اس میں پس وپیش سے کام نہ لے، بصورتِ دیگر کوئی بھی ایسا متبادل انتظام

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/٥٦٣

الجواب وباللہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کے بے سہارا ہونے کی صورت میں ان کی مال دار صاحبِ نصاب اولاد ان کے نان ونفقہ اور گزر اوقات کے خرچ کے ذمہ دار ہیں، بلکہ حسبِ استطاعت والدین کی خدمت، ان کی اطاعت اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بھی اولاد کی ذمہ داری ہے، تاہم والدین اپنی اولاد سے نفقہ گذشتہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

صورتِ مسؤلہ میں جب والدین خود نفقۂ گذشتہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے تو کسی بھائی کو بھی دوسرے بھائی سے والدین کے نفقۂ گذشتہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں، تاہم کوئی بھائی والدین کے خادم بھائی کی معاونت کرلے تو یہ اقدام والدین کی خدمت شمار ہوگا، جس پر وہ ثواب کا مستحق ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(قضى بنفقة غير الزوجة) زادالزيلعي والصغير (ومضت مدة)أي شهر فأكثر (سقطت) لحصول الاستغناء فيما مضى، وأمامادون شهر، و نفقة الزوجة والصغير فتصيرديناًبالقضاء (إلا أن يستدين) غير الزوجة (بأمر قاض) فلو لم يستدن بالفعل، فلا رجوع. (١)

ترجمہ:

بیوی کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کے نفقہ کا قاضی نے فیصلہ دیا، زیلعی نے زوجہ کے ساتھ چھوٹے بچے کو بھی شمار کر کے اضافہ کیا (یعنی صغیر کے علاوہ) پس اگر نفقہ کی عدم ادائیگی پر مہینہ یا زیادہ عرصہ گزر چکا ہو تو ساقط ہوگا کیوں کہ گزرے ہوئے عرصہ میں استغنا (یعنی عدمِ احتیاج) حاصل ہوئی (لہٰذا وہ سابقہ مدت کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے) البتہ مہینہ سے کم مدت گزرا ہو یا نفقہ بیوی وصغیر کا ہو تو یہ قضا کی وجہ سے دَین بن جاتا ہے، البتہ اگر وہ بیوی کے علاوہ قاضی کے حکم پر قرض مانگے (تو ان کا نفقہ بھی لازم ہوگا) اور اگر عملی طور پر قرض نہ لیا ہو تو اسے رجوع کا حق حاصل نہیں۔

❁❁❁

بیمار چچا کا نفقہ

سوال نمبر(304):

بیمار اور ضعیف العمر چچا نے اپنی جائیداد ایک بھتیجے کو بیچ دی، اُسی کے پاس وہ رہائش اختیار کیے ہوئے ہے،

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/ ٣٦٩۔٣٧١

لیکن نہ تو اُسے اپنی رقم مل رہی ہے اور نہ ہی نفقہ بہ قدر کفایت۔ شرعی لحاظ سے چچا بھتیجوں پر نفقہ کا کیا حق رکھتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب و باللہ التوفیق :

شرعی نقطۂ نظر سے انسان کو حقوق کی ادائیگی، صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی ترغیب دی گئی ہے، جو رشتہ دار محرمیت کے دائرے میں آتے ہیں، ان کا نفقہ تب واجب ہوتا ہے، جب وہ نابالغ اور حالتِ فقر میں ہوں یا بالغ شخص ہو، لیکن وہ فقیر ہو اور کسی خاص وجہ سے کمائی نہ کرسکتا ہو۔

صورتِ مسئولہ میں ضروری یہ ہے کہ چچا کو اس کا اپنا حق لوٹا دیا جائے، تاکہ وہ خود ہی اپنی زندگی باعزت گزار سکے، بصورتِ دیگر محرمیت کے رشتہ کی وجہ سے اگر واقعی چچا نادار ہو اور کمائی سے عاجز ہو تو بھتیجوں پر اس کا نفقہ واجب ہے۔

والدّلیل علی ذلک :

والنفقة لكل ذي رحم محرم إذا كان صغيراً فقيراً، أو كانت امرأة بالغة فقيرة، أو كان ذكراً بالغاً فقيراً زمنا، أو أعمى. (١)

ترجمہ:

اور ہر ذی رحم محرم کا نفقہ (واجب ہوتا ہے) جب وہ نابالغ، نادار ہو یا کوئی بالغہ عورت نادار ہو یا کوئی بالغ مرد فقیر، بیمار یا نابینا ہو۔

❁❁❁❁❁

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقه: ٢/ ٤٤٩

مسائل متعلقه حقوق الزوجين

شوہر کے حقوق

سوال نمبر(305):

شوہر اپنی بیوی پر کیا حق رکھتا ہے، اس کی ناراضگی مول لینا یا ہر کام اور ہر بات کا نہ ماننا درست ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب و باللّٰہ التوفیق :

شریعتِ مطہرہ نے مردوں کو عورتوں کا نگہبان اور نگران قرار دیا ہے اور بیوی کو شوہر کی اطاعت کا حکم دے رکھا ہے۔ نافرمانی بداخلاقی اور اطاعت نہ کرنے پر شوہر کو مرحلہ وار تادیبی کاروائی کی اجازت بھی دی ہے۔ شوہر عورت پر ہر جائز اور مباح امر کی اطاعت کا حق رکھتا ہے، چنانچہ نافرمان بیوی کے لیے شریعت میں ترہیب ہے، جب کہ فرمانبردار بیوی کے لیے بشارتیں اور خوش خبریاں ذکر کی گئی ہیں۔ اطاعت گزار بیوی ہی شوہر کی خدمت اور اطاعت سے خوش گوار زندگی گزار کر آخرت کے انعامات کی مستحق بن سکتی ہے، جب کہ نافرمان بیوی کے لیے لعنت تک کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں جو کام جائز اور مباح ہو، شوہر کے کہنے پر وہ ضروری اور قابل ایفا بن جاتا ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو ایذا رسانی اور مشقت کا قصد نہ کریں۔

والدّلیل علی ذلك:

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لو أمرت أحداً أن يسجد لأحدٍ، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها.(١)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں (بالفرض) کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(١) ابن ماجة، أبو عبدالله محمد بن يزيد، سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، حق الزوج على المرأة: ص/١٣٤

ناراض شوہر کو راضی کرنا

سوال نمبر(306):

کسی عورت کا شوہر جائز بات پر اس سے ناراض ہوجائے اور اس سے ناراضگی کا اظہار کرکے وقتی طور پر جدائی اختیار کرلے، تاکہ عورت پر دباؤ پڑے اور معافی مانگے۔کیا شوہر عورت سے معافی طلب کرنے کا حق رکھتا ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب و باللہ التوفیق :

شریعتِ مطہرہ نے خاوند کو بیوی کا نگران اور نگہبان بنا کر دونوں کے حقوق متعین کیے ہیں۔مباح اور جائز امور میں عورت پر شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری ضروری قرار دی ہے۔البتہ ناجائز امور کے مطالبہ پر عورت اطاعت کی پابند نہیں۔اگر شوہر کسی جائز کام کے بارے میں عورت سے ناراض ہو تو وہ اس کا حق رکھتا ہے۔بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کو راضی کرلے اور اس کی رضامندی کے حصول کے لیے معافی مانگے،حق میں کوتاہی نہ کرے اور بھرپور خدمت کرے، ورنہ شریعت کی رو سے قابلِ ملامت ہوگی۔

والدّلیل علی ذلک:

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنهاأن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لوأمرت أحداً أن یسجدلأحدٍ،لأمرت المرأة أن تسجد لزوجھا.(١)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اگر میں (بالفرض) کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

❁❁❁

فاسقہ، فاجرہ بیوی سے رَوَیّہ

سوال نمبر(307):

زید کی بیوی نہ صرف صوم وصلوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب کرتی ہے، بلکہ اجنبی مردوں سے بات چیت

(١)ابن ماجة،أبو عبداللہ محمد بن یزید،سنن ابن ماجة،أبواب النكاح،حق الزوج علی المرأة:ص/١٣٤

اور تعلق رکھنے میں بھی احتیاط نہیں کرتی، زید بارہا اسے سمجھا چکا ہے، اسے راہِ راست پر لانے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کر چکا ہے۔ کیا یہ تو ضروری نہیں کہ وہ اسے طلاق دے؟ کیا ایسی عورت کو بیوی بنائے رکھنے سے وہ گناہ گار ہوگا؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

بیوی اور اہل وعیال کو ہر ناجائز کام اور معاصی سے روکنا اور ترغیب وترہیب کرنا مرد کی ذمہ داری ہے، جس کے لیے وہ مختلف طور طریقے اور حکمتِ عملی اپنا سکتا ہے، لیکن ہدایت دینا کسی انسان کے بس کا کام نہیں، چنانچہ فقہی رو سے شوہر پر یہ لازم نہیں کہ بیوی کے فسق وفجور کے ارتکاب کی وجہ سے اسے طلاق دے دے، البتہ اگر عورت کسی ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہو جس پر صبر کرنا ممکن نہ ہو تو طلاق دے سکتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة، ولا علیها تسریح الفاجر إلا إذا خافاأن لا یقیما حدود اللّٰه،فلاباس أن یتفرقا.(١)

ترجمہ:

شوہر پر فاجرہ (بیوی) کو طلاق دینا واجب نہیں اور نہ ہی بیوی کا فاجر شوہر کو چھوڑنا، البتہ اگر وہ یہ خوف رکھیں کہ اللہ کے حدود (قوانین، اصول واحکام) کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر دونوں کے درمیان جدائی میں کوئی حرج نہیں۔

❁❁❁

والدین سے ملاقات کی حد، کیفیت اور سفر خرچ

سوال نمبر (308):

شادی شدہ عورت اگر والدین سے ملنا چاہے یا ان کے گھر جانا چاہے تو اس کے لیے شرعی اصول کیا ہیں؟ یعنی اس کی ملاقات کا جواز کتنے عرصے بعد ہے؟ والدین کے گھر جا کر کتنی مدت تک رہ سکتی ہے؟ نیز آنے جانے کا خرچہ شوہر کے ذمے ہے یا کسی اور کے ذمے؟ شریعتِ مطہرہ کی رُو سے واضح کر دیجیے۔

بیّنوا تؤجروا

(١) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب النکاح: ١٤٣/٤، ١٤٤

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ نے صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ خوش گوار تعلقات اور باہمی روابط کو خاص اہمیت دی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہر حق دار کو اپنے حق تک رسائی کے لیے اسے دوسرے لوگوں کی حق تلفی نہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ والدین کے ساتھ ہفتہ میں ایک مرتبہ ملے، جب کہ دیگر محارم کے ساتھ سال بھر میں ایک مرتبہ ملاقات کرسکتی ہے، ان ملاقاتوں کے لیے وہ گھر سے باہر بھی جاسکتی ہے، لیکن اس میں شوہر کی اجازت اور خوفِ فتنہ کے نہ ہونے کو خاص دخل حاصل ہے، اگر فتنہ کا خوف ہو تو اس کا نکلنا کسی طرح مناسب نہیں، بلکہ شادی شدہ عورت کا والدین (میکے) چلے جانے اور وہاں چند دنوں تک رہنے کو عرف کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ فقہائے کرام نے مذکورہ تصریحات کی ہیں، لیکن ساتھ فقہائے کرام نے عرف کو بھی خاص طور پر معتبر قرار دیا ہے، لہٰذا ایسے امور کو عرفی عادات اور رسم ورواج کی نظر سے دیکھ کر حل کیا جائے، تاکہ شرعی اصول کی خلاف ورزی بھی نہ ہو اور فتنہ وفساد اور صلہ رحمی کے قطع ہونے کی نوبت بھی نہ آئے، جہاں تک سفر خرچ کا تعلق ہے تو یہ اگرچہ قضاءً شوہر پر لازم نہیں، لیکن مروت کا تقاضا بہرحال یہی ہے کہ شوہر اس قسم کے خرچ برداشت کرتا رہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قال: وإن لم يكونا كذلك ينبغي أن يأذن لها في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف، أما في كل جمعة، فهو بعيد، فإن في كثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصاً، إن كانت شابة، والرجل من ذوي الهيئات. (١)

ترجمہ:

اور اگر والدین ملاقات کے لیے آنے کے قابل نہ ہوں تو شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو والدین سے ملنے کی وقتاً فوقتاً متعارف مقدار کے مطابق اجازت دے، البتہ ہر جمعہ کو چھوڑنا مشکل ہے، کیونکہ زیادہ نکلنا فتنے کا دروازہ کھولنا ہے، خاص کر جب عورت جوان ہو اور مرد خوبصورت ہو۔

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر: ٤/٢٩٣

بیوی کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے کی حد

سوال نمبر(309):

خاوند اور بیوی جنسی تعلق رکھتے وقت کتنا فائدہ لے سکتے ہیں۔ نیز ایک دوسرے کے مخصوص اعضا کو دیکھنا اور چھونا کیا حکم رکھتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی طور پر نکاح منعقد ہو جانے کے بعد مرد وعورت کا ایک دوسرے کے جسم سے لذت حاصل کرنا جائز ہو جاتا ہے، بالخصوص جب جماع کے لیے طبعی میلان پیدا کرنے یا اسے بڑھانے کے لیے کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جائے تو جائز ہے۔ بعض حضرات نے مخصوص اعضا کو دیکھنا اور چھونا بھی اس میں بلاحرج شامل کیا ہے، یہ عمل اگرچہ قابل مواخذہ نہیں، تاہم اکثر فقہائے کرام نے اسے غیر مناسب قرار دیا ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

قال ابن عابدين:وفي البدائع أن من أحكامه ملك المتعة، وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها، وسائرأعضائها استمتاعا،أو ملك الذات، والنفس في حق التمتع.(١)

ترجمہ:

نکاح کے احکام میں سے متعہ کا مالک بننا ہے اور وہ یہ ہے کہ شوہر عورت کے عضو مخصوص اور اس کے تمام اعضا سے فائدہ لینے کے لحاظ سے اس کے منافع کا مالک بن جاتا ہے یا فائدہ کے بارے میں ذات اور نفس کا مالک بنتا ہے۔

لأن من أحكام النكاح، حل استمتاع كل منهمابالآخر. (٢)

ترجمہ:

کیونکہ نکاح کے احکام میں سے دونوں کا ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے کا حلال ہونا ہے۔

❁❁❁

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح:٤/٥٩

(٢) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح:٤/٦٠

خاوند کا بیوی کی میت کو غسل دینا

سوال نمبر(310):

بیوی کی موت پر خاونداس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے میاں بیوی کی زوجیت کا رشتہ کلی طور پر ان کی زندگی تک محدود رہتا ہے، بالخصوص عورت کی وفات پر ان کا رشتہ ازدواج بالکل ختم ہو جاتا ہے اور عورت وفات کے بعد اپنے سابقہ شوہر کے لیے بالکل اجنبی بن جاتی ہے، اس لیے مرد نہ تو اُسے غسل دے سکتا اور نہ ہی اُسے چھو سکتا ہے، البتہ اگر دیدار کرنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

و یمنع زوجھامن غسلھا،ومسھا،لامن النظرإلیھا.(۱)

ترجمہ:

اس کے شوہر کو اس کے غسل اور چھونے سے منع کیا جائے گا، دیکھنے سے نہیں۔

❀❀❀

بیوی کو رشتہ داروں کی ملاقات سے روکنا

سوال نمبر(311):

ایک شخص کے تعلقات اپنے سسرال کے ساتھ کشیدہ ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو والدین اور دیگر رشتہ داروں سے ملنے نہیں دیتا۔ کیا شرعاً ان کا یہ فعل درست ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی لحاظ سے زوجہ کے رشتہ داروں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے ملاقات کریں، خاوند کے لیے مناسب

(۱)تنویرالأبصار علی صدرردالمحتار، کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ الجنازۃ:۳/۹۰

نہیں کہ ذاتی رنجش کی بنا پر اُسے منع کرے، البتہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کی مدتِ ملاقات میں یہ فرق ہے کہ والدین ہفتہ میں ایک مرتبہ اور دیگر رشتہ دار سال بھر میں ایک دفعہ مل سکتے ہیں۔ رشتہ داروں سے مراد محارم ہیں، یعنی جن کے ساتھ نکاح کا رشتہ ابدی طور پر حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(ولا یمنعها من الخروج إلی الوالدین) في کل جمعة...... (ولا یمنعها من الدخول علیها في کل جمعة، وفي غیر هما من المحارم في کل سنة).(١)

ترجمہ:

خاوند بیوی کو ہفتے میں ایک مرتبہ والدین سے ملنے سے منع نہیں کریگا۔۔۔اور نہ انھیں ہفتے کے دوران بیٹی سے ملاقات کرنے سے روکے گا، البتہ والدین کے علاوہ دیگر محارم رشتہ داروں کو سال بھر میں ایک مرتبہ ملنے کی اجازت ہوگی۔

❁❁❁

بیٹی کو بیاہنے کے بعد والدین کا دائرہ اختیار

سوال نمبر(312):

ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح ایسے گھرانے میں کرادے جس کے بارے میں اس کا خیال دین داری کا ہو، لیکن بدقسمتی سے وہ ماحول دینی نہ ہو۔ شوہر اسے بے پردگی کے ماحول میں بسانا چاہے اور لڑکی والدین سے بھی الگ تھلگ ہو تو کیا والدین کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ داماد کو مجبور کر کے بیٹی کو اچھے ماحول کی فراہمی کے لیے اپنے ہاں بسالے۔ شرعی نقطۂ نظر سے شوہر اور والدین کو اس لڑکی پر کتنی قدرت اور اختیار حاصل ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

میاں بیوی کے درمیان نکاح ہو جانے کے بعد دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق لازم ہو جاتے ہیں، بیوی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ شوہر (کی فرمان برداری کر کے اس) سے نان ونفقہ اور رہائشی سہولت کا مطالبہ کرے اور شوہر پر ان حقوق کی پاس داری لازم ہے۔ شوہر اگر عورت کا حق مہر ادا کر دے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ اسے اپنے پاس رکھے اور

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ٥/٣٢٣، ٣٢٤

اپنے ساتھ سفر پر بھی لے جاسکتا ہے، تاہم اس کی عزت وعصمت کا خیال رکھنا بھی اس کی شرعی ذمہ داری ہے، اسی طرح اس کو نیک ماحول کی فراہمی بھی اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے، والدین اپنی بیٹی کی شادی کرانے کے بعد ہفتہ میں ایک مرتبہ مل سکتے ہیں، اگر اس سے زیادہ ملنے پر شوہر ناراض ہوتا ہو تو اس کی ناراضگی کا خیال رکھنا ضروری ہے، لیکن اپنی بیٹی کے سفر وحضر اور سکنی وغیرہ جیسے امور میں مداخلت کرنا ان کا حق نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

تجب السکنی لهافي بیت خال عن أهله، و أهلها إلاأن تختار ذلك.(١)

ترجمہ:

شوہر پر بیوی کو ایسے گھر میں بسانا واجب ہے جو کہ دونوں کے خاندان سے خالی ہو، البتہ اگر بیوی اس پر راضی ہے (تو ضروری نہیں)۔

(ویسافر بها بعد أداء کله) مؤجلاً، ومعجلاً (إذا کان مأموناً علیها وإلا) یؤد کله، أولم یکن مأموناً (لا) یسافر بها، وبه یفتی.(٢)

ترجمہ:

اور اسے سفر پر لے جاسکتا ہے، تمام مہر کی ادائیگی کے بعد، چاہے مہر مؤجل ہو یا معجّل، اگر اُسے امن دے سکتا ہو، ورنہ پورا مہر ادا کرے گا یا امن نہ دے سکا تو سفر پر نہیں لے جاسکتا۔

❀❀❀

حاملہ بیوی کے ساتھ جماع

سوال نمبر(313):

بیوی حاملہ ہو جائے تو کتنی مدت تک اس کے ساتھ ہم بستری جائز ہوتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حاملہ عورت کے ساتھ جماع جائز نہیں ہوتا، کیوں کہ اس سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثاني في السکنی: ١/٥٥٦

(٢) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر: ٤/٢٩٤

الجواب و باللہ التوفیق :

شرعی لحاظ سے بیوی کے ساتھ جن صورتوں میں یقینی طور پر جماع حرام ہوتا ہے، وہ حالتِ حیض ونفاس اور ظہار کی صورت میں کفارہ سے قبل کی حالت ہے، جب کہ ان صورتوں کے علاوہ کسی خاص صورت میں جماع بذاتِ خود حرام وناجائز تو نہیں ہوتا، البتہ عورت کو کسی قسم کی کمزوری، مرض، کم سنی یا کوئی بھی ایسا عارض پیش ہو جس کی وجہ سے وہ جماع کی اہل نہ ہو تو فقہاے کرام کے نزدیک ایسی حالت میں جماع غیر مناسب اور قابل احتراز ہے۔ ان صورتوں اور موانع کی تعیین قاضی یا دیگر عورتیں کریں گی، اگر وہ نہ کرسکیں تو خود عورت کے کہنے پر اجتناب برتا جائے گا۔

صورتِ مسئولہ میں حالتِ حمل میں جماع جائز ہے، البتہ اگر عورت یا اس کے بچے کو اس سے نقصان یا تکلیف پہنچتا ہو تو اجتناب کر لینا چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

فيقتصر على ماتطيق منه عدداً بنظر القاضي، أو أخبار النساء، وإن لم يعلم بذلك فبقولها.(١)

ترجمہ:

قاضی کی رائے یا عورتوں کے بتانے سے عورت کی طاقت کے مطابق جماع کی تعداد کو متعین کیا جائے گا اور اگر انہیں بھی معلوم نہ ہو تو خود عورت کی رائے معتبر ہوگی۔

❁❁❁

بیوی کو مارنے کا شرعی حکم

سوال نمبر (314):

ازدواجی زندگی میں مختلف قسم کے حالات پیش آتے ہیں، بسا اوقات بیوی شوہر کی نافرمانی کرتی ہے، اس صورت میں بیوی کو مارنا درست ہے یا نہیں؟ شریعتِ اسلامیہ کا حکم واضح فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

---

(١) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب القسم: ٣٨١/٤

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان رتبے میں بڑھے ہوئے انسان کے ماتحت، انعام وبھلائی کی خاطر اچھی کارکردگی دکھاتا ہے اور خوف وڈر کی وجہ سے سست روی سے اجتناب کرتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں بھی شوہر، بیوی سے رتبہ میں بڑھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے گھر پر سربراہی کا حق دیا ہے جسے وہ ہر ممکن طریقے سے اچھی طرح نبھانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن شریعت نے اُسے اِس معاملے میں آزاد ومختار نہیں چھوڑا، بلکہ اس کی رہنمائی کی ہے، چنانچہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے۔

﴿والّٰتِی تَخافون نشوزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھجروھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَإِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِن سَبِيْلًا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ (۱)

ترجمہ: اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی نافرمانی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو، پھر ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، پھر ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو واضح طور پر تدریجاً اور مرحلہ وار بیوی کی اصلاح کا طریقہ بتلایا ہے۔ چنانچہ عورت کی نافرمانی پر اُسے حسن اخلاق اور بھلے طریقے سے وعظ ونصیحت اور تنبیہ کی جائے، یہ طریقہ کارآمد نہ ہو تو اُس سے لاتعلقی اختیار کرکے اُسے تنہا چھوڑ دے اور اُسے ڈانٹ دے اور خوف دلائے، اس سے خاطر خواہ تبدیلی سامنے نہ آئے تو انتہائی اقدام کے طور پر اسے مار بھی سکتا ہے، لیکن ہر نافرمانی اور ہر عمل اس قابل نہیں ہوا کرتا کہ اُس پر عورت کو مارا جائے، بلکہ فقہائے کرام نے چند امور کی نشان دہی کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس طرح کے امور میں مارنا جائز ہے، جب کہ مارنے کی حد اور کیفیت یہ ہوگی کہ کسی ایسی چیز سے مارا جائے، جو نہ تو اُسے زخمی کرے اور نہ بدن کو عارضی یا دائمی نقصان پہنچائے، چنانچہ زخمی کرانے والا قابل تعزیر ہے۔ مارنے کی اجازت ان امور میں دی گئی ہے۔

۱.....عورت اپنے آپ کو نہ سنوارے (جب کہ شوہر کو سنوارنا مطلوب ہو)۔

۲.....شوہر اسے اپنے پاس (بستر پر) بلائے اور وہ انکار کردے۔

۳.....نماز نہ پڑھے، فرض وواجب غسل نہ کرے (یعنی فرائض میں کوتاہی کرے)۔

---

(۱) النسآء: ۳۴

۴......بغیر اجازت گھر سے نکلے۔

الغرض: مارنا ابتدائی دو مراحل (وعظ، ڈانٹ اور منہ موڑنے) کی ناکامی کے بعد ہو، نقصان دہ نہ ہو، اہمیت والے امور میں ہو تو مباح ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

قوله : بخلاف الزوج إذا عزّر زوجته لترك الزينة، والإجابة إذا دعاها إلى فراشه، وترك الصلاة، والخروج من البيت.(۱)

ترجمہ: (تعزیر میں کسی کو مار دینے سے حد جاری ہوتی ہے) مگر شوہر اس حکم سے مستثنیٰ ہے، جب وہ بیوی کو زینت نہ کرنے یا جب وہ اس کو ہم بستری کے لیے بلالے، وہ نہ آئے اور نماز چھوڑ دینے یا بلا اجازت گھر سے نکلنے پر مارے۔

❁❁❁

متعدد بیویوں کا شوہر پر حق

سوال نمبر(315):

کسی شخص کی دو بیویاں ہوں تو ہر بیوی اس سے کیا مطالبہ کر سکتی ہے؟ ان کا شوہر پر کیا حق ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعتِ مطہرہ نے متعدد بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے کو عدل کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ جو شخص ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی کرے، اس پر اختیاری امور میں ان کے مابین مساوات و برابری کرنا ضروری ہے، مثلاً: رہائش، سہولیات، کھانا پینا، تحفے تحائف، وقت دینا، رات گزارنا وغیرہ جب کہ غیر اختیاری امور میں وہ اس کا پابند نہیں، مثلاً جماع کرنا (جو کہ شہوت و رغبت کی بنا پر ہوتا ہے جو غیر اختیاری چیز ہے) اور محبت رکھنا وغیرہ۔

چنانچہ صورتِ مسئولہ میں بیوی شوہر سے اختیاری امور میں برابری کی توقع رکھے اور اس کے حقوق کی بھرپور ادائیگی کر کے اُسے حقوق کی ادائیگی پر آمادہ کرے۔

---

(۱) البحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیز:۵/۸۲،۸۱

والدّليل علىٰ ذلك :

ففي الخانيه: ومما يجب على الأزواج للنساء: العدل، والتسوية بينهن فيما يملكه، والبيتوتة عندهما للصحبة، والمؤانسة لافيمالا يملكه، وهوالحب والجماع.(١)

ترجمہ:

خانیہ میں ہے کہ: شوہر پر بیویوں کے یہ حقوق واجب ہیں: عدل، ان کے مابین اختیاری چیزوں میں برابری کرنا، ان کے ساتھ مل بیٹھنے اور دل لگی کرنے کے لیے رات گزارنا۔ غیر اختیاری امور میں برابری ضروری نہیں جیسے، محبت وجماع۔

تعویذ کے ذریعے شوہر کا میلان حاصل کرنا

سوال نمبر(316):

کسی عورت کا شوہر دوسری بیوی کی طرف میلان زیادہ رکھے تو کیا وہ عورت شوہر کو تعویذ کے ذریعے اپنی جانب مائل کرسکتی ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب و باللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایک سے زائد بیویوں کے شوہر کے لیے بیویوں کے درمیان ان امور میں عدل اور برابری ضروری ہے جو فطری لحاظ سے اس کے اختیار میں ہوں، لہٰذا اگر شوہر قلبی میلان ومحبت کی وجہ سے ایک بیوی کی طرف مائل ہو لیکن اختیاری امور میں وہ مساوات رکھتا ہو تو وہ شرعی طور پر قابلِ مواخذہ نہیں اور اگر وہ اختیاری امور میں عدل وبرابری سے کام نہیں لے رہا تو پہلی بیوی کو چاہیے کہ شوہر کی اچھی خدمت واطاعت کرکے، حسنِ اخلاق سے اپنے حقوق کی طرف متوجہ کرے اور اگر مقصد سوکن سے توجہ ہٹانا ہی ہو تو یہ مقصد جائز نہیں۔ صورتِ مسئولہ میں اگر شرعاً جائز تعویذ کا استعمال صرف اپنے حقوق کی طلب کے لیے ہو تو مباح ہے، لیکن اطاعت وخدمت کا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب القسم: ٣٧٩/٤

والدّلیل علیٰ ذلك :

ولابأس بالرّقی؛لأنه علیه السلام کان یفعل ذلك. (١)

ترجمہ:

دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ حضور ﷺ دَم کرتے تھے۔

❁❁❁

سابق شوہر جب دیور ہوتو اس کے ساتھ مشترک گھر میں رہنا

سوال نمبر(317):

اگر کسی عورت کو شوہر طلاق دے دے، عدت گزارنے کے بعد وہ عورت سابق شوہر کے بھائی سے نکاح کرلے لیکن اس کا سابق شوہر بھی اسی گھر میں ایک ساتھ رہ رہا ہو تو کیا ان سب کا اس طرح ایک ہی گھر میں رہنا بسنا جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

طلاق ملی ہوئی عورت اپنی مرضی سے غیر محرم کے ساتھ نکاح کرلے تو اس کا یہ فیصلہ جائز ہے، البتہ دیور کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنا فتنہ سے خالی نہیں ہوتا، بالخصوص جب دیور، سابق شوہر ہو۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عورت اور اس کے شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی رہائش کو محفوظ وعلیحدہ کرنے کی کوشش کریں، ورنہ موجودہ حالات میں فتنہ وفساد میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

(الحمو الموت) أي دخوله کالموت مهلك یعني الفتنة منه أکثر لمساهلة الناس في ذلك. (٢)

ترجمہ: دیور موت ہے، یعنی اس کا داخل ہونا موت کی طرح مہلک ہے، یعنی اس سے فتنہ اکثر پھیلتا ہے، کیونکہ لوگ اس بارے میں غفلت سے کام لیتے ہیں۔

(١)الزیلعي،فخرالدین عثمان بن علی،تبیین الحقائق،کتاب الکراهیة،فصل في البیع:٧٣/٧،دارالکتب العلمیة،بیروت

(٢)مرقاة المفاتیح،کتاب النکاح،باب النظر إلیالمخطوبة وبیان العورات:٢٧٨/٦

ناپسندیدہ بیوی کا حکم

سوال نمبر(318):

جس لڑکے کی شادی اس کے والدین کی مرضی سے ہو جائے، اس نے قبل از رخصتی بیوی کو نہ دیکھا ہو، رخصتی کے بعد دیکھے اور پسند نہ آئے تو کیا وہ اسے طلاق دے سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت نے والدین کو اپنی اولاد کے نکاح کا اختیار دیا ہے، کیونکہ والدین ہی سب سے زیادہ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب والدین کے نکاح کرانے پر بالغ اولاد رضامندی ظاہر کرلیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پھر اس نکاح کا نبھانا، بیوی کے حقوق ادا کرنا اور والدین کے فیصلے (انتخاب) کی لاج رکھنا ضروری ہو جاتا ہے، جب کہ چھوٹی موٹی باتوں پر طلاق کا تصور کرنے کی شریعت حوصلہ شکنی کرتی ہے، شریعت صرف اس صورت میں طلاق کی اجازت دیتی ہے، جب زوجین کو یقین ہو جائے کہ شرعی احکام اور اصولوں کی پاس داری مشکل و ناقابلِ عمل ہو رہی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں ایک دوسرے کو سمجھنے اور باہمی الفت پیدا کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اگر شرعی حقوق کی ادائیگی سے عاجز آجائیں تو طلاق بطریقہ شریعت مباح ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

عَن ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما عَن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبغَضُ الحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ.(۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو مباح چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق: ۳۱٤/۱

باب الحضانۃ

(مباحثِ ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد توالد وتناسل بھی ہے۔ جس طرح شریعتِ مطہرہ نے توالد وتناسل کے لیے نکاح جیسے مضبوط اور مستحکم بندھن کو لازمی قرار دیا ہے، اسی طرح توالد وتناسل کے فوراً بعد بچے کی پرورش اور تربیت کو بھی ایک اہم معاملہ قرار دیا ہے۔

چونکہ بچے کی پرورش اور تربیت کا تمام تر دارومدار شفقت پر ہے اور عورتوں میں طبعی طور پر شفقت ومحبت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ابتدائی پرورش اور تربیت کا حق عورتوں کو دیا گیا ہے اور بعد میں چونکہ بچے کو حفاظت کے ساتھ ساتھ، تہذیب وتمدن، آداب واخلاقیات اور زندگی کے مختلف شعبوں میں جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے بعد میں پرورش کا یہ حق عورتوں سے مردوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس مخصوص تربیت کا نام ''حضانت'' ہے۔(۱)

حضانت کا لغوی معنی:

حضانت لغت میں حضن سے ماخوذ ہے۔ حضن کا معنی پہلو اور کوکھ کے ہیں۔ اسی مناسبت سے بچے کو گود میں اُٹھانا، کوکھ پر رکھنا، تربیت کرنا، کسی اور شئے کو پہلو میں رکھنا؛ سب کے سب حضانت کے لغوی معانی ہیں۔ اسی طرح پرندے جب اپنے انڈے پروں کے نیچے ڈھانپ لیتے ہیں تو عربی زبان میں کہا جاتا ہے:

"حضنت الطائر بیضھا".(۲)

حضانت کا اصطلاحی معنی:

حنفیہ کے ہاں حضانت کا اصطلاحی معنی ہے:

"تربية الطفل، ورعايته، والقيام بجميع أموره في سنّ معينة ممن له الحق في الحضانة".(۳)

---

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ:۴/۲۷۹، ۲۸۰

(۲) حاشیۃ بدائع الصنائع، کتاب الحضانۃ:۵/۲۰۲، ۲۰۳

(۳) حاشیۃ الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ:۵/۲۵۲

پرورش کرنے کے حق داراور مستحق لوگوں کاایک خاص عمر میں بچے کی تربیت اور پرورش کی رعایت اور جملہ امور میں نگرانی ونگہبانی کا نام حضانت ہے۔

باب حضانت سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱)حضانة......:مخصوص وقت میں مخصوص لوگوں کا بچے کی پرورش اور تربیت کرنا۔

(۲)حاضن......:پرورش کرنے والا مرد یا عورت۔

(۳)حاضنة......:پرورش کرنے والی عورت۔

(٤)محضون......:وہ بچہ جس کی پرورش اور تربیت کی جارہی ہے۔(۱)

دیگر متعلقہ فقہی اصطلاحات:

(۱) الکفالة......: کفالت فقہ میں کفیل کو اصیل کے ساتھ مال یا نفس کے مطالبے میں برابر شریک کرنے کا نام ہے، تاہم عربی لغت کے حوالے سے کفالت کا لفظ کبھی کبھی حضانت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۲)الولایة...... :کسی کے مال یا نفس میں تصرف کرنے کی قدرت اور اختیار کو ولایت کہتے ہیں۔حضانت بھی ولایت کی ایک قسم ہے، گویا ولایت اعم مطلق ہوا اور حضانت اخص مطلق ہوا۔

(۳)الوصایة...... :موت کے بعد کسی کو تصرف کا مختار بنانے کا نام وصیت ہے۔وصیت اور حضانت میں فرق یہ ہے کہ وصیت میں اختیار موصی کو حاصل ہوتا ہے اور حضانت میں بذاتِ خود شریعت کی طرف سے پرورش کرنے کا حق ملتا ہے۔(۲)

حضانت کی مشروعیت:

حضانت کی مشروعیت حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کے لیے برتن بنا رہا اور میرا سینہ اس کے لیے مشکیزہ بنا رہا اور میرا گود اس کے لیے مسکن اور گہوارہ بنا رہا، (اب) اس کے والد نے مجھے طلاق دی ہے اور

---

(۱)حاشیة الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة:٥/٢٥٢،الموسوعة الفقهیة،مادة حضانة:١٧/٣٠١

(۲)الموسوعة الفقهیة،مادة حضانة:١٧/٢٩٩،٣٠٠

اب اس (بچے) کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تو اس بچے کی زیادہ حق دار ہے، اس وقت تک، جب تک تو دوسرا نکاح نہ کرلے"۔(۱)

اسی طرح حضرت عمر نے جب اپنی بیوی جمیلہ ام عاصم کو طلاق دی اور اس سے اپنا بیٹا عاصم چھیننا چاہا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: "اس عورت اور اس کے بچے کو چھوڑ دو، بے شک اس عورت کی گود، اس کو خوشبو اور اس کا لعاب اس بچے کے لیے تمھارے ہاں شہد سے زیادہ بہتر ہے، یہاں تک کہ بچہ جوان ہو جائے"۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے عاصم کو اس کی ماں کے حوالہ کر دیا۔ مذکورہ فیصلے کے وقت اکثر صحابہ کرامؓ حاضر تھے اور کسی نے بھی اس فیصلے پر نکیر نہیں فرمایا، لہٰذا اس پر اجماع منعقد ہوا۔(۲)

حضانت کا حکم:

حنفیہ کے ہاں حضانت کے سلسلے میں یہ بات تو مسلم ہے کہ ابتدائی حالت میں ماں بچے کی پرورش اور دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے، البتہ اس پر یہ بات واجب ہوگی یا نہیں؟ تو اس میں حنفیہ کے دو اقوال ہیں اور دونوں ہی حنفیہ کے ہاں مفتی بہ ہیں، تاہم اکثر فقہا نے دونوں اقوال میں تطبیق یوں کی ہے کہ اگر بچے کے لیے کوئی مناسب دایہ اور پرورش کرنے والی عورت نہ مل سکے یا بچہ کسی اور کا دودھ پینا قبول نہ کرے یا والد اتنا مفلس ہو کہ مرضعہ کا خرچہ برداشت نہ کر سکے تو مذکورہ صورتوں میں ماں پر حضانت واجب ہوگی اور اس کو حضانت پر مجبور کیا جائے گا ورنہ اس پر حضانت واجب نہیں۔(۳)

حضانت، یعنی پرورش کی حق دار عورتیں:

پرورش کا حق عمر کی ایک حد تک عورتوں کو اور اس کے بعد مردوں کو حاصل ہوتا ہے، البتہ حقِ پرورش کے معاملے میں شریعت نے عورتوں کی طبعی شفقت اور چھوٹے بچوں کی طبعی صلاحیت نیز خود ماں کی ممتا اور اس کے جذباتِ مادری کی رعایت کرتے ہوئے عورتوں کو اولویت دی ہے۔ پھر عورتوں میں ترتیب درج ذیل ہوگی:

(۱) ماں (۲) نانی ......اوپر تک (۳) سگی بہن (۵) ماں شریک بہن (۶) باپ شریک بہن (۷) سگی

---

(۱) أبو داؤد، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد: ۱/ ۳۲۹

(۲) تعلیق علی بدائع الصنائع، کتاب الحضانة: ۵/ ۲۰۳، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۲

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۰، ۲۸۱، بدائع الصنائع، کتاب الحضانة: ۵/ ۲۰۴

خالہ(۸) ماں شریک خالہ(۹) باپ شریک خالہ(۱۰) مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے پھوپھیاں۔(۱)

مردوں میں حضانت کے حق دار افراد:

اگر مذکورہ خواتین نہ ہوں یا ان میں حضانت کی شرائط نہ ہوں تو پھر حق پرورش ان مردوں کی طرف لوٹے گا، جو عصبہ رشتہ دار ہوں اور ان رشتہ داروں میں جو وارث ہونے کے اعتبار سے مقدم ہوگا، وہی حق پرورش کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ مردوں میں حق پرورش کی ترتیب یوں ہوگی: (۱) باپ (۲) دادا یا پردادا وغیرہ (۳) سگا بھائی (۴) باپ شریک بھائی (۵) سگے بھائی کا بیٹا (بھتیجا) (۶) علاتی (باپ شریک) بھائی کا بیٹا (۷) سگا چچا (۸) علاتی چچا (۹) سگے چچا کا بیٹا (۱۰) علاتی چچا کا بیٹا۔ چچازاد بیٹوں کو حضانت کا حق تب حاصل ہوگا جب محضون (جس کی پرورش کی جارہی ہے) لڑکا ہو، اگر لڑکی ہو تو چچازاد بھائیوں کو حق حضانت حاصل نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مذکر رشتہ داروں میں جو رشتہ صرف ماں کی طرف سے ہوگا، وہ حضانت کے لیے سبب نہیں بنے گا، البتہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ماموں چچازاد بھائی سے زیادہ مستحق ہے، اس لیے کہ ماموں اگرچہ عصبہ نہیں لیکن محرم ہے اور بابِ حضانت میں محرمیت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔(۲)

ایک ہی درجے کے رشتہ داروں میں ولایت کس کو ہوگی؟

فقہائے کرام کے ہاں ایسی صورت میں صاحبِ تقویٰ کو ترجیح دی جائیگی، اگر تقویٰ میں بھی برابر ہوں تو پھر جو زیادہ عمر کا ہوگا، وہی زیادہ مستحق ہوگا۔(۳)

حقِ پرورش کے لیے شرائط:

یہ شرائط چار قسم کی ہیں:

(۱) جس کی پرورش کی جارہی ہو یعنی محضون سے متعلق شرائط۔

(۲) پرورش کرنے والے (مرد ہو یا عورت) کے لیے عمومی شرائط۔

(۳) پرورش کرنے والی عورت سے متعلق مخصوص شرائط۔

---

(۱) كنز الدقائق على هامش بحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ٤/٢٧٩-٢٨٣، بدائع الصنائع، كتاب الحضانة، فصل في بيان من له الحضانة: ٥/٢٠٥-٢١٠

(۲) بدائع الصنائع، كتاب الحضانة، فصل في وقت الحضانة من قبل النساء: ٥/٢١٤، ٢١٥

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الحضانة، فصل في وقت الحضانة من قبل النساء: ٥/٢١٥

(۴) پرورش کرنے والے مرد سے متعلق مخصوص شرائط۔

محضون سے متعلق شرائط:

جس کی پرورش کی جارہی ہے، اس کا نابالغ ہونا ضروری ہے، البتہ حنفیہ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں بالغ معتوہ اور مجنون کی پرورش بھی حقِ حضانت کے زمرے میں آتا ہے اور مذکورہ قواعد اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔(۱)

پرورش کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے لیے عمومی شرائط:

(۱) حنفیہ کے ہاں پرورش کرنے والا چاہے مرد ہو یا عورت، اس کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔

(۲) پرورش کرنے والا ایسے ظاہری فسق میں مبتلا نہ ہو، جس کی وجہ سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، مثلاً: شراب نوشی، چوری اور ایسی فحش کاری جس کی وجہ سے بچے سے غفلت برتی جائے۔(۲)

(۳) بچے کی پرورش پر قدرت حاصل ہو، لہٰذا انتہائی بوڑھے شخص (مرد ہو یا عورت)، مریض، معذور، اندھے، گونگے، اپاہج وغیرہ کو حقِ حضانت حاصل نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی حضانت کے اہل نہیں جن کا پیشہ ایسا ہو جس کی وجہ سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔(۳)

(۴) پرورش کرنے والا شخص متعدی مرض میں مبتلا نہ ہو، جیسے جذام اور برص وغیرہ، اسی طرح اس حکم میں ہر وہ بیماری بھی داخل ہے جس سے بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

مالکیہ اور شافعیہ نے پرورش کرنے والے کے لیے مسلمان ہونا، رشید (صاحبِ فہم وفراست) ہونا اور پرامن جگہ میں رہنا بھی شرط قرار دیا ہے۔(۴)

پرورش کرنے والی عورت سے متعلق مخصوص شرائط:

(۱) عورت مرتدہ نہ ہو۔ کافرہ یا اہلِ کتاب میں سے ہونا حقِ حضانت سے مانع نہیں، اس لیے کہ ماں کے ہاں جس وقت بچہ ہوتا ہے، اس وقت بچہ ادیان کا فہم نہیں رکھتا۔

---

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۷۱/۵، الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۳۰۱/۱۷

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۵۳/۵، ۲۵٤

(۳) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۵٤/۵، الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۳۰۶/۱۷، مغني المحتاج، کتاب النفقات، فصل في حقيقة الحضانة: ٤۵۶/۳

(٤) مغني المحتاج والموسوعة حواله بالا

(۲) عاقلہ، بالغہ، آزاد، امانت دار اور حضانت پر قادر ہو۔ ان شرائط کی تفصیل پیچھے گزر گئی ہے۔

(۳) حاضنۃ عورت بچے کی ذی رحم محرم رشتہ دار ہو۔ لہٰذا ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد اور چچازاد عورتوں کو حقِ حضانت حاصل نہیں۔

(۴) حاضنۃ عورت نے کسی ایسے مرد سے نکاح نہ کیا ہو جو اس زیرِ پرورش بچے کا محرم نہ ہو۔ اگر عورت نے کسی اجنبی سے نکاح کر لیا تو اس کا حقِ حضانت ختم ہو جائے گا۔

(۵) حاضنۃ عورت بچے کو ایسے گھر میں نہ رکھے، جس میں کوئی شخص اس بچے سے نفرت اور بغض رکھنے والا ہو۔

(٦) عورت ایسی نہ ہو کہ بچے کے باپ کے افلاس اور فقر کے وقت وہ مفت پرورش سے انکار کر دے۔ (۱)

پرورش کرنے والے مرد سے متعلق مخصوص شرائط:

(۱) پرورش کرنے والا مرد زیرِ پرورش بچے کا عصبہ ہو۔

(۲) پرورش کرنے والا مسلمان ہو، حنفیہ کے ہاں اسلام کی شرط مرد پرورش کرنے والے کے حق میں معتبر ہے، اس لیے کہ جب بچہ مرد کے زیرِ پرورش آتا ہے تو وہ دین کا فہم رکھتا ہے۔

(۳) اگر زیرِ پرورش لڑکی ہو تو مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا محرم ہو، لہٰذا چچازاد بھائی لڑکی کی پرورش نہیں کر سکتا، البتہ اگر کوئی دوسرا پرورش کنندہ موجود نہ ہو اور قاضی اس چچازاد بھائی کی دیانت اور امانت سے مطمئن ہو تو لڑکی بھی اس کی پرورش میں دے سکتا ہے، البتہ اگر مطمئن نہ ہو تو کسی امانت دار عورت کے سپرد کر دے۔

(۴) لڑکی کا حقِ پرورش جس کو دیا جائے، ضروری ہے کہ وہ مرد عورت کے نفس اور مال دونوں میں امین اور قابلِ اعتماد ہو۔ یہاں تک کہ اگر بھائی اور چچا پر فسق و خیانت کی وجہ سے اطمینان حاصل نہ ہو تو ان کو حقِ پرورش حاصل نہیں ہو سکے گا، بلکہ قاضی کوئی امانت دار اور عادلہ عورت تلاش کر کے بچی کو اس کے حوالہ کر دے۔ (۲)

حقِ پرورش کی مدت:

یہ حق ابتداءً عورتوں کو حاصل ہے، اس کے بعد مردوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ٥/٢٥٣، ٢٥٥، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في بيان من له الحضانة: ٥/٢٠٥-٢١٢

(٢) بدائع الصنائع، کتاب الحضانة، فصل في وقت الحضانة من قبل النساء: ٥/٢١٤-٢١٦

(۱) عورتوں کے لیے حقِ پرورش کی مدت:

پرورش کرنے والی عورتیں دو قسم کی ہیں: (۱) ماں، نانی، دادی (۲) ان کے علاوہ عورتیں۔ پھر محضون، یعنی زیرِ پرورش بچے کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) لڑکا (۲) لڑکی۔ ان میں سے ہر ایک کا حکم الگ ہے۔

اگر پرورش کرنے والی ماں، نانی یا دادی ہو تو لڑکا ہونے کی صورت میں ان کو اس وقت تک حقِ پرورش حاصل ہوگا، جب تک کہ وہ خود کھانے پینے، کپڑے بدلنے اور استنجا کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔ فقہا کے ہاں مذکورہ مدت کا اندازہ سات سال تک ہے۔ اس کے بعد چونکہ لڑکوں کو تہذیب وثقافت اور آداب واخلاق کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے وہ باپ کے حوالے کردیے جائیں گے، تاکہ مردوں کی صحبت میں رہ کر مردانگی کے خواص پیدا ہو جائیں۔

اور اگر ماں، نانی یا دادی کی زیرِ پرورش لڑکی ہو تو بلوغ کی حد تک ان کو پرورش کا حق حاصل ہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کثرتِ فساد کی وجہ سے مشتہات ہونے تک لڑکی کی پرورش کا حق ماں، نانی اور دادی کو دینے کے قائل ہیں تاکہ بالغ یا مشتہات ہونے تک گھریلو نظام چلانے کی جملہ خوبیاں اس میں پیدا ہوں، تاہم بلوغ یا حدِ شہوت تک پہنچنے کے بعد اب ان کی حفاظت اور عصمت کی ضرورت پیدا ہوتی ہے، اس لیے اب ان کو باپ کے حوالہ کردیا جائے گا۔

اور اگر پرورش کرنے والی عورتیں ماں اور نانی دادی کے علاوہ ہوں تو ان کے پاس لڑکے سات سال کی عمر اور لڑکیاں مشتہات ہونے کی عمر تک زیرِ پرورش رہیں گی۔ اس کے بعد ان کو باپ کے حوالہ کردیا جائے گا۔

مردوں کے لیے حقِ پرورش:

مردوں کے لیے لڑکوں کی پرورش کا حق سات سال کے بعد سے لے کر بلوغ تک ہے۔ بلوغ کے بعد اگر لڑکا صاحب رائے اور سمجھ دار ہو اور اس پر کسی قسم کا خوف نہ ہو تو باپ اس کو زبردستی نہیں روک سکتا، لہٰذا اس کو اپنے نفس اور مال میں خود تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، تاہم اگر بلوغ تک اس میں سمجھ داری کے آثار مکمل نہ ہوں اور نقصان کا خوف ہو تو باپ اس کو مزید اپنے پاس روک سکتا ہے۔

لڑکیوں کی پرورش کا حق مردوں کے لیے یا تو بلوغ کے بعد (ماں، نانی دادی کی صورت میں) حاصل ہوتا ہے یا استغنا، یعنی سات سال کے بعد، تاہم بالغ ہونے کے بعد اگر لڑکی باکرہ یعنی کنواری ہو تو باپ اس کو کسی بھی صورت میں اختیار نہیں دے سکتا، بلکہ وہ بدستور باپ کے زیرِ پرورش رہے گی، اگرچہ وہ خود سمجھ دار ہو اور اپنے لیے خطرے سے پاک مستقبل کا فیصلہ کرسکتی ہو، اس لیے کہ کنواری (باکرہ) عورت میں ہر کوئی دل چسپی رکھتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اس کی سادگی

(کنوارپن) کی وجہ سے دھوکہ دے دے۔

البتہ اگر لڑکی بالغہ ثیبہ (شوہر دیدہ) ہو اور اس کے متعلق کسی قسم کا خطرہ نہ ہو تو باپ کے لیے اس کو اپنے پاس روکنے کا حق نہیں، تاہم اگر کوئی خطرہ ہو، تب وہ اس کو بھی اپنے پاس روک سکتا ہے۔(۱)

پرورش کی جگہ سے متعلق تفصیل:

زیر پرورش بچے کے والدین میں اگر رشتہ نکاح برقرار ہو تو ظاہر ہے کہ بچے کی پرورش ایسی جگہ ہوگی، جہاں زوجین موجود رہیں، تاہم اگر شوہر اس جگہ سے تنہا اپنے چھوٹے بچے کو لے جانا چاہے تو اس کو یہ اجازت نہیں۔ عورت کے لیے بھی بلا اجازت نہ تو خود کہیں جانے کی اجازت ہے اور نہ اپنے چھوٹے بچے کو لے کر وہ کہیں جا سکتی ہے۔ یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب عورت مذکورہ شوہر سے عدت گزار رہی ہو، تاہم علاحدگی اور عدت گزرنے کے بعد بچے کی پرورش کہاں ہو سکتی ہے تو اس سلسلے میں ائمہ اربعہ کا متفقہ اصول یہ ہے کہ جس شہر میں باپ مقیم ہو، وہی شہر بچے کا مکانِ حضانت ہوگا۔(۲)

البتہ بچے کو منتقل کرنے سے متعلق علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

(۱) عورت اگر دار الحرب کی رہنے والی ہے تو وہ بچے کو دار الحرب نہیں لے جا سکتی۔

(۲) عورت بچے کو دوسرے شہر لے جانا چاہے اور اس کی دوری زیادہ ہو تو دو شرطوں کے ساتھ لے جا سکتی ہے۔

الف: وہ شہر اس کا آبائی ہو، یعنی وہاں اس کا میکہ ہو۔

ب: اس شہر میں ان کا نکاح ہوا ہو۔

اگر مذکورہ شرطوں میں سے کوئی نہ ہو، یعنی میکہ ہو، لیکن مقامِ عقد نہ ہو یا مقامِ عقد ہو لیکن وہاں عورت کا میکہ نہ ہو تو دونوں صورتوں میں بچے کو وہاں منتقل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۳) تاہم اگر دونوں شہروں کی مسافت اتنی کم ہو کہ باپ ہر روز اپنے بچے کو دیکھ کر واپس آ سکے تو عورت کو دوسرے شہر میں منتقل ہونے کا حق حاصل ہے، اگرچہ وہ اس کا میکہ یا مقامِ عقد نہ ہو۔

(۴) عورت بچے کو شہر سے دیہات منتقل کرنا چاہے اور مسافت بھی کم ہو، یعنی شوہر ہر روز اپنے بچے کو دیکھ سکتا ہو، لیکن وہ

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الحضانة، فصل في وقت الحضانة من قبل النساء: ٥/٢١٣، ٢١٤

(٢) الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ١٧/٣٠٩

دیہات اس کا میکہ اور مقامِ عقد نہ ہو تو ایسی صورت میں عورت کو یہ حق حاصل نہیں، اس لیے کہ دیہات والوں کا بود وباش اور تہذیب واخلاق شہر والوں کے مقابلے میں کم تر ہوتا ہے، تاہم اگر مذکورہ دیہات اس کا آبائی وطن (میکہ) ہو اور وہاں پر عقدِ نکاح بھی ہوا ہو تو عورت کے لیے بچے کو منتقل کرنے کا حق ہے۔(۱)

حضانت کی اجرت:

حنفیہ کے ہاں اگر پرورش کرنے والی ماں ہو اور وہ شوہر کے نکاح یا عدت میں ہو تو وہ حضانت کے بدلے اجرت طلب نہیں کرسکتی، اس لیے کہ مذکورہ صورت میں حضانت اور رضاعت اس پر دیانۃً واجب ہیں اور نفقہ اس کو شوہر کی جانب سے ویسے بھی مل رہا ہے۔

البتہ اگر ماں کے علاوہ کوئی اور عورت ہو یا ماں ہو، لیکن نکاح یا عدت میں نہ ہو تو وہ بچے کے باپ سے تین چیزیں طلب کرسکتی ہے۔

(۱) اگر بچہ دودھ پی رہا ہو تو رضاعت کی اجرت طلب کرسکتی ہے۔

(۲) پرورش (حضانت) کی اجرت بھی طلب کرسکتی ہے۔

(۳) اور بچے کا خرچہ اور نان نفقہ بھی طلب کرسکتی ہے۔

اگر کوئی محرم عورت بچے کی مفت تربیت کرنا چاہتی ہو اور ماں اجرت کے بدلے، تو ماں سے کہا جائے گا کہ یا تو مفت میں پرورش کرو اور یا دوسری عورت کو دے دو، تاہم اگر باپ آسودہ حال اور مال دار ہو اور بچے کا ذاتی مال نہ ہو تو ماں اجرت طلب کرنے کے باوجود محرم عورت سے زیادہ حق دار ہے، لہٰذا باپ پر اجرتِ مثل واجب ہوگی۔

جہاں تک غیر محرم عورت کی بات ہے تو ماں اس سے بہر صورت (اگرچہ ماں اجرت بھی طلب کرے) پرورش کی زیادہ حق دار ہے۔ اسی طرح حنفیہ کے راجح قول کے مطابق حضانت کے لیے کرائے پر لیے جانے والے مکان اور خادم (بوقتِ ضرورت) کا خرچہ بھی باپ کے ذمے ہوگا۔(۲)

❁❁❁❁❁

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الحضانۃ، فصل في مكان الحضانۃ: ٥/ ٢١٧۔ ٢٢١، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ: ٤/ ٢٩١، ٢٩٢، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ: ٥/ ٢٧٢، ٢٧٣

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ: ٥/ ٢٥٩۔ ٢٦٢

مسائل الحضانۃ

(حقِ پرورش سے متعلقہ مسائل کا بیان)

بچے کا اپنی ماں کا دودھ پینے کا حق

سوال نمبر(319):

میری بیوی بچے کو دودھ پلانے میں نخرے کرتی ہے، سوال یہ ہے کہ شیر خوار بچہ اپنی ماں پر دودھ پلانے کا کیا حق رکھتا ہے۔ اگر وہ بلاسبب یا ذاتی مفاد یا عذر کی وجہ سے دودھ نہ پلائے تو وہ گناہ گار ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بچے چاہے شیر خوار ہوں، قریب البلوغ ہوں، بالغ بیمار ہوں یا نادار، ان کا نفقہ والدہ پر نہیں، والد پر واجب ہے۔ شیر خوار بچے کا نفقہ بھی اس کی عمر اور صحت کی ضرورت کے لحاظ سے والد پر واجب ہے، تاہم چونکہ والدہ کا دودھ اللہ تعالیٰ کا ایسا عطیہ ہے جس کا بدل کوئی غذا نہیں ہوسکتی، اس لیے والدہ پر دیانۃً یہ واجب ہے کہ اس عطیہ خداوندی سے بچے کی پرورش کرے۔ اس سے خود اس کی فضیلت وشرافت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور بچے کی روحانیت پر بھی یہ اثرانداز ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں ماں پر دیانۃً لازم ہے کہ بچے کو اپنا دودھ پلائے، تاہم اگر کوئی عذر ہو تو پھر نہ پلانا جائز ہے اور اگر بلاعذر نہ پلائے تو چونکہ یہ دیانت کا معاملہ ہے، لہٰذا اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، ہاں اگر بچے کی غذا کا متبادل بندوبست نہ ہو یا ہو لیکن بچے کی صحت یا نہ پینے کی وجہ سے ناممکن ہو تو والدہ کو بغیر اجرت دیے بچے کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(ولا تجبر أمه لترضع) لأنه كالنفقه، وهي على الأب، وعسى أن لاتقدر، فلا تجبر عليه قضاءً، وتؤمربه ديانةً؛لأنه من با ب الاستخدام، و هو واجب عليهاديانةً.(۱)

ترجمہ: (بچے کی ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا) کیوں کہ یہ (ارضاع) نفقہ کی مانند ہے، جو کہ باپ

---

(۱)البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ:۴/۳۴۲

پرواجب ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دودھ پلانے کی قدرت نہ رکھتی ہو تو قضاءً اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا البتہ دیانتاً اس کو حکم دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ (ارضاع) خدمت کے قبیل سے ہے جو کہ اس پر دیانتاً واجب ہے۔

وذلك إذا كان توجد من ترضعه، أما إذا كان لا توجد من ترضعه، تجبر الأم على الإرضاع صيانةً للصبي عن الضياع.(١)

ترجمہ: اور یہ (مجبور نہ کرنے کا حکم) تب ہے جب دودھ پلانے والی (کوئی اور) موجود ہو، چنانچہ اگر دودھ پلانے والی کوئی اور نہ ملے تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا، تا کہ بچہ ضائع ہونے سے بچ سکے۔

❁❁❁

نانی کی تربیت پر اعتماد نہ ہونے کی صورت میں حقِ حضانت

سوال نمبر (320):

ایک یتیم بچہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے زیرِ پرورش ہے، لیکن نانی کی پرورش میں رہ کر اس کی دیکھ بھال اور تربیت میں کمی کے واضح آثار نظر آرہے ہیں اور قوی اندیشہ ہے کہ اس کے پاس رہ کر بچہ نہ تو پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی اخلاق واطوار سیکھ سکتا ہے۔ اس صورت میں اس کی تربیت کا کیا حکم ہے؟ بيّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یتیم بچے کا حقِ حضانت بنیادی طور پر ماں کو حاصل ہے، جب کہ ماں کے بعد یہ حق نانی کو منتقل ہو جاتا ہے، لیکن اس کی حضانت میں بنیادی طور پر اس کی تعلیم وتربیت مدِنظر ہوتی ہے، تا کہ بچہ ان تمام ضروری امور، اخلاق وعادات اور معاشرتی رویوں سے آگاہ ہو جو کسی بھی اچھے انسان کی بہترین صفات سمجھے جاتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں والدہ کی پرورش میں رہ کر اس کی تربیت میں کمی آنے کا قوی اندیشہ ہو، وہاں والدہ سے بھی حق چھینا جاتا ہے۔ (جیسا کہ والدہ کا بدکردار ہونا، مرتد ہونا، غیر محرم سے نکاح کرنا وغیرہ)۔

لہٰذا اگر نانی کی پرورش میں رہ کر بھی واقعی اس کی تربیت اور اخلاق واطوار کے نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو حضانت کے اصول کے مطابق حقِ حضانت بالترتیب دیگر اولیا کو منتقل ہوگا۔

---

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢/٤٤٧

والدّلیل علیٰ ذلک :

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلاأن تكون مرتدة،أوفاجرة، غيرمأمونة...... وكذا لو كانت سارقة،أو مغنية، أو نائحة، فلا حق لها......وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت غيرأهل الحضانة،أو متزوجة بغير محرم، أو ماتت، فأم الأم أولى من كل واحدة وإن علت، فإن لم يكن لِلأم أم، فأم الأب أولى ممن سواها وإن علت.(١)

ترجمہ:

نکاح کے ہوتے ہوئے اور جدائی کے بعد، چھوٹے بچے کی تربیت میں ماں سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہے، مگر اس حال میں نہیں جب وہ مرتد ہوجائے یا فاجرہ ہو، اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو۔۔۔۔۔اسی طرح اگر وہ چوری کرنے والی ہو یا گانے والی ہو یا رونے پیٹنے والی ہو تو اسے کوئی حق نہیں۔۔۔۔۔اور اگر اس کی ماں ایسی نہ ہو جو تربیت کا حق رکھے بایں طور کہ وہ حضانت کی اہل نہ ہو یا غیر محرم سے نکاح کرے یا وفات پا جائے تو ہر کسی سے نانی بہتر ہے، اگر چہ بعید ہو اور اگر نانی نہ ہو، تو دادی سب عورتوں سے بہتر ہے اگر چہ اوپر درجے کی ہو۔

نابالغ بچے کی حق تربیت کا مطالبہ

سوال نمبر(321):

ایک مطلقہ عورت جس کے بچے کی عمر تین سال ہے اور اس کا یہ موقف ہے کہ طلاق مل جانے کے بعد بچہ میرے زیر تربیت رہے گا، کیونکہ بچے کی تربیت میرا حق ہے تو اس کا یہ مطالبہ از روئے شریعت جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطۂ نظر سے بچوں کی تربیت ماں اور باپ (اپنے اپنے دائرہ کار میں) دونوں کی ذمہ داری بنتی ہے، تاہم ابتدائی چند سالوں میں شریعت نے پرورش ماں کے ذمہ لگائی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی بھی اس جیسی تربیت نہیں کرسکتا،

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ٥٤١/١

بچہ (مذکر) سن تمیز تک ماں کے ہاں رہے گا، جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنے آپ کو ہر طرح سے سنبھال سکے اور اپنی طبعی ضروریات (کھانا، پینا، صفائی وغیرہ) خود ہی پوری کر سکے، اس وقت تک ماں کے زیر تربیت رہے گا۔ اس عمر کا اندازہ فقہائے کرام نے سات سال مقرر کیا ہے، لہٰذا اگر میاں بیوی کا بندھن ٹوٹ جائے تو سات سال تک ماں، جب کہ اس کے بعد والد اس کی تربیت کا حق رکھتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم. (١)

ترجمہ: نکاح کے ہوتے ہوئے اور جدائی آنے کے بعد چھوٹے بچے کی تربیت میں ماں سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہے۔

(والحاضنة) أماً أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء، وقدر بسبع، وبه يفتى؛ لأنه الغالب. (٢)

ترجمہ: تربیت کرنے والی چاہے ماں ہو یا دوسری عورت اس بچے کی (حضانت کی) حقدار ہے، جب تک وہ عورتوں کی تربیت سے مستغنی نہ ہو جائے، جس کی حد سات سال مقرر کی گئی ہے اور اس پر فتوی ہے، کیونکہ غالب یہی ہے (اکثر ایسا ہی ہوتا ہے)۔

❁❁❁

نانی کا بچی کو والد سے ملنے نہ دینا

سوال نمبر (322):

والدہ کی فوتگی پر بیٹی نانی کے پاس رہتی ہے، والد کی کوشش ہے کہ وہ اسے اپنے پاس لا کر خود اس کی پرورش کرے، لیکن اس کے سسرال والے بضد ہیں کہ ہمیں شرعی حق حاصل ہے کہ لڑکی ہمارے پاس رہے، حتی کہ والد اس سے ملنے کو بھی ترس رہا ہے۔ شرعی حکم واضح فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ١/٥٤١

(٢) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ٥/٢٦٧

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کی جدائی یا والدہ کی فوتگی کی صورت میں بچی کی پرورش کا حق والدہ اور والدہ کی عدم موجودگی میں اُس کی والدہ (نانی) کو مل جاتا ہے۔اس لحاظ سے صورتِ مسئولہ میں جب والدہ حیات نہیں تو نانی کو اس بچی کی پرورش کا حق حاصل ہے، لیکن پرورش کا حق رکھنا اور والد کو ملنے کا یہ مطلب نہیں کہ والد کو ملنے نہ دیا جائے۔ چنانچہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر بچہ والدین میں سے کسی ایک کے پاس ہوتو وہ دوسرے کو دیکھنے اور ملنے سے منع نہیں کرسکتا۔جب والدین ایک دوسرے کو ملنے سے نہیں روک سکتے تو نانی کے پاس رہ کر بھی والد کو دیکھنے اور ملنے سے نہیں روکا جاسکتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

الولد متى كان عندأحد الأبوين، لايمنع الأخر عن النظراليه وعن تعاهده.(١)

ترجمہ: بچہ جب والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتو وہ دوسرے کو اس بچے کے دیکھنے اور ملنے سے منع نہیں کرسکتا۔

❁❁❁

مطلقہ والدہ کا حقِ حضانت ورضاعت اوراس پراجرت لینا

سوال نمبر(323):

اگرایک عورت کوطلاق مل جائے اوراس کے چھوٹے بچے ہوں جن میں شیر خوار بچہ بھی ہوتو کیا یہ عورت بچوں کے والد سے رضاعت اور حضانت کی اجرت طلب کرسکتی ہے؟ایسی صورت میں والد کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح کی حالت میں میاں بیوی کی خاص ذمہ داریاں اور کچھ حقوق ہوتے ہیں، حقوق کے استحقاق کی طرح زمہ داریوں کا نبھانا اس پر لازم ہوتا ہے۔جب کسی شخص کے بیوی اور بچے ہوں تو بیوی کا نفقہ، سکنی اورلباس اس پر واجب ہوتا ہے، ساتھ ہی اولاد میں سے بیٹے جب بالغ نہ ہوں، ان کا نفقہ والد کے ذمہ واجب ہے اور بیٹیاں جب تک نکاح کرانہ دی جائیں تب تک نفقہ کی مستحق ہیں۔چھوٹے بچوں کی پرورش وتربیت والدہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔شیر خوار

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشرفي الحضانة: ١/٥٤٣

بچوں کو دودھ پلانا، بچوں کا حق ہے، البتہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی آجائے تو بچوں کی پرورش ماں کو منتقل ہو جاتی ہے، والد اس میں کوئی استحقاق نہیں رکھتا، جب تک بچے پرورش و دیکھ بال کے محتاج ہوں، والدہ سے اس احتیاج کے پورا کرنے کی توقع رکھے گا۔

اس صورت میں نفقہ اور سکنیٰ پھر بھی والد کی ذمہ داری ہے۔ علاوہ ازیں پرورش پر جو مالی اخراجات اور ضروریات بچوں کے لیے محسوس کی جائیں گی، ان کا مہیا کرنا بھی والد کی ذمہ داری ہے۔

حضانت کے حق کے بارے میں علمائے کرام نے یہ اختلاف کیا ہے کہ حضانت والدہ کا حق ہے یا بچے کا؟ اسی بنیاد پر والدہ کو حضانت کے بدلے اجرت دینے کی گنجائش ملتی ہے، چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ جب عورت بچوں کی حضانت کا حق رکھتی ہے اور ہر مستحق اپنا حق معاف کر کے اس سے برأت کا اظہار کر سکتا ہے تو والدہ بھی برأت کر سکتی ہے، لیکن برأت کے اظہار کے بعد اگر کوئی مناسب عورت نہ ہو اور دوسری کوئی صورت ممکن نہ ہو تو والدہ کو بہر حال ذمہ داری لینے پر قائل کیا جائے گا۔ اگر اس میں اس کو مالی معاوضہ دینے کی ضرورت پڑے تو اُسے دے دیا جائے، کیونکہ اب وہ ان بچوں کے والد کے نکاح میں نہیں۔ یہی مسئلہ شیر خوار بچے کی رضاعت کا بھی ہے کہ والدہ اگر چہ اس بچے کو دودھ پلانے پر مامور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اولاد کی نعمت سے نواز کر اس بچے کے نفقہ کا قدرتی بندوبست ایسے طور پر کیا ہے کہ کوئی دوسری غذا اس کا نعم البدل نہیں، لیکن انکار کی صورت میں متبادل بندوبست نہ ہو سکے تو اس پر جبر کر کے اسے معاوضہ دیا جائے کہ پرورش اور رضاعت دونوں ایسے امور ہیں کہ ماں کے علاوہ کوئی اور ان کو بہتر انداز میں انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی والدہ کسی بڑی مجبوری کے بغیر بچوں کی رضاعت و پرورش سے انکار کر سکتی ہے۔

لہٰذا طلاق یافتہ والدہ کو حضانت و رضاعت پر معاوضہ دیا جا سکتا ہے، جسے اجارہ کا بدل کہنے کی بجائے پرورش اور رضاعت میں اس کی امداد کہا جانا زیادہ بہتر ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(ولیس علی أمه إرضاعه) قضاء بل دیانة (إلا إذا تعیّنت) فتجبر...... (ویستأجر الأب من ترضعه عندها) لأن الحضانة لها والنفقة علیه.(۱)

ترجمہ:

بچے کی ماں پر اسے دودھ پلانا قضاءً (واجب) نہیں، بلکہ دیانۃً (واجب) ہے، ہاں اگر وہ متعین ہو جائے تو

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۷/۵

اسے مجبور کیا جائے گا اور باپ ہر اس عورت کو اجرت دے گا جو ماں کے پاس بچے کو دودھ پلائے، کیونکہ پرورش ماں کا حق ہے اور اس کا نفقہ باپ پر لازم ہے۔

لهاأخذالأجرة بعد البينونة؛لأنه لاتجبرعلى إرضاعه قضاءً، وامتناعها عن إرضاعه مع وفور شفقتهاعليه دليل حاجتها،ولايستغني الأب عن إرضاعه عندغيرها، فكونه عند أمه بالأجرة أنفع له ولها،إلا أن توجدمتبرعة، فتكون أولىٰ دفعاً للمضارة عن الأب أيضاً.(١)

ترجمہ:

ماں مکمل جدائی کے بعد اجرت لے سکتی ہے، کیوں کہ قضاءً اُسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بچے پر زیادہ شفقت ہونے کے باوجود دودھ نہ پلانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اجرت کی حاجت رکھتی ہے اور باپ تو کسی کے ہاں بھی دودھ پلانے سے مستغنی نہیں ہوسکتا تو بچے کا اپنی ماں کے پاس بطورِ اجرت ہونا بچے اور ماں کے لیے فائدہ مند ہے، ہاں البتہ اگر مفت پلانے والی عورت مل جائے تو وہی بہتر ہے، تاکہ باپ کو بھی نقصان سے بچایا جاسکے۔

❁❁❁

بیٹے کے ہمیشہ ساتھ رہنے کی خواہش

سوال نمبر(324):

ایک عورت کو طلاق پڑگئی، اس نے بیٹا اپنے ساتھ رکھ لیا جو کہ دو سال کا تھا، کچھ عرصہ بعد والد اُسے چھین کر ساتھ لے گیا، ماں چاہتی ہے کہ میں بے سہارا ہوں، بیٹا ہمیشہ میرے ساتھ رہے، سہارے کا ذریعہ رہے۔ شرعی لحاظ سے ماں کا استحقاق واضح کردیجیے۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

میاں بیوی میں جدائی کی صورت میں بچے کا حقِ پرورش وتربیت والدہ کو حاصل ہوجاتا ہے۔ بیٹا ہو تو سات سال تک کم ازکم ماں کی تربیت وپرورش میں رہے گا۔ اس کے بعد تب تک عصبہ اقرب کے پاس رہے گا، جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے، اس کے بعد وہ جس کے ساتھ رہنا چاہے، رہ سکتا ہے۔

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في إرضاع الصغير: ٣٤٨/٥

صورتِ مسئولہ میں سات برس تک تو شرعی استحقاق کے طور پر بیٹا ماں کے پاس رہے گا، جب کہ بلوغ تک وہ عصبہ اقرب کے پاس اور اس کے بعد اپنی مرضی سے جہاں رہنا چاہے، رہ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ والدین کی فرقت کے باوجود ان کا حق خدمت، شفقت، ملاقات متاثر نہیں ہوتا۔ اگر بیٹا سات سال تک نہیں پہنچا تو والدہ حق پرورش کے لحاظ سے بیٹا ساتھ رکھ سکتی ہے، جب کہ اس کے بعد ساری زندگی وہ بیٹے سے خدمت کی پوری توقع رکھے، والدین کی فرقت کی وجہ سے والدہ بیٹے کے سہارے سے محروم نہیں ہوتی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني،وقدر بسبع سنين، وقال القدوري :حتى يأكل وحده، ويشرب وحده، ويستنجي وحده، وقدره أبوبكر الرازي بتسع سنين، والفتوى على الأول...... وبعد ما استغنى الغلام، وبلغت الجارية، فالعصبة أولىٰ، يقدم الأقرب فالأقرب، كذافي فتاوىٰ قاضي خان. ويمسكه هولآء إن كان غلاماً إلى أن يدرك، فبعد ذلك ينظر إن كان قداجتمع رأيه، و هو مامون على نفسه يخلى سبيله، فيذهب حيث شاء. (١)

ترجمہ: ماں اور نانی لڑکے (کی پرورش) کی زیادہ حق دار ہیں، جب تک وہ عورتوں کی تربیت سے مستغنی نہ ہو جائے، اس کا اندازہ سات سال تک لگایا گیا ہے۔ (امام) قدوری نے فرمایا ہے کہ جب وہ خود کھا، پی سکے اور اکیلے استنجا کر سکے۔ ابوبکر رازی نے اس کا اندازہ نو سال لگایا ہے، جب کہ فتویٰ اول قول پر ہے۔۔۔۔۔ لڑکے کا محتاج نہ رہنے کے بعد اور لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد، عصبہ (ان کی نگرانی کے لیے) بہتر ہیں، نزدیک سے نزدیک ترین پہلے ہو گا، فتاویٰ قاضی خان میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر وہ لڑکا ہو تو جب تک وہ بالغ نہ ہو، وہ لوگ اُسے (اپنے پاس) روکے رکھیں گے، اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کی رائے ٹھیک ہے اور اگر وہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو اس کا راستہ خالی کیا جائے گا، پس جہاں چاہے جاسکتا ہے۔

❁❁❁

بیوہ کے نکاح کی صورت میں بچوں کا حقِ حضانت

سوال نمبر (325):

اگر بیوہ عورت کسی شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور اس عورت کی دو نابالغ بیٹیاں ہوں تو ایسی صورت میں

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ١/ ٥٤٢

ان بچیوں کا حق حضانت کس کے ذمے ہے؟ واضح رہے کہ بچیوں کا چچا ان کی حضانت کا حق اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں از روئے شریعت حضانت کا حق کس کو پہنچتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعت نے بچوں کی پرورش اور بہتر مستقبل کی خاطر ان کی تعلیم وتربیت کا ایک مستقل نظام بنایا ہے، جس میں والدین کو اولین ترجیح حاصل ہے، خاص کر والدہ کی موجودگی میں کسی اور سے بہتر تربیت کی توقع رکھنا بے سود ہے، چنانچہ صورتِ مسئولہ میں حق حضانت ماں کو پہنچتا ہے، لیکن اگر یہ عورت بچے کے کسی غیر ذی رحم محرم سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو تربیت کی ذمہ داری نانی کو منتقل ہو جائے گی، اسی طرح بالترتیب (عجز کی صورت میں) یہ ذمہ داری دادی، پھر بچوں کی بڑی بہن، پھر خالہ کو منتقل ہوتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(الحضانة للأم بلاجبر ها طلقت، أولا، ثم أمها وإن علت، ثم أم أبيه، ثم أخته لأب وأم، ثم لأم، ثم لأب، ثم خالته كذلك.(١)

ترجمہ: تربیت کا حق والدہ کو حاصل ہے بغیر کسی زبردستی کے، چاہے مطلقہ ہو یا نہ ہو، اس کے بعد نانی، اگر چہ یہ سلسلہ اوپر کی طرف جائے، اس کے بعد دادی کو، اس کے بعد حقیقی بہن کو، پھر اخیافی بہن کو پھر علاتی بہن کو پھر اسی طرح خالہ کو۔

نانی حضانت کی زیادہ حق دار ہے یا دادی؟

سوال نمبر (326):

ایک شخص دو اور تین سال کے دو بچوں کو چھوڑ کر مرا، بچوں کی ماں نے غیر خاندان میں دوسری شادی کر لی ہے، اتنی بات تو ہمیں معلوم ہے کہ غیر خاندان میں شادی کرنے سے ماں کا اولاد کی پرورش کا حق ختم ہو جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جب ماں کا حق ختم ہو جائے یا وہ پرورش نہ کرے تو اس کے بعد بچوں کی پرورش کی حق دار دادی ہے یا نانی؟ جب کہ دونوں ان بچوں کو گود میں لینے کا اصرار کر رہی ہیں۔

بیّنوا توجروا

(١) القاري، علي بن محمد سلطان، شرح النقاية، كتاب النكاح، فصل في الحضانة: ١/٦٧٦، ٦٧٧

الجواب وباللہ التوفیق:

خاوند کی وفات کے بعد بچے کے غیر ذی رحم محرم سے شادی کرنے کی صورت میں ماں سے بچے کی پرورش کا حق نانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں بچوں کی پرورش کے سلسلے میں دادی کی بہ نسبت نانی زیادہ حق دار ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

ثمّ أي بعدالأم بأن ماتت،أولم تقبل، أوأسقطت حقها، أوتزوجت بأجنبي أم الأم، ثم أم الأب.(١)

ترجمہ: پھر ماں کے بعد، یعنی ماں مرجائے یا پرورش سے انکار کردے یا اپنا حق ساقط کردے یا اجنبی سے شادی کرلے تو ماں کی ماں زیادہ حقدار ہے پھر دادی۔

❁❁❁

ماں فاسق وفاجر ہو تو حضانت کا حق دار کون؟

سوال نمبر(327):

میری بیوی کہتی ہے کہ میرے والد نے اس کے ساتھ پانچ چھ مرتبہ زنا کیا ہے، میرا والد فوت ہو چکا ہے، والد صاحب کے سابقہ کردار کی بنا پر بیوی کی بات جھوٹ بھی معلوم نہیں ہوتی، جب کہ میری بیوی اب بھی اس مرض میں گرفتار ہے، میں اس کو مزید اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا، میرے دو بچے ہیں جن کی عمر تین اور چار سال ہے، اگر میں اس بیوی کو چھوڑوں تو ان بچوں کا حق دار کون ہوگا؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب آپ کی بیوی بھی اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ سسر نے اس کے ساتھ کئی مرتبہ زنا کیا ہے اور آپ خود بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو آپ کی بیوی آپ پر حرام ہو چکی ہے، آپ پر لازم ہے کہ بیوی کو طلاق وغیرہ کے الفاظ کہہ کر اپنے آپ سے جدا کردیں۔

عام حالات میں ماں سات سال تک اپنے بچے کی پرورش کی زیادہ حق دار ٹھہرتی ہے، لیکن اگر ماں ایسے فسق

---

(١)الدر المختارعلی صدرردالمحتار، کتاب النکاح،باب الحضانۃ: ٢٦٢/٥

وفجور میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے بچے کے اخلاق ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر اس کا حق ساقط ہو کر بچے کی نانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور جب بچوں کی عمر سات سال ہو جائے تو پھر آپ کو ان کی تربیت کا حق حاصل ہو جائے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(تثبت للأم ......إلاأن تكون ...... فاجرة)فجورا يضيع الولد به، كزنا ......(ثم)أي بعد الأم، بأن ماتت،أولم تقبل، أوأسقطت حقها،أوتزوجت بأجنبي (أم الأم).(۱)

ترجمہ:

پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے، مگر یہ کہ وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہو جس سے بچہ ضائع ہوتا ہو، مثلاً زنا۔۔۔۔۔ پھر ماں کے بعد، یعنی ماں مرجائے یا وہ خدمت قبول نہ کرے یا اپنا حق ساقط کر دے یا کسی اجنبی سے شادی کر لے تو نانی کو پرورش کا حق ہے۔

❁❁❁

مختلف عمر کے بچوں کی پرورش کا حق دار کون؟

سوال نمبر (328):

میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، میرے اس سے مختلف عمر کے سات بچے ہیں۔ براہِ کرم واضح فرمائیں کہ ہماری اولاد کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو جانے کے بعد مذکر بالغ اولاد کو تو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ والدین میں سے جس کے ساتھ چاہیں رہ لیں اور الگ رہنا چاہیں تو الگ رہ لیں، بیٹیوں میں سے جو قابلِ شہوت ہوں (اندازاً نو سال والی بیٹیاں) وہ باپ کے زیرِ سایہ رہیں گی، کیونکہ اس عمر میں مونث اولاد پاک دامنی اور تحفظ عصمت کی محتاج ہوتی ہیں اور یہ فریضہ باپ بطریق احسن انجام دے سکتا ہے۔ نابالغ اولاد میں سے بیٹے سن تمیز تک، جب کہ بیٹیاں مشتہاۃ (نو سال کی عمر) ہونے تک ماں کے زیرِ تربیت رہیں گی، لیکن اس دوران بھی ان کا خرچ باپ کے ذمہ لازم ہوگا اور اس

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الحضانۃ: ۵/۲۵۳۔۲۶۲

کے بعد ان کی پرورش کا حق باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، سنِ تمیز سے مراد وہ عمر ہے جس میں بچہ خود کھانے پینے، کپڑے پہننے اور خود غسل واستنجاوغیرہ کرنے کے قابل ہو جائے، عام طور پر تقریباً سات سال کی عمر میں بچہ اس قابل ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ جن صورتوں میں ماں اولاد کی تربیت کا حق رکھتی ہے، ان صورتوں میں اگر وہ بچے کے غیر ذی رحم محرم سے شادی کرلے یا کسی ناگفتہ بہ کردار میں مبتلا ہو تو پھر بچے کی تربیت کا حق نانی کو حاصل ہوگا اور اگر نانی نہ ہو تو پھر دادی یہ فریضہ انجام دے گی۔

والدّليل على ذلك:

(والحاضنة)أماأوغيرها(أحق به)أي بالغلام، حتى يستغني عن النساء، وقدر بسبع ...... (والأم، والجدة)لأم أولأب (أحق بها)بالصغيرة (حتى تحيض)أي تبلغ......(وغيرهماأحق بها، حتى تشتهي)وقدر بتسع......(وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة كذلك)وبه يفتي، لكثرة الفساد ......أما بعده، فيخير بين أبويه، وإن أراد الانفراد، فله ذلك.(١)

ترجمہ: پرورش کرنے والی چاہے ماں ہوں یا کوئی اور ہو، لڑکے کی اس وقت تک حق دار ہے، جب تک وہ عورتوں سے مستغنی نہ ہو جائے اور اس کا اندازہ سات سال کی عمر لگایا گیا ہے۔۔۔۔۔اور ماں اور نانی یا دادی لڑکی کی پرورش کے حق دار ہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، جب کہ ماں اور نانی یا دادی کے علاوہ دیگر لوگ اس وقت تک پرورش کے حق دار ہیں کہ لڑکی قابل شہوت ہو جائے، جو اندازاً نو سال کی عمر ہے۔۔۔۔۔اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ماں اور نانی یا دادی کے حق میں بھی یہی حکم ہے اور اسی پر فساد کی کثرت کی وجہ سے فتوی دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔جب کہ بلوغ کے بعد لڑکے کو والدین کے درمیان اختیار دیا جائے گا اور اگر وہ الگ رہنا چاہتا ہو تو اس کو اس کا بھی اختیار ہے۔

❁❁❁

باپ کی وفات کے بعد بچی کی پرورش کا حق دار

سوال نمبر(329):

میرا شوہر فوت ہو گیا ہے۔اس سے میری دو سال کی ایک بچی ہے۔میرے سسرال والے یہ بچی مجھ سے لینا

(١)الدر المختارعلى صدرردالمحتار،باب الحضانة : ٥/٢٦٧۔٢٧٠

بچے ہیں، برائے مہربانی واضح فرمائیں کہ اس کی پرورش کا حق دار کون ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:
اس بچی کی پرورش کی حق دار اس کی ماں ہے، چاہے شوہر زندہ ہو یا مر چکا ہو، البتہ اگر ماں اس بچی کے ذی رحم محرم کے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح کر لے یا وہ کسی ایسے فسق وفجور میں مبتلا ہو جس سے بچی کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر پرورش کا حق بچی کی نانی، پھر دادی اور پھر بہن وغیرہ کی طرف بالترتیب منتقل ہوگا اور جب بچی نو سال کی ہو جائے، تو اس کے عصبات (دادا، چچا وغیرہ) اس کو اپنی تربیت اور نگرانی میں لے سکتے ہیں۔

والدلیل علی ذلک:
(تثبت للأم) النسبية (ولو) كتابية، أو مجوسية، أو (بعد الفرقة إلا أن تكون ...... فاجرة) فجورا يضيع الولد به ...... (ثم) بعد الأم، بأن ماتت، أو لم تقبل، أو أسقطت حقها، أو تزوجت بأجنبي (أم الأم، ثم أم الأب ...... ثم الأخت). (١)

ترجمہ:
پرورش کا حق خاوند سے جدائی کے بعد بھی نسبی ماں کو حاصل ہے، اگر چہ وہ کتابی یا مجوسی ہو ---- مگر یہ کہ وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہو جس سے بچہ ضائع ہوتا ہو ---- پھر ماں کے بعد، یعنی ماں مرجائے یا وہ یہ خدمت قبول نہ کرے یا اپنا حق ساقط کر دے یا کسی اجنبی سے شادی کرلے تو نانی کو پرورش کا حق ہے، پھر دادی ---- اور پھر بہن کو۔

❁❁❁

عیسائیت کی طرف میلان رکھنے والی ماں کا حقِ حضانت

سوال نمبر (330):
میرے بیٹے کی شادی ایک ایسی لڑکی سے ہوئی جو عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہوئی ہے، لیکن اس کے والدین اب بھی عیسائی ہیں، یہ لڑکی کلمہ وغیرہ پڑھنے کے باوجود عیسائیت کی طرف رجحان رکھتی ہے، بعض اوقات چرچ بھی جاتی ہے اور پوچھنے پر بتلاتی ہے کہ وہاں پرانی سہیلیوں سے ملنے جاتی ہوں، ایک دفعہ اس کے پاس صلیب کا نشان بھی دیکھا

(١) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب النکاح، باب الحضانۃ: ٥/٢٥٣-٢٦٣

گیا ہے، لیکن اس نے کبھی اسلام کے خلاف کوئی بات واضح نہیں کی، بلکہ بدستور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اقرار کرتی ہے، کچھ ہی دن پہلے میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے، اس کی آٹھ ماہ کی ایک بیٹی ہے جو اپنی (اس کافرہ) ماں کے پاس ہوتی ہے ہم اس کے بارے میں کافی پریشان ہیں کہ کہیں اس پر بھی اس کی ماں کا اثر نہ ہوجائے، ہم چاہتے ہیں کہ بچی کی دادی اس کی پرورش کرے، شریعتِ مطہرہ ایسی صورت میں کیا حکم دیتی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مذکورہ بالا صورت میں جب کہ ماں کلمہ طیبہ پڑھ کر اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتی ہے اور کوئی یقینی کفریہ حرکت یا بات بھی نہیں کرتی تو اس کو کافرہ کہنا درست نہیں، البتہ اگر وہ واقعی بیان کردہ حالات کے مطابق مسلمان ہونے کے باجود عیسائیت کی طرف میلان رکھتی ہو تو جب بچی عمر کی اس حد تک پہنچ جائے کہ جس میں اس کو مزید ماں کے ساتھ چھوڑنے میں ماں کے غلط خیالات سے اس کے متاثر ہونے کا خوف ہو تو اس وقت اس کو ماں سے علیحدہ کرلینا چاہیے، اس وقت اس کی حضانت کا حق اس کی دادی کو حاصل ہوجائے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

(والذمیة أحق بولدها المسلم مالم یعقل الأدیان)...... فإذا عقل الأدیان، ینزع منها لاحتمال الضرر...... فظاهره أنه إذا خیف أن یألف الکفر نزع منها، وإن لم یعقل دینا.(١)

ترجمہ: ذمیہ اپنے مسلمان بچے کی حضانت کی زیادہ حق دار ہے، جب تک کہ بچہ دین کو سمجھنے نہ لگے۔۔۔۔۔ جب بچہ ادیان کو سمجھنے لگے تو احتمالِ ضرر کی بناپر وہ ماں سے لے لیا جائے گا۔۔۔۔۔ ظاہر یہ ہے کہ جب بچے پر کفر کی طرف میلان کا خوف ہونے لگے تو اسے ماں سے لے لیا جائے گا، اگرچہ وہ کسی دین کو نہ سمجھتا ہو۔

❁❁❁

ناچاقی کی صورت میں بچوں کی حضانت کا حق دار

سوال نمبر(331):

ایک عورت شوہر کے گھر سے رُوٹھ کر ماں باپ کے گھر چلی گئی ہے، البتہ اس کو ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، ان کی

(١) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ: ٤/ ٢٨٩

ایک دوسالہ بچی ہے، شوہر کا کہنا ہے کہ چونکہ اس نے بیوی کو طلاق نہیں دی، اس لیے مدتِ رضاعت کے بعد بچی میرے ساتھ رہے گی، آپ وضاحت کریں کہ طلاق سے پہلے یا بعد میں اس بچی کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

بيّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جس وقت تک بچہ اپنی ضروریات (کھانا، پینا، قضائے حاجت وغیرہ) خود پوری نہیں کرسکتا، اور بچی عمر کی اس حد تک نہ پہنچے جس میں قابل شہوت ہوجائے، تب تک بچے اور بچی کی پرورش کی حق دار اس کی ماں ہے، چاہے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوئی ہو یا نہیں۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر ماں کسی ایسے فسق وفجور میں مبتلا نہ ہو جس سے بچی کے اخلاق ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو بچی کی عمر نو سال ہونے تک ماں اس کی پرورش کی حق دار ہے۔ نو سال کے بعد اس کا باپ اس کی پرورش کا حق دار ہے۔

والدّليل على ذلك:

قال العلامة الطحطاويؒ: قوله: (تثبت للأم) النسبية (ولو) كتابية، أو مجوسية، أو (بعد الفرقة).

(أو بعد الفرقة) أي هذا إذا كان قبل الفرقة، بل ولو كان بعدها.(۱)

ترجمہ: پرورش کا حق نسبی ماں کو حاصل ہے، اگرچہ وہ کتابی یا مجوسی یا (یہ پرورش خاوند سے) جدائی کے بعد ہو۔ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کے قول "او بعد الفرقة" کا معنی یہ ہے کہ ماں کے لیے یہ پرورش کا حق جدائی واقع ہونے سے پہلے بھی ہے، اور اگر جدائی واقع ہوجائے تب بھی اسے ہی پرورش کا حق ہے۔

(والأم، والجدة) لأم أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ...... (وغيرهما أحق بها، حتى تشتهي) وقدّر بتسع...... (وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة كذلك) وبه يفتى، لكثرة الفساد.(۱)

ترجمہ: اور ماں اور نانی یا دادی لڑکی کی پرورش کی حق دار ہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں، جب کہ ماں اور نانی یا دادی کے علاوہ دیگر اس وقت تک پرورش کی حق دار ہیں کہ لڑکی قابل شہوت ہوجائے، جو اندازاً نو سال کی عمر ہے۔۔۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ماں اور نانی یا دادی کے حق میں بھی یہی حکم ہے اور اسی پر فساد کی کثرت کی وجہ سے فتویٰ دیا جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁

(۱) الطحطاوی، السید احمد، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، باب الحضانة: ۲/۲۴۲، المكتبة العربية كوئٹه

(۲) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، باب الحضانة: ۵/۲۶۷۔۲۷۰

باب العدة

(مباحثِ ابتدائیه)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

عدت سے شریعت کا بنیادی مقصد نسب کا تحفظ ہے۔ اسلام کی نظر میں نسب کی ایک خاص اہمیت ہے اور اس پر خاندانی زندگی کا مدار وانحصار ہے۔ اگر باپ کی شناخت باقی نہ رہے اور اولاد کو ان کا حقیقی خاندان میسر نہ آسکے تو پھر انسان اور حیوان کے درمیان فرق ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے عورت کا ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کے نکاح میں جانے کے درمیان ایک وقفہ رکھا ہے، تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو۔ اسی وقفہ کا نام عدت ہے۔(١)

عدت سے نہ صرف یہ کہ رحم کی صفائی کا علم ہوتا ہے، بلکہ اس میں شوہر، بچے، بیوی اور خود اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی مضمر ہیں۔ عدت سے نکاح کی عظمت وشرافت کا اظہار ہوتا ہے، شوہر کو طلاقِ رجعی کی صورت میں نادم ہوکر رجوع کا حق باقی رہتا ہے، پیٹ میں موجود حمل (بچے) کے نسب کو تحفظ مل جاتا ہے، عورت کو اپنے مستقبل کے بارے میں آزادانہ سوچ وبچار کا موقع مل جاتا ہے؛ غرض اسلام کا قانونِ عدت سراسر خیر ومصلحت پر مبنی ایک مستحکم ضابطہ ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔(٢)

عدت کی لغوی تعریف:

عدت لغت میں شمار کرنے اور گننے کے معانی میں آتا ہے، البتہ عین کے ضمہ کے ساتھ اس کا معنی ہے: ''التهيؤ للأمر'' یعنی کسی کام کے لیے خود کو تیار کرنا۔(٣)

عدت کی اصطلاحی تعریف:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

''تربص يلزم المرأة عندزوال النكاح أوشبهته كنكاح فاسد ومزفوفة لغيرزوجها''.

---

(١) قاموس الفقه ٣٧٤/٤

(٢) تعليق على ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة:١٧٧/٥، قاموس الفقه، مادة عدت:٣٧٥/٤

(٢) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة:١٧٧/٥

عدت اس مخصوص انتظار کا نام ہے جو عورت پر نکاح یا شبہ نکاح زائل ہونے کی وجہ سے لازم ہو جائے۔ شبہ نکاح سے مراد نکاحِ فاسد یا غلطی سے کسی دوسری عورت کے ساتھ شب زفاف گزارنا ہے۔(۱)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"هي إسم لأجل ضرب لانقضاء مابقي من آثار النكاح."(۲)

نکاح کے بقیہ آثار و احکام کو ختم کرنے کے لیے مقرر کی جانے والی مدت کا نام عدت ہے۔

باب العدۃ سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) عدت......:تعریف گزر گئی۔

(۲) معتدہ......:وہ عورت جس پر عدت واجب ہو۔

(۳) ممتدۃ الطهر......:وہ عورت جس کو بندشِ حیض کا طویل وقفہ درپیش ہو۔

(۴) ممتدۃ الحیض......:وہ عورت جس کو مسلسل خون آتا ہو۔

باب العدۃ سے ملتی جلتی دیگر اصطلاحات:

(۱) استبراء......:استبرا باندی پر لازم ہونے والی اس مدت کا نام ہے جس میں اس کے رحم کی صفائی ہو سکے۔ عدت اور استبرا دونوں کا مقصد براءتِ رحم ہے، البتہ استبرا صرف ایک حیض کے ذریعے اس وقت کی جاتی ہے، جب رحم کی صفائی کا یقینی علم نہ ہو، جب کہ عدت بہر صورت تین حیض کے ساتھ ہوتی ہے، چاہے براءتِ رحم کا یقین ہو یا نہ ہو۔

(۲) إحداد......:مخصوص احوال میں عورت کا زینت و سنگار چھوڑنا احداد، یعنی سوگ کہلاتا ہے۔ سوگ عدت کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔(۳)

عدت کی مشروعیت:

سببِ عدت (طلاق، تفریقِ قاضی یا خاوند کی موت) پائے جانے کے بعد عورت پر عدت لازم ہونے میں تمام فقہا کا اتفاق ہے۔ ان کا استدلال قرآن، حدیث اور اجماع تینوں سے ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۱۷۹/۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في مايتعلق بتوابع الطلاق: ۴۱۴/۴

(۳) الموسوعة الفقهية، مادة عدت: ۲۹/ ۳۰۴، ۳۰۵

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾.(١)

دوسری جگہ ہے:

﴿وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(٢)

تیسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾(٣)

معتدۃ الوفات کے بارے میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے:

کسی مسلمان عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، تین دنوں سے زیادہ کا سوگ جائز نہیں، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دنوں کا سوگ کیا جاتا ہے۔(۴)

اور معتدۃ الطلاق کے بارے میں آپ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس سے فرمایا:

"اعتدّي في بيت ابن أم مكتوم".

ترجمہ: ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزار لو۔(۵)

عدت واجب ہونے کے اسباب:

حنفیہ کے ہاں سبب عدت پائے جانے کے فوراً بعد عورت پر عدت لازم ہو جاتی ہے، اگرچہ اس کو سبب کا علم نہ ہو۔ عدت کے اسباب یہ ہیں۔

(١) نکاحِ صحیح میں دخول (صحبت) یا خلوتِ صحیحہ کے بعد بیوی کو طلاق دینا۔

(٢) نکاحِ صحیح میں دخول سے پہلے یا بعد شوہر کا فوت ہو جانا۔

(٣) نکاحِ صحیح میں قاضی کی تفریق اور لعان وغیرہ کی وجہ سے زوجین میں جدائی کا پایا جانا۔

---

(١) البقرة:٢٢٨ (٢) الطلاق:٤

(٣) البقرة:٢٣٤

(٤) الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة:١/٤٨٦، ايچ ايم سعيد كمپنى

(٥) الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقة لها:١/٤٨٣

(۴) نکاحِ فاسد میں عورت کے ساتھ دخول کے بعد جدائی یا تفریقِ قاضی کا پایا جانا۔(۱)

عدت کا رکن:

عدت کا رکن وہ تمام افعال ہیں جن پر عمل کرنا عورت کے لیے اس مخصوص مدت میں لازم ہوتا ہے، جیسے شوہر کے گھر میں رہنا، زینت وزیبائش سے پرہیز کرنا، کسی اور سے نکاح کرنے سے باز رہنا وغیرہ جیسے امورعدت کے ارکان ہیں۔

عدت کی شرط:

نکاح یا شبہ نکاح کا کسی بھی طریقے (موت الزوج، طلاق، تفریق، لعان) سے زائل اور ختم ہوجانا عدت کے وجوب کے لیے واحد شرط ہے۔(۲)

عدت کی قسمیں:

عدت کی تین قسمیں ہیں: حیض کے ساتھ عدت گزارنا، مہینوں کے ساتھ عدت گزارنا اور وضع حمل کے ذریعے عدت گزارنا۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) عدت بالاقراء، یعنی حیضوں کے ساتھ عدت گزارنا:

حنفیہ کے ہاں درج ذیل صورتوں میں آزاد عورت تین مکمل حیضوں کے ساتھ عدت گزارے گی، چاہے وہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو، بشرطیکہ اِسے حیض آتا ہو:

(۱) نکاحِ صحیح کی صورت میں شوہر بیوی کو طلاق دے دے۔

(۲) نکاحِ صحیح کی صورت میں میاں بیوی کے مابین قاضی بغیر طلاق کے تفریق کردے، بشرطیکہ مذکورہ دونوں صورتوں میں دخول یا خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہو۔

(۳) نکاحِ فاسد کی صورت میں شوہر نے بیوی سے صحبت کی ہو اور قاضی ان کے مابین تفریق کردے یا شوہر خود اس کو چھوڑ دے۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة:٥/ ١٨٠، بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في مايتعلق بتوابع الطلاق:٤/ ٤١٥، وفصل في مقادير العدة وماتنتهي به:٤/ ٤٢٣

(٢) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة:٥/ ١٨٠

(۴) نکاحِ فاسد کی صورت میں دخول کے بعد شوہر کی موت واقع ہو جائے، تب بھی حیض والی عورت تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی، اس لیے کہ نکاحِ فاسد میں شوہر اور فاسد نکاح ختم ہونے پر سوگ اور غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(۱)

(۵) شبہ نکاح (مثلاً شادی کی پہلی رات غلطی سے کسی دوسری عورت سے جماع کرنے) کی صورت میں جس عورت سے جماع ہو جائے، وہ بھی احتیاطاً تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی، تاہم یہ عدت وہ زوجِ اول کے ساتھ گزارے گی اگر شادی شدہ ہو۔(۲)

(۶) امِ ولدہ آزاد ہو جائے یا اس کا آقا مر جائے تو وہ بھی تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی۔(۳)

(۲) مہینوں کے ساتھ عدت گزارنا:

مہینوں کے ساتھ عدت گزارنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت......: پہلی صورت وہ ہے جس میں مہینے حیض کے قائم مقام ہوں، یعنی جن چھ صورتوں (جن کا تذکرہ اوپر ہوا) میں تین حیض لازم ہوں، وہاں پر حیض نہ آنے کی وجہ سے تین مہینے ان تین حیضوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ تین مہینوں سے مراد قمری مہینے ہیں، البتہ اگر مہینے کے درمیان میں تفریق آجائے تو پھر مکمل نوے (۹۰) دن تک عدت گزارنا واجب ہوگا۔ مذکورہ عدت تین قسم کی عورتوں پر واجب ہے:

(۱) نابالغہ صغیرہ عورت۔

(۲) آئسہ یعنی وہ عورت جو کبر سنی کی وجہ سے حیض آنے سے عاری ہو۔

(۳) اور وہ عورت جس کو بالکل حیض نہ آتا ہو۔(۴)

(۲) دوسری صورت......: دوسری صورت وہ ہے جس میں مہینے بذاتِ خود اصل اور مقصود ہوں، جیسے "شوہر کی موت" کی صورت میں بیوہ کا "عدۃ الوفاۃ" گزارنا۔ غیر حاملہ عورتوں کے لیے عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے۔(۵)

---

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/ ٤٢٩، الميزان

(۲) الهداية حواله بالا، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ٥/ ١٩٨، ١٩٩

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في مايتعلق بتوابع الطلاق: ٤/ ٤١٥-٤١٨، وفصل في مقادير العدة وماتنقضي به: ٤/ ٤٢٣، ٤٢٤

(٤) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في مقادير العدة وماتنقضي به: ٤/ ٤٢٨، ٤٢٩، وفصل في عدة الأشهر: ٤/ ٤١٨

(٥) البقرة: ٢٣٤

دوسری صورت والے مذکورہ حکم میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا، حائضہ اور غیر حائضہ، بالغہ اور نابالغہ، مسلمان اور کتابیہ تمام عورتیں برابر ہیں۔ مذکورہ عدت کے لیے شرط یہ ہے کہ موت تک میاں بیوی کا رشتہ نکاح صحیح اور برقرار ہو۔ اگر کسی وجہ سے فساد طاری ہو گیا ہو یا ابتداہی سے نکاح فاسد ہو تو پھر تین حیض کے ذریعے عدت گزارنی ہوگی۔ (۱)

(۳) حاملہ عورت کی عدت:

حاملہ عورت چاہے مطلقہ ہو یا بیوہ (متوفی عنہا زوجہا) بہر صورت وضع حمل، یعنی بچے کی ولادت تک عدت گزارے گی، بشرطیکہ حمل نکاح یا شبہ نکاح یا نکاح فاسد کی وجہ سے ٹھہرا ہوا ہو، زنا سے نہیں۔ وضع حمل اگر طلاق یا موت کے فوراً بعد ہو جائے، تب بھی عورت کی عدت مکمل ہو جائے گی۔ (۲)

حمل کم از کم ایسا ہو جس کی شکل وصورت ظاہر ہوئی ہو، اگر محض لوتھڑا ہو تو یہ وضع حمل شمار نہیں ہوگا۔ (۳)

زنا کی وجہ سے حاملہ عورت کی عدت:

زانیہ عورت چاہے حاملہ ہو یا غیر حاملہ، حنفیہ کے ہاں اس پر عدت واجب نہیں، البتہ اگر حاملہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ ومحمدؒ کے ہاں اس سے نکاح کرنا جائز تو ہے، تاہم وضع حمل تک اس سے جماع جائز نہیں۔ غیر حاملہ ہونے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ ایک حیض گزر جانے تک جماع سے پرہیز کیا جائے، تاکہ نسب میں اختلاط واشتباہ کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔ (۴)

عدت گزرنے میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

اگر معتدہ عورت مہینوں کے ذریعے عدت گزار رہی ہو تو پھر مقررہ مدت سے پہلے ان کی عدت ختم ہونے کا تصور ہی نہیں، چاہے وہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا، یعنی بیوہ ہو۔ اور اگر عورت حیض والی ہو اور شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو تو اس کو بھی چار ماہ دس دن گزارنے ہوں گے، تاہم اگر وہ یہ کہے کہ میرے پیٹ میں ایسا حمل تھا، جس کی

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في عدة الأشهر: ٤/١٨، ٤١٩، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في عدة الموت: ٥/١٨٨

(۲) الطلاق: ٤

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في عدة الحامل: ٤/٤١٩-٤٢٣، وفصل في مقادير العدة وما تنقضي به: ٤/٤٣٠

(٤) بدائع الصنائع حواله بالا، وفصل في ما يتعلق بتوابع الطلاق: ٤/٤١٧، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ٥/١٧٩

شکل وصورت ظاہر ہوچکی تھی اور وہ ساقط ہوگیا تو اس کی بات قسم کے ساتھ مان لی جائے گی، اس لیے کہ شریعت نے اس معاملے میں عورت ہی کو امین بنایا ہے:

﴿وَلَا یَحِلُّ لَھُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیْ اَرْحَامِھِنَّ﴾ (۱)

تاہم اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تمام حمل ساقط ہوگیا ہو۔ اگر پیٹ میں حمل کا کچھ حصہ یا دوسرا بچہ موجود ہو تو اس کے ساقط ہونے تک عدت برقرار رہے گی۔

اور اگر حیض والی عورت مطلقہ ہو اور وہ تین حیض گزرنے کی خبر دے تو گزرنے والی مدت کو دیکھا جائے گا کہ آیا یہ مدت اس قابل ہے کہ اس میں تین حیض گزر جائیں یا نہیں۔ اگر واقعی وہ مدت اتنی وسیع ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی، ورنہ نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں یہ مدت کم از کم ساٹھ دن پر مشتمل ہوگی، جب کہ صاحبین کے ہاں انتالیس دن بھی کافی ہیں، تاہم امام صاحب کے قول پر عمل کرنا زیادہ محتاط اور مناسب ہے۔ (۲)

عدت کب ختم متصور کی جائے گی؟

اگر تیسرا حیض دس دن گزرنے پر ختم ہو جائے تو عورت کی عدت بالاتفاق گزر گئی، اگرچہ اس نے غسل نہ کیا ہو، اس لیے کہ دس دن سے زائد حیض کا اعتبار نہیں، لہٰذا شوہر کے لیے اب بیوی سے رجوع کا حق باقی نہیں رہا، البتہ اگر دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو جب تک وہ غسل نہ کرے یا تیمم کر کے اس سے نماز نہ پڑھ لے یا کسی فرض نماز کا وقت گزر نہ جائے تو وہ عدت ہی میں شمار ہوگی، لہٰذا رجوع کا حق بھی باقی رہے گا۔ (۳)

عدت کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا:

عدت کی تین قسموں میں سے ایک قسم دوسری قسم کی طرف منتقل ہوسکتی ہے جس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) مہینوں سے حیض کی طرف انتقال:

اگر مہینوں کے ساتھ عدت گزارنے کے دوران صغیرہ یا بالغہ (جس کو حیض نہیں آتا تھا) کا حیض جاری ہو جائے تو وہ از سر نو تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی، البتہ اگر تین مہینے پورے ہونے کے ایک لحظہ بعد بھی حیض شروع

(۱) البقرة:۲۲۸

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في ما يعرف به انقضاء العدة:۴/۴۳۴، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة:۵/۱۹۰، ۱۹۱، بحوالہ هذا ۵/۲۰۷، ۲۰۸

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في شرائط جواز الرجعة:۴/۳۹۶، ۳۹۷

ہوجائے تو انتقال نہیں ہوگا۔یہی حکم حنفیہ کے راجح قول کے مطابق آئسہ کا بھی ہے۔آئسہ سے مراد وہ عورت ہے جو پچاس یا پچپن سال یا کبرسنی کو پہنچ جائے کے بعد حیض سے بری ہوجائے۔

(۲) حیض سے مہینوں کی طرف انتقال:

مثلاً حیض والی عورت کی عدت میں ایک یا دو حیض گزر گئے،اس کے بعد وہ حیض سے مایوس ہوگئی تو اب وہ ازسرِنو تین مہینوں کے ساتھ عدت گزارے گی۔(۱)

(۳) عدتِ طلاق سے عدتِ وفات کی طرف انتقال:

......اگر کسی شخص نے حالتِ صحت یا مرض الموت میں بیوی کو طلاقِ رجعی دی اور دورانِ عدت خاوند کا انتقال ہوا تو اس کی عدت خاوند کی وفات کے بعد بالاتفاق عدتِ طلاق سے عدتِ وفات کی طرف منتقل ہوجائے گی اور وہ میراث کی بھی مستحق ہوگی۔

......اگر حالتِ صحت میں طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظ دی ہو تو اس کی عدت بالاتفاق منتقل نہیں ہوگی۔

......اگر بیوی کے مطالبے پر طلاقِ بائن دی ہو(چاہے صحت میں ہو یا مرض الموت میں) تب بھی عدت منتقل نہیں ہوگی۔

......اگر مرض الموت میں بیوی کے نہ چاہتے ہوئے بھی طلاقِ بائن دی اور پھر اس مرض میں فوت ہوگیا تو عورت پر احتیاطاً ابعد الاجلین،یعنی عدتِ طلاق اور عدتِ وفات میں سے جو عدت زیادہ لمبی ہو،وہی واجب ہوگی اور عورت کو میراث بھی ملے گی۔(۲)

(۴) حیض یا مہینوں سے وضع حمل کی طرف انتقال:

اگر معتدہ کو حیض یا مہینوں سے عدت گزارتے ہوئے حمل کا احساس ہوا تو عدت وضع حمل کی طرف منتقل ہوجائے گی۔یہ قول علامہ کرخیؒ کا ہے۔علامہ کاسانیؒ نے امام محمدؒ کا قول نقل کر کے عدم انتقال کو ترجیح دی ہے۔(۳)

طویل وقفہ حیض والی عورت (ممتدة الحيض):

کسی عورت کو مسلسل خون جاری ہو اور بند ہی نہ ہوتا ہو تو اس کی عدت سات ماہ ہے۔دس دس دن تین حیض کے اور دو دو ماہ وقفۂ طہر کے جو کل ملا کر سات مہینے بنتے ہیں۔اسی پر فتوی ہے۔(۴)

(۱) بدائع الصنائع، فصل في انتقال العدة: ٤/٤٣٧،الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب العدة: ٥/١٩٤-١٩٦۔(٢) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق،فصل في انتقال العدة: ٤/٤٣٨،الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب طلاق المريض: ٥/٣،الهداية، كتاب الطلاق،باب العدة: ٢/٤٢٩،الميزان

(٣) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق،فصل في انتقال العدة: ٤/٤٣٩

(٤) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب العدة: ٥/١٨٧

طویل وقفۂ طہر والی عورت (ممتدۃ الطّہر):

اگر کسی عورت کی عدت حیض سے شروع ہوئی اور اس کے بعد حیض کا سلسلہ ایسا بند ہوا کہ خون آتا ہی نہیں تو حنفیہ کے اصل مذہب کے مطابق ایسی عورت جب تک سنِ ایاس (حیض سے مایوسی کی عمر، یعنی پچاس یا پچپن سال) کو نہ پہنچ جائے، عدت ہی میں تصور کی جائے گی۔ لیکن چونکہ اس میں بڑی دقت ہے، اس لیے علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ نے مالکیہ کی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ مالکیہ کے ہاں ایسی عورت کی عدت ایک سال ہے۔ چونکہ عام طور پر حمل نو ماہ کے لیے رہتا ہے، اس لیے یہ مدت شبہ حمل کو دور کرنے اور اطمینان قلب کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔(۱)

عدت کے احکام:

عدت کے بعض احکام تو بذاتِ خود عورت سے متعلق ہیں جن کی بحث آگے آرہی ہے، البتہ مرد سے متعلق چند احکام کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ مذکورہ احکام پر عدت کا اطلاق نہ تو لفظاً صحیح ہے اور نہ شرعاً بلکہ یہ عدت کے وہ بعض آثار ہیں جن کا تعلق مرد کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے فقہا ''باب العدۃ'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) حنفیہ کے ہاں طلاقِ رجعی اور طلاقِ بائن دونوں کی عدت میں مرد کے لیے مطلقہ بیوی کی ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی وغیرہ سے نکاح یا چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت میں پانچویں سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔ علامہ شامیؒ نے بیس ایسے مواضع بتائے ہیں، جہاں پر دوسرا نکاح کرنے کے لیے مرد پر مطلقہ عورت کی عدت گزرنے تک انتظار واجب ہوتا ہے۔(۲)

(۲) عدت کے دوران شوہر کے لیے مطلقہ بیوی کو ایک اور طلاق دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ: (الف)......عورت پہلے سے تین طلاقوں کے ساتھ مغلظہ نہ ہو۔ (ب)......طلاقِ بائن دینے کے بعد طلاقِ بائن بالکنایات نہ ہو۔(۳)

عورت سے متعلق عدت کے احکامات:

(۱) پیغامِ نکاح:

عدت کی حالت میں کسی اجنبی شخص کے لیے صراحتاً عورت کو نکاح کا پیغام دینا درست نہیں، البتہ مطلقہ رجعیہ

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ: ۱۸۶،۱۸۵/۵ أز قاموس الفقہ ۴۷۷/۴

(۲) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مطلب عشرون موضعا یعتد فیھا الرجل: ۱۷۸/۵

(۳) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، مطلب عشرون موضعا یعتد فیھا الرجل: ۱۸۰/۵

اور مطلقہ بائنہ کے علاوہ دوسری معتدہ عورتوں (مثلاً مطلقہ مغلظہ، معتدۃ الوفاۃ وغیرہ) کو اشارۃً پیغام دینا درست ہے(۱)

(۲) نکاح:

عدت کی حالت میں کسی اجنبی کے لیے معتدہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں، چاہے عدت طلاق ہو یا عدت فسخ ہو یا عدت وفات ہو اور چاہے طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن یا طلاق مغلظ ہو، البتہ طلاق مغلظ کے علاوہ صورتوں میں شوہر خود نکاح کرسکتا ہے۔(۲)

(۳) شوہر کے گھر میں عدت:

معتدہ عورت پر شوہر کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے، اگرچہ طلاق یا شوہر کی موت کے وقت کسی اور جگہ ہو لہٰذا اس کے لیے شوہر کے گھر لوٹ کر آنا ضروری ہے۔ شوہر کے گھر سے مراد وہ گھر ہے جس میں طلاق یا موت سے قبل دونوں رہ رہے ہوں، اگرچہ وہ کسی اور کی ملکیت ہو۔(۳)

(۴) شوہر کے گھر سے نہ نکلنا:

حنفیہ کے ہاں مطلقہ رجعیہ، بائنہ اور مغلظہ تینوں کے لیے دن رات کسی بھی وقت بلاعذر شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ پھر جس طرح خود نکلنا جائز نہیں، اسی طرح شوہر یا اس کے ورثہ کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ معتدہ عورت کو گھر سے باہر نکال دے، البتہ متوفی عنہا زوجہا، یعنی بیوہ عورت عدت کے دوران دن کے وقت شدید ضرورت اور نان نفقہ کی کمائی کے لیے باہر جاسکتی ہے، تاہم وہ باہر کہیں رات نہیں گزار سکتی۔

البتہ معتدہ عورت کو اگر اس گھر میں اپنی عزت یا مال کا خطرہ ہو یا گھر خستہ حالی کی وجہ سے منہدم ہو رہا ہو یا گھر کا کرایہ دستیاب نہ ہو یا طلاق بائن اور طلاق مغلظ کی صورت میں شوہر کی دست درازی اور اظہار فسق کا اندیشہ ہو تو وہ کسی قریبی محفوظ جگہ منتقل ہوسکتی ہے جہاں وہ مکمل عدت گزارے گی۔(۴)

حنفیہ کے ہاں نکاح فاسد کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے، تاہم شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح صغیرہ معتدہ بھی عدت کے دوران گھر سے باہر جاسکتی ہے، البتہ

(۱) التفسیر الکبیر للرازی،البقرۃ:۲۳۵،ص:۴۶۹/۲، ۴۷۰، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق،فصل فی أحکام العدۃ:۴۴۷/٤

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق،فصل فی أحکام العدۃ:٤٤٥/٤، ٤٤٦

(۳) الدرالمختار، کتاب الطلاق،باب العدۃ،فصل فی الحداد:۲۲۵/۵

(٤) الدرالمختار کتاب الطلاق باب العدۃ :۲۲۵/۵_۲۲۷،بدائع کتاب الطلاق فصل فی أحکام العدۃ :٤٤٩/٤_٤٥١

طلاق رجعی میں اس کا باہر نکلنا شوہر کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(۱)

(۵) سفر کرنا یا سفر میں لے جانا:

مطلقہ رجعیہ، بائنہ اور مغلظہ تینوں کے لیے نہ تو خود سفر کرنا جائز ہے اور نہ شوہر ان کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاسکتا ہے، اگرچہ حج کیوں نہ ہو اور چاہے محرم کے ساتھ ہو یا غیر محرم کے ساتھ، البتہ مطلقہ رجعیہ سے رجوع کرنے کے بعد یا رجوع کے ارادے سے شوہر اُس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاسکتا ہے۔(۲)

(۶) سوگ:

حنفیہ کے ہاں بیوہ معتدہ پر بالاتفاق سوگ اور ترکِ زینت واجب ہے اور مطلقہ رجعیہ کے لیے بالاتفاق ترکِ سوگ مستحب ہے۔ بقیہ میں تفصیل ہے جو باب الاحداد میں ذکر ہوگی۔(۳)

(۷) نفقہ اور سکنیٰ:

درج ذیل صورتوں میں شوہر پر نفقہ اور سکنی واجب ہے:

(۱) طلاقِ رجعی کی عدت میں بالاتفاق نفقہ اور سکنی شوہر پر واجب ہے۔

(۲) اگر طلاقِ بائن یا مغلظ ہونے کی صورت میں عورت حاملہ ہو، تب بھی بالاتفاق نفقہ اور سکنی واجب ہے۔

(۳) اگر مذکورہ صورت میں عورت حاملہ نہ ہو تو بھی حنفیہ کے ہاں نفقہ اور سکنی واجب ہے۔

جب کہ درج ذیل صورتوں میں نفقہ اور سکنی واجب نہیں:

(۱) عدت وفات کا نفقہ شوہر پر بالاتفاق واجب نہیں۔

(۲) نکاح فاسد سے عدت گزارنے والی کے لیے بھی نفقہ اور سکنی نہیں۔(۴)

(۸) میراث:

حنفیہ کے ہاں صرف دو قسم کی معتدہ عورتیں میراث کی حق دار ہیں:

---

(۱) بدائع الصنائع أيضاً: ٤/٤٥٤،٤٥٥،الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ١/٥٣٣_٥٣٦

(۲) بدائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة: ٤/٤٥١_٤٥٣

(۳) بدائع الصنائع حواله بالا: ٤/٤٥٦_٤٦٢،و كتاب الطلاق الباب السادس في الرجعة: ١/٤٧٣(٤) بدائع، كتاب الطلاق،فصل في أحكام العدة: ٤/٤٦٣_٤٧٩

(١) مطلقہ رجعیہ کی عدت میں شوہر کا انتقال ہو جائے۔

(٢) مرض یا عدت میں بیوی کے نہ چاہتے ہوئے شوہر نے طلاقِ بائن دی ہو اور پھر شوہر عدت کے دوران اسی مرض سے وفات پا جائے۔(١)

(٩) معاشرت:

طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظ کی عدت گزارنے والی عورت شوہر کے لیے اجنبیہ کی طرح ہے، لہٰذا اُس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور خلوت شوہر کے لیے جائز نہیں۔ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کو چاہیے کہ وہ ان کے مابین ایک ایسی عورت مقرر کردے جو میاں بیوی کو باہمی میل جول اور ملاپ سے روکنے پر قادر ہو۔(٢) تاہم یہ حکم مطلقہ رجعیہ کے لیے نہیں۔ اُس کے ساتھ شوہر کا میل جول اور ملاپ اگر رجوع کی نیت سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔(٣)

رجوع بالفعل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یا تو شوہر شہوت کے ساتھ تقبیل اور بوس وکنار وغیرہ کرے یا اُس کے عضوِ مخصوص کے داخلے حصے کو شہوت کی نظر سے دیکھے۔ اگر شہوت نہ ہو، تب رجوع کی نیت ضروری ہوگی۔ اگر رجوع کی نیت یا شہوت ایک بھی نہ ہو تو پھر شوہر کے لیے بیوی کے ساتھ میل جول اور سفر کرنا وغیرہ مکروہ ہے۔(٤)

(١٠) ثبوتِ نسب:

اس کی تفصیل باب ثبوت النسب میں گزر چکی ہے۔

(١١) معتدہ کو زکوۃ دینا:

جن صورتوں میں شریعت کی جانب سے عدت کے دوران شوہر پر نفقہ واجب ہے۔ اُن صورتوں میں وہ اپنی مطلقہ بیوی کو زکوۃ نہیں دے سکتا اور جن صورتوں میں نفقہ لازم نہ ہو، اُن میں زکوۃ دینا جائز ہے۔(٥)

---

(١) الدر المختار مع ردالمختار، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض:٥/٣،بدائع الصنائع كتاب الطلاق، فصل في انتقال العدة :٤/٤٣٨،وفصل في حكم الطلاق:٤/٣٨٧،وفصل في أحكام العدة:٤/٥٠٩

(٢) الدر المختار مع ردالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة،فصل في الحداد:٥/٢٢٦،٢٢٧

(٣) بدائع كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق :٤/٣٨٧

(٤) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة :١/٤٦٩ـ٤٧٣

(٥) الدرالمختار مع رد المختار، كتاب الزكوة باب المصرف:٣/٢٩٤،الهداية مع فتح القدير، كتاب الزكوة،باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز:٢/٢٠٩

مسائل العدۃ

(عدت سے متعلقہ مسائل کا بیان)

معتدہ وفات کا بھائی کے فوت ہونے پر گھر سے نکلنا

سوال نمبر(332):

کسی عورت کا خاوند فوت ہو جانے کے تین چار دن بعد بھائی فوت ہو جائے تو کیا ازروئے شریعت یہ معتدہ عورت بھائی کی آخری زیارت کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے؟ بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی عبارات سے یہ بات عیاں ہے کہ معتدہ وفات کو اگر بقدرِ کفایت نان نفقہ میسر نہ ہو تو وہ دن کے کچھ حصے میں طلبِ معاش کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے، تاہم اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ کام سے فراغت پر جلد از جلد خاوند کے گھر پہنچے، نیز اسے رات شوہر کے گھر میں بسر کرنا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عدتِ وفات میں کسی عورت کا بھائی فوت ہو تو اس کے آخری دیدار کے لیے جانا مرخص ہے، تاہم اسے رات اپنے گھر میں گزارنا ضروری ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

فالظاهر من كلا مهم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهاراً ولو كانت قادرة على النفقة، ولهذا استدل أصحابنا بحديث قريعة بنت أبي سعيد الخدري رضي الله عنهما أن زوجها لما قتل أتت النبي ﷺ فاستأذنته في الانتقال إلى بني خدرة، فقال لها: أمكثي في بيتك حتى يبلغ الكتاب أجله، فدل على حكمين (إباحة الخروج بالنهار، وحرمة الانتقال حيث لم ينكر خروجها، ومنعها من الا نتقال.(١)

ترجمہ: پس ان کے کلام سے معتدہ وفات کا دن میں نکلنے کا جواز ظاہر ہوتا ہے، اگرچہ وہ نفقہ پر قادر ہو۔ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے قریعہ بنت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا کہ جب اس کا خاوند قتل کیا گیا تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور بنی خدرہ منتقل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ: ''اپنے گھر میں

(١) البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الإحداد، تحت قوله (ومعتدة الوفاة تخرج يوماً): ٤/ ٢٥٩

انتظار کرو، یہاں تک کہ وقت مکمل ہو جائے"۔ پس یہ دو حکموں پر دلالت کرتی ہے کہ دن کے وقت نکلنا جائز ہے اور منتقل ہونا ممنوع ہے، کیونکہ اس کے نکلنے پر آپ ﷺ نے منع نہیں کیا، لیکن منتقل ہونے سے اس کو منع کیا۔

معتدۂ وفات کا خاوند کے چہلم کے لیے گھر سے نکلنا

سوال نمبر (333):

ایک عورت پشاور میں مستقل گھر میں رہتی ہے اور اصل وطن صوابی ہے، یعنی وہاں سے یہ عورت مستقل یہاں آ گئی ہے۔ یہاں پر اس کا خاوند فوت ہو جائے تو کیا وہ عدت کے دوران چہلم وغیرہ کے لیے صوابی جا سکتی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے معتدہ عورت کے لیے عدت خاوند کے گھر گزارنا ضروری ہے۔ عدت کے دوران عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں، ہاں عدتِ وفات میں اگر بقدرِ کفایت نان نفقہ نہ ہو تو اس کے حصول کے لیے دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے، تاہم رات کو واپس آنا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں عورت کا عدتِ وفات میں شوہر کے چہلم وغیرہ کے لیے دوسری جگہ جانا جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی بدعات کی شریعت میں اجازت نہیں، لہٰذا ناجائز طور پر گھر سے نکلنے سے احتراز کرے۔

والدّلیل علی ذلک:

ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل؛ لتكتسب لأجل قيام المعيشة؛لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة، فلا يحل لهاأن تخرج لزيارة،ولا لغيرهاليلاًولا نهاراً.(١)

ترجمہ:

اور معتدہ وفات معیشت کی خاطر کمائی کے لیے دن میں اور رات کے کچھ حصے میں گھر سے نکل سکتی ہے، کیونکہ اس کے لیے نفقہ کا انتظام نہیں، یہاں تک کہ اگر اس کے پاس بقدرِ کفایت نفقہ موجود ہو تو یہ مطلقہ کی طرح ہوگئی، اس کے لیے دن یا رات میں ملاقات یا دیگر کسی چیز کے لیے نکلنا جائز نہیں۔

❁❁❁

(١)البحر الرائق، كتاب الطلاق،فصل في الأحداد: ٤/ ٢٥٨، ٢٥٩

دورانِ عدت نکاح کرنا

سوال نمبر (334):

ایک شخص نے ایک خاتون کے ساتھ زمانۂ عدت میں نکاح کیا اور اس کا عرصہ چار سال بھی ہوگیا ہے۔اب اس نکاح کا کیا حکم ہے، اگر یہ فاسد ہے تو کیسے درست کیا جائے گا اور عدت گزارنے کا کیا طریقہ کار ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت کی رو سے دورانِ عدت نکاح حرام ہے، اس لیے اگر کہیں بے خبری میں ایسا نکاح ہو بھی جائے تو وہ فاسد ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس عورت سے ہم بستری کی ہو تو نکاح میں مقرر شدہ مہر اور مہر مثل میں سے جو کم مہر ہو، وہ شوہر کے ذمہ لازم ہے، مرد اور عورت دونوں پر فوراً ایک دوسرے سے جدا ہونا لازم ہے، لیکن جدائی کے لیے یہ ضروری ہے کہ مرد عورت کو جدا ہونے کے الفاظ ذکر کرے، مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ کو چھوڑتا ہوں وغیرہ، نیز جدائی کے بعد عورت پر دوسری عدت بھی لازم ہوتی ہے، اور اگر پہلی عدت نہیں گزرتی تھی تو دونوں عدتوں میں تداخل ہوسکتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں شوہر کے لیے جدائی کے الفاظ استعمال کر کے فوری طور پر جدا ہونا ضروری ہے۔ دونوں اس گناہ پر توبہ واستغفار کریں، جدائی کے بعد عورت پر نکاحِ فاسد کی عدت بھی لازم ہے، البتہ اگر یہی شخص نکاح کا خواہش مند ہو تو وہ نکاحِ فاسد کی اس عدت میں بھی اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے جس کے لیے الگ مہر مقرر ہوگا۔

والدّلیل علی ذلك:

(یجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء) في القبل (لا بغيره، ولم يزد على المسمّى).(١)

ترجمہ: اور نکاحِ فاسد میں جماع کرنے سے مہرِ مثل لازم ہوتا ہے کسی اور وجہ سے نہیں اور مہرِ مسمّی پر اضافہ نہیں کیا جائے گا

ويجوز لصاحب العدة أن يتزوجها؛لأن النهي عن التزوج للأجانب لا للأزواج.(٢)

ترجمہ: اور صاحبِ عدت کے لیے اس معتدہ کی عدت میں نکاح جائز ہے، کیوں کہ ممانعت اجنبی کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں ہے، مطلق نکاح کے بارے میں نہیں۔

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ٤/ ٢٧٤، ٢٧٥

(٢) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة: ٥/ ٤٤٦

33

عدتِ وفات میں بوقتِ ضرورت رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جانا

سوال نمبر(335):

کیا معتدہ وفات بوقتِ ضرورت گھر سے باہر رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جا سکتی ہے؟ اگر بوقتِ ضرورت جانا مرخص ہے تو کتنی دیر تک ٹھہر سکتی ہے اور کب واپس آنا ضروری ہے۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو، اس عورت پر قرآن پاک کی آیت کی رو سے چار ماہ دس دن عدت گزارنا شوہر کے گھر لازم ہے۔ جس گھر میں وہ شوہر کی زندگی میں رہتی تھی اور بغیر ضرورتِ شدیدہ کے اس گھر سے نکلنا اس کے لیے جائز نہیں، تاوقتیکہ عدت پوری نہ ہو، تاہم ضرورتِ شدیدہ کے وقت اس کے لیے دن کے وقت گھر سے نکلنا مرخص ہے، بشرطیکہ وہ کام نمٹاتے ہی گھر واپس ہو اور اس کے لیے رات گزارنا شوہر کے گھر پر ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں کسی شدید ناگزیر عذر یا ضرورت کی بنا پر اس عورت کا دن کے وقت رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جانا مرخص ہے، تاہم ضرورت نمٹاتے ہی فوراً گھر لوٹنا ضروری ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

فالظاهر من كلامهم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهاراً، ولو كانت قادرة على النفقة.(۱)

ترجمہ:

پس ان کے کلام سے معتدۂ وفات کا دن میں نکلنے کا جواز ظاہر ہوتا ہے، اگرچہ وہ نفقہ پر قادر ہو۔

❀❀❀

شوہر کے قتل میں شریک عورت کے لیے مکانِ عدت

سوال نمبر(336):

اگر ایک عورت اپنے شوہر کے قتل میں شریک ہونے کا اقرار کرے اور بعد میں انکاری ہو تو کیا جیل سے رہائی

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل في الإحداد، تحت قوله (ومعتدة الوفاة تخرج يوماً): ۲۵۹/٤

کی صورت میں وہ شوہر کے مکان میں عدت گزارے گی یا کہیں اور بھی گزار سکتی ہے؟ واضح رہے کہ جیل سے رہائی قتل کے دو ہفتے بعد ہوئی۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے وفات یا طلاق کے ذریعہ جدا ہونے والی عورت عدت کی مقررہ مدت شوہر کے مکان میں گزارے گی، بشرطیکہ وہاں پر رہائش کی صورت میں کوئی یقینی خطرہ نہ ہو، مثلاً خوف، موت، ضیاع مال وجان وغیرہ نہ ہو، بصورت دیگر اس کے لیے کسی اور جگہ بندوبست کر دیا جائے گا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر خاتون کو خاوند کے گھر میں عدت گزارنا کسی جائز وجہ کی بنا پر ممکن نہ ہو اور ناقابل برداشت ہو تو پھر کسی اور جگہ عدت گزارنا مرخص ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

(وتعتدان)أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه)ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج،أو ينهدم المنزل،أوتخاف......) ونحو ذلك من الضرورات.(١)

ترجمہ:

اور معتدۂ طلاق اور معتدۂ وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نکالی نہ جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔

❁❁❁

عدتِ وفات میں نان نفقہ کے لیے نکلنا

سوال نمبر(337):

ایک خاتون کا شوہر بیمار و معذور ہے، چنانچہ عورت ملازمت کر کے کماتی ہے اور اپنے خاندان والوں کا پیٹ پالتی ہے، اس دوران اس کا شوہر فوت ہو جائے، اگر یہ عورت عدت میں چار ماہ دس دن نوکری کو نہیں جاتی تو یہ نوکری ختم ہو جاتی ہے اور ظاہری اسباب کے تحت اس کے لیے کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ کیا ایسی صورت میں اس کا نوکری کے لیے نکلنا جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

(١)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ:٥/٢٢٥

الجواب وباللہ التوفیق:

جس خاتون کا خاوند فوت ہو جائے، اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں، اگر کہیں اس معتدہ عورت کو کسی اور طریقے سے نان نفقہ کا انتظام میسر نہ ہو اور اس میں اس کی یا اس کی اولاد کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو عذرِ شدید کی بنا پر وہ طلبِ معاش کے لیے شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے، لیکن وہ رات کے اکثر حصے کے لیے شوہر کے گھر آئے گی، تاہم بلاضرورت اس کا شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس عورت کے نان نفقہ کا بندوبست نہ ہو اور عدت پوری کرنے پر اس کی ملازمت ختم ہو جاتی ہو تو شرعی امور کی رعایت کرتے ہوئے نکلنا مرخص ہے، تاہم وہ رات کو گھر واپس آئے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

المتوفى عنهازوجها تخرج نهاراً، وبعض الليالي، ولاتبيت في غير منزلها.(۱)

ترجمہ:

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ (طلب معاش یا دوسری ضرورتِ شدیدہ کے لیے) دن کو گھر سے نکلے اور رات کے تھوڑے سے حصے میں بھی، لیکن وہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور رات نہیں گزارے گی۔

❁❁❁

بیوی کی فوتگی کی صورت میں سالی سے نکاح

سوال نمبر(338):

میری بیوی فوت ہوگئی ہے۔اب میں بیوی کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ میرے چھوٹے بچے ہیں اور ان کی پرورش ایک مشکل کام ہے۔کیا میرے لیے فوری نکاح جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے اگر کسی خاتون کا شوہر فوت ہو جائے تو بیوی پر عدت گزارنا ضروری ہے، لیکن بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں شوہر کے لیے عدت کا تصور نہیں ہے۔عورت (بیوی) فوت ہونے پر چونکہ آدمی کے لیے

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ۱/ ۵۳٤

اجنبی ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کی وفات کے فوراً بعد ہی اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کے لیے اپنی سالی سے نکاح کرنا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

ماتت امرأته له التزوج بأختها بعد يوم من موتها.(١)

ترجمہ:

شوہر کی بیوی فوت ہوگئی تو وہ اس کی بہن سے موت کے دوسرے دن ہی نکاح کر سکتا ہے۔

❁❁❁

بیوی کی تدفین سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(339):

میری بیوی مرض الوفات میں ہے کیا اس کی بہن کے ساتھ تدفین سے پہلے نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں؟

بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

موت سے ازدواجی تعلقات اختتام پذیر ہو جاتے ہیں، اس لیے بیوی کے مرنے کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی بیوی کے مرنے پر شوہر پر عدت لازم آتی ہے، اس لیے صورتِ مذکورہ میں آپ اپنی بیوی کی وفات کے بعد اس کی بہن سے شادی کر سکتے ہیں، اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، تاہم تدفین سے پہلے اس طرح کا نکاح کرنا مروّت کے خلاف ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

ماتت امرأته له التزوج بأختها بعد يوم من موتها.(٢)

ترجمہ: شوہر کی بیوی فوت ہوگئی تو وہ اس کی بہن سے موت کے دوسرے دن ہی نکاح کر سکتا ہے۔

(١)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح،فصل في المحرمات:٤/١١٦

(٢)أيضاً

عدت میں حج کرنا

سوال نمبر(340):

ایک عورت نے حج کا داخلہ کیا، منظوری بھی ہوئی اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ حج کو جارہی تھی، لیکن اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ کیا یہ دورانِ عدت حج کو جا سکتی ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے معتدہ عذرِ شدید، مثلاً: نان نفقہ، خوفِ ہلاکت، گھر کا منہدم ہونا وغیرہ کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی۔

صورتِ مسئولہ میں معتدہ عورت کو حج کے لیے جانا اور سفر کرنا صحیح نہیں، اگر اس کے باوجود بھی چلی گئی تو اگرچہ فرض حج ادا ہو جائے گا، لیکن ایسا کرنے پر گناہ گار ہوگی جس سے توبہ لازم ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

المعتدة لا تسافر لا للحج، ولا لغیره، ولا یسافر بها زوجها عندنا.(١)

ترجمہ:

معتدہ کے لیے نہ تو سفرِ حج جائز ہے اور نہ کوئی اور سفر اور احناف کے ہاں مطلقہ معتدہ عورت شوہر کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی۔

❁❁❁

خاوند فوت ہونے پر سال تک انتظار کرنا

سوال نمبر(341):

ہمارے ہاں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا ہے تو وہ عورت آئندہ سال کے اسی دن تک انتظار کرتی ہے، اس سے پہلے چار ماہ دس دن گزر جانے پر عورت کو دوسری شادی کرنے کا کوئی رواج نہیں۔ کیا عورت کو ایک سال تک مجبور رکھنا اسلام میں جائز ہے؟ بیّنوا توجروا

---

(١) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ٥/٢٢٨

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے، اس کے لیے شریعت نے اپنے گھر میں چار ماہ دس دن تک عدت مقرر کی ہے، اس مقررہ مدت میں سوگ منانے کی خاطر اس عورت کو خوشبو لگانا، سنگھار کرنا، بلاضرورت سرمہ، تیل یا دوا لگانا اور بغیر کسی شدید عذر کے گھر سے نکلنا درست نہیں اور نہ کسی شخص سے عدت کے اندر نکاح کرسکتی ہے، لیکن عدت ختم ہونے کے بعد اس کے لیے یہ مذکورہ افعال جائز ہوجاتے ہیں اور وہ اگر چاہے تو دوسری جگہ نکاح بھی کرسکتی ہے، لہٰذا عورت کو ایک سال تک انتظار پر مجبور کرنا ظلم اور غیر شرعی فعل ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

قول اللّٰہ عزوجل ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾(١)

ترجمہ:

اور وہ لوگ جو تم میں سے فوت ہوجائیں اور چھوڑ دیں بیویاں تو ان بیویوں پر لازم ہے کہ انتظار کریں چار ماہ اور دس دن، جب وہ پہنچ جائیں اپنی مدت کو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اس میں جو شرعی قاعدے کے مطابق یہ عورتیں کریں اور اللّٰہ جو تم کرتے ہو، اس پر خبردار ہے۔

عدتِ وفات میں نکاح

سوال نمبر(342):

میں نے اپنے بیٹے زید کا نکاح کروایا، رخصتی سے پہلے زید فوت ہوا، میں نے زید کی وفات کے تین مہینے اور پندرہ دن بعد اس لڑکی کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے بکر سے کروایا۔ کیا ایک بیٹے سے عدت وفات گزارنے والی معتدہ کا دورانِ عدت دوسرے بیٹے سے نکاح کرانا جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

(١) البقرۃ/٢٣٤

الجواب وباللہ التوفیق:

جس عورت کا شوہر مر جائے، اس پر عدت گزارنا لازم ہے، چاہے اس عورت کے ساتھ جماع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، عدتِ وفات چار مہینے اور دس دن ہے۔ اس عدت کے اندر نکاح جائز نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ اس عورت کا نکاح عدت کے اندر ہوا، اس لیے از روئے شریعت یہ نکاح درست نہیں، لہٰذا ان کو چاہیے کہ بیوی کو چھوڑ کر عدتِ وفات گزرنے کے بعد تجدید نکاح کریں۔

والدّلیل علی ذلک:

العدة :هي انتظارمدة معلومة ،يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة،أوشبهة المتأكدبالدخول، أوالموت.(١)

ترجمہ: عدت ایک معلوم مدت تک انتظار کا نام ہے جو ایک عورت پر حقیقتاً نکاح یا ہمبستری کے ذریعے مؤکد شبہ کے زائل ہونے سے لازم ہو جاتی ہے، یعنی دخول کے ساتھ یا موت کے ساتھ۔

۞۞۞

عدت ختم ہونے کے بعد عورت کا سسرال میں رہنا

سوال نمبر(343):

ایک عورت کا خاوند دو سال پہلے فوت ہو چکا ہے۔ اب تک یہ عورت اپنے دو نابالغ بچوں سمیت سسرال میں رہتی تھی، اب والدین کے پاس آگئی ہے۔ سسرال والے کہتے ہیں کہ یہ عورت ہمارے پاس ہی رہے، جب کہ عورت ان کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ شریعت مطہرہ نے ایسی صورت میں اس عورت کو کیا اختیارات دیے ہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جس عورت کا خاوند مر گیا ہو، اس عورت کے لیے عدتِ وفات اپنے شوہر کے گھر میں گزارنا ضروری ہے۔ عدت مکمل ہونے کے بعد اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ شوہر کے مکان میں رہے یا والدین کے ہاں رہے، اسے یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کرے یا تنہائی کی زندگی گزارے۔ رہائش کے بارے میں

(١) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في العدة: ١/٥٢٦

سسرال والے اس کو اپنے ہاں رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

والدّلیل علی ذلک:

قال الجصاص في أحكام القرآن:قد نزلت هذه الآية ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ على جواز النكاح إذا عقدت على نفسها...... وعن ابن عباسؓ:أن رسول الله ﷺ قال :ليس للولي مع الثيب أمر، فقوله: (ليس للولي مع الثيب أمر) يسقط اعتبار الولي في العقد، وقوله (الأيم أحق بنفسها من وليها) يمنع أن يكون له حق في منعها العقد على نفسها. (١)

ترجمہ:

امام جصاص احکام القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ یہ آیت ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ نکاح کے جواز پر نازل ہوئی ہے۔ جب عورت اپنا عقد خود کر لے اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ثیبہ پر ولی کا اختیار نہیں'' یہ قول عقدِ نکاح میں ولی کے اختیار کو ساقط کر دیتا ہے اور یہ حدیث کہ: ''شوہر دیدہ عورتیں اپنے اوپر ولی سے زیادہ حقدار ہیں''، اس اختیار کو بھی ختم کر دیتا ہے کہ وہ عورت کو نکاح سے روکے۔

❁❁❁

عدتِ وفات میں نقلِ مکانی

سوال نمبر (344):

ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور وہ اس گھر میں عدت گزار رہی ہے۔ اب اس عورت کے تمام بچے ایک اور گھر منتقل ہو رہے ہیں تو کیا عدت کے دوران ایک عورت خاوند کا گھر چھوڑ سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ گھر میں اکیلی رہ جاتی ہو، البتہ اس کے گھر کے قریب عورت کے چچازاد بھائیوں کے گھر موجود ہیں؟

بیّنوا تؤجروا

---

(١) إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب أن النكاح إلى العصبات: ١١/ ٨٦

الجواب وباللہ التوفیق:

وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے لیے شریعت نے رخصت دی ہے کہ وہ اپنے حوائج کے لیے دن کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، مگر عدت کے دوران خاوند کے گھر سے نقل مکانی کرنا یا دوسری جگہ رات گزارنا جائز نہیں، ہاں! اگر کسی عورت کو کوئی شدید عذر پیش آئے، مثلاً: اپنے نفس یا گھر کے سامان کے ضائع ہونے یا گھر گر جانے کا خوف ہو یا خاوند نے وہ مکان کرایہ پر لیا تھا اور اب اس عورت کے پاس کرایہ دینے کا کوئی انتظام نہیں یا اس کو جو مکان ورثے میں ملا ہے، وہ اس کی رہائش کے لیے ناکافی ہے یا اکیلے رہنے میں بہت زیادہ ڈرتی ہو تو فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں ان اعذار کی بنا پر اس عورت کے لیے نقل مکانی کرنا مرخص ہے، تاہم عذر شدید کے بغیر نقل مکانی جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

علی المعتدۃ أن تعتد في المنزل الذي یضاف إلیها بالسکنی حال وقوع الفرقۃ،أو الموت ...... وإن اضطرت إلی الخروج من بیتها بأن خافت سقوط منزلها،أو خافت علی مالها،أو کان المنزل بأجرۃ، ولا تجد ما تؤدیه في أجرته في عدۃ الوفاۃ، فلا بأس عند ذلك أن تنتقل.(١)

ترجمہ: معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت اس کی طرف منسوب ہے اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہو گئی، مثلاً مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدت وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

❁❁❁

عدتِ طلاق میں دوسرے مرد سے نکاح کرنا

سوال نمبر(345):

ایک عورت نے شوہر سے طلاق لے کر عدت گزارنے سے پہلے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا عدت کے بعد اس پر تجدید نکاح لازم ہے؟

بینوا تؤجروا

---

(١) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الرابع عشر في الحداد:١/٥٣٥

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت کی روشنی میں عدت کے دوران دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں، جب تک عورت پوری عدت نہ گزارے۔ اگر کسی عورت نے عدت کے اندر اندر نکاح کرلیا تو یہ نکاح فاسد شمار ہوگا، لہٰذا میاں جدائی کے الفاظ کہہ کر بیوی سے فوراً علیحدہ ہو جائے، تاہم عدت گزرنے کے بعد دونوں نئے مہر کے ساتھ تجدیدِ نکاح کر سکتے ہیں۔ مذکورہ حکم میں عدتِ طلاق، عدتِ فسخ اور عدتِ وفات سب برابر ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں عدت پوری ہونے کے بعد اس کے لیے دوسرا نکاح کرنا ضروری ہے، لہٰذا شوہر کو چاہیے کہ اس عورت کو جدائی کے الفاظ کہہ کر اس سے علیحدہ ہو جائے اور جب عدت پوری ہو جائے تو پھر اگر چاہے تو عقدِ جدید کرے۔

والدّلیل علی ذلک:

وأما أحكام العدة: فمنها أنه لايجوز للأجنبي نكاح المعتدة...... وأما المعتدة ثلاثاً، أو بائناً، والمتوفى عنها زوجها؛ فلأن النكاح حال قيام العدة قائم من كل وجه لقيام بعض آثاره. (١)

ترجمہ: اور عدت کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ معتدہ کا عدت کے دوران اجنبی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔۔۔۔۔ مطلقہ ثلثہ، بائنہ اور جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو ان کے لیے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ عدت کے دوران نکاح کے بعض آثار باقی رہنے کی وجہ سے نکاح قائم رہتا ہے۔

❁❁❁

مطلقہ عورت کا میکے میں عدت گزارنا

سوال نمبر (346):

ایک عورت جس کا خاوند شادی کے تین چار ماہ بعد بیرون ملک چلا گیا اور تین سال ادھر رہا، دریں اثنا سسر بہو کے درمیان لڑائی کی وجہ سے وہ عورت میکے چلی گئی۔ تین سال بعد اس کا خاوند آیا تو والدین نے بیٹے کو طلاق پر مجبور کیا تو اس نے طلاق دے دی اور دوسری جگہ رشتہ کیا۔ اب کیا یہ عورت والدین کے گھر عدت گزار سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(١) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة: ٤/ ٤٤٥، ٤٤٦

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے مطلقہ عورت کو عدت کے ایام خاوند کے گھر گزارنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سفر کے موقع پر گھر سے باہر بھی اگر کہیں طلاق کا معاملہ پیش آجائے تو عورت کا خاوند کے گھر لوٹنا ضروری ہے، تاہم کسی عذر کی بناپر مطلقہ عورت کو دوسری جگہ عدت گزارنے کی گنجائش موجود ہے، بشرطیکہ وہ عذر شرعاً معتبر ہو۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس عورت کو خاوند کے گھر میں عدت گزارنا ناقابلِ برداشت ہو تو مجبوری کے تحت اس عورت کا یہ عدت میکے میں گزارنا بھی درست رہے گا اور اسی گھر سے بلا عذرِ شرعی باہر نکلنا جائز نہیں رہے گا۔

والدّلیل علی ذلک:

(وتعتدان)أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه)ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج،أو ينهدم المنزل،أو تخاف......) ونحو ذلك من الضرورات.(۱)

ترجمہ: اور معتدۂ طلاق اور معتدۂ وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نہ نکالی نہ جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔

❁❁❁

حلالہ کے بعد زوجِ اول کے گھر میں عدت گزارنا

سوال نمبر(347):

ایک مطلقہ خاتون پہلے خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اسی نیت سے وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح اور وطی کرنے کے بعد طلاق حاصل کرتے ہوئے زوجِ اول کے گھر میں عدت گزارنا چاہتی ہے۔ اس کا زوجِ اول کے گھر پر عدت گزارنا ازروئے شریعت کیسا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رو سے اگر کوئی شخص بیوی کو تین طلاق دے دے تو اس کے بعد یہ عورت اس اول خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی، جب تک عدت پوری کرنے کے بعد یہ کسی اور آدمی سے نکاح کرلے، وہ اس کے

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۲۲۵

ساتھ جماع کرے اور اگر طلاق ملے اور عدت گزارے تو تب یہ زوجِ اول سے شادی کر سکتی ہے۔اس صورت کو حلالہ سے تعبیر کرتے ہیں۔فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک حلالہ کے نکاح میں اگر پہلے سے یہ شرط لگائی گئی ہو کہ وطی کر کے طلاق دو گے تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر پہلے سے کوئی شرط نہیں لگائی ، بلکہ دوسرا شخص احسان کی نیت سے اس عورت سے نکاح اور وطی کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ، بلکہ یہ آدمی اس وقت ماجور ہوگا۔زوجِ ثانی کی طلاق کے بعد عورت عدت اسی زوجِ ثانی کے گھر میں گزارے گی ، پہلے شوہر کے گھر میں عدت نہیں گزار سکتی۔تاہم اگر دوسرے شوہر کا مکان نہ ہو تو وہ یہ انتظام کر سکتا ہے کہ پہلے شوہر کو اُس کے مکان کا کرایہ دے کر اس عورت کو وہاں عدت میں بسائے۔البتہ پہلا شوہر اب بالکل اجنبی ہے اس لیے اس کے گھر میں رہتے ہوئے تحفظ کا یقینی ہونا ضروری امر ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

وكرِه التزوج للثاني (تحريماً)لحديث لعن المحلّل، والمحلّل له (بشرط التحليل) كتزوجتك على أن أحللك...... (أما إذا أضمرا ذلك لا) يكره، (وكان) الرجل (مأجوراً) لقصد الإصلاح.(١)

ترجمہ: اور اس حدیث کی وجہ سے حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ ”آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ ہو رہا ہو، دونوں پر لعنت بھیجی ہے“ مثلاً :یوں کہے کہ میں تم کو حلال کرنے کے واسطے نکاح کرتا ہوں۔ ۔۔۔اگر دونوں نے دل میں یہ بات چھپائی ہو تو یہ مکروہ نہیں اور اصلاح کے ارادے سے یہ آدمی ماجور ہوگا۔

(وتعتدان)أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولايخرجان منه (إلاأن تخرج، أو يتهدم المنزل، أو تخاف) انهدامه أو (تلف مالها،أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه.(٢)

ترجمہ: اور معتدہ طلاق اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس گھر میں عدت گزارے گی جس گھر میں عدت لازم ہوگئی ہے اور یہ دونوں عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گی ، مگر یہ کہ ان کو نکالا جائے یا گھر منہدم ہو گیا یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا مال ہلاک ہو گیا یا گھر کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ضرورت پیش آجائے تو اس گھر کے قریب ترین جگہ کی طرف نقل مکانی کرے گی۔

(١)الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق،باب الرجعة:٥/٤٧، ٤٨

(٢)الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الطلاق،باب العدة:٥/٢٢٥

خلوت سے عدت پر اثر پڑنا

سوال نمبر(348):

ایک شخص نے بیوی کو کنائی الفاظ سے ایک طلاق دی، عورت نے اسی کے گھر میں عدت گزاری۔ دورانِ عدت دونوں الگ کمروں میں سوتے تاہم ایک دوبارا کھٹے کمرے میں سوئے لیکن ایک دوسرے کے قریب نہ ہوئے۔ عدت گزرنے کے بعد اس خاتون نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا، اب اس کے دل میں یہ شبہ ہے کہ ایک دوراتیں جو اس نے پہلے شوہر کے ساتھ عدت کے دوران خلوت میں گزاری تھیں کیا اُس کی وجہ سے دوسرے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق مطلقہ بائنہ کے لیے خاوند کے گھر میں عدت گزارنا لازم ہے، تاہم دورانِ عدت اس خاوند سے بھی پردے کا اہتمام کرنا اور خلوت سے اجتناب کرنا ضروری ہے، تاکہ کہیں گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق اگر خاوند نے بیوی کو ایک طلاقِ بائن دی ہو، پھر اس بیوی نے خاوند کے گھر میں عدت گزاری ہو اور اس کے بعد زوجِ ثانی سے شادی کی ہو تو ایسی صورت میں اس عورت کی عدت زوجِ اول کے گھر میں درست ہے اور عدت کے بعد زوجِ ثانی سے نکاح بھی صحیح متصور ہوگا۔ زوجِ اول سے عدت کے دوران ایک دوراتوں میں جو خلوت ہوئی ہے اس سے عدت یا دوسرے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اجنبی مرد سے خلوت کی وجہ سے گنہگار ہے لہٰذا توبہ کرے۔

والدّلیل علی ذلک:

فإن كانت معتدة من نكاح صحيح، وهي حرة مطلّقة بالغة عاقلة مسلمة، والحال حال الاختيار، فإنهالاتخرج ليلاً ولا نهاراً سواء كان الطلاق ثلاثاً، أو بائناً، أورجعيًا.(۱)

ترجمہ: پس اگر عورت نکاحِ صحیح سے عدت گزارنے والی ہو اور یہ عورت آزاد، مطلقہ، عاقلہ، مسلمہ ہو اور حالت ایسی ہو جس میں عورت کو اختیار حاصل ہو تو یہ عورت دن کے وقت باہر نکلے گی، نہ رات کو، چاہے تین طلاق ہوں، بائن ہو یا رجعی ہو۔

(۱) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة: ٤٤٩/٤

إذا طلقها ثلاثاً،أو واحدة بائنة، و ليس له إلا بيت واحد، فينبغي له أن يجعل بينه و بينها حجاباً حتى لا تقع الخلوة بينه و بين الأجنبية.(١)

ترجمہ:
جب شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں یا ایک طلاق بائن اور اس کا صرف ایک گھر ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے اور اس عورت کے مابین پردہ لٹکادے، تاکہ اس کے اور اجنبیہ کے درمیان خلوت لازم نہ آئے۔

❁❁❁

طلاق کے بعد عدت گزارنا

سوال نمبر(349):

۱......طلاق کے بعد عورت پر از روئے شریعت عدت گزارنا لازم ہے یا نہیں؟

۲......نیز مدتِ حیض کتنی ہے؟

۳......اگر عورت پر وقوعِ طلاق کے بعد عدت لازم ہو تو وہ عدت کہاں گزارے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی، طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ دے دے تو وقوعِ طلاق کے بعد اس عورت پر خاوند کے گھر پر عدت گزارنا لازم ہے۔ اگر عورت حائضہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر عورت صغیرہ یا آئسہ ہو تو پھر طلاق کے بعد تین مہینے عدت گزارے گی اور دورانِ عدت بلا عذرِ شدید کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔

والدّليل على ذلك:

إذا طلّق الرجل امرأته طلاقاً بائناً،أو رجعيّا،أو ثلاثا،أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاقٍ،وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء......والعدة لمن لم تحض لصغر،أو كبر، أو بلغت بالسنّ، ولم تحض ثلاثة أشهر.(٢)

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع عشرفي الإحداد:١/٥٣٥

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الثالث عشرفي العدة:١/٥٢٦

ترجمہ:

جب ایک آدمی عورت کو طلاقِ بائن یا رجعی یا تین طلاق دے دے یا بغیر طلاق کے ان کے مابین جدائی آ گئی۔اور یہ عورت آزاد حائضہ ہو تو پھر عدت تین حیض ہے۔۔۔۔۔اور جس عورت کا حیض کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے نہ آتا ہو یا ایسی حالت میں بلوغت کو پہنچی کہ اس کو حیض نہیں آتا تھا تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

(وتعتدان)أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولاتخرجان منه (إلاأن تخرج، أو يتهدم المنزل، أو تخاف) انهدامه أو (تلف مالها،أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه.(١)

ترجمہ:

اور معتدہ طلاق اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس گھر میں عدت گزارے گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہے اور یہ دونوں عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گی، مگر یہ کہ ان کو نکالا جائے یا گھر منہدم ہو گیا یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا مال ہلاک ہو گیا یا گھر کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ضرورت پیش آ جائے تو اس گھر کے قریب ترین جگہ کی طرف نقل مکانی کرے گی۔

❁❁❁

دورانِ عدت نکاح کرنے سے عدت کی مدت

سوال نمبر(350):

میں نے تین طلاق سے معتدہ عورت کے ساتھ دو حیض گزرنے کے بعد نکاح کیا ہے، مجھے شرعی مسئلہ معلوم نہ تھا، اب جب کہ رخصتی کو چند دِن رہ گئے ہیں ایک عالم نے بتایا کہ یہ نکاح جائز نہیں، آپ دوبارہ نکاح کر لیں۔آج اس عورت کا تیسرا حیض بھی ختم ہو گیا تو کیا میں اب اس عورت سے نکاح کر سکتا ہوں؟ نیز وہ پہلے دو حیض عدت میں شمار ہوں گے یا نہیں؟ بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے اگر کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو من جملہ دیگر اُمور کے اس امر کا لحاظ

(١)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق،باب العدة:٥/٢٢٥-

بھی رکھنا ضروری ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح یا عدت میں نہ ہو، بصورت دیگر نکاح ثانی باطل اور حرام ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس عورت کو پہلے شوہر نے تین طلاقیں دی ہوں اور آپ نے دورانِ عدت دو حیضوں کے بعد اس عورت سے نکاح کر لیا ہو تو یہ نکاح شرعاً ناجائز اور فاسد ہے، تاہم اس کی عدت پر کوئی اثر نہیں پڑتا لہٰذا اب تیسرا حیض ختم ہونے کے بعد آپ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

والدّليل على ذلك:

وأما النكاح الفاسد،فلاحكم له قبل الدخول،وأما بعدالدخول، فيتعلق به أحكام منها:ثبوت النسب،ومنها:وجوب العدة،وهوحكم الدخول في الحقيقة.(١)

ترجمہ: نکاح فاسد کے احکام میں سے یہ ہے کہ وطی سے پہلے کچھ لازم نہیں اور اگر وطی کی ہو تو پھر ثبوتِ نسب اور عدت ثابت ہوتی ہے اور حقیقت میں یہ وطی کرنے کا حکم ہے۔

خلع کی صورت میں مکانِ عدت

سوال نمبر(351):

خلع کی صورت میں عورت شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی یا والدین کے گھر پر اور دورانِ عدت نان نفقہ اور سکنیٰ کس پر ہوگا؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

عدت شوہر کے گھر گزارنا لازم ہے۔ اس دوران عورت کے نان نفقہ اور سکنی کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، اس شرط پر کہ عورت عدت خاوند کے گھر پر گزارے۔ اگر عورت عدت شوہر کے مکان میں نہیں گزارتی تو اس کا نان نفقہ شوہر پر لازم نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت شوہر کے مکان پر عدت گزارتی ہو تو شوہر پر اس عورت کا نان نفقہ اور سکنی لازم و واجب ہے، البتہ اگر خلع میں اسقاطِ نفقہ کی شرط لگائی گئی ہو تو پھر نفقہ شوہر سے ساقط ہو جائے گا۔

(١) بدائع الصنائع، كتاب النكاح،فصل في النكاح الفاسد:٣/٦١٥

34

والدلیل علی ذلك:

الأصل أن الفرقة متی كانت من جهة الزوج، فلها النفقة، وإن كانت من جهة المرأة،إن كانت بحق لهاالنفقة، وإن كانت بمعصية لا نفقة لها،وإن كانت بمعنی من جهة غيرها،فلها النفقة، فللملاعنة النفقة، والسكنیٰ، والمبانة بالخلع، والإيلاء.(١)

ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جب جدائی خاوند کی طرف سے ہوتو بیوی کے لیےنفقہ لازم ہےاور اگر جدائی بیوی کی طرف سے ہوتو اگر وہ حق پر ہوتو اس کے لیےنفقہ ہےاور اگر وہ حق پر نہ ہوتو اس کے لیےنفقہ نہیں۔ اگر جدائی کسی اور وجہ سے ہو تو بھی بیوی کے لیےنفقہ لازم ہے۔پس ملاعنہ اور خلع اور ایلا کی وجہ سے بائنہ کے لیےنفقہ بھی ہےاور سکنیٰ بھی۔

❁❁❁

تنسیخِ نکاح کے بعد ابتدائے عدت

سوال نمبر(352):

سائلہ نے مفتیان صاحبان کے فتوی کے مطابق عدالت سے تنسیخ نکاح ڈگری حاصل کی ہے،اب وہ دوسرے شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے۔واضح رہے کہ عدالت کا فیصلہ تقریباً ۲۰ دن پہلے ہوا ہےاور سائلہ کا خاوند عرصہ 10 سال سے تاحال غائب ہےاور اس سے ملا نہیں تو کیا اس صورت میں عدت گزارنا ضروری ہے؟ اگر ہے تو عدت کب سے شمار کرے؟ بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے خاوند کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں اگر قاضی تمام شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے عورت کے حق میں تنسیخ نکاح کا فیصلہ کر دے تو یہ طلاقِ رجعی شمار ہو کر اسی تاریخ سے عورت کی عدت شروع ہوگی اور عدت پوری ہونے تک یہ عورت سوگ منائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں جب سے ڈگری ملی ہے،اس معیّن تاریخ سے عورت کی عدت شمار ہوگی۔عورت اگر حائضہ ہے تو تین حیض اور اگر آئسہ ہے تو تین مہینے عدت گزارنے تک دوسرے شخص سے شادی نہیں کرسکتی اور عدت پوری ہونے کے بعد وہ کہیں بھی اپنی مرضی سے شادی کرسکتی ہے۔

---

(١)الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق،الباب السابع عشر في النفقات،الفصل الثالث في نفقة المعتدة:١/٥٥٧

والدّلیل علی ذلک:

وابتداء العدّة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة.(١)

ترجمہ: طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداوقوعِ طلاق سے ہوگی اور وفات کی صورت میں عدت کی ابتداوفات کے بعد سے ہوگی۔

❁❁❁

عدتِ وفات میں علاج کے لیے گھر سے باہر نکلنا

سوال نمبر(353):

میرا ماموں پچھلے مہینے فوت ہوگیا ہے۔اب میری ممانی عدت میں ہے اور چند دنوں سے بیمار ہے۔کیا علاج کے لیے اس کا گھر سے نکلنا جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

معتدہ عورت پر خاوند کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور بغیر عذرِ شدید کے اس کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، تاہم اگر اس کے پاس بقدرِ کفایت نفقہ نہ ہو یا کوئی اور عذرِ شدید درپیش ہو، مثلاً وہ بیمار ہو جس کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو صحت کے پیشِ نظر اس کے لیے دن کے وقت گھر سے نکلنا مرخص ہوگا، تاہم رات کو خاوند کے گھر آنا اور رات اُدھر گزارنا لازمی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں عدت والی عورت کو عذر وتکلیف کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس جانا مرخص ہے، تاہم ضرورت سے فراغت کے فوراً بعد اسے گھر لوٹنا چاہیے، بلاضرورت اس کے لیے گھر سے باہر وقت گزارنا جائز نہیں۔

والدّلیل علی ذلک:

(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولاتخرجان منه (إلا أن تخرج، أو يتهدم المنزل أو تخاف) انهدامه أو (تلف مالها، أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه.(٢)

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ١/ ٥٣١، ٥٣٢

(٢) الدرالمختار على صدرردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ٥/ ٢٢٥

ترجمہ:

اور معتدہ طلاق اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس گھر میں عدت گزارے گی جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہے اور یہ دونوں عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گی، مگر یہ کہ ان کو نکالا جائے یا گھر منہدم ہو گیا یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا مال ہلاک ہو گیا یا گھر کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ضرورت پیش آ جائے تو اس گھر کے قریب ترین جگہ کی طرف نقل مکانی کرے گی۔

❁❁❁

مطلقہ عورت کا عدت میں ملازمت کے لیے نکلنا

سوال نمبر (354):

۱......ایک مطلقہ عورت جو کسی گورنمنٹ یا پرائیویٹ سکول میں ملازمت کرتی ہو اور اس کی کفالت کے لیے شوہر اس کو نفقہ نہیں دیتا تو اس کا بامرِ مجبوری دورانِ عدت گھر سے نکلنا جائز ہوگا یا نہیں؟

۲......بعض کتب میں معتدہ مطلقہ کے لیے بوقتِ ضرورت گھر سے نکلنا جائز قرار دیا گیا ہے اور حوالہ کے لیے علامہ ابن نجیمؒ کی عبارات سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ ابن نجیم "للضرورۃ" کو نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ اگر ہم مطلقہ معتدہ کے لیے بھی ضرورت کی بنا پر یہ حکم ثابت کریں تو" فماالفرق بینھما" (یعنی معتدہ مطلقہ اور معتدہ وفات) تو آیا اس عبارت سے استدلال درست ہے۔ نیز درست نہ ہونے کی صورت میں کوئی اور دلیل ہو تو وضاحت کریں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

۱......فقہی نقطۂ نظر سے جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کا نان نفقہ شوہر کے ترکے سے مقرر نہیں ہوتا، جب کہ عادتاً اُسے احتیاج بھی ہوتی ہے، اس لیے اگر صورتِ حال اس طرح ہو کہ اس کی کفالت کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو اُسے دن کے وقت کمانے کے لیے نکلنا مرخص ہے، تاہم رات کو خاوند کے گھر واپس آنا ضروری ہے۔

جہاں تک مطلقہ معتدہ کا حکم ہے تو دورانِ عدت اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمے ہوتا ہے، اس لیے کمائی سے فارغ ہونے کی بنا پر فقہائے کرام نے اس کا نکلنا ناجائز قرار دیا ہے، تاہم ضرورت کو از روئے شریعت بہ نظرِ اعتبار دیکھا جاتا ہے، اس لیے صورتِ مسئولہ میں اگر نوکری کا چھوڑنا افلاس اور محتاجی کا پیش خیمہ ہو تو اُسے باقی رکھنے کے لیے نکلنا

شرعی حدود میں مرخص ہوگا۔

۲......شقِ ثانی کے متعلق تو یہ بات ملحوظ ہو کہ مطلقہ معتدہ کا مذکورہ حکم تو اتفاقی ہے جس میں دیگر فقہائے کرام کے ساتھ علامہ ابن نجیمؒ بھی اتفاق رائے رکھتے ہیں، اس لیے اس مسئلے میں ان کی عبارت سے استدلال میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ علامہ موصوف نے معتدۂ وفات کے متعلق جو کلام کیا ہے، اس میں اضطراب ہے۔ چونکہ متون میں جہاں پر (خروج عن البیت) کا ذکر آیا ہے، وہاں اس کے ساتھ (لحاجة) کی تصریح نہیں ہے، اس لیے علامہ موصوف نے ابتدائے کلام میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ متوفیٰ عنہا زوجہا ایام عدت میں نان نفقہ کے احتیاج کے بغیر بھی گھر سے نکل سکتی ہے، ورنہ ضرورت کو معیار قرار دینے سے مطلقہ معتدہ اور متوفیٰ عنہا زوجہا میں فرق نہیں رہے گا، لیکن دیگر علما نے اس سے متبادل رائے اختیار کی ہے کہ ضرورت ہی پر نکلنے کے جواز کا دارومدار ہے اور:

(ا)......متون میں ضرورت اور حاجت کی عدم تصریح سے یہ لازم نہیں آتا کہ مذکورہ قید ہی نظر انداز ہو، لہٰذا ضرورت کے دائرہ میں دونوں (مطلقہ معتدہ اور متوفی عنہا زوجہا) یکساں ہیں۔

(ب)......متوفیٰ عنہا زوجہا کو شرعاً ترکہ سے خرچہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر واغلب وہ محتاج رہتی ہے، جب کہ مطلقہ معتدہ کا خرچہ شوہر برداشت کرتا ہے جس کی وجہ سے احتیاج نہیں رکھتی تو ایک فرق تو اکثر واغلب کے اعتبار سے ہوا۔

(ج)......ایک فرق یہ ہے کہ مطلقہ معتدہ کو تعریض بالخطبہ جائز نہیں، جب کہ متوفیٰ عنہا زوجہا کو جائز ہے۔

(د)......یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ علامہ ابن نجیمؒ کے مذکورہ اشکال کو پیش نظر رکھا جائے، لیکن درحقیقت وہ خود بھی آخر کلام میں دیگر فقہائے کرام سے متفق ہو چکے ہیں اور اتفاقی مسئلہ یوں قرار پایا کہ ضرورت کی بنیاد پر دونوں گھر سے نکل سکتی ہیں، ویسے نہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

قال في الفتح :والحاصل أنّ مدار الحل خروجها بسبب قیام شغل المعیشة، فیتقدّر بقدره، فمتی انقضت حاجتها، لا یحلّ لهابعد ذلك صرف الزمان خارج بیتها،و بهذا اندفع قول البحر...... وجه الدفع أن معتدّة الموت لما کانت في العادة محتاجةً إلی الخروج، لأجل أن تکتسب النفقة، قالوا: إنّها تخرج في النهار وبعض اللیل بخلاف المطلقة، وأما الخروج للضرورة، فلا فرق فیه بینهما...... نعم عبارة المتون یوهم ظاهرهاما قاله في البحر، فلو قیدوا خروجها بالحاجة کما فعل في الکافي لکان أظهر.(۱)

(۱)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب الحق أن علی المفتي أن ینظر......:۲۲۵/۵

ترجمہ:

فتح القدیر کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ متوفی عنہاز وجہا کا گھر سے نکلنا نان نفقہ کی کمائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے جائز ہے تو اس کا اندازہ کیا جائے کہ جب اس کی حاجت پوری ہو، اس کے بعد اس کا گھر سے باہر وقت گزارنا صحیح نہیں اور اس سے بحر کا قول بھی دفع ہوا۔۔۔۔۔اور دفع کرنے کی توجیہ یوں ہے کہ معتدہ عورت جو عادتاً کمائی کے لیے نکلنے کو محتاج ہوتی ہے تو فقہاے کرام نے فرمایا ہے کہ وہ دن کے وقت اور رات کے بعض حصے میں گھر سے نکل سکتی ہے اور جہاں ضرورت کی بناپر نکلنا ہے تو پھر مطلقہ اور متوفی عنہاز وجہا کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں متون کی عبارات سے ظاہری طور پر وہ موہوم ہوتا ہے، جو کہ بحر میں ہے۔ پس کافی کی طرح اگر متون میں حاجت کی قید لگادیتے تو یہ اظہر ہوتا۔

❁❁❁

مطلقہ مغلّظہ کے ساتھ دورانِ عدت دبر میں وطی کرنا

سوال نمبر (355):

ایک شخص نے عورت کو تین طلاق دیں، پھر اس کی بیوی نے عدت گزارنا شروع کی۔ دورانِ عدت شوہر نے اس کے ساتھ پاخانہ کے راستے سے وطی کا ارتکاب کیا۔ کیا اس فعل سے نئی عدت شروع کی جائے گی یا جو چلی آرہی ہے اس کا اعتبار ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

پاخانہ کے راستہ سے وطی کرنا ایک بہیمانہ حرکت ہے جو ہر شریعت میں حرام رہا ہے، تاہم ایسا کرنے سے عدت پر اثر نہیں پڑتا۔ جیسا کہ حرام سمجھتے ہوئے زنا کرنے سے عدت پر اثر نہیں پڑتا۔

والدّلیل علی ذلک:

فإن کاناعالمین بالحرمة مقرين بوقوع الحرمة الغليظة، ولكن يطؤها، فحاضت ثلاث حيض، ثمّ أرادت أن تتزوّج بزوج آخر، قال: يجوز نكاحها؛لأنهما إذا كانامقرين بالحرمة كان الوطئ زنا،و الزنالايوجب العدة ، ولا يمنع أن تتزوّج.(١)

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب السادس في الرجعة:١/٤٧٥

ترجمہ:

اگر دونوں کو حرمت کا علم ہو اور حرمتِ غلیظہ کے وقوع پر اقرار کرنے والے ہوں، لیکن وہ بیوی سے جماع کرے اور تین حیض گزر گئے، پھر عورت نے دوسرے شوہر سے شادی کا ارادہ کیا تو اس کا نکاح جائز ہے، اس لیے کہ جب وہ حرمت پر اقرار کرنے والے ہیں تو یہ جماع زنا ہے اور زنا موجبِ عدت نہیں اور نہ نکاح کرنے سے مانع ہے۔

❁❁❁

طلاقِ مغلظ دینے کے بعد جدا نہ ہونے کی صورت میں عدت

سوال نمبر(356):

طلاقِ مغلظ کے بعد دوڈھائی سال تک شوہر شرم وحیا کی وجہ سے جدا نہیں ہوا اور جماع کے علاوہ اس بیوی کے ساتھ دیگر دواعی مس وتقبیل کرتا رہا۔ کیا ایسی صورت میں عورت کی عدت گزر گئی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں طلاقِ مغلظ کے بعد عورت کے پاس جانا، لمس وتقبیل کرنا سخت گناہ ہے اور اس کے ساتھ جماع کرنا زنا شمار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص طلاقِ ثلاثہ کے بعد اپنی بیوی سے شرم وحیا یا کسی اور وجہ سے جدا نہیں ہوتا اور یہ حرمت کے قائل بھی ہوں، پھر بھی ایک دوسرے سے ملتے ہوں تو یہ زنا ہے جب کہ زنا سے عدت واجب نہیں ہوتی، لہٰذا ایسی صورت میں طلاقِ مغلظہ کے بعد سے تین حیضوں کا گزرنا عدت شمار ہوگا۔

والدّليل على ذلك:

فإن كاناعالمين بالحرمة مقرين بوقوع الحرمة الغليظة، ولكن يطؤها، فحاضت ثلاث حيض، ثـمّ أرادت أن تتزوّج بزوج آخر، قال: يجوز نكاحها؛لأنهما إذا كانامقرين بالحرمة كان الوطئ زنا، والزنالايوجب العدة، ولا يمنع أن تتزوّج.(١)

ترجمہ:

اگر دونوں کو حرمت کا علم ہو اور حرمتِ غلیظہ کے وقوع پر اقرار کرنے والے ہوں، لیکن وہ بیوی سے جماع

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب السادس في الرجعة:١/٤٧٥

کرے اور تین حیض گزر گئے، پھر عورت نے دوسرے شوہر کا ارادہ کیا تو اس کا نکاح جائز ہے، اس لیے کہ جب وہ حرمت پر اقرار کرنے والے ہیں تو یہ جماع زنا ہے اور زنا موجب عدت نہیں اور نہ نکاح کرنے سے مانع ہے۔

❁❁❁

وضعِ حمل سے عدت

سوال نمبر (357):

ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوا، انتقال کے چند دن بعد اس کا بیٹا پیدا ہوا اور وہ عورت والدین کے پاس چلی گئی۔اب یہ عورت والدین کے ہاں عدت گزارے گی یا شوہر کے گھر میں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ متوفی عنہا زوجہا پر شوہر کے گھر عدت گزارنا لازم ہے، تاہم اگر وہ حاملہ ہو تو ولادت کے ساتھ اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر کی وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہو تو لڑکے کی پیدائش کے ساتھ ہی عدت پوری ہو گئی ہے اور اس کا والدین کے ہاں جانا صحیح ہے اور اگر بچے کی پیدائش سے پہلے گئی ہو تو اس صورت میں گناہ گار ہو گی۔ اس پر استغفار لازم ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾.(۱)

ترجمہ:

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے۔

---

(۱) الطلاق/٤

وقال عمرؓ:لو وضعت، وزوجها على سريرة لانقضت عدتها وحلّ لهاأن تتزوج.(١)

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: ''اگر اس کی ولادت ہوئی درآنحالیکہ اس کا شوہر تختہ پر ہو تو اس کی عدت پوری ہوئی اور اس کے لیے دوسری شادی حلال ہے''۔

❁❁❁

شوہر کے دو گھر ہوں تو عورت کس گھر میں عدت گزارے

سوال نمبر (358):

ایک آدمی کے دو گھر ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو عورت کس گھر میں عدت گزارے گی؟ جس گھر میں شوہر فوت ہوا ہے یا عدت گزارنے کے لیے شوہر کے ملک میں رہنے والے دوسرے گھر میں بھی گزار سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے معتدہ پر اس گھر میں عدت گزارنا لازم ہے جو جدائی یا شوہر کی موت کے وقت رہائش کے سلسلے میں اس کی طرف منسوب ہو۔ عدت کے دوران اس گھر سے بلا عذرِ شدید باہر نکلنا جائز نہیں، تاہم اگر اس گھر میں رہائش کی صورت ممکن نہ ہو یا کسی دوسری ضرورتِ شدیدہ کے پیش نظر گھر سے باہر نکلنا ضروری ہو تو بامرِ مجبوری اس گھر سے نکلنا مرخص ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة، أوالموت كذا في الكافي، ولو كانت زائرة أهلها،أو كانت في غير بيتهاالأمر حين وقوع الطلاق انتقلت إلى بيت سكناها.(٢)

ترجمہ: معتدہ عورت کے لیے اس گھر میں عدت گزارنا لازم ہے جو جدائی یا موت کے وقت رہائش کے سلسلے میں اس کی طرف منسوب ہو اور اگر وہ طلاق واقع ہونے کے وقت اپنے گھر والوں کی زیارت کے لیے چلی گئی ہو یا کسی کام کی وجہ سے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں ہو تو اپنے بسنے والے گھر کو منتقل ہوگی۔

---

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ٢/ ٤٢٨، ٤٢٩

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشرفي الحداد: ١/ ٥٣٥

عدتِ وفات اور عدتِ طلاق میں سے ایک کی تعیین

سوال نمبر(359):

ایک شخص نے بیوی کو غصہ میں طلاق کی نیت سے کہا:''نکل جاؤ میرے گھر سے'' پھر چھ مہینے بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا۔اب عدت کی کیا صورت ہے اور کون سی طلاق واقع ہوگی؟ کیا یہ عدتِ طلاق گزارے گی یا عدتِ وفات؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

کنائی طلاق میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔اگر کنائی طلاق میں نیت کی ہو تو پھر طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے اور طلاقِ بائن کا حکم یہ ہے کہ میاں بیوی کو ازدواجی زندگی بحال کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔جب کہ عدت کی تفصیل یہ ہے کہ جس تاریخ کو طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے،اس دن سے عدت شروع ہوجاتی ہے اور اسی دن سے عدت طلاق شمار ہوگی جو کہ تین حیض یا تین مہینے ہے،جب کہ متوفی عنہا زوجہا کے ذمے چار ماہ دس دن عدت گزارنا لازم ہے،لیکن طلاقِ بائن کی وجہ سے چونکہ نکاح باقی نہیں،اس لیے جو عدت شروع ہوچکی ہے،وہی پورا کرے گی۔عدتِ طلاق اور وفات میں تداخل نہ ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شوہر نے''نکل جاؤ میرے گھر سے'' سے طلاق کی نیت کی ہو تو اس دن سے عدت شروع ہوئی ہے،عورت کے ذمے تین حیض تک اگر آئسہ نہ ہو،ورنہ تین مہینے تک عدت گزارنا لازم ہوجاتا ہے۔عدت پوری ہونے کے بعد اپنی مرضی سے اگر چاہے تو شادی کرسکتی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

وقیدنا بکونه في مرض موته؛لأنه لو طلّقها بائناً في صحته، لم تنتقل،ولا ترث......لأن النكاح قد انقطع قبل الموت بالطلاق، ولزمها ثلاث حيض.(۱)

ترجمہ: اور ہم نے اس کو''مرض موت'' سے مقید کیا،کیونکہ اگر اس نے صحت میں اس کو طلاق بائن دی تو یہ عدتِ وفات کو تبدیل نہ ہوگی،نہ یہ عورت اس سے میراث لے گی۔۔۔۔کیونکہ طلاق کے ساتھ عورت کا نکاح ختم ہوگیا ہے اور اس کے ذمے تین حیض (عدت) لازم ہوگئے ہیں۔

(۱)الهداية، كتاب الطلاق،باب العدة:۲/۴۲۹

عدتِ وفات میں خاوند کی پنشن کے لیے نکلنا

سوال نمبر(360):

ہمارے بھائی سکول میں استاد تھے۔حج سے واپسی پر وہ وفات پاگئے۔ اب ایک طرف بھابھی عدت میں ہے،دوسری طرف محکمہ تعلیم والوں نے اس کی پنشن کو جلد از جلد وصولی کے لیے شناختی کارڈ بنوانے اور پنشن وصولی کے لیے کہا ہے۔کیا بھابھی اس کے لیے دورانِ عدت گھر سے نکل سکتی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اور حاملہ نہ ہو تو شوہر کے گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔اس دوران اس کے لیے سنگھار،خوشبو یا تیل وغیرہ لگانا اور گھر سے عذرِ شرعی کے بغیر نکلنا ممنوع ہے،تاہم عذرِ شرعی کی بنا پر اس کے لیے دن کے وقت گھر سے نکلنا مرخص ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر پنشن کی وصولی کے لیے سرکاری قانون کے مطابق عورت کا گھر سے نکلنا ضروری ہو اور وقت پر نہ جانے سے رقم ضائع ہونے یا ملتوی ہونے کا خطرہ ہو تو وہ گھر کے اخراجات کے لیے پنشن حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے،تاہم کام کو جلد از جلد نمٹا کر گھر واپس آنا ضروری ہے،تاکہ اس کا گھر سے باہر تھوڑا وقت خرچ ہو۔

والدّلیل علی ذلک:

علی المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة،أو الموت ...... وإن اضطرت إلى الخروج من بيتها بأن خافت سقوط منزلها،أو خافت على مالها،أو كان المنزل بأجرة، ولا تجد ما تؤديه في أجرته في عدة الوفاة، فلا بأس عند ذلك أن تنتقل.(١)

ترجمہ:

معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت رہائش کے سلسلے میں اس کی طرف منسوب ہو اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگئی، مثلاً مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدت وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع عشر في الحداد:١/٥٣٥

بڑھیا کی عدت

سوال نمبر(361):

ایک بوڑھی عورت ہو جو نہایت ضعیف ونحیف ہو اور اس کے بڑے بڑے پوتے نواسے بھی ہوں جو اس وقت شادی بھی نہیں کرسکتی، پھر ایسی بوڑھی عورت کے لیے عدت گزارنے میں کیا حکمت ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بحیثیت مسلمان ہر آدمی کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات انسان پر لازم کیے ہیں، ان میں سے ہر حکم میں انسان کی بھلائی کا راز مضمر ہے، کوئی بھی امر مصلحت کے خلاف نہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات انسانی عقل ان مصالح کا ادراک نہیں کرسکتی، لیکن یہ بات یاد رہے کہ احکامات الٰہیہ فوق العقل العادی تو ہوسکتے ہیں، لیکن خلاف العقل نہیں ہوسکتے۔

صورتِ مسئولہ میں بوڑھی عورت کے لیے عدت گزارنے میں حکمت یہ ہے کہ عدت سے مقصود نکاح کی تعظیم کا اظہار و بیان ہے کہ یہ ایک محترم اور معظم فعل ہے، جس کے انعقاد کے لیے بہت سی شرطوں کا وجود ضروری ہے، اس طرح اس کے ختم ہونے کے لیے بھی کچھ لوازمات ہیں، ان میں سے ایک عدت بھی ہے، لہٰذا بڑھیا پر بھی عدت گزارنا واجب ہوگا۔

والدّلیل علی ذلك:

ومنها التنويه بفخامة أمر النكاح حيث لم يكن أمراً ينتظم إلا بجمع رجال، ولا ينفك إلا بانتظار طويل، ولولا ذلك لكان بمنزلة لعب الصبيان، ينتظم ثم يفك في الساعة.(١)

ترجمہ: اور ان (عدت کی مصلحتوں) میں سے نکاح کے معاملہ کی عظمتِ شان کو دوبالا کرنا بھی ہے۔ چنانچہ نکاح مردوں کو اکھٹا کیے بغیر منعقد نہیں ہوسکتا، اور پھر لمبے انتظار کے بغیر ختم نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کے منعقد ہونے اور پھر ختم ہونے کے لیے ایسا ضروری نہ ہوتا تو پھر یہ بچوں کے کھیل جیسا ہوتا جو لمحوں میں منعقد ہوتا ہے اور لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے۔

❀❀❀

(١) الدهلوي، شاه ولي الله، حجة الله البالغة، من أبواب تدبير المنزل، العدة وحكمة التشريع فيها: ١٤٢/٢.

استطاعت کے باوجود عدت میں ملازمت کے لیے نکلنا

سوال نمبر(362):

ایک عورت سرکاری ملازمہ ہے اوراس کا خاوند فوت ہوگیا۔اب اس کے پاس خرچہ بھی ہے اور گزراوقات کا بھی بندوبست ہے،لیکن پھر بھی ملازمت کے لیے گھر سے نکلتی ہے۔کیا یہ جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

دورانِ عدت عورت کے لیے شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔اگر مذکورہ خاتون کے دیگر محارم اس کے نان نفقہ کا بوجھ خود برداشت کرتے ہوں یا عورت مال دار ہو،اپنا خرچہ برداشت کرسکتی ہو تو پھر اس کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں،لیکن اگر نان نفقہ کا بندوبست نہ ہو اور عدت پوری ہونے سے نوکری ختم ہونے کا خطرہ بھی ہو تو پھر دن کے وقت ایسی عورت کے لیے گھر سے نکلنا مرخص ہے،بشرطیہ کہ وہ رات کو شوہر کے گھر واپس لوٹ آئے۔

والدّلیل علی ذلک:

علی المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليهابالسكنى حال وقوع الفرقة،أو الموت ...... وإن اضطرت إلى الخروج من بيتها بأن خافت سقوط منزلها،أو خافت على مالها،أو كان المنزل بأجرة، ولا تجدما تؤديه في أجرته في عدة الوفاة، فلا بأس عندذلك أن تنتقل.(١)

ترجمہ:

معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت اس کی طرف منسوب ہو اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگئی، مثلاً: مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدتِ وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

❁❁❁

(١)الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق،الباب الرابع عشرفي الحداد:١/٥٣٥

عدت کے دوران رجوع کرنا

سوال نمبر(363):

طلاقِ رجعی میں دورانِ عدت اگر خاوند اپنی بیوی سے فون پر صلح کی نیت سے رابطہ کرے اور کہے کہ تم میری بیوی ہو اور میں تیرا خاوند ہوں، میں تمھیں اپنے ساتھ آباد کرنا چاہتا ہوں۔ خاوند بیوی کے بڑے بھائی کے ساتھ بھی بار بار ملاقات کر کے صلح کی کوشش کرنا چاہتا ہے، تو ایسا کرنے سے رجوع مکمل ہو جانے پر کیا عدت پوری کرنا لازم ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دے دے اور عدت گزارنے سے قبل ہی خاوند رجوع کرلے تو بغیر تجدید نکاح کے بیوی اس کے لیے حلال ہوجاتی ہے، یہ رجوع خواہ قول کے ذریعے سے ہو یا فعل کے ذریعے سے ہو، بیوی اس پر راضی ہو یا نہ ہو؛ عورت کے لیے عدت مکمل کرنا ضروری نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی خاوند نے بیوی کو فون پر مذکورہ کلمات کہے ہوں تو اس سے رجوع ثابت ہو کر عدت گزارنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور رجوع کے بعد خاتون بدستور بیوی رہے گی۔

والدّلیل علی ذلک:

وإذا طلّق الرجل امرأ ته تطليقة رجعيّةأو تطليقطين، فله أن يراجعها في عدّتها رضيت بذلك، أو لم ترض.(١)

ترجمہ:

جب شوہر نے بیوی کو ایک یا دو طلاقِ رجعی دی تو اس کے لیے جائز ہے کہ اسی عدت میں بیوی کو رجوع کرلے، خواہ وہ عورت اس رجوع پر راضی ہو یا نہ ہو۔

❁❁❁

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ٢/ ٤٠٥

طلاقِ حسن میں عدت

سوال نمبر(364):

اگر کوئی شخص بیوی کو حالتِ طہر میں ایک طلاق دے دے، پھر جب طہر کے بعد حیض گزر جائے تو اگلے طہر میں دوسری طلاق دے دے اور پھر اگلے طہر میں تیسری طلاق دے دے تو اس میں عدت کون سی طلاق سے شروع ہوگی۔ پہلی طلاق سے یا تیسری طلاق سے؟ وضاحت فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص حالتِ طہر میں بیوی کو ایک صریح طلاق دے دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے دے، پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے دے تو یہ طلاقِ حسن کہلاتی ہے۔ فقہاے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاقِ حسن میں عدت پہلی طلاق کے بعد شروع ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد سے جب تین حیض گزر جائیں تو عدت ختم ہو جاتی ہے۔

والدّلیل علی ذلك:

ثمّ إذا وقع عليها ثلاث تطليقات في ثلاثة أطهار،فقد مضى من عدتها حيضتان،إن كانت حرة؛لأن العدة بالحيض عندنا، وبقيت حيضة واحدة، فإذا حاضت حيضة أخرى، فقد انقضت عدتها.(۱)

ترجمہ:

جب اس پر تین طہروں میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں، پس اس کی عدت سے دو حیض گزر گئے، اگر وہ عورت آزاد عورت ہو، کیونکہ احناف کے نزدیک عدت حیض کے اعتبار سے ہے اور ایک حیض باقی رہ گیا، پس جب عورت کو ایک اور حیض آ گیا تو اس کی عدت پوری ہوگئی۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق: ۴/ ۱۸۹

پچپن دن عدت میں چار حیضوں کا دعوی کرنا

سوال نمبر (365):

ایک خاتون خاوند سے ایک طلاق رجعی لینے کے بعد دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرتی ہے، دوسرے نکاح اور طلاق کے درمیان صرف پچپن دن گزر چکے ہیں اور عورت دعوی کرتی ہے کہ مجھے ان دنوں میں چار مرتبہ ماہ واری آچکی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا ازروئے شریعت پچپن دنوں میں چار حیض آنے کے قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے صحیح ہے یا نہیں۔ اگر درست نہ ہو تو کیا تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر صاحبین کے قول کا اعتبار کیا جائے تو عدت کے تین حیض گزرنے کے لیے انتالیس دن کم ازکم ہونا ضروری ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں تین حیض کے لیے دورانیہ کم ازکم ساٹھ دن ہے۔

صورتِ مسئولہ میں خاتون کا یہ کہنا کہ پچپن دنوں میں چار حیض آئے ہیں، نا قابل تسلیم ہے اور اس میں عورت کی تصدیق نہیں کی جاسکتی کیونکہ چار دفعہ حیض آنے کے لیے بقول صاحبین ستاون دن ضروری ہیں، الاّ یہ کہ عورت چوتھی بار حیض سے ایک آدھ دن حیض کی ابتدا مراد لیتی ہو۔ بہتر یہ ہے کہ خاتون کی عادت کو جان کر حساب لگوایا جائے۔

والدّلیل علی ذلک:

فإذا أخبرت بالانقضاء في مدّة تنقضي في مثلها يقبل قولها، ولا يقبل إذا كانت المدة مما لا تنقضي في مثلها العدّة......ثمّ اختلف في أقلّ ما تصدق فيه المعتدة بالأقراء، قال أبو حنيفةؒ: أقلّ ما تصدق فيه الحرة ستّون يوما، وقال أبو يوسف و محمدؒ: تسعة وثلاثون يوما. (١)

ترجمہ:

پھر اگر عورت نے اتنی مدت میں عدت پوری ہونے کی خبر دی، جتنے وقت میں عدت پوری ہوسکتی ہے تو اس کے قول کو قبول کیا جائے گا اور اگر اس نے خبر اتنے وقت میں دی جس میں عدت پوری نہیں ہوسکتی تو اس کے قول کو قبول نہیں

(١) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يعرف به انقضاء العدة: ٤/ ٤٣٤

کیا جائے گا۔ پھر حیض کے ذریعے عدت گزارنے والی عورت کی تصدیق کے لیے کم از کم مدت میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک آزاد عورت کے لیے کم از کم ساٹھ دن ہیں اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن ہیں۔

۞۞۞

عدت میں بہو سے تنگ ہو کر گھر سے نکلنا

سوال نمبر (366):

اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے اور وہ بہو کے جھگڑوں سے تنگ ہو تو کیا دورانِ عدت یہ گھر چھوڑ سکتی ہے؟ یعنی کیا یہ ایسا عذر ہے کہ جس کی وجہ سے عدت گزارنے والی خاتون کا گھر سے باہر نکلنا جائز ہو؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے شوہر فوت ہونے والی خاتون کو شوہر کے گھر میں عدت گزارنا لازم ہے اور بغیر عذرِ شرعی کے اس گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ چنانچہ بہو سے تنگ آنا یا خیال نہ رکھنا کوئی ایسا عذر شرعی نہیں ہے جس کی وجہ سے گھر سے نکلنا مرخص ہو، کیونکہ ساس اور بہو کے درمیان کشیدگی تو معمول کی بات ہے، اس لیے شرعی حکم پورا کرنے کے لیے یہ تکلیف معمول کے مطابق سمجھنا چاہیے اور صبر سے کام لے کر ایامِ عدت شوہر کے گھر میں گزارے جائیں۔

والدّلیل علی ذلک:

(وتعتدان)أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه)ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج،أو ينهدم المنزل،أو تخاف......) ونحوذلك من الضرورات.(١)

ترجمہ:

اور معتدۂ طلاق اور معتدۂ وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نہ نکالی جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة:٥/ ٢٢٥

خلع کے ذریعے طلاق یافتہ خاتون کا باہر نکلنا

سوال نمبر(367):

ایک عورت کو خلع کے ذریعے طلاق ملی ہوئی ہے۔اب وہی عورت عدت کے دوران ملازمت کے لیے ضرورت کے درجہ میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ سرکار کی طرف سے چھٹی نہ ملتی ہو۔ **بینوا توجروا**

الجواب وباللہ التوفیق:

معتدہ عورت خواہ کسی بھی طریقے سے جدا ہوگئی ہو، گھر سے باہر نہیں جاسکتی، خواہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے یا طلاقِ بائن واقع ہو یا خلع کے ذریعے فرقت آگئی ہو، البتہ ضرورت کے درجہ میں باہر جاسکتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت کی ملازمت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش ہو تو پھر اس کے لیے ملازمت کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر ملازمت کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہ ہو اور عورت کے نہ نکلنے سے ملازمت متاثر ہوتی ہے، سرکاری طور پر چھٹی بھی نہ ملتی ہو تو پھر ضرورت کے درجے میں نکل سکتی ہے، تاہم اپنی طرف سے چھٹی کی درخواست دے دے اگر درخواست منظور ہوئی تو پھر نکلنا جائز نہ ہوگا۔

والدّلیل علی ذلک:

(ولا تخرج معتدة رجعي وبائن) بأي فرقة كانت على ما في الظهيرية، ولو مختلعة على نفقة عدتها ......قال ابن عابدين: قال في الفتح :والحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع، فإن علم في واقعة عجز هذه المختلعة عن المعيشة إن لم تخرج، أفتاها بالحل، وإن علم قدرتها أفتاها بالحرمة. (١)

ترجمہ: معتدہ رجعیہ اور بائنہ گھر سے نہیں نکل سکتی چاہے جو بھی جدائی ہو، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اگرچہ اس نے خاوند سے نفقۂ عدت پر خلع کیا ہو۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ فتح القدیر میں ہے کہ حق بات تو یہ ہے کہ مفتی پر یہ لازم ہے کہ وہ خاص حالات میں غور کرے اگر کسی صورت میں اس کو یہ علم ہو جائے کہ اگر نفقۂ عدت پر خلع کرنے والی گھر سے نہ نکلے گی تو معاش سے عاجز ہو جائے گی تو اس کے گھر سے نکلنے کے جواز پر فتویٰ دے اور اگر اس کو معلوم ہو کہ عورت نان نفقہ پر قدرت رکھتی ہے تو پھر گھر سے نکلنے پر حرمت کا فتویٰ دے دے۔

❁❁❁

(١) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع : ٢٢٣/٥

باب الإحداد

(مباحثِ ابتدائیہ)

احداد کی لغوی تعریف:

احداد کالغوی معنی ہے ''منع کرنااور چھوڑنا'' عورت کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے اس کا معنی زینت وسنگار چھوڑنا ہے۔ یہ باب افعال سے زیادہ مستعمل ہے، تاہم باب نصر وضرب سے بھی کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"وشرعاترك الزينة ونحوها لمعتدة بائن أوموت".

طلاقِ بائن یاشوہر کی موت کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کا ترکِ زینت اوراس جیسی دوسری اشیا سے پرہیز کرنا احداد، یعنی سوگ کہلاتا ہے۔ (۱)

احداد (سوگ) کی مشروعیت:

متوفیٰ عنہا ازوجہا (بیوہ عورت) پرسوگ کے وجوب کے بارے میں تمام ائمہ کا اجماع واتفاق ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: ''کسی بھی عورت کے لیے جواللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتی ہو، یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کی وفات پرتین دن سے زیادہ رنج وغم کا اظہار کرے، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن تک رنج وغم کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ (۲)

زوجہ کے علاوہ کسی اور کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانے کا حکم:

آپ ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا تین دن سے زیادہ کسی بھی میت پرزوجہ کے علاوہ کسی اوررشتہ دار کے لیے سوگ کا اظہارنا جائز ہے چاہے میت اس کاباپ، بھائی، بیٹاہی کیوں نہ ہو۔ (۳)

---

(١) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب العدة،فصل في الحداد:٥/٦-٢١٧

(٣) الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق،باب وجوب الإحدادفي عدة الوفاة:١/٤٨٦

(٤) فتح القدير، كتاب الطلاق،فصل وعلى المبتوتةوالمتوفىٰ عنهازوجهاالحداد:٤/١٦٠

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں زوجہ کے علاوہ بقیہ افراد کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کی ممانعت کو عدمِ وجوب پر محمول کرنے میں قواعدِ حنفیہ سے کوئی تصادم نہیں۔ (وقواعدنا لاتأباہ)، یعنی زوجہ کے علاوہ رشتہ داروں کے لیے رنج وغم اور ترکِ زینت کا اظہار واجب تو نہیں، البتہ مباح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کرنا چاہے تو وہ اس کو منع کرسکتا ہے، اس لیے کہ عورت کا زینت اختیار کرنا شوہر کا حق ہے۔

سوگ کن عورتوں پر واجب ہے؟

حنفیہ کے ہاں مطلقہ بائنہ، مطلقہ مغلظہ اور متوفیٰ عنہا زوجہا، یعنی بیوہ پر اپنی اپنی عدت کے دوران سوگ اور ترکِ زینت واجب ہے۔ مذکورہ صورتوں میں سوگ اور رنج وغم کا اظہار حق شرعی ہے، لہٰذا اگر شوہر مرتے وقت عورت کو سوگ نہ منانے کی وصیت کرے، تب بھی عورت پر سوگ اور ترکِ زینت واجب ہوگا۔(۱)

کن عورتوں پر سوگ واجب نہیں؟

حنفیہ کے ہاں درج ذیل سات قسم کی عورتوں پر سوگ واجب نہیں:

صغیرہ، پاگلہ، کتابیہ (یہودی، یا عیسائی عورت)، نکاحِ فاسد کی معتدہ، وطئ بشبہۃ کی معتدہ، غیر مدخول بہا مطلقہ معتدہ اور طلاقِ رجعی کی معتدہ پر سوگ واجب نہیں۔(۲)

حنفیہ کے ہاں طلاقِ رجعی کی عدت میں احداد کی بجائے زیب وزینت اختیار کرنا چاہیے، تاکہ مرد کو اس کی طرف میلان پیدا ہوجائے اور وہ دوبارہ بیوی کو لوٹالے۔(۳)

سوگ کے وجوب کے لیے شرائط:

سوگ کے وجوب کے لیے شرط یہ ہے کہ معتدہ عورت عاقلہ، بالغہ اور مسلمان ہو اور شوہر سے نکاحِ صحیح کی عدت گزار رہی ہو۔ نکاحِ فاسد وغیرہ کی عدت معتبر نہیں۔(۴)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، فصل في الحداد: ۲۱۷/۵، الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ۵۳۳/۱

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، فصل في الحداد: ۲۱۹/۵، ۲۲۰، الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ۵۳۴/۱۔ (۳) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۴۷۲/۱

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في أحکام العدۃ: ۴۶۲/۴، ۴۶۳

سوگ کن چیزوں سے عبارت ہے؟

سوگ ہر اس فعل سے عبارت ہے جو شرعاً یا عرفاً زینت شمار ہوتا ہو، چاہے وہ بدن سے متعلق ہو یا کپڑوں سے متعلق ہو یا لوگوں کی نظروں اور توجہات کا مرکز بننے سے متعلق ہو، مثلاً بلا عذر گھر سے باہر نکلنا اور سفر کرنا اور نکاح یا پیغام نکاح وغیرہ جیسے مراسم رکھنا سوگ کے منافی افعال ہیں۔ مذکورہ قاعدے کی رو سے خوشبو لگانا، مہندی لگانا، سرمہ لگانا، زیورات پہننا، بال سنوارنے کی نیت سے کنگھی کرنا، زینت کے لیے تیل وغیرہ لگانا، خوشبودار اور شوخ رنگوں والے کپڑے پہننا، ریشمی کپڑے یا سرخ کپڑے پہننا؛ سب کے سب ممنوع ہیں۔

مذکورہ اشیا کے استعمال سے رکنے کی علت:

مذکورہ تمام اشیا کے استعمال سے منع کرنے کی بنیادی علت زینت و آرائش ہے، لہٰذا جن چیزوں میں زیب و زینت کے علاوہ ضرورت اور اضطرار کا پہلو بھی موجود ہو تو ان میں ضرورت کی نیت سے استعمال جائز قرار دیا جائے گا، مثلاً سر اور بالوں میں تکلیف کے وقت کنگھی کرنا یا تیل لگانا، آنکھوں میں تکلیف کے وقت سرمہ لگانا، خارش کے وقت ریشمی کپڑے پہننا اور کپڑوں کی قلت کے وقت ممنوعہ کپڑوں کا استعمال ضرورت کے دائرے میں آ کر ضرورت کی حد تک جائز قرار دیا جائے گا۔ اسی حکم میں گھر سے باہر نکلنا بھی ہے، تاہم زیورات پہننے یا نکاح و پیغامِ نکاح جیسے وہ افعال جن میں ضرورت کا پہلو بالکل نہ ہو، ان کی حرمت برقرار رہے گی۔(۱)

مذکورہ احکام کا مطلب یہ بالکل نہیں کہ عورت پراگندہ اور خستہ حال رہے، بلکہ وہ اپنے بدن یا کپڑوں کا میل کچیل اور بدبو دور کرنے کے لیے غیر خوشبودار صابن کا استعمال بھی کر سکتی ہے۔ غیر ضروری بال اور ناخن وغیرہ بھی کاٹ سکتی ہے، غسل بھی کر سکتی ہے، ضرورت کے وقت مردوں سے بات چیت بھی کر سکتی ہے، تاہم ان امور کا مقصد صرف اور صرف ضرورت کی تکمیل ہوگی۔ زینت و آرائش یا توجہات کے حصول کی نیت سے مذکورہ اشیا بھی ممنوع ہوں گے۔(۲)

❁❁❁❁❁

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ۱/۵۳۳، ۵۳٤، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۵/۲۱۷_۲۱۹

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة إحداد: ۲/۱۰۹

مسائل الإحداد

(شوہر کی موت پر سوگ منانے سے متعلقہ مسائل کا بیان)

سوگ منانے کا شرعی طریقہ

سوال نمبر(368):

میرا خاوند فوت ہو چکا ہے۔لوگوں سے سنتی ہوں کہ تم اس گھر سے چار ماہ دس دن تک نہیں نکلوگی۔کیا یہ صحیح ہے؟نیز کس صورت میں نکلنے کی گنجائش ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا کو شوہر کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور انتہائی عذرِ شدید کے علاوہ اس کا دورانِ عدت گھر سے نکلنا جائز نہیں،عذر شدید یہ ہے کہ مثلاً:خاوند کے گھر کے گرنے کا خوف ہو یا اس کو جان کا خطرہ ہو یا گھر کا کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو یا نان نفقہ ملنے کے لیے سوائے نکلنے کے اور کوئی صورت نہ ہو تو ان صورتوں میں متوفی عنہا نکل سکتی ہے،لیکن رات کو خاوند کے گھر واپس آنا ضروری ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

علی المعتدة أن تعتد في المنزل الذي یضاف إلیهابالسکنی حال وقوع الفرقة،أوالموت ......
وإن اضطرت إلی الخروج من بیتها بأن خافت سقوط منزلها،أوخافت علی مالها،أو کان المنزل بأجرة، ولا تجدما تؤدیه في أجرته في عدة الوفاة، فلا بأس عندذلك أن تنتقل.(۱)

ترجمہ: معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت اس کی طرف رہائش کے اعتبار سے منسوب ہو اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگئی، مثلاً مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدتِ وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

❁❁❁

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الرابع عشرفي الحداد:۱/۵۳۵

معتدہ عورت کا کنگھی کرنا

سوال نمبر(369):

وہ خاتون جو عدتِ طلاق یا عدتِ وفات گزار رہی ہو، اس کے لیے ایک مخصوص زمانے تک شوہر کے گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے۔ کیا دوران عدت یہ خاتون کنگھی کر سکتی ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رُو سے جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے، اس کو چاہیے کہ وہ عدت کے دوران سوگ منائے۔ سوگ میں بنیادی طور پر ان امور کو ترک کیا جاتا ہے جن کا تعلق زیب وزینت سے ہو۔

تاہم اگر زیادہ وقت تک پراگندہ بال رہنے سے سر پر بوجھ ہو یا جوؤں کی تکلیف ہو تو معتدہ عورت کو بالوں میں تیل لگا کر موٹے دندانے کی کنگھی استعمال کرنا جائز ہے، البتہ بلاضرورت تنگ دندانوں والی کنگھی کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ تزئین وآرائش کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

فإن كان تشتكي رأسها، فتدهن، وتمشط بالأسنان الغليظة المتباعدة من غير إرادة الزينة؛لأن هذا تداوٍ لا زينة. (۱)

ترجمہ: اگر معتدہ کے سر میں تکلیف ہو اور اس نے اس میں تیل لگا دیا اور موٹے اور کھلے دندانوں والی کنگھی استعمال کی جس میں زینت وزیبائش کا ارادہ نہیں تھا (تو جائز ہے) اس لیے کہ یہ علاج ہے، زینت نہیں۔

❁❁❁

عدتِ وفات میں سوگ کی مقدار

سوال نمبر(370):

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کے لیے سوگ منانا کیسا ہے؟ نیز اگر خاتون کے لیے سوگ منانا ازروئے شریعت ثابت ہو تو اس کی مدت کتنی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/ ۲۱۸

الجواب وباللہ التوفیق:

جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے اس کے لیے چار ماہ اور دس دن عدت گزارنا ضروری ہے۔عدت کے دوران نہ گھر سے بغیر عذرِ شدید کے باہر نکل سکتی ہے، نہ سنگار وغیرہ کرسکتی ہے اور نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔البتہ شدید ضرورت کے وقت وہ بقدرِ ضرورت دن کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے،اسی طرح ضرورت کی وجہ سے نان نفقہ کے حصول کے لیے بھی جاسکتی ہے۔تاہم حاملہ کی عدت وضع حمل کے ساتھ پوری ہوجاتی ہے۔

والدّلیل علی ذلک:

قول اللہ عز وجلّ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾.(۱)

ترجمہ: اور جو تم میں سے فوت ہوجائیں اور چھوڑ دیں بیویاں تو وہ چار ماہ دس دن تک انتظار کریں گی۔

﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾.(۲)

ترجمہ:

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج،أو يتهدم المنزل،أو تخاف......) ونحوذلك من الضرورات.(۳)

ترجمہ:

اور معتدۂ طلاق اور معتدۂ وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی،جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی،جب تک گھر سے نہ نکالی جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔

❁❁❁❁❁

---

(۱)البقرة/۲۳٤

(۲)الطلاق/٤

(۳)الدرالمختارعلی صدرردالمحتار، کتاب الطلاق،باب العدة:۵/۲۲۵

مصادر ومراجع

نمبرشمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر
		ألف	
١	إرشاد السّاري إلى مناسك الملاعلي القاري	حسين بن محمدسعيد عبدالغني المكي	دار الكتب العلمية بيروت
٢	أحكام القرآن	ظفرأحمد العثماني (١٣٩٤هـ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی
٣	أحكام القرآن	أبو بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص الحنفي (٣٧٠هـ)	سهيل اكيڈمی لاهور
٤	إسلامی تهذيب وتمدن اردوترجمه "التشبه في الإسلام"	قاری محمد طيب قاسمي (١٤٠٣هـ)	إداره إسلاميات لاهور
٥	إعلاء السنن	ظفرأحمد العثماني (١٣٩٤هـ)	دارالكتب العلمية بيروت
٦	إعلام الموقّعين	ابن القيم الجوزية (٧٥١هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
٧	الإتقان في علوم القرآن	جلال الدين السيوطي (٩١١هـ)	سهيل اكيڈمی لاهور
٨	الاختيارلتعليل المختار	أبوالفضل عبد الله الموصلي (٦٨٣هـ)	دارالمعرفة بيروت لبنان
٩	الاستصناع	سعودبن مسعد الثبيتي	دارابن حزم بيروت
١٠	الاعتصام	أبوإسحاق إبراهيم الشاطبي (٧٩٠هـ)	مكتبه رشيديه پشاور
١١	الأشباه والنظائر	زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (٩٧٠هـ)	ايچ ايم سعيد كراچی
١٢	البحر الرائق	ابن نجيم (٩٧٠هـ)	دارالكتب العلمية بيروت

١٣	البداية والنهاية	إسماعيل ابن كثير (٧٧٤هـ)	دارالفكر بيروت
١٤	الترغيب والترهيب	زكي الدين عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري (٦٥٦هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
١٥	التشريع الجنائي الإسلامي	عبدالقادر عودة	مؤسسة الرسالة بيروت
١٦	التعليق الصّبيح	محمد إدريس الكاندهلوي (١٣٩٤هـ)	المكتبة العثمانية لاهور
١٧	التعليق الميسر على حاشية الروض الأزهر في شرح الفقه الاكبر	الشيخ الوهبي سليمان الغاوجي	دار البشائر الإسلامية بيروت
١٨	التفسيرالكبير	فخر الدين الرازي (٦٠٦هـ)	دارإحياء التراث العربي لبنان
١٩	التلخيص الحبير	ابن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ)	المكتبة الا ثرية شيخو پوره
٢٠	الجامع لأحكام القرآن للقرطبي	محمد القرطبي (٦٧١هـ)	دارإحياء التراث العربي لبنان
٢١	الجوهرة النيرة	أبوبكربن علي بن محمدالزبيدي (٨٠٠هـ)	دارالكتب العلمية لبنان
٢٢	الحيلة الناجزة	أشرف على التهانوي (١٣٦٢هـ)	دارالإشاعت كراچي
٢٣	الدّرالمختار مع ردالمحتار	محمد بن علي الحصكفي (١٠٨٨هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
٢٤	الدّرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر	ملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	دار احياء التراث العربي بيروت لبنان
٢٥	الزهد الكبيرللبيهقي	أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (٤٥٨هـ)	دارالجنان بيروت لبنان
٢٦	الشريفية شرح السراجية	السيدالشريف علي الجرجاني (٨١٦هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
٢٧	السنن الكبرى للنسائي	أحمد النسائي (٣٠٣هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت لبنان

٢٨	السنن الكبرىٰ للبيهقي	أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (٤٥٨هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
٢٩	السّراجی فی المیراث	محمدبن عبدالرشيد السجاوندیؒ (٦٠٠هـ)	المیزان لاھور
٣٠	السّعایة	محمد عبدالحي اللكهنوي (١٣٠٤هـ)	سھیل اکیڈمی لاھور
٣١	الشمائل المحمدية للترمذي	محمد بن عيسى الترمذي (٢٧٩هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٣٢	العرف الشذي	أنورشاه الكشميري (١٣٥٢هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
٣٣	العقائد الإسلامية	سيد سابق (١٤٢٠هـ)	دار الكتاب العربي
٣٤	العقيدة في الله	عمرسليمان الأشقر (١٤٣٣هـ)	مكتبة الفلاح الكويت
٣٥	العناية على هامش فتح القدير	أكمل الدين محمدبن محمد البابرتي (٧٨٦هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
٣٦	الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية	محمد بن شهاب الكردي (٨٢٧هـ)	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، دارالكتب العلمية بيروت
٣٧	الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية	فخرالدين حسن بن منصور الأوزجندي (٥٩٢هـ)	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
٣٨	الفتاوى الكاملية في الحوادث الطرابلسية	محمدكامل بن مصطفى الطرابلسي (١٣١٥هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
٣٩	الفتاوى الهندية (العالمگيرية)	شيخ نظام وجماعة من علماء الهند	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
٤٠	الفتاوىٰ التاتارخانية	عالم بن العلاء الدهلوي (٧٨٦هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
٤١	الفقه الحنفي وأدلته	أسعد محمد سعيد الصاغرجي	دارالكلم الطيب بيروت لبنان

٤٢	الفقه الإسلامي وأدلته	د.وهبة الزحيلي (١٤٣٦هـ)	دارإحسان دمشق
٤٣	القاموس الجديد	وحيد الزمان قاسمي كيرانوي (١٤١٥هـ)	إداره إسلاميات لاهور كراچی
٤٤	الكفاية علىٰ هامش فتح القدير	جلال الدين الخوارزمي(٧٦٩هـ)	مكتبه حقانيه پشاور
٤٥	المبسوط للسرخسي	شمس الأئمة السرخسي (٤٨٣هـ)	دارالكتب العلمية بيروت
٤٦	المبسوط للشيباني	محمد بن الحسن الشيباني (١٨٩هـ)	دارالمعارف النعمانية لاهور
٤٧	المجموع شرح المهذب	محي‌الدين أبوزكريا يحيىٰ بن شرف النووي (٦٧٦هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٤٨	المحيط البرهاني في الفقه النعماني	محمودبن أحمدبن عبدالعزيز عمربن مازة البخاري (٦١٦هـ)	المكتبة الغفارية كوئٹه
٤٩	المختصرللقدوري	أبوالحسين أحمد القدوري (٤٢٨هـ)	الميزان لاهور
٥٠	المدخل	محمدبن محمد العبدري المالكي المعروف بابن الحاج (٧٢٧هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٥١	المسامرة على المسايرة	كمال الدين محمد بن محمد ابن أبي الشريف (٩٠٦هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٥٢	المستدرك على الصحيحين	أبوعبدالله محمدبن عبدالله الحاكم النيسابوري (٤٠٥هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٥٣	المسلك المتقسط في المسلك المتوسط على هامش إرشادالساري	الملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٥٤	المصنف لابن أبي شيبة	الإمام أبوبكر عبد الله بن محمد ابن أبي شيبة (٢٣٥هـ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی، طيب إكادمي ملتان

٥٥	المعجم الأوسط	الحافظ سليمان الطبراني(٣٦٠هـ)	مكتبة المعارف الرياض
٥٦	المعجم الكبير للطبراني	الحافظ أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٣٦٠هـ)	شركة معمل و مطبعة الزهراء الحديثة المحدودة عراق
٥٧	المغني على الشرح الكبير	للإمامين موفق الدين(٦٢٠هـ) و شمس الدين ابني قدامة(٦٨٣هـ)	المكتبة التجارية المكةالمكرمة
٥٨	المفهم شرح صحيح مسلم	أحمد بن عمر بن إبراهيم القرطبي (٦٥٦هـ)	دارابن كثيردمشق، دارالكلم الطيب بيروت لبنان
٥٩	المنجد في اللغة والأعلام	جماعة علماء المستشرقين	دار المشرق بيروت لبنان
٦٠	الموافقات في أصول الأحكام	أبو إسحاق إبراهيم بن موسى اللخمي الشاطبي (٧٩٠هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
٦١	الموسوعة الفقهية الكويتية	وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت	طباعة ذات السلاسل الكويت
٦٢	الموضوعات الكبرىٰ	ملاعلي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	مكتبه دارالسلام پشاور
٦٣	النبراس شرح شرح العقائد	عبد العزيز فرهاروي (١٢٣٩هـ)	المكتبة الحقانية ملتان
٦٤	النتف في الفتاوىٰ	علي بن الحسين السغدي (٤٦١هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت دار الفرقان عمان
٦٥	النّهر الفائق	عمر بن إبراهيم بن نجيم (١٠٠٥هـ)	مكتبه رشيديه كوئٹه
٦٦	الوجيز	عبد الكريم زيدان (١٤٣٥هـ)	فاران اكيڈمی لاهور
٦٧	الوسيط في شرح القانون المدني	عبدالرزاق السنهوري (١٣٩١هـ)	دارإحياء التراث العربي، بيروت
٦٨	الهداية	برهان الدين أبو الحسن علي بن أبي بكر المرغيناني (٥٩٣هـ)	مكتبه رحمانيه لاهور

٦٩	اللآلی المصنوعة في الأحاديث الموضوعة	جلال الدين عبد الرحمن السيوطي (٩١١هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٧٠	الأحكام السلطانية	علي بن محمد الماوردي (٤٥٠هـ)	نفيس اكيڈمی کراچی
٧١	كفاية الأخيار في حل غاية الاختصار	تقي الدين أبوبكر بن محمد الحصيني (٨٣٩هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٧٢	الإتقان في علوم القرآن	جلال الدين عبدالرحمن السيوطي (٩١١هـ)	سهيل اكيڈمی لاهور
٧٣	الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف	علاؤالدين علي بن سليمان المرداوي (٨٨٥هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
٧٤	إمدادالفتاویٰ	أشرف علي التهانوي (١٣٦٢هـ)	مكتبه دارالعلوم كراچي
٧٥	أوجز المسالك	محمدزكريا الكاندهلوي (١٣٠٢هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
٧٦	اوزانِ شرعيه	مفتي محمد شفيع (١٣٩٦هـ)	إدارة المعارف كراچی
٧٧	آكام المرجان في أحكام الجان	بدر الدين أبوعبد الله محمد بن عبد الله الشبلي (٧٦٩هـ)	كارخانه تجارت كتب كراچي
٧٨	أشرف التوضيح	نذير أحمد (١٤٢٥هـ)	مكتبة العارفي فيصل آباد
		ب	
٧٩	بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع	علاء الدين أبوبكربن مسعود الكاساني (٥٨٧هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٨٠	بداية المجتهد ونهاية المقتصد	ابن رشد محمدبن أحمد القرطبي (٥٩٥هـ)	مكتبة نزار مصطفىٰ الباز مكة المكرمة
٨١	بذل المجهود في حل أبي داؤد	خليل أحمد السهارنفوري (١٣٤٦هـ)	دار اللو ئ للنشر و التوزيع الرياض

ت

نمبر	الكتاب	المؤلف	الناشر
٨٢	تاريخ التشريع الإسلامي	منّاع القطان (١٤٢٠هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت لبنان
٨٣	تبصرة الحكّام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام	إبراهيم بن علي ابن فرحون المالكي (٧٩٩هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٨٤	تبيين الحقائق في شرح كنزالدّقائق	فخرالدين عثمان بن علي الزيلعي (٧٤٣هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٨٥	تحفة الفقهاء	علاء الدين السمر قندي (٥٧٥هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٨٦	تفسير المظهري	محمد ثناء الله پانی پتی (١٢٢٥هـ)	مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان
٨٧	تفسيرالقرآن الكريم	عمادالدين إسماعيل بن كثير (٧٧٤هـ)	مكتبه إمداديه مكة المكرمة
٨٨	تفسير أبي السعود	أبو السعود محمد بن محمد (٩٨٢هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
٨٩	تقرير ترمذي	محمد تقي العثماني	میمن إسلامك پبلشرز كراچي
٩٠	تقريرات الرافعي	محمدرشيد بن عبداللطيف البيساري الرافعي(١٣٢٣هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
٩١	تقليدكی شرعی حيثيت	محمد تقي العثماني	میمن إسلامك پبلشرز كراچی
٩٢	تكملة البحرالرائق	محمدبن حسين بن علي الطوري (١١٣٨هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٩٣	قرة عيون الأخيار تكملة ردالمحتار	محمدعلاء الدين بن محمدأمين ابن عابدين (١٣٠٦هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
٩٤	تكملة عمدة الرعاية على شرح الوقاية	مولانا فتح محمد التائب (١٣٢٧هـ)	مكتبه رحمانية اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاهور

۹۵	تکملة فتح الملهم	محمدتقي العثماني	مکتبه دارالعلوم کراچی
۹۶	تنوير الأبصار مع الدرالمختار	محمد بن عبدالله بن أحمد التمرتاشي (۱۰۰٤هـ)	مکتبه إمدادیه ملتان

ج، ح، خ، د

۹۷	جامع البيان المعروف تفسيرالطبري	أبوجعفر محمدبن جرير الطبري (۳۱۰هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
۹۸	جامع الترمذي	أبوعيسىٰ محمدبن عيسى الترمذي (۲۷۹هـ)	الميزان، لاهور
۹۹	جامع الرموز	شمس الدين محمد القهستاني (۹۵۳هـ)	ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی
۱۰۰	جوا هرالفقه	مفتي محمد شفيع (۱۳۹٦هـ)	مکتبه دارالعلوم کراچی
۱۰۱	حاشية الشلبي على تبين الحقائق	شهاب الدين أحمد بن يونس الشلبي (۱۰۱۰هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
۱۰۲	حاشية الموسوعة الفقهية الكويتية	وزارة الأوقاف والشوون الإسلامية	طباعة ذات السلاسل الكويت
۱۰۳	حاشية الهداية	محمد عبد الحيّ اللكهنوي (۱۳۰٤هـ)	مکتبه رحمانیه لاهور
۱۰٤	حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح	أحمد بن محمد الطحطاوي الحنفي (۱۲۳۱هـ)	المكتبةالعربية كوئٹه
۱۰۵	حاشية على البناية في شرح الهداية	ناصرالإسلام محمد غمر رامفوري (۱۲۹۵هـ)	مكتبة رشيديه کوئٹه
۱۰٦	حجة الله البالغة	شاه ولي الله أحمد الدهلوي (۱۱۷٦هـ)	المكتبة السلفيةلاهور

١٠٧	خلاصه التحقیق في حکم التقلید و التلفیق	عبد الغني النابلسي (١١٤٣هـ)	مکتبة الحقیقة استنبول، ترکیا
١٠٨	خلاصة الفتاویٰ	طاهر بن أحمد البخاري (٥٤٢هـ)	مکتبه رشیدیه کوئٹه
١٠٩	درر الحکام شرح مجلة الأحکام	علي حیدر (١٢٥٤هـ)	المکتبة العربیة کوئٹه

ر، س، ش

١١٠	رحمة الأمة في اختلاف الآئمة	أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن قاضي صفد (٧٨٠هـ)	دارالفکر بیروت لبنان
١١١	ردّالمحتار علی الدّرالمختار	محمدأمین ابن عابدین (١٢٥٢هـ)	مکتبه امدادیه ملتان
١١٢	روح المعاني	شهاب الدین محمود الآلوسي البغدادي (١٢٧٠هـ)	دار إحیاء التراث العربي بیروت لبنان
١١٣	سبل الهدیٰ والرشاد في سیرة خیر العباد	شمس الدین محمد بن یوسف الشامي (٩٤٢هـ)	دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان
١١٤	سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة	محمد ناصرالدین الألباني (١٤٢٠هـ)	المکتب الإسلامي بیروت
١١٥	سنن الدارمي	عبدالله بن عبد الرحمن الدارمي (٢٥٥هـ)	قدیمی کتب خانه کراچی
١١٦	سنن النسائي	أبو عبد الرحمن أحمدبن شعیب الخراساني النسائي (٣٠٣هـ)	مکتبه رحمانیه اردو بازار لاهور
١١٧	سنن أبي داؤد	سلیمان بن الأشعث السجستاني (٢٧٥هـ)	ایج ایم سعید کراچی
١١٨	سنن الدارقطني	علي بن عمر الدار قطني (٣٨٥هـ)	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان

١١٩	شرح السّنة	الحسين بن مسعود البغوي (٥١٠هـ)	المكتب الإسلامي بيروت، لبنان
١٢٠	شرح العقائد النّسفية	مسعود بن عمر التفتازاني (٧٩٣هـ)	مکتبه حقانیه پشاور
١٢١	شرح العقيدة الطحاوية	ابن أبي العزّ الحنفي (٧٩٢هـ)	قدیمی کتب خانه کراچی
١٢٢	شرح المجلّة	سليم رستم باز اللبناني (١٣٣٨هـ)	المكتبةالحبيبية کوئٹه
١٢٣	شرح المجلة	خالد الأتاسي (١٣٢٦هـ)	المكتبةالحقانية پشاور
١٢٤	شرح النقاية	علي بن محمدسلطان القاري (١٠١٤هـ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
١٢٥	شرح الوقاية	عبيدا لله بن مسعود (٧٤٧هـ)	مکتبه رشیدیه کوئٹه
١٢٦	شرح صحيح البخاري لابن بطال	أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك (٤٤٩هـ)	مكتبة الرشد الرياض
١٢٧	شرح عقود رسم المفتى لابن عابدين	محمدأمين الشهير بابن عابدين (١٢٤٣هـ)	مکتبة البشرى کراچی
١٢٨	شرح مسلم للنووي	يحيى بن شرف النووي (٦٧٦هـ)	مکتبه دارالفکر بيروت لبنان
١٢٩	شرح معاني الآثار	أحمدبن محمد الطحاوي (٣٢١هـ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
١٣٠	شعب الإيمان للبيهقي	أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (٤٥٨هـ)	دارالكتب العلميه بيروت لبنان

ص ، ع ، غ

١٣١	صحيح ابن حبان	محمد بن حبان (٣٥٤هـ)	مكتبة دارالفكر بيروت لبنان

۱۳۲	صحیح البخاري	محمدبن إسماعیل البخاري (۲۵۶هـ)	قدیمی کتب خانه کراچي
۱۳۳	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیري (۲۶۱هـ)	قدیمي کتب خانه کراچي
۱۳٤	عقد الجید في أحکام الاجتهاد والتقلید	شاه ولي الله الدهلوي (۱۱۷۶هـ)	دار الفتح الشارقه
۱۳۵	علوم الحدیث	عبیدالله أسعدي	مجلس نشریات إسلام کراچي
۱۳۶	علوم القرآن	محمد تقي عثماني	مکتبه دارالعلوم کراچي
۱۳۷	عمدة الرعایة حاشیة شرح الوقایة	محمد عبد الحي اللکهنوي (۱۳۰٤هـ)	مکتبه رشیدیه کوئٹه
۱۳۸	عمدة القاري شرح صحیح البخاري	العلامة بدرالدین العیني (۸۵۵هـ)	دار إحیاء التّرا ث العربي بیروت لبنان
۱۳۹	عون المعبود شرح سنن أبي داؤد	محمدشمس الحق عظیم آبادي (۱۳۲۹هـ)	دارالفکربیروت، لبنان
۱٤۰	غمز عیون البصائر شرح الأشباه والنظائر	أحمدبن محمد الحموي (۱۰۹۸هـ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراچی
۱٤۱	غنیة الناسك في بغیة المناسك	محمد حسن شاه المهاجر المکي (۱۳٤۶هـ)	مکتبة ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچي
۱٤۲	غنیةالمستملي المعروف بالحلبي الکبیري	إبراهیم الحلبي (۹۵۶هـ)	مکتبه نعمانیه کوئٹه

ف

۱٤۳	فتاویٰ ابن تیمیه	تقي الدین ابن تیمیه (۷۲۸هـ)	تحت إشراف الرئاسة العامة لشئون الحرمین الشریفین
۱٤٤	فتاویٰ المرأة المسلمة	جماعة من علماء العرب	دارالفکر بیروت لبنان

١٤٥	فتاویٰ خیریۃ علیٰ هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدية	خير الدين الرملي (١٠٨١هـ)	مكتبه حقانيه پشاور پاكستان
١٤٦	فتاویٰ رشيديه	رشيدأحمد گنگوهي(١٣٢٣هـ)	مؤتمرالمصنفين اكوڑه خٹك
١٤٧	فتح الباري	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ)	دارالفكر بيروت، لبنان
١٤٨	فتح الغفار شرح المنار	زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم(٩٧٠هـ)	مكتبه اسلاميه ، كوئٹه
١٤٩	فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير	محمد بن علي بن محمد الشوكاني (١٢٥٠هـ)	دار الفكر بيروت لبنان
١٥٠	فتح القدير	ابن الهمام كمال الدين محمدبن عبدالواحد (٨٦١هـ)	مكتبه حقانيه پشاور پاكستان
١٥١	فتح الملهم شرح صحيح مسلم	شبيرأحمد العثماني(١٣٦٩هـ)	مكتبه دارالعلوم كراچي
١٥٢	فقه السنة	السيد السابق (١٤٢٠هـ)	دار ابن كثير دمشق لبنان
١٥٣	فيض الباري على صحيح البخاري	محمد أنورشاه الكشميري (١٣٥٢هـ)	مكتبه حقانيه پشاور
١٥٤	فيض القدير شرح الجامع الصغير	محمد عبد الرؤوف المناوي (١٠٣١هـ)	دارالكتب العلمية بيروت، لبنان

ق ، ك

١٥٥	قاموس الفقه	سيف الله رحماني	زم زم پبلشرز كراچي
١٥٦	كتاب التعريفات	سيد شريف الجرجاني(٨١٦هـ)	دارالمنارللطباعة والنشر
١٥٧	كتاب الفقه على المذاهب الأربعة	عبدالرحمن بن محمدعوض الجزيري (١٣٦٠هـ)	وحيدي كتب خانه پشاور
١٥٨	كتاب الأموال	أبو عبيد قاسم بن سلام (٢٢٤هـ)	دارالكتب العلمية بيروت

۱۵۹	كشاف القناع عن متن الإقناع	منصور بن يونس البهوتي (۱۰۵۱ھ)	دار الكتب العلميه بيروت
۱۶۰	كشف الأسرار	أبوالبركات عبدالله بن أحمد حافظ الدين النسفي (۷۱۰ھ)	دارالكتب العلمية بيروت
۱۶۱	كفايت المفتی	مفتی كفایت الله دهلویؒ (۱۳۵۲ھ)	دارالاشاعت کراچی
۱۶۲	كنزالدّقائق	أبوالبركات عبدالله بن أحمد حافظ الدين النسفي (۷۱۰ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۶۳	كنزالعمال	علاء الدين المتقي الهندي (۹۷۵ھ)	اداره تالیفات اشرفیه ملتان پاکستان

ل، م

۱۶۴	لسان الحكام	إبراهيم بن محمد، المعروف بابن الشحنة الحلبي (۸۸۲ھ)	البابي الحلبي القاهرة
۱۶۵	لسان العرب	محمد بن منظور الافريقي (۷۱۱ھ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
۱۶۶	ماهنامه العصرپشاور	مفتی غلام الرحمن	جامعه عثمانیه پشاور
۱۶۷	مجلة الأحكام العدلية	لجنة العلماء المحققين	میر محمد کتب خانه کراچی
۱۶۸	مجمع الأنهرشرح ملتقى الأبحر	عبدالله بن محمد بن سليمان دامادأفندي (۱۰۷۸ھ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
۱۶۹	مجمع الزوائد	نور الدين علي بن أبي بكرالهيثمي (۸۰۷ھ)	دار الكتب العلمية بيروت
۱۷۰	مجموعه قوانین اسلامی	ڈاکٹرتنزیل الرحمن	اداره تحقیقات اسلامی اسلام آباد
۱۷۱	مجموعة رسائل ابن عابدين	محمدأمين ابن عابدين (۱۲۴۳ھ)	سهيل اكيڈمي لاهور

١٧٢	مجموعة رسائل اللكهنوي	عبدالحي اللكهنوي (١٣٠٤هـ)	إدارة القران كراچی
١٧٣	مرقاة المفاتيح	ملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
١٧٤	مسند الإمام أحمد	أحمد بن حنبل (٢٤١هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
١٧٥	مسند أبي عوانة	أبو عوانه يعقوب بن إسحاق الأسفرائيني (٣١٦هـ)	دار المعرفة بيروت
١٧٦	مسند أبي يعلى الموصلي	أحمدبن علي الموصلي(٣٠٧هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
١٧٧	مشكوة المصابيح	محمدبن عبدالله الخطيب التبريزي (٧٣٧هـ)	المكتبة الحقانيه بشاور
١٧٨	مصنف عبدالرزاق	أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني(٢١١هـ)	إدارة القران والعلوم الاسلاميه كراچی
١٧٩	معارف السنن	محمديوسف البنوري (١٣٩٧هـ)	ايچ۔ ايم ۔سعيد كراچي
١٨٠	معجم لغة الفقهاء	محمد رواس قلعه جی (١٤٣٥هـ)	دارالنفائس بيروت
١٨١	معين الحكام	علاء الدين علي بن خليل الطرابلسي (٨٤٤هـ)	مكتبة القدس كوئٹه
١٨٢	مغني المحتاج	محمدبن أحمد الخطيب الشربيني(٩٧٧هـ)	دارالذخائرللمطبوعات قم إيران
١٨٣	مفردات غريب القرآن	الحسين بن محمد الراغب الأصفهاني (٥٠٢هـ)	دارالقلم دمشق
١٨٤	منحةالخالق على البحرالرائق	محمدأمين ابن عابدين (١٢٤٣هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
١٨٥	منهاج السنن شرح جامع السنن	المفتي محمد فريد(١٤٣٢هـ)	مكتبه حقانيه پشاور

١٨٦	موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (٨٠٧هـ)	المطبعة السلفية و مكتبتها بيروت
١٨٧	موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر	عبد الحليم عويس (١٤٣٣هـ)	دار الوفاء منصورة
١٨٨	موطا الإمام مالك	مالك بن انس (١٧٩هـ)	الميزان لاهور
١٨٩	نفع المفتي والسائل	عبد الحي اللكهنوي (١٣٠٤هـ)	ايچ ايم سعيد كمپنی کراچی

ن

١٩٠	نور الأنوار	ملاأحمدجيون (١١٣٠هـ)	مير محمد كتب خانه كراچی
١٩١	نيل الأوطار	محمدبن علي بن محمد الشوكاني (١٢٥٠هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان

ihsan.usmani@gmail.com
+92 333-8273561 / +92 321-8273561
+92 312-8203561 / +92 315-4498203